

الخصائص الكبرى

جلد اول

مصنف
علامہ امام حلال الدین سیوطی

ترتیبی تدوین
مولانا عبدالاحد قادری

ممتاز اکیڈمی لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَاللّٰهُ وَاَبَرُّ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ



الخصائص الكبرى

مصنف

علامہ امام حلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب تدوین مولانا عبدالحق قادری

جلد اول



ممتاز اکیڈمی

فضل الہی مارکیٹ چوک اردو بازار لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب:	الخصائص الکبریٰ (جلد اول)
مصنف:	حضرت علامہ جلال الدین سیوطی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
ترتیب و تدوین:	مولانا محمد عبدالاحد قادری
پروف ریڈنگ:	محمد فاروق صدیقی
صفحات:	424

ہدیہ:

شکیل ممتاز

با اہتمام

ممتاز اکیڈمی - فضل الہی مارکیٹ

ناشر:

چوک اردو بازار لاہور

فون نمبر: 7223506-7230718

نوٹ

قارئین سے درخواست ہے کہ ہماری تمام تر کوشش (اچھی پروف ریڈنگ، معیاری پرنٹنگ) کے باوجود اس بات کا امکان ہے کہ کہیں کوئی لفظ غلطی یا کوئی اور خامی رہ گئی ہو تو ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس غلطی یا خامی کو دور کیا جائے۔ شکریہ! (ادارہ)

حسن ترتیب

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
36	صاحب علم:	11	حضرت محمد ﷺ
36	غرور اور تکبر سے پاک:	12	تمام کائنات کے رسول:
37	تمام جہان کیلئے ہدایت اور رحمت:	13	اعتراض: جواب:
38	نورِ علی نور:	17	ملکوتِ اعلیٰ پر نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی
38	وہ انبیاء جن کی بشارت قبل پیدائش دی گئی:	17	حضرت آدم علیہ السلام کی شیث علیہ السلام کو وصیت:
39	تورات میں نام محمد چومنے پر گنہگار کی مغفرت:	19	سونے کی تختی پر تحریر:
39	کلمہ پڑھنے پر مغفرت:	19	حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی اور نام محمد:
40	یہودی عالم کی تصدیق:	19	پھول کے پتوں پر نام محمد ﷺ:
41	تورات میں مدینہ کے نام:		آسمانوں اور زمانہ آدم میں اذان میں نبی کریم ﷺ
41	رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل خبریں	20	کا اسم گرامی:
44	حضرت سلمان فارسی کے ایمان لانے کا واقعہ	20	تعلیم اذان کی عجیب و غریب روایت:
51	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت:	21	نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کا عہد:
	بعثت سے قبل یہود رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ سے	22	دعاے ابراہیم علیہ السلام اور بشارت ابن مریم:
52	التجاء کرتے تھے:		سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور اولاد ابراہیم کو نبی کریم ﷺ
54	اہل عرب نے طمع نبوت میں بچوں کا نام محمد رکھا:	22	کی بشارت:
54	ظہور نبوت پر شام میں زلزلہ:	23	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی کریم ﷺ کی آمد کی بشارت:
55	بخت نصر کا خواب اور حضرت دانیال علیہ السلام کی تعبیر:	23	آسمانی کتب میں نبی کریم ﷺ کا ذکر جمیل:
56	ظہور نبوت سے قبل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما کا ایمان لانا:	27	مجھے محبوب کا امتی بنا دے: (موسیٰ علیہ السلام)
56	راہب کی پیشین گوئی، نبی کے ظہور کا وقت آ گیا ہے:	30	توریت میں امت محمدیہ کے اوصاف:
57	ظہور نبوت سے قبل زید بن عمرو بن نفیل کا ایمان لانا:	30	احمد مجتبیٰ کا منکر جنمی ہے:
58	اکرام الخلائق نبی کا ظہور ہونے والا ہے:	31	حضرت اشعیاء علیہ السلام کو بشارت مصطفیٰ:
58	عمرو بن عبسہ سلمیٰ کا ایمان لانا:	33	محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں:
59	نبی کریم ﷺ کے ظہور پر ستارہ طلوع:	34	حضرت داؤد علیہ السلام کو بشارت مصطفیٰ ﷺ:
	ولادت سے قبل یہود رسول اللہ ﷺ کے اوصاف کا	34	حساب و کتاب اور عذابوں سے محفوظ:
61	درس دیتے تھے:	35	رسول اللہ ﷺ کا علم:

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
93	احمد محمد نام کا انتخاب:	64	کعب بن لوی اور ذکر نبی ﷺ:
94	حضرت سیدنا عبداللہ ﷺ کا وصال:	65	اوس بن حارثہ کی بیٹے کو وصیت:
94	واقعہ فیل	66	عمیر بن حبیب کا مردہ کے بعد زندہ ہونا:
96	حضرت عبدالمطلب اور چاہ زمزم	66	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا:
100	شب ولادت کے معجزات اور خصائص	67	کتب سماویہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر جمیل
100	ہر طرف نور ہی نور:	67	امت محمدیہ ﷺ کا ذکر:
100	شام کے محلات روشن:	68	حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر:
101	مشرق و مغرب روشن:	68	حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ذکر:
102	تمام زمین روشن:	71	سیدنا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا ذکر:
102	مشرق و مغرب کی سیر:	73	مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر:
103	ولادت باسعادت کی مبارک رات:	74	حجاج بن یوسف کے ظلم کا ذکر:
104	قریش کے جانوروں کی مبارکباد:	74	حضرت عمر بن عبدالعزیز کا ذکر:
104	حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت:	75	نبی کریم ﷺ کے بارے میں کانہوں کی پیشین گوئیاں
107	شب ولادت حضرت آمنہ کا عجائبات دیکھنا:	75	سطح کی پیشین گوئی:
108	شب ولادت یہودی کا قریش کی مجلس کا اعلان:	78	ربیعہ بن نصر کا خوفناک خواب:
109	دعوتِ حقیقہ:	81	قدیم پتھروں پر نبی کریم ﷺ کا اسم مبارک
109	عیسیٰ راہب کی پیشین گوئی:	82	قتل حسین کی پیشین گوئی:
110	نبی کریم ﷺ کی برکتیں:	82	نسب نبوی کی عصمت
110	زمانہ جاہلیت کی رسم اور ہانڈی کا ٹکڑے ہونا:	84	بنی ہاشم کی فضیلت:
111	شیطان کی خباثت:	85	تخلیق آدم سے قبل قریش نور تھے:
111	آسمانوں پر شیطان کا داخلہ بند:	86	مداح نبوی بزبان حضرت عباس رضی اللہ عنہ:
111	ایوان کسری میں زلزلہ اور آتش کدہ ایران بجھ گیا:	87	چمکتا ہوا نور:
113	شب ولادت بت اوندھے منہ گر گیا:	87	حضرت عبدالمطلب کا عجیب و غریب خواب:
115	نبی کریم ﷺ کی بعض جسمانی خصوصیات	88	بنی زہرہ میں حضرت عبدالمطلب کا نکاح:
115	آپ ناف بریدہ اور مختون شدہ پیدا ہوئے:	89	حمل مبارک کے معجزات:
115	ناف بریدہ:		دوران حمل حضرت آمنہ ہر طرح کی تکلیف سے
116	مختون شدہ انبیاء کرام:	93	محفوظ رہیں:

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
144	نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک:	116	نبی کریم ﷺ کا مہد میں چاند سے باتیں کرتے تھے:
144	نبی کریم ﷺ کا خونِ اطہر:	116	نبی کریم ﷺ کا مہد میں گفتگو کرنا:
144	نبی کریم ﷺ کے قدم مبارک:	117	زمانہ رضاعت کے معجزات
145	نبی کریم ﷺ کی رفتار کا اعجاز:	117	حضرت حلیمہ کے گھر میں برکتیں:
145	نبی کریم ﷺ کے خواب اور سونے کی کیفیت:	118	شق صدر:
146	نبی کریم ﷺ کی قوت مبارک:	119	رسول اللہ ﷺ کا سب سے پہلا کلام:
147	نبی کریم ﷺ احتلام سے محفوظ تھے:	122	نبی کریم ﷺ حضرت عبدالمطلب کی کفالت میں:
147	نبی کریم ﷺ کے بول و براز کا بیان:	122	بچپن کے حالات زبان نبوت سے:
149	نبی کریم ﷺ کے بول سے شفائے امراض:	126	گستاخ پاگل ہو کر مر گیا:
150	حسن مصطفیٰ ﷺ:	126	ایر کا سایہ کرنا:
151	حلیہ مصطفیٰ ﷺ:	127	حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی پر کیف لوری
158	نبی کریم ﷺ کے صفاتی نام	128	مہر نبوت کا ذکر
160	نبی کریم ﷺ کے ناموں کا اسمائے الہی سے انتساب	131	آنکھوں کے معجزات
160	نبی کریم ﷺ کے ناموں کا اسمائے الہی سے اشتقاق:	132	نبی کریم ﷺ کے دہن اور لعاب دہن کے معجزات
161	بچپن میں مدینہ منورہ میں قیام	134	نبی کریم ﷺ کے دندان مبارک
162	حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا وصال	134	نبی کریم ﷺ کا چہرہ انور
163	حضرت عبدالمطلب کے وسیلہ سے اہل مکہ کی طلب	134	نبی کریم ﷺ کی بغل مبارک:
163	بارش کیلئے دعا:	135	نبی کریم ﷺ کی فصاحت و بلاغت کا ذکر:
165	نبی کریم ﷺ اپنے دادا کی مدد کرتے تھے:	136	شرح صدر
165	حضرت عبدالمطلب مقام نبی ﷺ سے واقف تھے:	139	نبی کریم ﷺ جمہا ہی سے محفوظ تھے:
166	سیف بن ذی یزن کا اوصاف نبی بتانا:	139	سماعت مصطفیٰ ﷺ:
168	نبی کریم ﷺ ابوطالب کی کفالت میں:	140	نبی کریم ﷺ کی آواز مبارک:
169	نبی کریم ﷺ کا سفر شام اور بحیرہ رابہ کی پیشین گوئی اور چچا کو مشورہ:	140	نبی کریم ﷺ کی عقل مبارک:
174	نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے ابوطالب کا بارش کی دعا مانگنا:	143	نبی کریم ﷺ کا پسینہ مبارک:
174	نبی کریم ﷺ کو دیکھ کر ابوطالب کے پاس سے یہودی فرار:	143	قد زیباے رسول ﷺ:
		143	نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر کا سایہ نہ تھا:
		143	نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر پر مکھی نہیں بیٹھی تھی:

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
212	بتوں سے نبی کے مبعوث ہونے کی شہادت:		ابولہب کے دل میں نبی کریم ﷺ کی طرف سے
217	نبی کریم ﷺ کی بعثت پر قصر کسریٰ کے کنگرے گر گئے:	175	کینہ پیدا ہونے کی ابتداء:
218	تمام بت منہ کے بل گر پڑے:	175	حضرت ابوطالب کی وفات:
	نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد آسمان پر جنات کا	175	حضرت ابوطالب کے بارے میں اقوال:
218	داخلہ بند:	176	نبی کریم ﷺ کو ابوطالب کیلئے استغفار کی ممانعت:
219	جنوں پر شہاب ثاقب:	177	نبی کریم ﷺ قبل بعثت تمام جاہلانہ رسوم سے محفوظ رہے:
220	کاہنوں کی خبریں منقطع:	177	تعمیر کعبہ میں معاونت:
221	ابلیس کو جبریل کی مار:	179	میلہ میں شرکت سے انکار:
222	مشرکین شعراء فصحاء کا اعجاز قرآن تسلیم کرنا:		بعثت اور اعلان نبوت سے قبل اہل مکہ آپ ﷺ کی
223	قرآن کریم کی تاثیر:	181	تعظیم کرتے تھے:
224	حج کے موقع پر مشرکین کی شرارت اور نبوت کا چرچا:	182	تین دن انتظار میں کھڑے رہے:
226	قرآن کی صداقت:	182	نبی کریم ﷺ کا میسرہ کے ہمراہ سفر شام:
228	ابو جہل اور دیگر مشرکین کا راتوں کو چھپ کر قرآن سننا:	183	نبی کریم ﷺ کا حضرت خدیجہ سے نکاح کا غیبی حکم:
229	زمزم کی بھکت:	184	قبل بعثت معجزات اور وحی کا نزول:
229	قرآن سن کر ایک ہزار مسلمان ہو گئے:	195	ورقہ بن نوفل کی عقیدت اور نعت مصطفیٰ ﷺ:
230	وجوہ اعجاز قرآن:	196	پتھر کا نبی کریم ﷺ کو سلام کرنا:
234	نزول وحی کی کیفیت	197	اغیار کی زبان سے بعثت رسول اللہ ﷺ کی خبریں:
	نبی کریم ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو اصل	200	حضرت معمر حمیری کی عقیدت اور نعت مصطفیٰ ﷺ:
235	صورت میں دیکھا:	202	مذہب بوح پھنڈے کا بعثت نبوی کی شہادت دینا:
236	نبوت کے مکی دور سے متعلق معجزات	203	جن کی زبانی بعثت نبی ﷺ کی شہادت:
236	درخت کا چلنا:		بت کا بعثت نبوی کی شہادت دینا اور مازن طائی کا
237	درخت کی ٹہنی کا ٹوٹ کر آنا:	205	ایمان لانا:
237	کم عمر بکری سے دودھ کا لکنا:	206	ایک جن کی بعثت نبوی کی تصدیق:
237	حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کا خواب:	207	غیبی آواز اور نبی کے مبعوث ہونے کا اعلان:
239	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا خواب:	208	ایک گستاخ جن کو عاشق رسول ﷺ جن نے قتل کیا:
	ایک صاع مقدار طعام سے چالیس افراد کا شکم سیر	210	حابس بن دغنه کا تصدیق نبوت کرنے کا عجیب طریقہ:
239	ہو کر کھانا:	211	نور کا ظہور اور ایک گستاخ کی موت:

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
258	ہامہ شیطان کے پوتے کا اسلام قبول کرنا:	239	پانی کا زمین سے نکلنا:
260	امت میں سب سے بہترین شخص حضرت عمر بن عبدالعزیز ہیں:	240	نبی کریم ﷺ کی دعا سے ابوطالب شفا یاب:
260	غلبہ روم کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی پیشینگوئی	240	ابوطالب کا نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے دعائے استسقاء کرنا:
261	نبی کریم ﷺ سے مشرکین کا سوالات کے ذریعہ امتحان لینا:	240	حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا:
263	مشرکین کی ایذا رسانی کے سلسلہ میں معجزات	241	معجزہ شق القمر:
265	قریش کی سب و شتم اور مذمت خود ان پر پلٹی:	242	اللہ نے آپ کو دشمنان اسلام کے شر سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا
266	ابولہب کا لہب بیٹا و اصل جہنم:	242	ابو جہل کے شر سے معجزانہ طور پر حفاظت:
268	نبی کریم ﷺ کی قحط کے زمانہ میں باران رحمت کیلئے دعائیں:	243	نبی کریم ﷺ کا عورا بنت حرب کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو جانا:
269	تایینا عورت کی بینائی لوٹ آنے کا عجیب واقعہ:	244	اللہ نے نبی کریم ﷺ کو نبی مخزوم کے شر سے محفوظ فرمایا:
269	نجاشی کے دربار میں عظمت مصطفیٰ ﷺ کا اظہار:	245	نبی کریم ﷺ نے نضر بن حارث کے شر سے محفوظ رہے:
270	مسلمانوں کا مقلعہ اور بنی ہاشم کا شعب ابوطالب میں پناہ لینا:	245	نبی کریم ﷺ حکم کے شر سے محفوظ رہے:
272	معراج مصطفیٰ ﷺ	245	نبی کریم ﷺ کا رکانہ پہلوان سے کشتی کرنا:
274	بے عمل خطیب کا ہر انجام:	246	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا:
274	قرض دینا صدقہ سے افضل ہے:	248	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا اور معجزانہ واقعات:
274	حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایات معراج:	251	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے پر اسلام کو قوت ملی:
275	بیت المقدس آنکھوں کے سامنے:	252	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر فرشتوں کی مبارکباد:
275	جنت و دوزخ کی سیر:	252	ضداد کا بغرض علاج نبوی کیلئے آنا اور متاثر ہو کر اسلام قبول کرنا:
275	سود خواروں کا ہر انجام:	253	حضرت عمرو بن عبد القیس رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا:
276	نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی عرش پر تحریر تھا:	253	طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا:
276	حلیہ براق:	253	حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا:
276	شب معراج صخرہ کا شق ہونا:	255	جنات کا اسلام قبول کرنا اور اس سلسلہ میں معجزات:
276	شب معراج نبی کریم ﷺ نے دودھ پسند فرمایا:	257	بعثت نبوی سے چار سو سال قبل ایمان لانے والا جن:
276	شب معراج اذان بلال رضی اللہ عنہ:	258	مسلمانوں کی جن نے خدمت کی:
278	شب معراج انبیاء سے ملاقات:		

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
292	شب معراج فرشتوں کی امامت:	278	امور غیبی کا مشاہدہ:
292	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جسم سے جنتی خوشبو:	278	لطیف خوشبو:
292	حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کی حدیث معراج:	279	قوم کے سامنے بیان معراج:
297	معراج کے سلسلہ میں مرسل روایات	280	جنت کے پھول:
297	سورج ٹھہر گیا قافلہ مکہ آ گیا:	280	شب معراج امتوں کا مشاہدہ کرنا:
299	رب سے کلام:	280	شب معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا:
299	شب معراج کے سلسلہ میں مزید بحث:	280	دیدار خداوندی کی روایات:
300	نبی کریم ﷺ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح فرمانا:	281	یا جوج ماجوج کو اسلام کی دعوت:
301	نبی کریم ﷺ کا حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح فرمانا:	282	تحفیف نماز اور دیگر مسائل:
301	حضرت رافعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کا مکہ آنا اور اسلام قبول کرنا:	282	احادیث تاریخ معراج:
302	حج کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی تبلیغ اور اس کے نتائج:	282	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امت محمدیہ کو سلام:
303	طائف کا سخت ترین دن:	283	سبز زعفران:
304	قبائل عرب کو تبلیغ:	283	شب معراج القابات مصطفیٰ ﷺ:
304	بکر بن وائل کی نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے فتح:	283	شب معراج تعلیم اذان:
305	نقیبوں کا انتخاب:	284	اس جگہ نماز پڑھوں گا جہاں رسول اللہ ﷺ نے پڑھی:
306	ہجرت کے موقع پر معجزات کا ظہور:	285	بیت المعمور کی زیارت:
308	غار ثور میں جنت کی نہر جاری:	285	حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات:
309	ام معبد کی بکریاں دودھ سے لبریز:	285	حضرت آدم علیہ السلام کا دائیں دیکھ کر تبسم فرمانا اور بائیں دیکھ کر رونا:
310	مدینہ آمد پر مسلمانوں میں خوشی:	286	شب معراج میں نے قلموں کی سرسراہٹ سنی:
311	اے صہیب بیع کے تین نفعے ہیں: (فرمان رسول اللہ ﷺ)	286	سدرۃ المنتہی:
311	نبی کریم ﷺ کی مدینہ طیبہ میں جلوہ گری:	287	حضرت ابراہیم مجھ سے بہت مشابہ تھے:
313	یہود کے سوالات اور نبی کریم ﷺ کے جوابات:	287	حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ اور سفارت روم اور واقعہ معراج کی تقدیق:
315	حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنوالے ستاروں کا نام:	291	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی احادیث یہ سلسلہ معراج:
31	نبی کریم ﷺ کی دعا سے مدینہ و باؤں سے محفوظ ہو گیا:		

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
342	حضرت مصعب بن عمیر <small>رضی اللہ عنہ</small> کی شہادت:	317	مدینہ کیلئے برکت کی دعا:
343	فرشتوں کا مدد کرنا:	318	مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت معجزات کا ظہور:
345	حضرت سعد بن ربیع <small>رضی اللہ عنہ</small> کی شہادت:	318	تحویل قبلہ:
345	شوق شہادت	319	نماز کیلئے اذان کا طریقہ:
346	حضرت ابو سعید خدری <small>رضی اللہ عنہ</small> کے والد کی شہادت:	320	مختلف غزوات میں نصرت الہی اور معجزات کا ظہور:
346	عہد شکنی کی سزا:	320	غزوہ بدر میں معجزات کا ظہور:
346	حضرت حمزہ <small>رضی اللہ عنہ</small> کی شہادت:	324	غزوہ بدر میں فرشتوں کا نزول:
348	شہداء اُحد کے جسم چالیس سال بعد صحیح سلامت:	328	غزوہ بدر میں بارانِ رحمت کا نزول:
349	شہداء اُحد کے مزارات سے سلام کا جواب:	328	حضرت قتادہ <small>رضی اللہ عنہ</small> کی نقلی آنکھ درست:
349	قبر سے تلاوت قرآن کی آواز:	329	مقتول مشرکین سے رسول اللہ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کا خطاب:
350	حَمْرَاءُ الْأَسَدِ کا معجزہ:	330	ابو جہل عذاب میں گرفتار:
351	مسلمانوں کی ایک جماعت پر بنی ہندیل کا حملہ اور معجزات کا ظہور:	330	یوم فرقان:
352	شہد کی مکھیوں کا لاش کی حفاظت کرنا:	331	لکڑی تلواریں بن گئی:
353	بے موسم انگور:	332	حضرت عمیر <small>رضی اللہ عنہ</small> کی شہادت:
353	میرے رب نے مجھے آگاہ کیا ہے:	332	گستاخ عقبہ بن ابی معیط واصل جہنم:
354	ستر (۷۰) قراء کی شہادت کا واقعہ:	333	حضرت عباس <small>رضی اللہ عنہ</small> کا ایمان لانا:
357	غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر معجزات کا ظہور	333	ابولہب کے عذاب میں تخفیف:
358	انگھیوں سے پانی کے فوارے پھوٹ پڑے:	333	قباث بن اشیم لیبی کا ایمان لانا:
360	کنز وراثت کی تیز رفتاری:	333	حضرت عمیر <small>رضی اللہ عنہ</small> کا دشمنی کے ارادہ سے مدینہ آنا اور اسلام قبول کرنا:
361	غزوہ خندق میں معجزات کا ظہور	335	غزوہ عطفان کے موقع پر معجزات کا ظہور
362	کھانے میں برکت:	336	یہودی عہد شکنی اور جلا وطنی:
363	نمودار پتھر پر تین ضربیں اور تین بشارتیں:	338	کعب بن اشرف کی اسلام دشمنی اور اسلام کی ہجو کرنا بالآخر واصل جہنم ہونا:
364	یہ خبیث ہے:	339	غزوہ اُحد میں معجزات کا ظہور
364	ہوا سے مدد کی گئی:	340	گستاخ ابی بن خلف واصل جہنم:
365	مشرکین کی جاسوسی:	342	نبی کریم <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> جبرئیل و میکائیل علیہم السلام کی محافظت میں:
365	حضرت حذیفہ <small>رضی اللہ عنہ</small> کی حفاظت کیلئے رسول اللہ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کی دعا:		

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
402	چھپے ہوئے ظروف کی نشان دہی:		غزوہ احزاب میں رسول اللہ ﷺ کی دعا اور مشرکین کو عبرتناک شکست:
402	حکم رسول اللہ ﷺ کی خلاف ورزی کا وبال:	366	
403	وہ دوزخی ہے: (فرمان رسول اللہ ﷺ)	367	غزوہ بنی قریظہ کے موقع پر معجزات کا ظہور
404	یہود کا بکری کے گوشت میں زہر ملانا:	368	فرشتوں کی مدد:
	نبی کریم ﷺ کا لیسیر بن رزام یہودی کی طرف	369	حضرت سعد بن معاذ کی شہادت کی دعا قبول:
405	عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بھیجنا:	370	حضرت سعد رضی اللہ عنہ کیلئے آسمان کے دروازے کھل گئے:
406	عمرہ قضاء میں معجزات کا ظہور	371	حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں فرشتوں کی شرکت:
406	وادی پانی سے بھر گئی:	372	ابو ارفع یہودی کے قتل پر معجزے کا ظہور:
407	ام قریظہ کا حضور نبی کریم ﷺ کے قتل پر اقدام و اہتمام:	372	سفیان بن یحییٰ ہذلی کے قتل کے سلسلہ میں معجزے کا ظہور:
	بارہ مجاہدین کی شہادت اور ان کا جنت الفردوس میں داخل ہونا:	373	373
407	373	373	غزوہ بنی مصطلق میں معجزات کا ظہور
407	373	373	مدینہ کا چاند میری گود میں آ گیا:
407	373	373	منافقین کی موت پر تیز ہوا:
408	373	373	منافقوں کی غیبت پر فرمایا وہاں اونٹ ہے لے آؤ:
411	375	375	حدیث افک
411	380	380	قبائل عربیہ اور عسکریہ کا اسلام قبول کرنا اور مردود ہونا:
418			سرینہ دومتہ الجندل کیلئے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو سردار بنایا:
419	381	381	واقعہ حدیبیہ میں معجزات کا ظہور
420	381	381	تمام لشکر کی مغفرت:
421	390	390	کنواں پانی سے بھر گیا:
421	391	391	کھانے میں برکت:
421	392	392	بیعت رضوان:
422	392	392	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا:
422	396	396	غزوہ خیبر میں معجزات کا ظہور
423	399	399	خواہش کے مطابق شہادت:
424	400	400	

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت محمد ﷺ

❁ اول الانبیاء ہیں اور تمام انبیاء پر آپ کی نبوت پر مقدم ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کریمہ ”وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ“ (ترجمہ: ”یاد کرو محبوب! جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا۔“) تفسیر کے تحت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں پیدائش میں ”اول النبیین“ اور بعثت میں ان کے بعد ہوں مگر میرے منصب نبوت کو ان سے پہلے ظاہر فرمایا گیا۔“

﴿ابن ابی حاتم فی التفسیر، ابو نعیم، دلائل النبوة﴾

حضرت سہل بن صالح ہمدانی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے کس طرح مقدم ہیں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے بعد مبعوث ہوئے؟ تو انہوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے جب بنی آدم کو ان کی پشتوں سے نکال کر ان سے وعدہ لیا اور ایک کو دوسرے پر گواہ بنا کے فرمایا: ”الْكَسْتُ بِرَبِّكُمْ“ (ترجمہ: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔) اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے جواب میں فرمایا: ”ہلی“ (ہاں) ایک وجہ نبیاء علیہم السلام پر تقدیم کی یہ بھی ہے۔ یہ بات دوسری ہے کہ آپ ان سب کے بعد مبعوث ہوئے۔

﴿کتاب الامالی﴾

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی نبوت کب سے ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی روح و جسم کے درمیان تھے۔“

﴿احمد، بخاری، حاکم، بیہقی﴾

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں ام الکتاب میں اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جب حضرت آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے۔

﴿احمد، حاکم، بیہقی﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نبوت کب سے لازم کی گئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس وقت جبکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی اور ان کے جسم میں روح پھونکی۔“

﴿حاکم، بیہقی، ابو نعیم﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کسی نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی نبوت کب سے ثابت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان میں تھے۔“

﴿بزار، طبرانی، ابو نعیم﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کب عطا فرمائی گئی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: ابھی آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں ہی تھے۔ یہ حدیث مرسل ہے۔

﴿ابو نعیم﴾

حضرت ابن ابی الجداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی نبوت کب سے ہے؟ فرمایا: ”اس وقت سے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام روح و جسد کے درمیان تھے۔“

﴿ابن سعد﴾

حضرت مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی رسالت کب سے ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اس وقت جب ابوالبشر روح اور مٹی کے درمیان تھے۔“

﴿ابن سعد﴾

حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کو کس وقت نبوت سے نوازا گیا؟ آپ نے فرمایا: ”جبکہ حضرت آدم علیہ السلام روح و جسد کے درمیان تھے۔ جس وقت کہ مجھ سے میثاق لیا گیا۔“

﴿ابن سعد﴾

ایک اعرابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی سب سے پہلی بات کون سی تھی؟ فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے مجھ سے میثاق لیا، جس طرح کہ تمام نبیوں سے ان کا میثاق لیا۔ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور میری ولادت سے قبل میری والدہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کے جسم سے ایک نور ظاہر ہوا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔“

﴿طبرانی، ابو نعیم﴾

تمام کائنات کے رسول:

حضرت شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ”لَتَوْمِنُنَّ بِهِ وَالتَّنْصُرُوهُ“ میں اس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و توقیر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ اعلیٰ کے بیان میں اس قدر واضح ہے کہ اس میں قطعاً تعقید و ابہام نہیں۔ بایں ہمہ اس تقدیر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے زمانے میں تشریف لے آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کی طرف رسول ہوں گے تو گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کی رسالت حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے قیامت تک کی تمام مخلوق کیلئے عام ہے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی ساری امتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کا یہ ارشاد کہ ”بُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً“ (ترجمہ: میں تمام نوع انسانی کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔) یہ ارشاد آپ ﷺ کے زمانہ رسالت سے زمانہ قیامت تک کے لوگوں کیلئے خاص نہیں بلکہ آپ ﷺ سے قبل کے لوگوں کیلئے بھی محیط ہے اور یہی بات حضور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد پر ظاہر ہے:

كنت نبيا و ادم بين الروح والسجد

ترجمہ: ”میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ حضرت آدم ﷺ روح و جسم کے درمیان تھے۔“

اور اگر کوئی اس کی تفسیر یہ کرے کہ ”اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ آپ مستقبل میں نبی ہوں گے۔“ تو یہ تفسیر مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں اس حقیقت ثابتہ تک رسائی نہیں ہوئی۔ اس لیے کہ علم خداوندی تمام اشراف کو محیط ہے اور نبی کریم ﷺ نے اپنی نبوت کی جو حقیقت بیان فرمائی۔ اس کا مفہوم یہ متعین ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت اس وقت بھی تھی۔ یہی وجہ تو ہے کہ حضرت آدم ﷺ نے آنکھ کھولتے ہی حضور نبی کریم ﷺ نام نامی اسم گرامی عرش الہی پر ”محمد رسول اللہ“ (ﷺ) لکھا دیکھا۔ لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ آپ ﷺ کی نبوت تکمیل و تخلیق حضرت آدم ﷺ سے پہلے تھی اور اگر صرف علم الہی میں آپ ﷺ کا نبی ہونا مانا جائے یعنی یہ کہ آپ آئندہ ایک وقت مقررہ پر نبی ہوں گے۔ تو یہ معنی مراد لینے سے نبی کریم ﷺ کی کوئی خصوصیت ثابت نہیں ہوتی حالانکہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ حضرت آدم ﷺ روح و جسم کے درمیان میں تھے۔“ اس لیے کہ علم الہی میں تو تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوتیں اس وقت بھی تھیں اور اس سے پہلے بھی تھیں۔ اس میں حضور نبی کریم ﷺ ہی کیا کیا تخصیص ہے؟ حالانکہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس کا تذکرہ اسی لیے فرمایا کہ آپ ﷺ کی امت کو پتہ چل جائے کہ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو کس قدر مرتبہ اعلیٰ سے نوازا ہے اور آپ ﷺ کی نبوت تمام نبیوں کی پیدائش سے بھی پہلے موجود اور متعین تھی۔

اعتراض:

شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اب اگر تم یہ اعتراض کرو کہ میں اس خصوصی قدر و منزلت کو سمجھنا چاہتا ہوں تو اس کی تشریح یہ ہے کہ نبوت ایک وصف ہے اور وصف کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے موصوف کے ساتھ موجود ہو حالانکہ وصف نبوت کا بیان ولادت کے چالیس سال بعد ہوا ہے تو پھر اس سے ما قبل یا بعثت سے پہلے کے زمانہ کو اس کے ساتھ کیسے متصف کر سکتے ہیں اور اگر یہ بات آپ کیلئے صحیح درست ہے تو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کیلئے بھی یہ بات صحیح و درست ہوگی؟

جواب:

اس اعتراض کا جواب میں یہ دیتا ہوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارواح کو اجسام سے پہلے پیدا کیا، پس قرین صواب ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد کہ ”كُنْتُ نَبِيًّا“ اپنی روح یا اپنی حقیقت کی طرف اشارہ ہو اور حقائق کے ادراک سے ہماری عقلیں عاجز و قاصر ہیں۔

بلاشبہ تمام حقائق کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا یا پھر مشیت خداوندی کے تحت جزوی طور پر کچھ ان کو بھی بتا دیا جاتا ہے جن کی نور الہی سے مدد کی جاتی ہے۔ پھر ان حقائق کے انکشاف و اظہار میں یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس حقیقت کو جس وقت اور جس قدر مناسب ہوتا ہے ظاہر فرما دیتا ہے لہذا رسول اللہ ﷺ کی حقیقت کو ممکن ہے کہ حضرت آدم ؑ کی پیدائش سے پہلے ہی یہ وصف اس طرح عطا فرما دیا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تخلیق ہی اس کے ساتھ فرمائی ہو اور آپ نبی ہو گئے ہوں اور آپ ﷺ کا اسم گرامی عرش پر لکھا ہو، اور رسالت و بعثت آپ ﷺ کو دے دی گئی ہوتا کہ تمام فرشتے اور مخلوق جان لے کہ خدا کے نزدیک آپ ﷺ کی کیسی عزت ہے۔

لہذا آپ کی حقیقت اس وصف کے ساتھ اس وقت موجود تھی اگرچہ آپ کا وہ جسم اقدس جو اس صفت سے متصف ہے متاخر ہے۔ اس میں شک و شبہ نہیں کہ آپ ﷺ کی بعثت، آپ ﷺ کے خصائص نبوت اور آپ ﷺ کا منصب رسالت اس عالم آب و گل جسے عالم الانفس سے تعبیر کیا جاتا ہے تمام انبیاء کرام سے متاخر ہے لیکن عالم غیب و عالم ارواح میں آپ سب سے مقدم ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ جو لوگ اہل کرامت سے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان میں کرامت کا فیضان اس عالم مادی میں ان کے وجود میں آنے کے بعد کیا ہو۔

بہر حال اس میں شبہ نہیں کہ ہر ظہور پذیر چیز کا تمام اور تفصیلی علم اللہ رب العالمین کو ازل سے ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کے اس علم کے بارے میں بہت ہی کم، زرہ اور کائنات کی نسبت کے مطابق جانتے ہیں اور اسی لے لحاظ سے انسان کو مکلف بنایا گیا تاکہ ہم بساط بھر معرفت حاصل کر کے خالق و مخلوق سے اپنے تعلق کو سمجھ کر عدل و اعتدال کے ساتھ دونوں کے حقوق ادا کرتے رہیں۔ اکتساب علم کے دو ذریعے ہیں: ایک ذریعہ تو یہ ہے کہ ہم کو دلائل و براہین کے ذریعہ کچھ معلوم ہو یعنی معلوم سے علت کو جانیں اور دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ اس کیلئے کسی دلیل و برہان کی ضرورت پیش نہ آئے بلکہ وہ ظاہر و عیاں ہو لیکن ان دونوں ذریعوں کے مابین اللہ تعالیٰ کے عمل تکوینی یا تخلیقی کے کچھ واسطے ہیں۔ ان میں سے کچھ واسطے افعال الہیہ کے ظہور کے بعد مخلوق پر ظاہر ہوتے ہیں اور کچھ ایسے واسطے ہیں جو اس محل فعل کو کمال تک پہنچاتے ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ یہ افعال کسی مخلوق پر ظاہر ہوں لیکن ہر فعل الہی محل افعال کو ان کمالات تک پہنچاتے ہیں جو اس محل میں اس کی خلقت کے اعتبار سے اس میں ودیعت کر دیئے گئے ہیں اور آخر کار محل فعل (مفعول) کو وہ کمال حاصل ہو جاتا ہے جو اس کی تخلیق میں ودیعت کر دیا گیا ہے۔ لیکن یہ واسطے علمی انبیاء کرام علیہم السلام کیلئے مخصوص ہیں۔ عوام ان کے حصول سے محروم ہیں جس طرح حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت کا علم قوموں کو جیسا ہوا جبکہ آپ پر قرآن کریم نازل ہوا اور پہلی مرتبہ حضرت جبرئیل ؑ قرآن لے کر آئے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کے افعال سے ایک فعل ہے جو اس کی معلومات کا ایک جز ہے اور اس کی قدرت کے آثار اس کے ارادے اور اس کے اختیار جو کسی خاص فعل کے ساتھ وابستہ ہوں، اس کا ایک حصہ ہے۔

نبی کریم ﷺ کی شان یہ ہے کہ آپ ﷺ ”خیر الخلق“ ہیں لہذا کسی مخلوق کا کمال آپ ﷺ کے

کمال سے برتر نہیں اور نہ کسی کا مقام آپ کے مقام سے اعلیٰ تر ہے۔ یہ بات ہم نے صحیح حدیث کے ذریعہ جانی کہ یہ کمال آپ ﷺ کو تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے حاصل تھا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے عطا فرمایا۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کیلئے انبیاء کرام علیہم السلام سے عہد و پیمانہ لیے تاکہ وہ سب جان لیں کہ آپ ﷺ ان پر مقدم ہیں اور آپ ان کے بھی نبی اور رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو عہد اور میثاق لیا ہے اس میں آپ کا ہی کا خلیفہ بنانا بیان کیا گیا ہے اور اس کا مقصود آپ ہی کی ذات ہے۔ اسی بناء پر آیہ کریمہ ”لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَالتَّنصُرُنَّهٗ“ میں لام قسم کیلئے آیا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام سے جو عہد و پیمانہ لیا گیا، گویا وہ اس بیعت کی مانند ہے جو خلفاء کے نائبوں سے بوقت استقرارِ خلافت لی جاتی ہے اور عین ممکن ہے کہ نائبین سے جو حلف لیا جاتا ہے وہ اسی کی اصل بھی ہو۔ اب نبی کریم ﷺ کی عظمت شان اور رفعت مقام پر غور کیجئے:

جو بارگاہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ غور و تدبر کے بعد آپ کی سمجھ میں آ جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ ”سردار انبیاء“ اور ”امام الرسل“ ہیں اور اس کا ظہور آخرت میں ہوگا کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے جس طرح شب معراج میں حضور نبی کریم ﷺ نے ان کی امامت فرمائی تھی۔ مسئلہ کی وضاحت اور زیر بحث گفتگو مزید ذہن نشین کرنے کیلئے فرض کیجئے کہ اگر آپ ﷺ حضرت آدم علیہ السلام، یا حضرت نوح علیہ السلام، یا حضرت ابراہیم علیہ السلام، یا حضرت موسیٰ علیہ السلام، یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانوں میں سے کسی کے زمانے میں اس دنیا میں تشریف لے آتے تو ان پر اور ان کی امتوں پر واجب ہو جاتا کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور اتباع کریں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارواح انبیاء علیہم السلام سے عہد و پیمانہ لیا کہ آپ ﷺ کی نبوت سب پر محیط اور آپ ﷺ کی بالادستی سب پر قائم ہے۔ یہ حیثیت آپ ﷺ کو معنوی طور پر حاصل ہے۔

بلاشبہ یہ بات آپ ﷺ کے ساتھ ان کے اجتماع پر موقوف ہے اور اس بات میں تاخیر ان کے وجود کی طرف راجع ہے نہ کہ ان کے عدم اتصاف کی جانب۔ جیسا کہ اس کا اقتضاء ہے کیونکہ یہ دو باتیں الگ الگ ہیں۔ ایک یہ کہ فعل کا اس بات پر موقوف ہونا کہ فعل کے محل میں قبول فعل کی صلاحیت ہے یا نہیں اور دوسری بات یہ کہ فاعل میں یہ اہلیت ہے کہ نہیں کہ وہ محل میں صلاحیت قبول فعل پیدا کرے۔ ان دونوں باتوں کے مابین ایک عظیم فرق ہے لہذا اس جگہ نہ تو فاعل کی جہت سے توقف ہے اور نہ نبی کریم ﷺ کی ذات شریفہ کی جہت سے توقف ہے بلکہ وجود زمانہ کی جہت ہے کہ وہ فعل اس پر مشتمل ہے موقوف ہے۔

اب اگر یہ بات ان کے زمانے میں پائی جائے تو بلاشبہ آپ ﷺ کا اتباع ان پر لازم آتا ہے۔ اسی بناء پر آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر آئیں گے اگرچہ آپ ﷺ اپنے حال پر نبی و رسول ہوں گے۔ ایسا نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس امت کے ایک امتی بن کر آئیں گے۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور نبی کریم ﷺ کی امت کے ایک فرد ہیں۔ جیسا کہ ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کا اتباع کریں گے اور

ہمارے نبی کریم ﷺ کی شریعت پر قرآن و سنت کے تحت حکم فرمائیں گے اور اوامر انوایہ سے ہر اس چیز کا حکم فرمائیں گے جو حضور نبی کریم ﷺ کی امت سے متعلق ہے جس طرح کہ تمام امتوں سے متعلق ہوتا ہے۔ بایں ہمہ و علیٰ حالہ باعظمت نبی ہیں اور ان کی نبوت اور شرف نبوت سے کچھ بھی کم نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر رسول اللہ ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یا حضرت ابراہیم علیہ السلام یا حضرت نوح علیہ السلام یا حضرت آدم علیہ السلام کے زمانوں میں مبعوث ہوتے تو وہ تمام انبیاء کرام اپنی اپنی نبوت و رسالت پر جو ان کی امتوں کی طرف ہے برقرار رہتے اور ہمارے نبی کریم ﷺ ان سب کے اوپر نبی ہوتے اور آپ کی رسالت انبیاء کرام اور ان کی امتوں سب پر ہوتی۔ لہذا حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت عام تر، شامل تر اور عظیم تر ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتوں کے ساتھ اصول میں نبی کریم ﷺ کی شریعت متفق ہے، اسی لیے شرائع کے اصول میں اختلاف نہیں ہوتا ہے۔ اب رہا رسول اللہ ﷺ کی شریعت مطہرہ کا تقدم، ان مسائل میں جو فروعات سے تعلق رکھتے ہیں اور جن اختلاف کا وقوع ہے خواہ یہ اختلاف بر سبیل تخصیص ہو یا سبیل نسخ، تو یہ نسخ ہے نہ تخصیص، بلکہ ان اوقات میں ان امتوں کی نسبت سے جن میں ان کے انبیاء احکام لائے، درحقیقت حضور نبی کریم ﷺ کی ہی شریعت تھی اور اس زمانے میں ان امتوں کی طرف منسوب ہونے سے ان کی شریعت کہلائی گئی لہذا اختلاف اشخاص و زمانہ کے اعتبار سے فروعی احکام میں اختلاف ہے۔

اس تقریر سے ہمیں ان دونوں حدیثوں کا مطلب واضح طور پر معلوم ہو گیا، اس سے پہلے ہم پر اس کا مفہوم مخفی تھا۔

حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔“ اس کا مطلب ہم نے بے شک یہ لیا تھا کہ اس سے مراد وہ امت ہے جو آپ ﷺ کے زمانے سے قیامت تک ہوگی، مگر اب یہ علم ہوا کہ تمام نوع انسانی آپ کے حلقہ رسالت میں شامل ہے، قطع نظر اس سے کہ عہد ماقبل میں گزر چکی ہے یا زمانہ بعد میں آئے۔ دوسری حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی روح و جسم کے درمیانی مرحلہ میں تھے۔

اس کا مطلب ہم یہ سمجھے ہوئے تھے کہ علم و ارادۃ الہی میں آپ ﷺ نبی تھے مگر اب یہ ظاہر ہوا کہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد مزید فضل و کمال اور عالمگیر رسالت، اور ہمہ وقتی نبوت اور مطلق و بے قید زمانے کیلئے پیغمبری کا حامل ہونا ہے اور بلاشک یہی فرق اس حالت کے مابین جو حضور نبی کریم ﷺ کے عالم اجسام میں جلوہ فرما ہونے اور خاکدان عالم کی ظلمتوں کو جمال جہاں آرا کی رابشوں سے منور فرماتے اور شیر خوار و طفلی کے مراحل سے گزر کر جوان ہونے تک اور اس کے بعد عمر شریف کے چالیس سال پورے ہونے پر آپ کی بعثت اور اس کے ابلاغ کے درمیان نسبت ہے۔

تو یہ نسبت نہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہے نہ لوگوں کی طرف، اگر لوگ اس سے پہلے سننے کے قابل ہوتے بلکہ شرائط پر احکام کو معلق کرنا کبھی محل قبولیت کے اعتبار سے ہوتا ہے اور کبھی فاعل مجری

کے سبب سے تو اس جگہ محل قبولیت کے لحاظ سے تعلق ہے اور وہ آپ ﷺ کی نوع انسانی کی طرف بعثت اور ان پر ابلاغ کرنا ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کے جسمانی وجود کا ان کی نظروں کے سامنے ہونا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک باپ کسی شخص کو اپنی لڑکی کے نکاح کیلئے اس شرط کے ساتھ وکیل بنائے کہ جب کوئی کفو ملے تو نکاح کر دینا اور وکیل کفو ملنے پر اس لڑکی کا نکاح کر دے تو یہ وکالت صحیح ہے اور وہ شخص ایسی وکالت کا اہل ہے اور کبھی فاعل ”مُجْرِبِي“ کا وقوف کفو کے وجود پر ہوتا ہے اور کفو ایک عرصہ کے بعد میسر آتا ہے تو ایسی صورت میں جو کچھ توقف و تاخیر ہوئی اس سے وکالت کی صحت اور وکیل کی اہلیت میں حرج نہیں آتا۔

﴿ علامہ سبکی = التعظیم والمنة في لتؤمنن به والتنصرنه ﴾

ملکوتِ اعلیٰ پر نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوگئی تو انہوں نے التجاء کی:

”اے میرے رب مجھے محمد ﷺ کے صدقہ بخش دے۔“

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”تم نے محمد ﷺ کو کس طرح جانا؟“ عرض کیا: ”جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے بنایا اور میرے جسم میں جان ڈالی، میں نے سراٹھایا تو دیکھا کہ عرشِ اعلیٰ کے ستونوں پر ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ لکھا ہوا تھا تو میں نے جان لیا کہ جس ذاتِ اقدس کا نام نامی تیرے اسم گرامی کے ساتھ مکتوب ہے یقیناً وہ تیری بارگاہ میں دیگر ساری مخلوق سے اعلیٰ و محترم ہوگا۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اے آدم! تم نے ٹھیک سمجھا، اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں نہ تم کو پیدا کرتا نہ کائنات کو۔“

❁ حدیثِ قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لولاک لما خلقت الا فلاک

اس حدیثِ قدسی کے یہی معنی ہیں یعنی یہ تمام کائنات اور عالم اجساد صدقہ ہے وجودِ مسعود محمد

رسول اللہ ﷺ کا۔

﴿ حاکم، بیہقی، طبرانی، ابو نعیم، ابن عساکر ﴾

حضرت آدم علیہ السلام کی شیث علیہ السلام کو وصیت:

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو انبیاء و مرسلین کی گنتی کے برابر لاثھیاں عطا فرمائیں۔ یہ تعین نہیں کیا جاسکتا کہ وہ لاثھیاں کتنی اور کیسی تھیں۔ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ”اے میرے بیٹے! میرے بعد تم میرے قائم مقام ہو، تو اس منصب و خلافت کو ”عمارة التقویٰ اور عروة القوثقی“ کے ساتھ اور جب تم اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرو تو اس کے ساتھ ”محمد رسول اللہ ﷺ“ کا بھی نام لینا اور ذکر

کرنا۔ کیونکہ میں نے عرش الہی کے ستونوں پر آپ ﷺ کا نام نامی اس وقت لکھا دیکھا جبکہ میں روح و مٹی کے درمیان میں تھا۔ اس کے بعد مجھے آسمانوں پر پھیرایا گیا تو میں نے آسمان میں ہر جگہ اور ہر مقام پر محمد ﷺ لکھا دیکھا۔ پھر میرے رب نے مجھے جنت میں ٹھہرایا تو میں نے جنت میں ہر محل اور ہر درجہ پر اسم محمد ﷺ تحریر دیکھا اور میں نے نام محمد ﷺ کو حورالعین کی پیشانیوں پر اور جنت کے بردرختان سبز پر اور درخت طوبیٰ کے ہر پتہ پر اور ”سدرۃ المنتہیٰ“ کے ہر ورق پر اور پردوں کے ہر گوشے پر اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہوا ہے تو تم اس اسم گرامی کا کثرت سے ذکر کرنا کیونکہ فرشتے اس کا ورد کرتے ہیں۔

﴿ابن عساکر﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”شب معراج جب میں لامکاں کی سیر کو گیا تو میں نے عرش الہی کے ستونوں پر یہ الفاظ لکھے ہوئے دیکھے: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ آيَاتُهُ بَعْلَى“ (ترجمہ: خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں، بے شک ان کی سر بلندی کے ساتھ تائید کی۔“)

﴿ابن عساکر﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”معراج کی شب مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا تو ہر آسمان پر میں نے یہ الفاظ لکھے ہوئے دیکھے: ”محمد اللہ کے رسول اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے خلیفہ ہیں۔“

﴿ابو یعلیٰ، طبرانی، ابن عساکر﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب مجھے معراج کی شب آسمان پر لے جایا گیا تو میں نے ہر آسمان پر اپنا نام محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا۔“

﴿بزاز﴾

دارقطنی، ابن عساکر، حاکم اور ابو نعیم رحمہم اللہ وغیرہ جیسے اجلہ اکابر محدثین نے بڑی صراحت و وضاحت کے ساتھ اپنی اپنی تصانیف میں اس امر کی وضاحت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شب معراج اپنا اسم گرامی عالم بالا میں ہر مقام پر تحریر شدہ دیکھا۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”شب معراج مجھے سیر کراتے ہوئے عرش پر لے گئے تو وہاں کے سبز پردوں پر سفید نورانی حروف سے میں نے لکھا ہوا دیکھا: ”لا اله الا الله محمد رسول الله ابوبکر الصديق، عمر الفاروق، عثمان ذو النورين“

﴿دارقطنی، خطیب، ابن عساکر﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے دروازوں پر ”لا اله الا الله محمد رسول الله“ لکھا ہوا ہے۔

﴿ابو نعیم حلیہ الاولیاء﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے حضرت

عیسیٰ علیہ السلام پر وحی فرمائی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور تمہاری امت میں سے جو کوئی ان سے ملاقات کرے اسے حکم دو کہ ان پر ایمان لائے کیونکہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری نہ ہوتی تو نہ حضرت آدم علیہ السلام ہوتے اور نہ جنت و دوزخ ہوتی اور میں نے عرش کو پانی پر مقیم کیا تو وہ متحرک تھا، پھر میں نے اس پر لکھا: "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" تو وہ ٹھہر گیا۔"

﴿حاکم﴾

حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں شانوں کے درمیان "محمد رسول اللہ خاتم النبیین" لکھا ہوا تھا۔

﴿ابن عساکر﴾

سونے کی تختی پر تحریر:

بزار رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ وہ خزانہ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے وہ سونے کی تختی ہے، جس میں لکھا ہوا ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"میں اس شخص سے تعجب کرتا ہوں کہ جو قدرت پر یقین رکھتا ہے، پھر وہ غمگین بھی ہوتا ہے اور میں اس شخص پر حیرت کرتا ہوں جو جہنم کی ہولناکیوں کو یاد رکھتا ہے، پھر وہ ہنستا ہے اور مجھے اس شخص پر بھی حیرت اور تعجب ہوتا ہے جو موت کو یاد رکھنے کے باوجود پھر اس سے غافل رہے، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔"

تقریباً اسی مضمون کی حدیث حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے بھی روایت ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے جس کو خرائطی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "قع المحرص" میں روایت کیا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی اور نام محمد:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی انگشتری کے نگینہ کا رنگ آسمانی تھا۔ یہ نگینہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ انہوں نے یہ نگینہ اپنی انگشتری میں جزو لیا تھا اس نگینہ پر "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" لکھا ہوا تھا۔

﴿طبرانی﴾

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی انگوٹھی کے نگینہ میں "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" نقش کیا تھا۔

﴿عقیلی: کتاب الضعفاء﴾

پھول کے پتوں پر نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت ابوالحسن علی بن عبداللہ ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں بلاد ہند گیا تو میں نے ایک

گاؤں میں سیاہ رنگ کے پھول کا ایک درخت دیکھا۔ وہ سیاہ پھول ایک بڑے پھول میں کھلتا تھا۔ نہایت پاکیزہ خوشبو، اس کی پتھریوں کا رنگ سیاہ تھا اور ان پتیوں پر سفید حروف میں ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ و ابوبکر، الصدیق عمر الفاروق“ لکھا تھا۔ مجھے شبہ ہوا اور میں نے گمان کیا کہ شاید یہ پھول مصنوعی ہے۔ اس کے بعد میری نظر ایک اور کھلی پر پڑی۔ میں نے ہاتھ سے اسے کھولا تو دیکھا اس میں بھی ویسا ہی لکھا ہوا تھا۔ اسی بستی میں ایسے پھول بکثرت تھے حالانکہ اس بستی کے باشندے بت پرست تھے، وہ اللہ تعالیٰ کو جانتے بھی نہیں تھے۔

﴿ابن عساکر و ابن نجار، فی التاریخ﴾

آسمانوں اور زمانہ آدم میں اذان میں نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام سر اندیپ (موجودہ سری لنکا) میں اتارے گئے تو انہیں وحشت و پریشانی لاحق ہوئی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور اذان دینی شروع کر دی۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشہد ان لا الہ الا اللہ (دومرتبہ) اشہد ان محمدا رسول اللہ (دومرتبہ) حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا:

”محمد (ﷺ) کون ہیں؟“

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا: ”یہ تمہارے ایک فرزند ہیں جو کہ انبیاء علیہم السلام میں سے ہیں۔“

﴿ابو نعیم حلیۃ الاولیاء﴾

تعلیم اذان کی عجیب و غریب روایت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ اپنے محبوب ﷺ کو اذان سکھائے۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک براق لے کر پہنچے جب آپ ﷺ نے سوار ہونے کا قصد کیا تو براق نے شوخی کی۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: اطاعت کیلئے ٹھہر جا، خدا کی قسم! محمد ﷺ خدا کے برگزیدہ ترین بندے تجھ پر سوار ہوں گے۔ سکوت براق کے بعد آپ ﷺ اس پر سوار ہوئے یہاں تک کہ اس حجاب عظمت تک آئے جو بارگاہِ رحمن کے نزدیک ہے۔ اسی دوران اس حجاب کی پشت سے ایک فرشتہ باہر آیا اور اس نے کہا: ”اللہ اکبر اللہ اکبر“ حجاب کے پیچھے سے آواز آئی۔ میرے بندے نے سچ کہا، میں اکبر ہوں، میں اکبر ہوں۔ اس کے بعد فرشتے نے کہا: ”اشہد ان لا الہ الا اللہ“ حجاب کی پشت سے کہا گیا۔ میرے بندے نے سچ کہا: ”میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر فرشتے نے کہا: ”اشہد ان محمدا رسول اللہ“ اور پردہ حجاب کے پیچھے سے آواز آئی۔ میرے بندے نے سچ کہا: میں نے محمد ﷺ کو رسول بنایا۔ اس کے بعد فرشتے نے کہا: ”حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، قد قامت الصلوٰۃ“ اس کے بعد کہا: ”اللہ اکبر، اللہ اکبر“ پس عقب پردہ سے کہا گیا۔ میرے بندے نے سچ کہا۔ میں اکبر ہوں۔ میں اکبر ہوں۔ فرشتے نے پھر کہا: ”لا الہ الا اللہ“ پس پردہ سے کہا گیا۔ میرے بندے

نے سچ کہا۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔

اس کے بعد فرشتے نے حضور نبی کریم ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھایا۔ آسمان والوں میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام بھی تھے۔ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کیلئے آسمان وزمین والوں پر اشرف و کمال اور برتری کو کامل فرمادیا۔

﴿بزاز﴾

نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کا عہد:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّنَ لَمَّا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَالتَّنَصَّرُ لَهُ ط قَالَ ءَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ط قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا ؕ وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ

﴿سورہ آل عمران﴾

ترجمہ: ”اور یاد کرو، جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا کہ جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں، پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ جو تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیوں، تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کیا: ہم نے اقرار کیا فرمایا: تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔“

آیت مذکورہ کی تفسیر میں ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے کوئی ایسا نبی مبعوث نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے یہ عہد و پیمانہ لیا ہو کہ محمد ﷺ پر ضرور ایمان لانا اور آپ ﷺ کی مدد کرنا، بشرطیکہ وہ تمہارے زمانہ حیات میں ظہور پذیر ہو جائیں، ورنہ اپنی امت سے عہد و میثاق کر لینا کہ وہ سب حضرت محمد ﷺ پر ایمان لائیں اور مدد کریں بشرطیکہ ان کے زمانہ حیات میں وہ مبعوث ہو جائیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مذکور (ذکر) حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد میں مبعوث ہونے والے انبیاء کرام علیہم السلام سے فرماتا رہا۔ تمام سابقہ امتیں اپنے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام سے بشارت ظہور سنتی رہیں اور آپ کے وسیلہ سے دعائے فتح و ظفر مانگتی رہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو بہترین امت، بہترین عہد، بہترین صحابہ رضی اللہ عنہم اور بہترین شہر میں مبعوث فرمایا۔ آپ نے اس شہر میں جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا قیام فرمایا۔

یہ شہر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حرم تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہجرت مدینہ کیلئے حکم فرمادیا۔ اس لیے وہ شہر نبی کریم ﷺ کا حرم ہے تو گویا مقام بعثت اور مقام ہجرت دونوں حرمین ہیں۔

﴿ابن عساکر﴾

دعائے ابراہیم علیہ السلام اور بشارت ابن مریم:

حضرت ابو العالیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب دعا کی: ”ربنا وابعث فیہم رسولا منہم“ تو ان سے فرمایا گیا کہ ہم نے تمہاری درخواست قبول کر لی اور وہ ختم الانبیاء سب کے بعد جلوہ افروز ہوں گے۔

﴿ابن جریر فی التفسیر﴾

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔“

﴿احمد، حاکم، بیہقی﴾

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں اپنے بارے میں کچھ بتائیے۔“ ارشاد فرمایا: ”ضرور۔ میں اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور جن لوگوں نے میرے ظہور کی بشارت دی تھی، ان میں آخری بشارت دینے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، میں ان کی بشارت ہوں۔“

﴿ابن عساکر﴾

حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں اپنے والد حضرت ابراہیم کی دعا ہوں، انہوں نے اس وقت دعا مانگی جب وہ خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے کہ ”ربنا وابعث فیہم رسولا منہم“ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور مجھے ظاہر فرمایا۔“

﴿ابن سعد﴾

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور اولاد ابراہیم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے رخصت کرنے کے لیے حکم فرمایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام براق پر سوار ہوئے جب آپ کا گزر نرم و شاداب علاقہ پر ہوتا تو فرماتے: ”اے جبریل علیہ السلام! یہاں اترو؟“ مگر حضرت جبریل علیہ السلام منع کرتے رہے حتیٰ کہ مکہ آ گئے۔ اب حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا ”سیدنا ابراہیم علیہ السلام! یہاں پر اتر جائیے۔“ آپ نے کہا ”اس مقام پر نہ دودھ دینے والے جانور ہیں اور نہ کھیتی ہے۔“ انہوں نے کہا ”ہاں یہاں اتر جائیں۔ اسی جگہ اللہ تعالیٰ آپ کے فرزند کی نسل سے اس نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمائے گا جس کے ذریعہ کلمہ دین حق کی تشریح و تکمیل فرمائے گا۔“

﴿ابن سعد﴾

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ہاجرہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ نکلیں تو کسی شخص نے ان سے کہا: ”اے ہاجرہ! تمہارا یہ بیٹا کثیر خاندانوں کا باپ ہے اور انہیں کی نسل سے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوں گے جو حرم کے بسانے والے ہوں گے۔“

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ سے ہی روایت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ میں تمہاری نسل سے بادشاہ اور انبیاء پیدا کروں گا اور اس نبی تمہاری کو مبعوث فرماؤں گا جسکی امت بیت المقدس کے ہیکل کو مسجد بنائے گی، وہ نبی خاتم الانبیاء ہوگا اور اس کا نام نامی احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت:

حضرت ابو امامہ بابلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب معد بن عدنان کی اولاد چالیس مردوں پر پہنچی تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فوج پر حملہ آور ہوئے اور ان میں لوٹ مار مچا دی۔ اس موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بددعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی فرمایا: اے موسیٰ! ان کیلئے بددعا نہ کرو، اس لیے کہ ان لوگوں کی نسل سے نبی امی، بشیر و نذیر پیدا ہوں گے اور ان میں امت محمدیہ پیدا ہوگی۔

یہ لوگ خدا کے تھوڑے رزق پر راضی ہوں گے اور خدا ان کے تھوڑے عمل سے راضی ہوگا اور وہ امت "لا الہ الا اللہ" کہتی ہوئی جنت الفردوس میں داخل ہوگی۔

ان کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں جو اپنی وضع قطع میں متواضع ہوں گے۔ ان کا سکوت، حکمت و دانائی کی وجہ سے ہوگا۔ ان کی گفتگو حکمت و دقائق پر مبنی ہوگی، حلم اور سنجیدگی ان کی خصلت ہوگی۔ میں اہل قریش کے بہترین گھرانے میں ان کو پیدا کروں گا، وہ قریش کے منتخب روزگار فرد ہوں گے، تو وہ بہتر ہیں اور بہتر لوگوں کی طرف مبعوث ہیں اور ان کے متبعین اچھائی اور خیر کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

﴿طبرانی﴾

آسمانی کتب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جمیل:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

الذین يتبعون الرسول النبي الامي الذي يجدونه مكتوبا عندهم في التوراة
والانجيل

﴿سورة الاعراف﴾

ترجمہ: "وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جیسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں۔"

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتا ہے:

محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم ترهم ركعاً
سجداً يبتغون فضلاً من الله ورضواناً سيماهم في وجوههم من اثر اسجود

ذلك مثلهم في التواراة و مثلهم في الانجيل كزرع اخراج شطنه فازره
فاستغلظ فاستوى على سوقه يعجب الزراع

﴿سورة الفتح﴾

ترجمہ: ”محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پت سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے، اس کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں ہے جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیر نہ ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے۔“

حضرت عطار بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ملا تو میں نے ان سے کہا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی خاص بات بتائیے تو انہوں نے کہا: ہاں خدا کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم توریت میں بیان کردہ اوصاف سے متصف ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت کچھ صفتیں قرآن میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہد، مبشر، نذیر اور امیوں کا کر کے رسول بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام التوکل رکھا۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدخلق ہیں اور سخت مزاج اور نہ درشت خو۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازاروں میں زور سے بولنے والے ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے ہیں بلکہ عفو و درگزر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصلت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک اس وقت تک قبض نہ فرمائے گا جب تک کہ ”کجرو“ سیدھے نہ ہو جائیں اور وہ ”لا الہ الا اللہ“ نہ کہہ لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اندھی آنکھیں، بہرے کان اور دلوں کے پردے کھولے گا۔

﴿بخاری﴾

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مکہ کی خبر کو سنا تو وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ”اے ابن سلام! تم اہل مدینہ کے عالم ہو؟“ انہوں نے عرض کیا: ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تمہیں اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے توریت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا۔ کیا تم میری صفت اللہ کی کتاب میں پاتے ہو؟“

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنے رب کا نسب بیان کیجئے؟“ یہ سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کپکپی طاری ہوگئی۔ عین اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر وحی سنائی:

قل هو الله احد، الله الصمد، لم يلد، و لم يولد، و لم يكن له كفوا احد

﴿سورة اخلاص﴾

ترجمہ: ”تم فرماؤ اللہ ہے وہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اولاد نہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ ہی اس کے جوڑ کا کوئی۔“

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے یہ ”دل نشین و دل کشا“ کلام سن کر عرض کیا: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اور آپ کے دین کو تمام دینوں پر غالب فرمائے گا اور بلاشبہ میں نے خدا کی کتاب توریت میں یہ پڑھا ہے کہ ”اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا۔ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا۔ آپ نہ سخت مزاج، درشت خو اور بدگو ہیں اور نہ بازاروں میں چیخنے چلانے والے ہیں اور نہ بدی کا بدلہ بدی سے دیں گے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیں گے اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک آپ کی روح کو قبض نہ فرمائے گا جب تک کہ کجر و لوگ سیدھی راہ پر نہ آجائیں اور وہ دل کے اخلاص کے ساتھ یہ کہنے لگیں: ”لا الہ الا اللہ“ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اندھی آنکھیں، بہرے کان اور دلوں کے پردے کھولے گا۔“

اس کے بعد بہ طریق حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کی تعریف توریت میں اس طرح ہے:

”انا ارسلک شہدا و مبشرا و نذیرا“

﴿سورہ الاحزاب﴾

آخر تک اس آیت قرآن کو پڑھا۔

﴿ابن عساکر، تاریخ دمشق﴾

عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن سلام رضی اللہ عنہ سے اسی کی مانند حدیث بیان کی۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پہلی سطر میں ہے: (مسند دارمی، بیہقی)

”محمد ﷺ اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں، نہ وہ بدخلق و سخت مزاج اور نہ بازاروں میں شور مچانے والے ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں مگر بہت زیادہ عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں، ان کی ولادت کا مقام مکہ مکرمہ اور ہجرت کا مقام مدینہ طیبہ اور ان کی مملکت شام میں ہے۔“

اور دوسری سطر میں ہے:

”محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، ان کی امت بہت زیادہ حمد کرنے والی ہے، وہ ہر خوشی اور غم میں اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے اور ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے اور ہر بلندی پر اس کی کبریائی بیان کریں گے۔ سورج پر نگہداشت کرتے ہوئے نمازیں پڑھیں گے اگرچہ وہ سواری پر سوار ہوں اور وہ لوگ اپنی کمروں پر تہبند باندھیں گے، ان کے اعضاء وضو روشن ہوں گے اور رات کے وقت ان کی آوازیں فضائے آسمانی میں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی مانند گونجتی ہوں گی۔“

﴿مسند دارمی، ابن عساکر﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا

کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کی تعریف تو ریت میں کس طرح پائی ہے؟ حضرت کعب نے بتایا: ہم نے توریت میں پڑھا ہے کہ حضرت محمد بن عبد اللہ مکہ میں پیدا ہوں گے اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کر کے تشریف لے جائیں گے اور ان کا ملک شام ہوگا، نہ وہ ”بے ہودہ گو“ ہوں گے اور نہ بازاروں میں شور مچانے والے اور نہ برائی کا بدلہ برائی دے دیں گے بلکہ غفور و درگزر سے کام لیں گے۔ ان کی امت بہت زیادہ حمد کرے گی، وہ ہر رنج و راحت میں حمد کرے گی اور ہر بلندی پر اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرے گی اور اپنے اعضاء کا وضو کرے گی اور کمر پر تہبند باندھے گی اور اپنی نمازوں میں اسی طرح صف بستہ ہوگی جس طرح میدان جنگ میں صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں ان کی مساجد میں گونج ہوگی جس طرح شہد کی مکھیاں بھنھناتی ہیں، ان کی اذانوں کی آواز فضائے آسمانی میں سنی جائے گی۔

﴿مسند دارمی، ابن سعد، ابن عساکر﴾

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری علامات اور اوصاف میں (سابقہ کتب سماوی) میں بیان ہوا ہے کہ:

”احمد علیہ السلام متوکل ہیں، ان کی جائے ولادت مکہ اور ان کا مقام ہجرت مدینہ ہے نہ وہ بدخلق اور سخت مزاج ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے بلکہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دینے والے ہیں، ان کی امت بہت زیادہ حمد کرنے والی اور نصف کمر پر تہبند باندھنے والی ہے، وہ اپنے اعضاء جسمانی پر وضو کریں گے اور ان کے سینوں میں کتاب الہی ہوگی، وہ نمازوں کیلئے اس طرح صفیں باندھیں گے جس طرح میدان جنگ میں صفیں باندھی جاتی ہیں اور ان کی قربانیاں ایسی ہوں گی جس سے میرا قرب حاصل ہوگا، راتوں میں عبادت کریں گے اور دنوں میں وہ شیر دل جنگ کریں گے۔“

﴿زبیر بن بکار اخبار مدینہ، ابو نعیم﴾

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اوصاف انجیل میں اس طرح ہیں کہ وہ نہ بدخلق ہیں، نہ سخت مزاج، نہ سوقیانہ اور بازاری انداز سے شور و غوغا کرنے والے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے ہوں گے بلکہ غفور و درگزر سے کام لیں گے۔

﴿ابن سعد، حاکم، بیہقی، ابو نعیم﴾

حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا جو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ:

”آپ توریت میں نبی کریم ﷺ کے اوصاف کس طرح پاتے ہیں؟“

تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

”ہم نے توریت میں حضور نبی کریم ﷺ کی یہ صفیں پائیں ہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کا نام متوکل ہے، وہ نہ بدخلق ہیں نہ سخت مزاج اور نہ سوقیانہ و بازاری فقرے اور آوازے کتے ہیں اور انہیں کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ اندھی آنکھوں کو بینائی دے اور بہرے کانوں کو

شنوائی بخشے اور نیزہی زبانیں حضور نبی کریم ﷺ کے ذریعہ سیدھی ہوں گی یہاں تک کہ ”لا الہ الا اللہ وحد لا شریک لہ“ کی وہ گواہی دیں گے۔ وہ مظلوموں کی دستگیری فرمائیں گے اور کمزوروں کو زورداروں سے بچالیں گے۔“

﴿بیہقی، ابو نعیم﴾

مجھے محبوب کا امتی بنا دے: (موسیٰ علیہ السلام)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جب توریت نازل ہوئی اور انہوں نے اسے پڑھا تو اس امت کا تذکرہ اس میں پایا۔ انہوں نے عرض کیا: اے رب! میں توریت کی تختیوں میں اس امت کا ذکر پاتا ہوں جن کا زمانہ تو آخری زمانہ ہوگا مگر ان کا داخلہ جنت میں پہلے ہوگا تو ایسے لوگوں کو میری امت میں شامل فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”وہ امت تو احمد مجتبیٰ نبی آخر الزماں علیہ السلام کی ہے۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے پروردگار! میں نے ان تختیوں سے یہ جاتا ہے کہ وہ امت فرمانبردار ہوگی اور اس کی دعائیں مستجاب ہوں گی، تو اسے میری امت بنا دے۔ رب عظیم نے فرمایا: وہ امت تو احمد مجتبیٰ علیہ السلام کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا: اے پروردگار عالم! میں نے ان الواح میں پڑھا ہے کہ وہ ایسی امت ہے کہ جس کے سینوں میں کتاب الہی ہے جس کو پڑھیں گے تو اظہار ہوگا تو اس امت کو میری امت بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے پھر فرمایا: وہ امت تو احمد مجتبیٰ علیہ السلام کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے پروردگار کائنات! میں نے ان الواح میں پایا ہے کہ وہ امت غنائم سے تمتع کرے گی تو اس امت کو میری امت بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ امت تو احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: میں نے ان الواح میں دیکھا ہے کہ وہ امت صدقات کے اموال کھائے گی اور پھر اس پر انہیں اجر و ثواب بھی دیا جائے گا، تو اس کو میری امت بنا دے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: وہ امت احمد مجتبیٰ علیہ السلام کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے رب! میں نے ان الواح میں دیکھا ہے کہ اس امت کا کوئی شخص اگر نیکی کا ارادہ کرے اور وہ کسی بے بسی کی بنا پر اس نیکی کو نہ کر سکے، تب بھی وہ نیکی اس کے حساب میں تحریر کر لی جائے گی اور اگر وہ اس نیکی کو عمل میں لے آئے تو اس کیلئے دس نیکیاں درج کی جائیں گی تو اس امت کو میری امت بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ امت تو احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے رب قدر! میں نے الواح مقدسہ میں دیکھا ہے کہ جب اس امت میں سے کوئی شخص بدی کا ارادہ کرے اور پھر خوف خداوندی سے باز رہے تو

کچھ نہ لکھا جائے گا اور اگر ارتکاب کر لے تو ایک ہی بدی لکھی جائے گی تو اس امت کو میری امت بنا دے۔ فرمایا: وہ تو احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے رب! میں نے ان الواح میں نے تحریر پایا ہے کہ وہ امت علم اولین و آخرین کی وارث ہوگی اور گم راہ پیشواؤں اور مسیح دجال کو ہلاک کرے گی، اس کو میری امت بنا دے۔ ارشاد فرمایا: وہ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے مہربان پروردگار! پھر تو مجھے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل فرما دے۔ اس کے جواب میں ان کو دو خصلتیں عطا فرمائی گئیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یا موسیٰ انی اصطفتک علی الناس برسائلی و بکلامی فخذ ما اتیتک و کن من الشکرین

﴿سورۃ الاعراف﴾

ترجمہ: ”اے موسیٰ! میں نے تجھے لوگوں سے چن لیا اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے تو نے جو میں نے تجھے عطا فرمایا اور شکر والوں میں سے ہو۔“
اس ارشاد پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے رب! میں راضی ہو گیا۔

﴿ابونعیم﴾

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی عالم کو روتے ہوئے دیکھا تو اس سے پوچھا کیوں روتا ہے؟ اس نے جواب دیا: مجھے کچھ باتیں یاد آگئی ہیں۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: خدا کی قسم! اگر میں تجھے بتا دوں کہ تو کن باتوں کو یاد کر کے رویا ہے تو کیا تو میری تصدیق کرے گا؟ اس نے کہا: ہاں۔ انہوں نے اس سے کہا: ”میں تجھے اللہ کا واسطہ اور قسم دیتا ہوں، کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب میں یہ واقعہ نہیں پاتا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توریت پر نظر ڈالی تو بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: اے میرے پروردگار! میں توریت میں ایسی امت کو ذکر پاتا ہوں جو ایک بہترین امت ہے، وہ لوگوں کی ہدایت کیلئے پیدا کی گئی ہے جو نیکیوں کا حکم کرتی اور برائیوں سے روکتی ہے اور وہ کتاب اول اور کتاب آخر پر ایمان رکھتی ہے اور وہ گم کردہ راہ، افراد اور قوموں سے قتال کرے گی حتیٰ کہ شیطان دجال کو ہلاک کرے گی۔ اے میرے رب! ان لوگوں کو میری امت میں شامل کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ امت تو احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔“

اس یہود عالم نے کہا: ”درست ہے۔“ پھر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تو کتاب موسیٰ علیہ السلام نہیں پاتا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توریت کو پڑھا تو عرض کیا: اے الہ العالمین! میں اس میں ایک امت کا تذکرہ پاتا ہوں کہ وہ بہت حمد و ثناء کرنے والی اور سورج کی نگہبانی کرنے والی ہوگی اور جب وہ کسی بات کا ارادہ کرے گی تو اس میں استحکام ہوگا اور انشاء اللہ سے آغاز کرے گی، تو ان لوگوں کو میری امت میں شامل کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ امت تو احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔“

ﷺ کی امت ہے۔“ اس یہودی عالم نے کہا: ”تمہارا کہنا درست ہے۔“

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں تجھے قسم دیتا ہوں کیا تو نے کتاب آسمانی میں یہ نہیں پڑھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صحیفہ آسمانی کے مطالعہ کے بعد التجاء کی۔ اے خالق کائنات! میں مطلع ہوا ہوں کہ ایک امت ایسی ہے کہ جب ان میں سے کوئی بلندی پر چڑھتا ہے تو خدا کی کبریائی بیان کرتا ہے اور جب نیچے اترتا ہے تو تمہید کرتا ہے ان کیلئے روئے زمین کی تمام سطح سجدہ گاہ اور مٹی پاک و طاہر کر دی گئی ہے جسے وہ رفع نجاست و جنابت کیلئے استعمال کریں گے۔ ان کے اعضاء و ضرورث اور چمکدار ہوں گے تو انہیں میری امت بنا دے۔“ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”وہ تو احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔“

یہودی عالم نے کہا: ”بالکل صحیح ہے۔“ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: ”میں پھر تجھے قسم دیتا ہوں کہ کیا تو نے خدا کی نازل کردہ کتاب میں نہیں پڑھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب توریت کو پڑھا تو عرض کیا: ”اے رب قدیر! میں ایسی امت مرحومہ کا ذکر پاتا ہوں جو اپنی کمزوری کے باوجود کتاب اللہ کی وارث ہے اور ان کو تو نے برگزیدہ کیا ہے مگر کچھ تو ان میں اپنی جانوں پر زیادتی کریں گے اور کچھ لوگ راہ اعتدال پر چلیں گے اور کچھ لوگ ان میں سے نیکیوں میں سبقت لے جائیں گے۔ پس اے صاحب جو دو عطا! ان سب کو میری امت بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”وہ تو احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔“

یہودی عالم نے کہا: ”تم نے حقیقت بیان کی۔“

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں جو اب دے کہ کیا تو نے کتاب منزل میں یہ نہیں پایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تلاوت توریت کے بعد دعا کی: ”اے کارساز عالم! میں الہامی کتاب میں ایک ایسی امت کا تذکرہ پاتا ہوں جن کے سینوں میں کتاب خداوندی منقوش ہے اور وہ لوگ عالم آخرت میں اہل جنت کے رنگارنگ لباس زیب تن کریں گے اور اپنی نمازوں میں ایسی صف بندی کریں گے جیسی فرشتے کرتے ہیں۔ مسجدوں میں ان کی آوازیں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی مانند گونجیں گی۔ ان لوگوں میں سے کوئی ایک بھی جہنم میں نہ جائے گا۔ بجز اس کے جو نیکیوں سے بالکل تہی دامن ہو جس طرح خزاں کا درخت نکا ہوتا ہے۔ پس اے مجیب! ان لوگوں کو میری امت میں شامل فرما دے۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”وہ تو احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔“ یہودی عالم نے کہا: ”تم نے صداقت کا اظہار کیا۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اس فضیلت کا علم ہوا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مرحمت فرمائی ہے تو احساس فضیلت و برتری کی بنا پر خواہش کی کہ کاش میں بھی امت محمدیہ میں شامل ہو سکتا۔ اس حالت تاثر میں اللہ تعالیٰ نے ان پر تین آیتیں نازل فرمائیں اور ان کے ذریعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مسرت و انبساط بخشا گیا۔ ان آیات مبارکہ کے مضمون کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:

يا موسى انى اضطفتك على الناس برسالتي و بكلامي

﴿سورہ الاعراف﴾

ترجمہ: ”اے موسیٰ! میں نے تجھے لوگوں سے جن لیا اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے“

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طمانیت قلب حاصل ہوگئی اور وہ خوش ہو گئے۔

﴿ابو نعیم﴾

توریت میں امت محمدیہ کے اوصاف:

حضرت سعید بن ابی ہلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے بارے میں بتائیے۔ انہوں نے کہا میں خدا کی کتاب توریت میں اس کا تذکرہ اس طرح پاتا ہوں کہ:

حضور احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت بہت زیادہ حمد الہی میں مصروف رہنے والی ہے جو مساعدا اور نامساعد ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرے گی۔ ہر بلندی پر کبریائی اور ہر پستی پر تسبیح بجا لائے گی۔ ان کی اذانیں فضاء آسمانی میں گونجیں گی اور ان کی نمازوں میں بھی اس طرح گونج ہوگی جیسے درخت پر شہد کی مکھیوں کی گونج ہوتی ہے۔ وہ فرشتوں کی صفوں کی مانند اپنی نمازوں میں صفیں بنائیں گے اور میدان جہاد میں بھی مثل نمازوں کے صف بندی کریں گے۔ فرشتے ان کے آگے اور پیچھے تیز پیکاں والے تیر لیے کھڑے ہوں گے اور جب وہ راہ خدا میں صف بستہ ہوں گے تو حق تعالیٰ ان پر سایہ کناں ہوگا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ جس طرح شاہین اپنے آشیانہ پر سایہ کرتا ہے، اسی طرح یہ لوگ میدان جنگ میں قائم رہیں گے تا وقتیکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نہ آجائیں۔

﴿ابو نعیم﴾

احمد مجتبیٰ کا منکر جہنمی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ جو شخص مجھ سے اس حال میں ملے کہ وہ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہے تو میں اسے جہنم میں داخل کروں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے رب! احمد کون ہے؟ فرمایا:

”میں نے کسی مخلوق کو ان سے بڑھ کر مکرم نہیں بنایا اور میں نے ان کا نام تخلیق آسمان و زمین سے پہلے عرش پر لکھا۔ بلاشبہ میری تمام مخلوق پر جنت حرام ہے جب تک وہ ان کی امت میں داخل نہ ہو۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ان کی امت کیسی ہے؟ فرمایا: وہ بہت زیادہ حمد کرنے والی امت ہے جو چڑھتے ہوئے اور اترتے ہوئے ہر حال میں خدا کی حمد کرنے والی ہے۔ وہ اپنی کمریں باندھیں گے اور اعضاء کو پاک کریں گے۔ وہ دن میں روزہ دار اور رات کو ذکر و اذکار اور عبادت میں گزار دیں گے۔ ان کے قلیل عمل کو قبول کروں گا اور ”لا الہ الا اللہ“ کی شہادت پر ان کو جنت میں داخل کروں گا۔

عرض کیا اس امت کا نبی مجھے بنا دے؟ فرمایا: اس امت کا نبی انہیں میں سے ہوگا۔ عرض کیا: مجھے اس نبی کا امتی بنا دے؟ فرمایا: تمہارا زمانہ پہلے ہے اور ان کا زمانہ آخر میں، لیکن بہت جلد میں تم

کو اور ان کو بیت الجلیل میں یکجا کر دوں گا۔

﴿ابونعیم، حلیۃ الاولیاء﴾

حضرت اشعیاء علیہ السلام کو بشارت مصطفیٰ:

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اشعیاء علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی: کہ ”میں نبی امی کو مبعوث کرنے والا ہوں جس کے ذریعے بہرے کان، محبوب دل اور اندھی آنکھیں کھولوں گا۔ اس کی جائے ولادت مکہ اور مقام ہجرت مدینہ اور اس کا ملک شام ہے۔ یہ میرا بندہ متوکل، مصطفیٰ، مرفوع، حبیب، محبوب اور مختار ہے جو برائی کا بدلہ برائی سے نہ دے گا بلکہ عفو و درگزر اور بخشش سے کام لے گا۔ ایماندار لوگوں کے ساتھ رحمہ لی برتے گا اور قوت سے زیادہ لدے ہوئے اور بوجھل جانور کو دیکھ کر دردمند ہو جائے گا اور بے سہارا عورت کی گود میں یتیم بچوں کیلئے وہ دل گرفتہ ہوگا نہ وہ بدخلق ہوگا نہ سخت مزاج۔ نہ بازاروں میں شور مچاتا پھرے گا نہ فحش کے ذریعہ زینت کو پسند کرے گا نہ وہ یا وہ گو ہے نہ بری بات کہنے والا اگر وہ چراغ کے قریب سے گزرے گا تو سکون و وقار سے، تاکہ چراغ گل نہ کر دے اور اگر وہ طویل و سخت میدان پر بھی رواں ہوگا تو اس کی رفتار پر وقار اور بے آواز ہوگی۔ وہ مبشر و نذیر ہے۔ میں اس کے اعمال میں توازن اور اخلاق میں حسن و عظمت دوں گا، طمانیت و وقار کو اس کا لباس بناؤں گا اور نیکی کو اس کا شعار، تقویٰ کو اس کا ضمیر اور حکمت کو اس کی فراست بناؤں گا اور صدق و وفا اس کی طبیعت ہوگی اور عفو و بخشش اور بھلائی اس کی عادت ہوگی۔ عدل و انصاف اس کی سیرت، حق اس کی شریعت، ہدایت اس کا امام اور اسلام اس کی ملت ہوگی۔ اس کا نام گرامی احمد ہے۔ میں اس کے ذریعہ گمراہی سے لوگوں کو نجات دوں گا اور اس کے ذریعہ جہالت سے لوگوں کو علم عطا کروں گا اور اس کے ذریعہ گنہگار کے بعد سر بلندی عطا کروں گا اور ناواقفیت کے بعد اس کے ذریعہ لوگوں کو معرفت دوں گا اور قلت کے بعد اس کے ذریعہ کثرت دوں گا اور مفلسی کے بعد اس کے ذریعہ تو نگر بناؤں گا اور انتشار و تفریق کے بعد اس کے ذریعہ مجتمع کروں گا اور دلوں میں اس کے ذریعہ الفت پیدا کروں گا اور پراگندہ خیالات مختلف گروہوں کے درمیان اتحاد، فکر اور خیر سگالی پیدا کروں گا اور اس کی امت کو خیر امت یعنی بہترین امت بناؤں گا جو لوگوں کی ہدایت کیلئے ظاہر کی گئی ہے۔ وہ امت نیکی کا حکم دے گیا اور برائی سے منع کرے گی۔ وہ لوگ میری وحدانیت کا چرچا کریں گے اور مجھ پر ایمان لائیں گے، میرے ساتھ عقیدہ اور محبت میں اخلاص ہوگا اور میرے تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور رسول جو الہام و ہدایت لائے ہیں وہ ان سب کی تصدیق کریں گے اور وہ لوگ نمازوں کے اوقات کیلئے سورج کے طلوع و غروب پر نظر رکھیں گے۔ ایسے دموں، ایسے چہروں اور ایسی روحوں کو خوشخبری ہو جو میرے ساتھ مخلص ہوں گے۔ میں ان کو مسجدوں میں، مجلسوں میں، ان کے کاروباری اداروں میں، ان کی گزرگاہوں میں اور ان کی آرام گاہوں میں تسبیح و تکبیر اور تحمید و توحید کرنے کی توفیق دوں گا۔ وہ اپنی مساجد میں اس طرح صفیں بنائیں گے جس طرح عرش کے گرد فرشتے صف بناتے ہیں۔ وہ میرے

محبوب و محسن اور مددگار ہیں۔ میں ان کے ذریعے اپنے دشمنوں سے بدلہ لوں گا۔ وہ میرے لیے قیام و قعود اور رکوع و سجود کے ساتھ نمازیں پڑھیں گے۔ وہ میری رضا و خوشنودی کی خاطر اپنے دیار و اعصار اور جائیدادوں سے دست کش ہوں گے، وہ قتل کریں گے اور شہید بھی ہوں گے۔ ان کی جماعت مجاہدین میں بڑی تعداد ہوگی۔ میں ان کی کتاب کے ذریعہ دوسری کتابوں کو اور ان کے نظام زندگی کے ذریعہ دوسرے باطل نظاموں کو اور ان کے قانون شریعت کے ذریعہ دوسرے خلاف عدل سیاہ قوانین کو ختم کر دوں گا۔ پس جو کوئی بھی ان کے زمانہ کو پائے پھر بھی ان کی کتاب کو نہ مانے اور ان کے دین یعنی نظام حیات اور قانونی شریعت کو نہ اپنائے، تو وہ میرا نہیں اور مجھ سے بری ہے۔

میں نے ان کو تمام امتوں پر افضل بنایا اور ان کو ”امت وسط“ اور تمام لوگوں پر گواہ بنایا جب وہ غضبناک ہوتے ہیں تو میری تکبیر کہتے ہیں اور جب وہ لاچار ہوتے ہیں تو میری کبریائی بیان کرتے ہیں اور جب جھگڑے ہیں تو میری تسبیح کرتے ہیں۔ وہ اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو وضو کے ساتھ پاک و صاف کرتے ہیں اور نصف کمر پر تہبند باندھتے ہیں اور ہر نشیب و فراز پر جہلیل و تکبیر کرتے ہیں۔ ان کی قربانیاں ان کا خون بہانا ہے۔ کتاب اللہ ان کے سینوں میں محفوظ ہے وہ رات کو عبادت کرتے اور دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ ان کا مناوی یعنی مؤذن اپنی آواز سے فضاء آسمانی میں گونج پیدا کر دیتا ہے جس طرح شہد کی مکھی کی بھنھنا ہٹ ہوتی ہے خوشخبری ہو اسے جو ان کے ساتھ ہے اور ان کے دین، ان کے طریقہ اور ان کی شریعت پر ہے۔ یہ میرا فضل ہے جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں اور میں ہی صاحب فضل عظیم ہوں۔

﴿ابن ابی حاتم، ابو نعیم﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبارود بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ آئے اور اسلام قبول کیا پھر کہا قسم ہے اس ذات اقدس کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ بے شک میں نے انجیل میں آپ کی صفت پائی ہے اور یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ابن مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے۔

﴿بیہقی﴾

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور زمانہ خلافت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں ایمان نہیں لائے اب امارت فاروقی میں اسلام لائے ہو، اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میرے والد نے میرے لیے ایک کتاب جو توریت سے ماخوذ تھی لکھی اور میرے حوالے کرتے ہوئے فرمایا اس کے بموجب عمل کرنا اور حقوق ابوت کا احساس دلاتے ہوئے مجھ سے عہد لیا کہ میں اس کتاب کی مہر کو نہ توڑوں کیونکہ انہوں نے اپنی تمام کتابوں پر مہریں لگا دیں تھیں۔ پھر جب میں نے اسلامی تحریک کو دیکھا تو اس میں از سر تا پا بھلائی اور اس کی اشاعت میں ہمتاء اور غلبہ پایا تو مجھے خیال ہوا کہ شاید اس کتاب میں میرے باپ نے کچھ

ضروری علم میرے لیے مخفی کر رکھا ہے لہذا میں نے مہر کو ہٹایا تو اس میں حضور نبی کریم ﷺ کی اور آپ کی امت یعنی پیروان رسول اللہ ﷺ کی توصیف پائی۔ بہر حال میں اب آیا اور اسلام لایا۔

﴿ابو نعیم﴾

محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں:

حضرت شہر بن حوشب حضرت کعب بن زہیر سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میرا والد تمام لوگوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب کا بہت بڑا عالم تھا۔ وہ علم کو مجھ سے چھپاتا بھی نہ تھا۔ اس نے اپنی موت کے وقت مجھے بلایا اور کہا: ”اے بیٹے! تم جانتے ہو کہ میں نے اپنے علم کو تم سے پوشیدہ نہیں رکھا ہے بجز دو ورقوں کے۔ ان اوراق میں ایک نبی ﷺ کا ذکر ہے جن کی بعثت کا زمانہ بہت قریب ہے لہذا میں نے مناسب سمجھا کہ میں تمہیں اس کی اطلاع کر دوں اس لیے کہ مجھے خطرہ ہے کہ بعض نبوت کے جھوٹے مدعی ظاہر ہوں اور تم ان کی اطاعت کرنے لگو۔ لہذا میں نے ان دونوں ورقوں کو تمہارے سامنے کے روزن میں رکھ دیا ہے اور ان پر مہر لگا دی ہے، تم ان اوراق کو ابھی نہ دیکھنا۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے پھلائی کا ارادہ فرمائے اور وہ نبی مذکور آجائے تم اس کی پیروی کرنا۔ اس کے بعد وہ فوت ہو گئے اور ہم نے ان کو دفن کر دیا۔ اس کے بعد میرے لیے کوئی چیز اس سے زیادہ محبوب نہ تھی کہ میں ان اوراق کو دیکھوں۔ بالآخر میں نے اس روزن کو کھولا اور ان ورقوں کو نکالا۔ ان میں لکھا تھا:

”محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں، ان کی جائے ولادت مکہ اور ان کا مقام ہجرت مدینہ ہے۔ وہ نہ بدخلق ہیں نہ سخت مزاج، نہ بازاروں میں شور مچانے والے ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے ہیں، وہ غفور درگزر سے کام لیں گے۔ ان کی امت بہت زیادہ حمد کرنے والی ہوگی۔ وہ لوگ ایسے ہوں گے کہ ہر حالت میں اللہ کی حمد کریں گے، ان کی زبانیں حمد و سپاس میں سرگرم، وہ دشمنان دین کے مقابلے میں اپنے نبی کی مدد کریں گے۔ وہ اپنی شرمگاہوں کو دھوئیں گے اور نصف کمر پر تہبند باندھیں گے۔ خدا کی کتاب ان کے سینوں میں ہوگی اور وہ باہم اتنے رحیم و کریم ہوں گے جس طرح ماں جائے بھائی باہم رفیق و شفیق ہوتے ہیں اور وہ لوگ قیامت کے دن تمام لوگوں سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔“

حضرت کعب بن زہیر نے بیان کیا۔ اس کے بعد جب تک خدا نے چاہا میں ٹھہرا رہا مجھے اطلاع ملی کہ نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں مبعوث ہوئے ہیں۔ میں انتظار کرنے لگا کہ آپ ﷺ کی نبوت پر یقین کرنے کیلئے ثبوت مل جائے۔ اس کے بعد مجھے خبر ملی کہ آپ نے دنیا سے رحلت فرمائی ہے اور آپ ﷺ کے خلیفہ منتخب ہو گئے ہیں اور ان کا لشکر ہمارے علاقہ کی طرف آرہا ہے۔ میں نے دل میں کہا: میں ان کے دین کو اس وقت تک قبول نہیں کروں گا جب تک میں ان کے اقوال و اعمال کو نہ دیکھ لوں۔

بالآخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ عامل ہماری طرف آئے اور میں نے ان کے اندر وفائے عہد اور وہ جملہ علامات دیکھ لیں تو جان گیا کہ یہ وہی امت اور وہی لوگ ہیں جن کا میں انتظار کر رہا تھا۔ اللہ گواہ ہے ایک رات میں اپنے مکان کی چھت پر تھا تو میں نے دیکھا کہ مسلمانوں میں سے ایک شخص

کلام الہی کی یہ آیت تلاوت کر رہا ہے:

یا ایہا الذین اوتوا الكتاب بما نزلنا مصدقا لما معکم من قبل ان
نطمس وجوها

﴿سورہ النساء﴾

ترجمہ: ”اے کتاب والو! ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے اتارا تمہارے ساتھ والی کتاب کی
تصدیق فرماتا قبل اس کے کہ ہم بگاڑیں کچھ مونہوں کو۔“

جب میں نے اس آیت کو سنا تو میں ڈر گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ صبح ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ میرے
منہ کو میرے گدھے کی طرح بنا دے۔ اس وقت میری بس ایک خواہش تھی کہ کسی طرح سورج طلوع ہو
جائے اور کاش ابھی صبح ہو جائے۔ پھر جب صبح ہوئی تو میں مسلمانوں کے پاس گیا۔ (اس روایت کو ابن
عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق حضرت مسیب بن رافع وغیرہ حضرت کعب سے نقل کیا ہے۔)

﴿ابو نعیم﴾

حضرت داؤد علیہ السلام کو بشارت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل
فرمائی: اے داؤد! تمہارے بعد جلد ہی ایک نبی آئے گا جس کا نام احمد، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صادق ہے۔ نہ
اس پر میرا کبھی غضب ہوگا اور نہ کبھی وہ میری نافرمانی کرے گا۔ میں اس کے سبب اس سے اگلے اور
پچھلے لوگوں کے گناہ معاف کروں گا۔ اس کی امت، امت مرحومہ ہے، میری بخشش اور ان پر بہت
ہوگی، ان میں سے بعضوں پر بعض بخششیں انبیاء کرام علیہم السلام کی مانند ہوں گی۔ میں ان پر ایسے
فرائض لازم کروں گا جو انبیاء کرام علیہم السلام پر کیے ہیں۔ وہ امت قیامت کے دن اس شان سے آئے
گی کہ ان کا نور انبیاء کرام علیہم السلام کے نور کے مانند ہوگا اور یہ نور اس عائد کردہ فرض کی وجہ سے ہوگا
کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح ہر نماز کیلئے طہارت کریں گے اور مثل انبیاء کرام علیہم السلام کے
غسل جنابت کریں گے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح ہر نماز کیلئے طہارت کریں گے اور مثل انبیاء
کرام علیہم السلام کے دین حق کی مدافعت اور اشاعت کیلئے جہاد کریں گے۔ اے داؤد! میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اور ان کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے اور میں ان کو ایسی چھ خصلتیں دوں گا جو میں نے دیگر کسی
امت کو نہیں دی ہیں اور ان کی خطا و نسیان پر گرفت نہ کروں گا۔

﴿بیہقی﴾

حساب و کتاب اور عذابوں سے محفوظ:

حضرت فلتان بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے
کہ ایک شخص آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کیا تم نے توریت پڑھی ہے؟ اس نے کہا: ”ہاں۔“
پھر ارشاد فرمایا: ”کیا انجیل بھی؟“ اس نے کہا: ”جی ہاں۔“ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قسم دے کر کہا:

”کیا تم نے توریت اور انجیل میں میری صفت پڑھی ہے؟“

اس نے کہا ”آپ ﷺ کے اوصاف کے مانند اوصاف، آپ ﷺ کی ہیبت کی مانند ہیبت اور آپ ﷺ کے ظہور کے مانند ظہور ہونے کا حال ہم نے پڑھا ہے مگر ہمیں امید ہے کہ وہ نبی ہم میں سے ہوگا جب آپ نے ظہور فرمایا تو ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ نبی موعود شاید آپ ہی ہوں پھر جب ہم نے آپ ﷺ کو دیکھا تو ہم سمجھ گئے کہ وہ آپ ﷺ نہیں ہیں۔“ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”تم نے یہ کیسے جانا؟“ اس نے کہا: ”ان کے ساتھ ان کی امت میں سے ستر ہزار لوگ ایسے ہوں گے جن پر کچھ حساب و کتاب اور عذاب نہ ہوگا اور آپ ﷺ کا حال یہ ہے کہ تھوڑے سے لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔“

آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ”قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یقیناً میں ہی وہ نبی ہوں اور جس امت کی تم نے تعریف بیان کی ہے وہ میری ہی امت ہے اور وہ ستر ہزار سے بہت زیادہ ہیں۔“

﴿طبرانی، بیہقی، ابونعیم، ابن عساکر﴾

رسول اللہ ﷺ کا حلم:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت زید بن سعد رضی اللہ عنہ کی ہدایت کا ارادہ فرمایا تو حضرت زید بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس وقت میں نے حضور نبی کریم ﷺ کے چہرے پر نظر ڈالی تو علامات نبوت میں سے کوئی علامت باقی نہ رہی جس کو میں نے حضور نبی کریم ﷺ کے رونے انور میں نہ دیکھ لیا ہو، صرف دو باتیں ایسی رہیں، جن کو میں چہرہ انور سے نہ پہچان سکا۔

(۱) آپ ﷺ کا حلم آپ کے جہل پر غالب ہوگا۔ (۲) دوسروں کے جہل کی بناء پر آپ ﷺ پر شدت کرنے سے آپ ﷺ کا حلم ہی زیادہ ہوگا۔

چنانچہ اس کی پہچان کیلئے میں نے نبی کریم ﷺ سے نرمی کا برتاؤ اختیار کر کے ایک معاملہ کیا تاکہ میں بعد میں طے شدہ معاملہ کے خلاف کر کے آپ کے حلم اور جہل کو پہچان سکوں۔ لہذا میں نے ایک خاص مدت مقرر کر کے ایک متعین کھجور کی مقدار خریدنے کا معاملہ کیا اور آپ ﷺ کو قیمت دی، پھر اس مدت مقررہ سے دو یا تین دن پہلے میں حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کی قمیص اور چادر کے ایک گوشہ کو پکڑ کر غضبناک جذباتی ہیجان کے عالم میں کہا:

”اے محمد ﷺ! تم میرا حق ادا نہ کرو گے، واللہ! تم سب آل مطلب بد معاملگی کرنے

والے لوگ ہو، اور بے شک تمہارے اس معاملہ میں لا پرواہی کو میں خوب جانتا ہوں۔“

میری یہ یادہ گوئی سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: ”اے دشمن خدا تو رسول اللہ ﷺ سے

ایسی بات کہتا ہے اور پھر میں موجود سن رہا ہوں، خدا کی قسم! اگر مجھے حضور نبی کریم ﷺ کا اس درجہ احترام نہ ہوتا تو میں اپنی تلوار سے اب تک تیرا سراڑا چکا ہوتا۔“ رسول اللہ ﷺ غیر معمولی سکون اور وقار کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر تبسم فرما رہے تھے۔ اس کے بعد فرمایا:

”اے عمرؓ! میں اور یہ، تمہاری اس درشت بات کے علاوہ کسی اور ہی چیز کے متمنی تھے۔ اے عمرؓ! تم مجھ سے حسن ادا کو کہتے اور ان کو مہذب طریقہ کے تحت مطالبہ کرنے کی تلقین کرتے۔ جاؤ اے عمرؓ! انہیں لے جاؤ ان کا مطالبہ پورا کرنے کے بعد مزید بیس صاع کھجوریں ان کی خوش دلی حاصل کرنے کیلئے دینا کیونکہ تم نے انکو رنج دیا ہے، امید ہے یہ بدل نہ ہوں گے۔“

✽ انہوں نے تعمیل کی۔ اس کے بعد میں نے کہا:

”اے عمرؓ! نبوت کی تمام علامتیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے پر نور چہرے میں دیکھ لی تھیں، صرف دو علامتیں ایسی تھیں جن کو میں جاننا چاہتا تھا۔ ایک یہ کہ ان کا حلم ان کے غیظ پر غالب رہے گا۔ دوسرے یہ کہ جاہلوں کی ان کے ساتھ جس درجے کی شدت ہوگی، اسی قدر ان کا حلم و انضباط ان کے ساتھ بڑھے گا تو میں نے یہ دونوں نشانیاں پہچان لیں۔“ لہذا اب میں اقرار کرتا ہوں کہ: ”میں اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہو گیا۔“

﴿طبرانی، ابن حبان، حاکم، بیہقی، ابونعیم﴾

حضرت زہریؒ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے کہا:

”توریت میں مذکورہ تمام صفتوں کو میں نے رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی میں مجتمع اور موجود پایا، صرف صفت حلم باقی تھی۔ اس صفت کو دریافت کرنے کیلئے ایک مقررہ مدت سے پیشگی تیس دینار کھجوروں کی قیمت میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو دے دی۔“ اس نے مذکورہ بالا واقعہ آخر تک بیان کیا مگر اس کے آخر میں یہ زائد ہے کہ اس یہودی نے کہا: اے عمرؓ! جو بے ادبی مجھ سے سرزد ہوئی ہے اس کیلئے مجھے کسی اور بات نے نہیں ابھارا تھا۔ بجز اس کے کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی ذات میں توریت میں مذکور تمام صفتیں پاتا تھا مگر ایک صفت حلم کی مجھے آزمائش مقصود تھی جسے آج میں نے آزما لیا اور ویسا ہی پایا جیسا کہ توریت میں مذکور تھا۔ اس کے بعد وہ یہودی اور اس کے تمام گھروالے مسلمان ہو گئے۔

﴿ابن سعد﴾

صاحب علم:

حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلامؒ سے روایت ہے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے جتنی کتابیں پڑھیں ہیں ان میں سے ہر ایک میں یہ تھا کہ ایک علم صاحب علم کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور اس کے ساتھ اللہ ہوگا اور صاحب علم کو اللہ تعالیٰ تمام قوموں پر غالب فرمائے گا۔

﴿ابونعیم﴾

غرور اور تکبر سے پاک:

حضرت موسیٰ بن یعقوب زمعی رحمۃ اللہ علیہ، سہل مولیٰ نعیمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اہل مرہس کا نصرانی تھا، یتیم تھا اور اپنے چچا کی کفالت میں تھا۔ اس نے بتایا کہ میں نے انجیل کو پڑھا مطالعہ کے دوران مجھے

ایک ورق گوند سے چسپاں ملا۔ میں نے اس کو کھولا تو اس میں محمد ﷺ کے اوصاف حمیدہ اس طرح تحریر تھے:

”آپ ﷺ نہ کوتاہ قد ہوں گے نہ طویل القامت، گورارنگ ہوگا، دو ذلیفیں ہوں گی، دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی، اجتباء (دونوں پاؤں کو کھڑے کر کے پھر ہاتھوں کو ان کے آگے سے پکڑ بیٹھنے کو اجتباء کہتے ہیں) کی ہیئت میں اکثر بیٹھیں گے، صدقہ کو قبول نہ کریں گے، دراز گوش اور اونٹ پر سواری کریں گے، بکری کا دودھ دوہیں گے، پیوند لگا لباس زیب تن فرمائیں گے جو شخص اپنی خصلت میں ایسا ہو وہ ظاہر ہے کہ غرور تکبر سے پاک ہوگا۔ آپ میں یہ تمام اوصاف ہوں گے، اولاد حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہوں گے اور اسم گرامی احمد علیہ السلام ہوگا۔“

حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں جب حضور نبی کریم ﷺ کا تذکرہ یہاں تک پڑھ چکا تو میرا چچا آ گیا جب اس نے اس ورق کو دیکھا تو مجھے مارا اور کہا کہ تو نے اس ورق کو کیوں کھولا اور پڑھا؟ میں نے جواب دیا کہ میں نے اس میں نبی موعود (ﷺ) کی نعت پڑھی ہے۔ اس پر اس نے کہا کہ وہ نبی ابھی نہیں آیا ہے۔

﴿ابن سعد، ابن عساکر﴾

حضرت عمر بن حکم بن رافع سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھے میرے چچا اور دوسرے بزرگوں نے بتایا ہے کہ ان کے پاس ایک ورق قدیم زمانہ جاہلیت سے بطور میراث چلا آ رہا تھا پھر اسلامی تحریک شروع ہوئی اور اس کے قائد محترم حضرت محمد ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہ ورق لایا گیا۔ اس میں لکھا تھا:

بسم الله وقوله الحق وقول الظلمين في ثياب

”اللہ کے نام سے شروع، اس کا قول حق ہے اور ظالموں کی باتیں کپڑوں میں ہیں۔ یہ ذکر اس امت کا ہے جو آخر زمانہ میں آئے گی، وہ لوگ اپنے دامنوں کو لٹکائیں گے اور اپنی کمروں پر تہبند باندھیں گے اور دریاؤں کو عبور کر کے اپنے دشمنوں کی طرف جائیں گے، ان میں ایسی نماز ہوگی کہ اگر وہ نماز قوم نوح علیہ السلام میں ہوتی تو وہ طوفان سے ہلاک نہ ہوتی اور قوم عاد میں ہوتی تو وہ ہوا سے برباد نہ ہوتی اور ثمود میں ہوتی تو وہ چیخ سے ہلاک نہ ہوتے۔“

رسول اللہ ﷺ کے حضور جب اس ورق کو پڑھا گیا تو آپ ﷺ نے تعجب فرمایا۔

﴿بیہقی﴾

تمام جہان کیلئے ہدایت اور رحمت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے سارے جہان کیلئے ہدایت اور رحمت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے اس لیے مبعوث فرمایا ہے کہ میں مزا میرا اور معارف کو مٹاؤں۔ اس موقع پر حضرت اوس بن سمعان رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم ہے اس ذات گرامی کی جس نے آپ

ﷺ کو حق کے ساتھ پیدا کیا۔ بے شک میں نے تو ریت میں ایسا ہی پایا ہے۔

﴿ابن مندہ، کتاب الصحابہ﴾

نور، علی نور:

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ”میں نے خواب میں دیکھا تمام لوگ حساب گاہ میں ہیں پھر انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کی امتوں کے ہمراہ لایا گیا اس طرح کہ ہر نبی کے ساتھ دو اور ان کے ہر قبیح کے ساتھ ایک نور چل رہا تھا پھر رسول اللہ ﷺ کو بلایا گیا تو آپ کے سر مبارک اور چہرہ انور کے ہر بال کے ساتھ جدا جدا نور تھا اور آپ ﷺ کے ہر قبیح کے ساتھ دو نور مثل انوار انبیاء علیہم السلام کے تھے۔

یہ سن کر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی لائق بندگی نہیں، کیا واقعاً تو نے خواب میں ایسا ہی دیکھا ہے؟ اس نے کہا: ”ہاں۔“ تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا قسم سے کہتا ہوں یہ محمد ﷺ اور ان کی امت ہے اور انبیاء کرام اور ان کی امتوں کی یہی صفت ہے جو کتاب الہی میں مذکور ہے۔

﴿تہمتی، ابو نعیم﴾

وہ انبیاء جن کی بشارت قبل پیدائش دی گئی:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جن کی بشارت اللہ نے ان کی پیدائش سے پہلے دی ہے۔ ایک حضرت اسحاق رضی اللہ عنہ دوسرے حضرت یعقوب رضی اللہ عنہ ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

”فبشرناہا باسحق و من وراء اسحاق یعقوب“

﴿سورہ ہود﴾

ترجمہ: ”تو ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی۔“

تیسرے: حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہ چنانچہ ارشاد فرمایا:

ان اللہ یشرک بیحییٰ ﴿سورہ آل عمران﴾

ترجمہ: ”بے شک اللہ آپ مژدہ دیتا ہے یحییٰ رضی اللہ عنہ کا۔“

چوتھے: حضرت عیسیٰ رضی اللہ عنہ۔ چنانچہ فرمایا:

ان اللہ یشرک بکلمۃ منہ ﴿سورہ آل عمران﴾

ترجمہ: ”اللہ مجھے بشارت دیتا ہے اپنے پاس سے ایک کلمہ کی۔“

پانچویں: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کی تشریف آوری کی بشارت سورہ القف میں اس طرح دی گئی ہے:

و مبشراً برسول یاتى من بعدى اسمہ احمد ﴿سورہ القف﴾

ترجمہ: ”اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام

احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔“

یہ ہیں وہ انبیاء علیہم السلام جن کی بشارت قبل پیدائش دی گئی۔

﴿ابن عساکر﴾

تورات میں نام محمد چومنے پر گنہگار کی مغفرت:

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے دو سو سال تک خدا کی نافرمانی کی پھر وہ مر گیا تو بنی اسرائیل نے اسے کوڑے گھر (گندگی ڈالنے کی جگہ) پر ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ جاؤ وہاں سے اٹھا کر اس کی نماز جنازہ پڑھو۔ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے رب! بنی اسرائیل گواہی دیتے ہیں کہ اس نے دو سو سال تک تیری نافرمانی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ وحی فرمائی، سچ یہی ہے وہ ایسا ہی شخص تھا لیکن وہ جب بھی توریت کو تلاوت کیلئے کھولتا اور اس کی نظر اسم گرامی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر پڑتی تو ”وہ اسے بوسہ دیتا اور اسے اٹھا کر اپنی آنکھوں سے لگاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجتا تھا۔“ تو میں نے اس کا یہ بدلہ دیا کہ میں نے اس کے گناہوں کو بخش دیا اور ستر حوروں سے اس مشہور نافرمان کا نکاح کر دیا۔

﴿ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کے ایک مدرسہ میں تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا: ”میرے پاس اپنے سب سے بڑے استاد اور عالم کو لاؤ۔“ تو انہوں نے کہا: ”یہ عبداللہ بن صوریا ہیں۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو خلوت میں لے گئے اور ان کو ان کے دین، جملہ انعامات الہیہ، من اور سلوئی اور ان پر خاص وقت میں سایہ ابر ہوا تھا۔ ان سب کی قسم دی اور کہا: ”تم میرے بارے میں کیا جانتے ہو؟“ انہوں نے جواب دیا: ”خدا شاہد ہے میں جانتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جملہ اہل کتاب واقف ہیں چونکہ توریت میں واضح طور پر آپ کے اوصاف مذکور ہیں مگر میرے ہم مذہب حسد اور عصبیت کی بنا پر انکار کرتے ہیں۔“ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر سوال کیا: ”تم کو اقرار اور اعتراف سے کس چیز نے روک رکھا ہے؟“ انہوں نے عرض کیا: ”میں اپنی قوم کے خلاف کرنا پسند نہیں کرتا۔ میرا خیال ہے عنقریب یہ لوگ دعوت اسلام قبول کر لیں گے اس وقت میں بھی اسلام لے آؤں گا۔“

﴿ابن سعد﴾

کلمہ پڑھنے پر مغفرت:

حضرت ابی صخر عقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے ایک بدوی عرب نے بیان کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزرا اس یہودی کے پاس سے ہوا جو ایک بستر پر توریت رکھے بیمار لڑکے کے آگے پڑھ رہا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ”میں تجھ کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ پر توریت نازل فرمائی، کیا تو اس توریت میں میرا اور میرے مقام ہجرت کا ذکر پاتا ہے؟“

اس یہودی نے اپنے سر کے اشارے سے کہا: نہیں۔ مگر اس کے بیٹے نے کہا: ”میں اس ذات کو گواہ بنا کر کہتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ پر توریت نازل کی کہ توریت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ہجرت کا بیان موجود ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپ

یقیناً اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔“

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا:

”اس یہودی کو اس کے ساتھی کے پاس سے علیحدہ کر دو۔“

اس کے بعد وہ جوان فوت ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

﴿نبیہتی﴾ نے اسی حدیث کی مانند حضرت انس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

﴿احمد، ابن سعد﴾

یہودی عالم کی تصدیق:

حضرت کلبی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ قریش مکہ نے نصر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط وغیرہ کو مدینہ کے یہودیوں کے پاس بھیجا کہ وہ محمد ﷺ کے بارے میں دریافت کریں تو یہ لوگ مدینہ میں آئے اور کہا کہ ہمیں ایک معاملہ درپیش ہے۔ وہ یہ کہ ہم لوگوں میں ایک شخص یتیم وحقیر ہونے کے باوجود بہت بڑا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ کہتا میں کہ میں رحمن کا رسول ہوں۔ یہودیوں نے کہا: ”ہمیں اس کے اوصاف سے آگاہ کرو۔“ تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اوصاف بیان کیے۔

﴿یہودیوں نے پوچھا: ”کون لوگ اس کا اتباع کر رہے ہیں؟“﴾

﴿انہوں نے جواب دیا: ”ادنیٰ لوگ اس کی پیروی کر رہے ہیں۔“﴾

اس جواب کو سن کر یہودیوں کا پیشوا ہنسا اور اس نے کہا:

”یہ وہی نبی ہے جس کا وصف ہماری کتابوں میں موجود ہے کہ اس کی اپنی قوم عداوت میں دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ شدید ہوگی۔“

﴿ابن سعد﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ذمہ ایک یہودی کے کچھ دینار تھے۔ یہودی نے حضور نبی کریم ﷺ سے تقاضا کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا: ”اس وقت تو میرے پاس کچھ موجود نہیں ہے جو میں تم کو ادا کروں۔“ یہ جواب سن کر یہودی نے کہا: ”اے محمد (ﷺ)! میں آپ کے پاس سے ہرگز نہ ٹلوں گا جب تک کہ اپنا مطالبہ نہ لے لوں۔“ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہارے پاس بیٹھا رہوں گا۔“ اور حضور نبی کریم ﷺ اس کے پاس بیٹھ گئے۔ اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں پڑھیں۔ اس دوران میں حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام اس یہودی کو دھمکاتے رہے پھر صحابہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا:

”یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ یہودی آپ کو یونہی روکے رکھے گا؟“

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”مجھ کو میرے رب نے معاہدہ اور غیر معاہدہ پر ظلم کرنے سے منع فرمایا ہے۔“ پھر ایک پہر دن گزرنے کے بعد یہودی مسلمان ہو گیا اور اس نے کہا کہ ”میرا آدھا مال

خدا کی راہ میں ہے۔ اب میں عرض کرتا ہوں کہ میرا یہ رویہ آپ ﷺ کے ساتھ صرف اس وجہ سے تھا کہ آپ ﷺ کے ان اوصاف کو جو تورات میں مذکور ہیں آزمائش کر سکوں۔ تورات میں ہے کہ حضرت محمد ﷺ بن عبد اللہ کی جائے ولادت مکہ اور مقام ہجرت مدینہ اور ان کا ملک شام ہے، نہ وہ بدخلق ہوں گے، نہ سخت مزاج اور نہ بازاروں میں آوازیں کسنے والے اور نہ فحش کردار اور نہ بے حیا۔“

﴿حاکم، بیہقی، ابن عساکر﴾

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے اسے حسن کہا ہے۔ انہوں نے کہا: ”توریت میں حضور نبی کریم ﷺ کی صفت موجود ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ کے ساتھ دفن ہوں گے۔“

﴿ترمذی﴾

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ نجاشی شاہ حبشہ کے چند مصاحبین نے کہا: ”ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اس نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوں کیونکہ صحیفہ آسمانی میں ہم ان کے اوصاف پڑھ چکے ہیں۔“ لہذا وہ جو بیان حق غزوہ احد کے موقع پر آئے اور دین حق میں داخل ہوئے۔

﴿ابوالشیخ فی التفسیر﴾

تورات میں مدینہ کے نام:

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ”کتاب موسیٰ“ میں مدینہ طیبہ کو مخاطب کر کے فرمایا: ”اے طیبہ! اے طاہہ! اے مسکینہ! تو خزانوں کو قبول نہ کرنا، میں تیری سطح کو تمام بستیوں کی سطح پر رفعت و بلندی عطا کروں گا۔“

﴿زبیر بن بکار اخبار مدینہ﴾

بہ روایت قسم بن محمد رضی اللہ عنہ مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ تورات میں مدینہ طیبہ کے چالیس نام بیان کیے گئے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل خبریں

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے لوگوں نے پوچھا: ”آپ کو اسلام کی طرف متوجہ کرنے میں پہلے کون سا واقعہ محرک ہوا؟“ انہوں نے بتایا کہ میں یتیم تھا اور ”رام ہرمز“ میں سکونت تھی۔ میرا باپ ایک کسان تھا اور وہ ایک معلم کے پاس جا کر پڑھا کرتا تھا۔ میں نے مزید حصول علم و دانش کیلئے اس معلم کی صحبت و رہائش اختیار کر لی۔ میرا ایک بھائی مجھ سے الگ رہتا تھا اور میں کم سن اور بے سہارا تھا۔ معلم کی عادت تھی کہ جب اس کی مجلس درس سے شاگرد رخصت ہو جاتے تو وہ اپنے منہ پر کپڑا لپیٹ کر پہاڑ پر چڑھ جاتا تا کہ لوگ نہ جان سکیں کہ پہاڑی پر روزانہ جانے والا یہ استاد اور معلم ہے۔ ایک روز میں نے اس سے کہا: ”آپ روزانہ جہاں جاتے ہیں، وہاں مجھے لے کر نہیں جاتے۔“ انہوں

نے کہا: ”تم بچے ہو، اندیشہ ہے کہ دوسروں سے کہہ دو گے۔“ میں نے کہا: ”اس کا خوف نہ کیجئے ایسا نہیں ہو سکتا۔“ انہوں نے بتایا: ”اس پہاڑ پر ایک قوم رہتی ہے جس کی عبادت و تزکیہ کا ایک خاص طریقہ ہے۔ وہ لوگ اللہ اور آخرت کو یاد کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ ”ہم لوگ آتش پرست اور بت پرست ہیں۔ صبح راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔“ میں نے کہا: ”مجھ کو ان کی خدمت میں لے چلئے۔“ عالم استاد نے کہا: ”میں اللہ والوں سے اجازت لے لوں۔“

پھر عالم نے ان سے اجازت مانگی۔ انہوں نے اجازت دے دی اور میں عالم کے ساتھ روانہ ہو کر ان کے پاس پہنچا۔ وہ چھ یا سات آدمی تھے اور حالت ان کی یہ تھی کہ کثرت ریاضت و عبادت سے نیم جان تھے، دن میں روزہ اور رات میں قیام، غذا کیلئے درختوں کے پتے کھا لیتے تھے۔ ہم ان کے قریب ہی بیٹھ گئے۔ انہوں نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور کچھ انبیاء و سابقین علیہم السلام کا ذکر کیا حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ کے ذکر تک پہنچے۔

بتایا کہ اللہ نے انہیں بغیر مرد کے پیدا فرمایا اور خدا نے ان کو منصب رسالت عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مسیحا یعنی مردوں کو زندہ اور بیماروں کو شفا دینے والا بنایا مگر کچھ لوگوں نے ان کے معاملے میں کفر اور بعض نے پیروی اختیار کی۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے مخاطب کیا اور کہا:

”اے برخوردار! بے شک سب کا رب ایک ہے، سب کو آخرت درپیش ہے اور سب کا انجام طرفین سے کسی ایک طرف ہوگا۔ جنت کی طرف یا دوزخ کی جانب، جو لوگ آپ کی پرستش کرتے ہیں، لاریب وہ کفر و ضلالت میں مبتلا ہیں، ان سے ان کے اعمال کی بنا پر اللہ ہزار ہے اور وہ دین حق سے برگشتہ اور گم کردہ راہ ہیں۔“

پھر ہم لوٹ آئے۔ دوسرے دن پھر گئے۔ انہوں نے پھر خطاب کیا اور خوب اچھی طرح ہم کو سمجھایا چنانچہ میں اب مستقل ان کی خدمت میں رہنے لگا۔ مجھ کو ہمہ وقت حاضر پا کر انہوں نے مشفقانہ انداز اختیار کرتے ہوئے فرمایا:

”اے سلمان! تم ابھی بچے ہو، تم اتنا زہد و ریاضت نہ کر سکو گے لہذا جو میسر ہو کھاؤ پیو اور عبادت کر کے سو جایا کرو۔“

کچھ ہی عرصہ بعد بادشاہ کو خبر ہو گئی اور اس نے ان کو جلا وطنی کا حکم دے دیا۔ میں نے راہوں سے کہا: ”وطن چھوڑ تو سکتا ہوں پر آپ سے جدا نہیں ہو سکتا۔“ چنانچہ میں ان کے ہمراہ روانہ ہو گیا۔ سفر طے کر کے موصل پہنچے وہاں لوگوں نے ان کو گھیر لیا، اس کے بعد غار سے ایک شخص باہر آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ سب لوگ ادب و احترام کے جذبات کے ساتھ اس کے روبرو مودب تھے کہ اس نے میرے ساتھی راہوں سے سوال کیا: ”اب تک تم لوگ کہاں تھے؟“

انہوں نے سارے حالات بتائے۔ اس نے دریافت کیا: ”یہ بچہ کون ہے؟“ انہوں نے کہا میری خوب تعریف کی اور بتایا پوری طرح ہدایت لیتا اور عمل کرتا ہے۔

اس کے بعد اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا ذکر کیا اور حق تعالیٰ نے ان پر جو اکرام و انعام فرمائے ان کو بیان کیا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا۔ بعد ازاں سامعین کو نصیحت کی اور کہا: ”اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لائے ہیں اپنے لیے لازم کر لو، ان کی مخالفت نہ کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہاری مخالفت کرے گا۔“ اس کے بعد اس نے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا تو میں نے کہا:

”میں اب تم سے جدا نہیں ہوں گا۔“ اس نے جواب دیا: ”اے بچے! تم اتنی برداشت نہیں رکھتے کہ میرے ساتھ رہ سکو، میں اپنے اس غار سے علاوہ اتوار کے باہر نہیں آتا۔“ میں نے کہا: ”میں تم سے جدا نہیں ہوگا۔“ میری دوبارہ درخواست پر اس نے مجھے ساتھ لے لیا اور غار میں داخل ہو گیا۔ میں نے غار نشین راہب کو سوتے اور کھاتے پیتے نہیں دیکھا۔ وہ تمام وقت رکوع و سجود میں رہتا یہاں تک کہ دوسرا اتوار آ گیا پھر جب صبح ہوئی تو ہم نکلے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اس کے بعد حسب سابق اس نے لوگوں سے خطاب کیا پھر وہ اپنے غار میں چلا گیا اور میں بھی اس کے ہی چلا گیا جب تک خدا نے چاہا اس کے ساتھ رہا۔ وہ ہر اتوار کو نکلتا، لوگوں کا اجتماع ہوتا پھر وہ ان کو وعظ و نصیحت کرتا، ایک اتوار وہ نکلا اور معمول کے مطابق تقریر کر کے اس نے کہا:

”اے لوگو! میری عمر بہت ہو گئی ہے اور میری ہڈیاں گھل گئی ہیں، میرا وقت قریب ہے ایک

عرصہ سے میں بیت المقدس کی حاضری کا ارادہ کر رہا ہوں، مجھے وہاں جانا ضروری ہے۔“

✽ میں نے کہا: ”میں تم سے جدا نہیں ہوں گا۔“ چنانچہ ایک روز ہم دونوں روانہ ہو گئے حتیٰ کہ بیت المقدس پہنچ گئے اور وہاں پہنچ کر عبادت میں مشغول ہو گیا۔ وہ مجھ سے اکثر باتیں کرتا کبھی کہتا:

”اے سلمان! اللہ تعالیٰ عنقریب ایک رسول کو مبعوث فرمائے گا جس کا نام احمد ہے وہ

تہامہ سے ظاہر ہوگا اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ ”ہدیہ“ قبول کرے گا مگر صدقہ نہیں کھائے

گا۔ دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ یاد رکھو اس کا ظہور بہت نزدیک ہے

لیکن میں بہت ہی معمر اور ضعیف ہو گیا ہوں، اس لیے خیال ہے کہ اس عہد سعادت کو نہ

پاسکوں گا تم پاؤ تو ان کی تصدیق کرنا اور ان کی اتباع کرنا۔“

میں نے سوال کیا: ”اگر وہ اس دین کو، جس کی تعلیم و تربیت آپ نے دی ہے، ترک کرنے کا حکم

دے؟“ اس نے کہا: ”ہاں اگرچہ تمہیں اس کا بھی حکم دے۔“

اس کے بعد وہ بیت المقدس کے عبادت خانے سے باہر آیا۔ اس کے دروازے پر ایک مجبور ولا

چار شخص بیٹھا تھا۔ راہب نے اس سے کہا: ”مجھے اپنا ہاتھ دے۔“ پھر اس نے ہاتھ پکڑ کر کہا: ”قُمْ بِسْمِ

اللہ“ یعنی اللہ کے نام سے کھڑا ہو جا تو وہ کھڑا ہو گیا گویا کہ اسے رسیوں سے باندھ رکھا ہو پھر اس نے اس

کا ہاتھ چھوڑ دیا اور وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ ہر طرف سے بے پروا اور کسی طرف توجہ کیے بغیر آگے

بڑھتا گیا۔ اس معذور ولا چار شخص نے مجھ سے کہا: ”اے لڑکے! مجھ پر میرے کپڑے ڈال دے تاکہ میں

چلا جاؤں۔“ میں نے اس پر کپڑے ڈال دیئے۔ اس کے بعد میں تلاش راہب میں، اس کے نقوش قدم پر روانہ ہوا جب بھی میں لوگوں سے اس بارے میں پوچھتا تو وہ جواب دیتے کہ تیرے آگے جا رہا ہے۔ ایک مقام پر بنی کلب کے سوار مجھے ملے۔ میں نے راہب کے بارے میں ان سے پوچھا۔ انہوں نے میرے طرز گفتگو سے جو بھی سمجھا ہو بہر حال ایک اونٹ پر اپنے پیچھے مجھے بٹھالیا اور اپنے علاقہ میں لے آئے۔ پھر ایک انصاری خاتون نے مجھے خرید لیا اور اپنے باغ کی نگہداشت پر مقرر کر دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے۔ اس کی خبر جب مجھے ہوئی تو میں نے باغ سے کچھ کھجوریں لیں اور بارگاہ نبوت میں حاضر ہو گیا۔ بہت لوگ موجود تھے۔ میں نے کھجوریں حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے رکھ دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ کیسی ہیں؟“ میں نے عرض کیا: ”صدقہ ہے۔“ آپ ﷺ نے حاضرین سے کہا: ”کھاؤ۔“ مگر خود نہ کھایا۔

کچھ دیر وہاں قیام کے بعد میں آیا اور میں نے باغ سے پھر کھجوریں لیں اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچا۔ اصحاب رسول ﷺ موجود تھے۔ میں نے وہ کھجوریں جن کو ساتھ لے کر گیا تھا، حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے رکھ دیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”یہ کیسی ہیں؟“ میں نے عرض کیا: ”یہ ہدیہ ہے۔“ پس حضور نبی کریم ﷺ بھی بسم اللہ پڑھ کر کھائیں اور صحابہ نے بھی کھائیں۔ آپ کے طرز عمل کو دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ نبی موعود کی نشانیوں میں سے ہے۔

اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کی جانب راست و چپ اور پھر پشت مبارک کی طرف آ گیا۔ آپ میرا مطلب سمجھ گئے۔ جسم پر سے کپڑا ہٹایا تو مہر نبوت شانوں کے درمیان موجود تھی۔ میں آ کر حضور نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھ گیا اور صدق دل کے ساتھ کہا:

اشھد ان لا الہ الا اللہ و انک رسول اللہ.

﴿حاکم، بیہقی﴾

حضرت سلمان فارسی کے ایمان لانے کا واقعہ

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت سلمان فارسی ؓ نے بیان کیا کہ میں ایرانی النسل تھا اور میرا باپ ایک کاشت کار تھا جو مجھ پر بڑا مہربان اور شفیق تھا حتیٰ کہ گھر سے باہر نہ نکلنے دیتا۔ وہ مذہباً آتش پرست اور عقائد میں شدید اور غلو کرنے والا۔ میں اس کے آتش خانے کا محافظ اور منتظم تھا۔ میں دوسرے لوگوں سے مذہبی نظریات اور رسوم سے بیگانہ محض تھا اس سلسلہ میں مجھے بس اسی قدر معلوم تھا جو کچھ میں نے اپنے ماحول سے حاصل کیا تھا۔ میرے باپ کی زمین پر کچھ کارندے مقرر تھے۔ ایک روز باپ نے بلا کر کہا:

”میرے بیٹے! مجھے اس زمین کا فکر لاحق ہے۔ اس کی دیکھ بھال کی ضرورت ہے، تم کھیتوں

پر جا کر کارندوں سے یہ اور یہ کہہ دینا مگر وہاں ٹھہر نہ جانا کیونکہ تمہارے ٹھہر جانے سے سارا کام درہم برہم ہو جائے گا۔“ میں کہنے کے مطابق چل پڑا۔ راستہ میں عیسائیوں کے ایک معبد پر گزر رہا۔ اندر سے آوازیں آرہی تھیں۔ میں نے لوگوں سے پوچھا: ”یہ عمارت کیسی اور اس میں کون لوگ رہتے ہیں؟“ لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ عیسائیوں کا کینیہ ہے اور اندر لوگ عبادت میں مصروف ہیں۔ یہ اس کی آوازیں ہیں جو تم سن رہے ہو۔ میں ان کو اور ان کے طرز عبادت کو دیکھنے کے لیے اندر چلا گیا۔ مجھے ان کا طرز عبادت دیکھ کر اس قدر حیرانی ہوئی کہ میں ان کے پاس ہی بیٹھا رہا۔ ان کے پاس سے ہٹنے کو دل نہ چاہا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ میں رات کے وقت جب گھر واپس آیا تو لوگ مجھے تلاش کرنے روانہ چکے تھے۔ مجھے دیکھ کر والد نے کہا کہ تم کہاں رہ گئے تھے؟ کیا میں نے تم کو جلدی واپس آنے کی تاکید نہیں کی تھی؟ میں نے کہا: ”ابا جان! میرا گزرا ایسے لوگوں پر ہوا جن کو لوگ عیسائی کہتے ہیں، مجھے ان کی عبادت اور دعا بھلی معلوم ہوئی۔ میں اس خیال سے بیٹھ گیا کہ دیکھوں وہ کیا کرتے ہیں۔“ میرے والد نے جواب دیا: ”اے میرے بیٹے! تیرا دین اور تیرے آباء و اجداد کا دین ان سے بہتر ہے۔“ میں نے باپ سے عرض کیا:

”واللہ! ہم لوگوں کا دین ان لوگوں کے دین سے جو اللہ کی عبادت کرتے، اس کی پرستش کرتے اور اس کے لیے عبادت کرتے ہیں، بہتر نہیں ہے۔ ہم لوگ آگ کو پوجتے ہیں جس کو خود ہم روشن کرتے ہیں۔ اگر ہم روشن کرنا چھوڑ دیں تو وہ خاکستر ہو جائے۔“

یہ جواب سن کر میرے باپ کو اندیشہ ہوا۔ لہذا اس نے پیروں میں بیڑیاں ڈال کر مجھے اپنے گھر میں قید کر دیا۔ اس کے بعد میں نے ان نصرانیوں کے پاس ایک شخص کو بھیجا اور ان سے پوچھا: ”تمہارے دین کے اصول کہاں ملیں گے؟“ انہوں نے بتایا کہ ملک شام میں ہیں۔ میں نے پیغام دیا: ”آپ حضرات میں سے کوئی صاحب وہاں جانے والے ہوں تو مجھے خبر کر دیں۔“

کچھ عرصہ بعد چند عیسائی تاجر آئے تو انہوں نے مجھے اطلاع کرا دی۔ میں نے کہلوادیا کہ تاجر اپنے کاروبار سے فارغ ہو کر جب واپسی کا ارادہ کریں تو مجھ اس موقع پر خبر کرا دیں لہذا جب وہ اپنی مصروفیات ختم کر کے واپس ہونے لگے تو مقامی عیسائیوں نے مجھے خبر دی۔ میں نے پیروں سے بیڑیاں نکال دیں اور ان کے ساتھ ہو کر ملک شام پہنچ گیا اور نصرانی مذہب کے سب سے بڑے اسقف (پادری) کے بارے میں دریافت کیا۔ لوگوں نے بتایا: ”کینیہ کا منتظم ایک اسقف ہے۔“ میں اس کے پاس گیا اور میں نے اس سے عرض کی: ”میری خواہش ہے کہ میں تمہارے کینیہ میں رہوں اور اللہ کی عبادت کروں اور تم سے اچھی اچھی باتیں سیکھوں۔“ اس نے اجازت دے دی اور میں اس کے پاس رہنے لگا۔ وہ ایک بڑا شخص تھا۔ میں نے دیکھا وہ لوگوں کو صدقات کی تلقین کرتا جب لوگ صدقات لے کر اس کے پاس آتے تو وہ خزانے میں رکھ دیتا اور جن مسکینوں کے نام پر یہ حاصل کیے تھے انہیں محروم رکھتا۔ مجھے یہ صورت حال دیکھ کر اس سے نفرت ہو گئی مگر وہ زیادہ عرصہ زندہ نہ رہا اور مر گیا جب لوگ اس کے دفن کے لیے

آئے تو میں نے ان سے کہا: ”یہ بد طینت شخص تھا تم لوگوں کو تو صدقہ کرنے کا حکم دیتا تھا اور اس کے لیے تمہیں شوق دلاتا تھا اور جب تم صدقات اکٹھا کر کے اس کے پاس لاتے تھے تو یہ ان کو جمع کر لیتا تھا اور غرباء و مساکین کو کچھ نہ دیتا تھا۔“ لوگوں نے کہا: ”اس کا ثبوت کیا ہے؟“ میں نے کہا: ”میں ابھی اس کا اندوختہ نکال کر آپ کے روبرو رکھتا ہوں۔“

انہوں نے کہا: ”اچھا لاؤ!“ میں گیا اور سات مٹکے سونے اور چاندی سے لبریز ان کے سامنے لا کر رکھ دیئے جب لوگوں نے یہ دیکھا تو کہنے لگے: ”ہم اسے ہرگز دفن نہ کریں گے۔“ اس کے بعد انہوں نے اسے سولی پر لٹکایا اور سنگسار کر دیا۔

اس کے بعد وہ ایک اور شخص کو لے کر آئے جو ان کے خیال میں ایک قابل اور ایماندار شخص تھا اور اس کے منصب پر مقرر کر دیا۔ میں نے کبھی آج تک نہ اپنوں میں اور نہ غیروں میں غرض کسی شخص کو اس شخص کی طرح زاہد اور شب زندہ دار نہیں دیکھا تھا۔ اس کے رات دن عبادت میں گزرے تھے۔ میں نہیں جانتا کہ کبھی میں نے اس سے بھی زیادہ کسی سے محبت کی ہو۔ بہر حال میں اس کے ساتھ رہا۔

یہاں تک کہ اس کی وفات کا وقت قریب آ گیا۔ اس وقت میں نے ان سے کہا: ”اے جناب! اب آپ کا وقت آخر ہے اور جو امر الہی میں ہے اسے آپ دیکھ رہے ہیں۔ قسم سے کہتا ہوں کہ میرے لیے آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا۔ براہ مہربانی مجھے کچھ حکم دیجئے اور کسی کی طرف میری رہنمائی کیجئے۔“ اس نے کہا: ”اے بیٹے! میں اور تو کسی کو نہیں جانتا البتہ ایک شخص موصل میں ہے تم اس کے پاس چلے جاؤ یقیناً تم اس کو میری طرح پاؤ گے۔“ پھر جب وہ فوت ہو گیا تو میں موصل پہنچا اور اس شخص کے پاس گیا۔ میں نے اس کو ریاضت و عبادت اور ترک دنیا اور زہد میں اسی طرح پایا۔

میں نے اس عابد کو بتایا کہ شام کے اسقف نے مرتے وقت مجھ کو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی وصیت کی ہے لہذا میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں اور آپ کا فیض صحبت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا: ”اے بیٹے شوق سے رہو۔“ میں مقیم ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس کی وفات کا وقت بھی قریب آ گیا۔ میں نے اس سے کہا: ”میں وصیت کے مطابق آپ کے پاس آیا تھا اور اب آپ کی حالت بھی حکم خداوندی کے انتظار میں ہے لہذا آپ کسی کی طرف میری رہنمائی فرمائیں۔“

اس نے کہا: ”اے بیٹے! خدا کی قسم میں نہیں جانتا البتہ صرف ایک شخص نصیبین میں ہے وہ ہمارے ہی دین و مسلک پر ہے۔ تم اس کے پاس چلے جاؤ۔“

امید ہے تم اس کی صحبت میں رہ کر اپنا مقصد ضرور حاصل کر لو گے۔“ اس کو دفن کرنے کے بعد میں نصیبین میں اس شخص کے پاس پہنچا اور بتایا کہ فلاں نے فلاں کی طرف رہنمائی کی تھی اور انہوں نے اب آپ کے پاس بھیجا ہے۔ تو اس نے کہا: ”اے صاحبزادے تم رہو۔“ پھر میں اس کے پاس سابقہ طور پر شب دراز رہنے لگا۔ یہاں تک کہ اس کی وفات کا وقت بھی نزدیک پہنچا۔

میں نے ان سے کہا: ”اب آپ کے لیے بھی خدا کا حکم آ گیا ہے۔ آپ محسوس کر رہے ہیں فلاں

شخص نے مجھے فلاں کے پاس جانے کا مشورہ دیا اور پھر اس نے آپ کی خدمت میں بھیجا۔ اب آپ کس طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ میں کہاں جاؤں؟“ اس نے جواب دیا:

”اے برخوردار! میں کسی بھی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو ہمارے طریقے پر ہو مگر روم میں شہر عموریہ کے اندر ایک شخص ہے تم اس کے پاس جا سکتے ہو۔ یقیناً تم اس کو اسی طریقہ و مسلک پر پاؤ گے جس پر ہم ہیں۔“ پھر جب ہم اسے دفن کر چکے تو میں سفر پر چل دیا اور زاہد عموریہ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے پہلے راہبوں کی مانند پایا اور اس کے پاس رہنے لگا۔

میں نے محنت اور مزدوری بھی شروع کر دی جس کے نتیجے میں میرے پاس کثیر بکریاں اور گائیں ہو گئیں۔ حکم ایزدی پھر ایک عرصہ بعد زاہد عموریہ کا بھی وقت آ گیا تو میں نے اسے کہا:

”اے میرے میزباں! مجھے زاہد شام نے زاہد موصل کی طرف اور اس نے نصیبین کی طرف اور عابد نصیبین نے پھر آپ کی خدمت میں بھیج دیا تھا۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے لیے بھی خدا کا حکم آچکا ہے جسے آپ دیکھ رہے ہیں کیا آئندہ کے لیے آپ کچھ وصیت فرمائیں گے؟“ اس نے ہمدردانہ لہجے میں کہا: ”اے بیٹے! خدا گواہ ہے میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو ہمارے طریقے پر ہو، اس لیے میں کس طرف تمہاری رہنمائی کر سکتا ہوں؟ البتہ اس نبی کا زمانہ قریب ہے جو مکہ میں پیدا ہوگا اور اس کی ہجرت کا مقام دو پتھر ملی زمینوں کے درمیان ایک شور زمین میں ہوگا جہاں کھجوروں کے درخت ہوں گے۔ اس نبی کی نشانیاں واضح ہوں گی۔ اس کے شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ وہ ہدیہ تو قبول کرے گا مگر صدقہ نہ لے گا اگر تم تلاش حق کا جذبہ رکھتے ہو تو اس علاقہ کی طرف چلے جاؤ اس لیے کہ اس کے ظہور کا زمانہ قریب ہے۔“

پھر جب اس کو دفن کر چکے تو میں چل کھڑا ہوا۔ دوران سفر مجھے سوداگران بنی کلب کا ایک قافلہ ملا۔ میں نے ان سے کہا: ”تم مجھے اپنی سواری پر سرزمین عرب لے جاؤ۔ اس کے معاوضہ میں تم کو اپنی بکریاں اور گائیں دے دوں گا۔“ انہوں نے کہا: ”ٹھیک ہے۔“ تو میں نے وہ سب جانور ان کو دے دیئے اور وہ مجھ کو سوار کر کے وادی حجاز لے آئے۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے مجھ پر ظلم و تشدد کیا اور وادی لقریٰ کے ایک یہودی کے ہاتھ مجھے فروخت کر دیا۔ یہاں پہنچ کر جب میں نے کھجور کے درختوں کو دیکھا تو مجھے امید ہوئی کہ شاید یہ وہی شہر ہو جس کی بشارت پیشوائے عموریہ نے دی تھی مگر یہ بات تحقیق طلب تھی۔

یہاں تک کہ بنی قریظہ کے یہودیوں میں سے ایک شخص وادی القریٰ آیا تو اس نے میرے اس مالک سے مجھے خرید لیا اور اپنے قبیلہ میں مدینہ طیبہ لے آیا۔ میں نے اس شہر کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور اپنے یہودی آقا کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگا اور رسول اللہ ﷺ مکہ میں نبوت کا اعلان فرما چکے تھے۔ وہ لوگ حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں کچھ نہ بتاتے تھے اور میں اسی طرح غلامی میں زندگی گزار رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ قبا تشریف لائے اور میں اپنے آقا کے باغ میں کام کر رہا تھا کہ یہودی آقا کا چچا زاد بھائی آیا اور کہا: ”اے فلاں! اللہ تعالیٰ بنی قبیلہ کو ہلاک کرنے یہ سارے لوگ اس وقت قبا میں مکہ کے مسافر کو پاس جمع ہو رہے ہیں جو آج ہی آیا ہے ان لوگوں کو وہم ہوا ہے کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔“

یہ سنتے ہی میرے جسم پر لرزش طاری ہو گئی۔ جس کی وجہ سے مجھے گمان ہوا کہ اپنے قریب کھڑے ہوئے مالک پر گر پڑوں گا۔ میں اوپر سے یہ کہتا ہوا نیچے اتر آیا: ”یہ ایک عجیب خبر ہے جسے میں سن رہا ہوں۔“ مالک نے میری یہ حالت دیکھ کر ایک طمانچہ میرے رسید کیا اور کہا: ”کام سے کام رکھ۔“ اس کے جواب میں میں نے کہا:

”اس میں حرج ہی کیا ہے کہ جو خبر ہم سن رہے ہیں اس کے بارے میں تحقیق کر لیں۔“ یہ کہہ کر میں باغ سے نکل آیا۔ راہ میں شہر کی ایک عورت ملی۔ میں نے اس سے دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ اس کے گھر کے تمام لوگ مسلمان ہو گئے ہیں۔ پھر اسی عورت نے بارگاہ رسالت ﷺ تک میری رسائی کی۔ میں جس وقت حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت مبارک میں پہنچا اس وقت شام ہو گئی تھی اور میرے ساتھ صدقہ کا کھانا موجود تھا۔

حضور نبی کریم ﷺ قبا ہی میں تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کیا: ”مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ایک مرد صالح ہیں اور آپ کے ساتھ کچھ غریب صحابہ ہیں۔ میرے پاس تھوڑا سا صدقہ کا کھانا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ آبادی میں آپ زیادہ حقدار ہیں لہذا یہ کھانا حاضر ہے، تناول فرمائیے۔“

رسول اللہ ﷺ نے جب یہ سنا تو اپنا دست مبارک کھینچ لیا اور صحابہ سے فرمایا: ”تم کھاؤ۔“ میں نے سوچا یہی وہ خصوصیت ہے جس کا ذکر عابد عموریہ نے آپ کی نشانی کے بطور کیا تھا۔ اس کے بعد میں لوٹ آیا اور حضور نبی کریم ﷺ قبا سے مدینہ طیبہ آ گئے۔ پھر جو کچھ موجود تھا میں نے اکٹھا کیا اور ساتھ لے کر دربار رسول اللہ ﷺ میں دوبارہ حاضر ہوا اور کہا:

”میں نے دیکھا ہے کہ آپ صدقہ کا مال نہیں کھاتے ہیں، یہ میری طرف سے ہدیہ اور تحفہ ہے، صدقہ نہیں ہے۔“

میری بات سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے خود بھی کھایا اور صحابہ کو بھی دیا۔ میں نے خیال کیا یہ وہ دونوں خوبیاں ہیں جو مجھے بتائی گئی ہیں۔

اس کے بعد میں پھر دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ ﷺ ایک جنازہ کے ہمراہ جا رہے تھے۔ آپ ﷺ کے جسم اقدس پر صوف کی چادر تھی اور آپ ﷺ صحابہ کے جھرمٹ میں تھے۔ میں حضور نبی کریم ﷺ کے گرد چکر لگانے لگا تاکہ میں آپ کے پشت مبارک پر مہر نبوت کی زیارت کر سکوں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے اس حال اور جستجو میں دیکھا تو سمجھ گئے اور حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے پشت مبارک سے چادر اٹھا دی تو میں نے آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی جس کو میرے ساتھی راہب نے علامت نبوت کے طور پر بیان کیا تھا۔ پس میں نے اسے بوسہ دیا اور پھر مجھ پر گریہ طاری ہو گیا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اے سلمان (رضی اللہ عنہ)! پیچھے سے آگے آ جاؤ۔“ تو میں سامنے آ کر حضور نبی کریم ﷺ کے روبرو بیٹھ گیا اور صحابہ کرام نے حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں جو

نشانیوں کتب سماوی میں بیان کی گئی ہیں وہ میری زبانی سنیں۔ جب میں ان کے بیان سے فارغ ہوا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اے سلمان (رضی اللہ عنہ)! مکاتب ہو جاؤ۔“ لہذا میں اپنے مالک سے کھجور کے تین سو درختوں اور چالیس اوقیہ (چاندی) پر مکاتب ہو گیا۔

صحابہ کرام نے درختوں کی فراہمی میں میری مدد کی۔ کسی نے تمس، کسی نے بیس اور کسی نے دس پودے دیئے۔ ہر ایک نے مقدور بھر تعاون کیا۔ پھر مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ان پودوں کو لگانے کے لیے گڑھے کھودنے کے لیے فرمایا اور کہا: ”جب تم گڑھے کھود لو تو مجھے بلا لیتا“ میں ان کو اپنے ہاتھ سے لگاؤں گا۔“ میں نے گڑھے کھودنے شروع کر دیئے۔

اس مرحلہ پر صحابہ نے بھی میری مدد کی۔ وہ جہاں جہاں نشانات لگاتے، میں وہاں گڑھے کھودتا جب کھدائی کا یہ کام ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے چنانچہ ہم لوگ حضور نبی کریم ﷺ کو پودے اٹھا کر دیتے اور حضور نبی کریم ﷺ اپنے دست مبارک سے ان کو لگاتے اور مٹی کو درست کرتے۔

قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور نبی کریم ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کوئی ایک پودا بھی تو خشک نہیں ہوا۔ اب میرے ذمہ درہم رہ گئے تھے۔ تو ایک شخص کسی کان سے انڈے کے برابر سونے کی ڈلی لایا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

”اے سلمان (رضی اللہ عنہ)! اس ڈلی کو تم لے لو اور اس کے ذریعہ تم اپنی مکاتبت کا جتنا حصہ ہے ادا کرو۔“ میں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! اس قدر چھوٹی ڈلی سے میرا قرضہ کس طرح ادا ہوگا؟“ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اسی سے تمہارا قرضہ ادا کر دے گا۔“ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان، میں نے اس سونے سے یہووی کو مکاتبت کا چالیس اوقیہ ادا کر دیا اور اتنی ہی مقدار میں سونا میرے پاس باقی بچ گیا۔

﴿ابن سعد، بیہقی، ابونعیم، ابن اسحاق﴾

ابی سلمہ بن عبدالرحمن (رضی اللہ عنہ)، حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ عنہ) سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ میں رام ہرمز میں پیدا ہوا۔ ہم عمر بچوں کے ساتھ بستی میں جانا ہوتا اس بستی کے قریب ایک پہاڑ ہے جس میں ایک غار تھا۔ ایک روز میں تنہا اس طرف چلا گیا۔ اتفاقاً اس جگہ ایک دراز قد شخص اونی لباس اور بالوں سے بنی چہل پہن دکھائی دیا۔ پھر اس نے مجھے اپنے پاس بلانے کے لیے اشارہ کیا۔ جب میں اس کے پاس گیا تو اس نے کہا: ”اے فرزند! تم حضرت عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) کو جانتے ہو؟“

میں نے جواب دیا: ”میں نہیں جانتا اور نہ میں نے یہ نام سنا ہے۔“ اس نے کہا: ”وہ اللہ کے رسول ہیں، اس لیے جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے گا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ ان کو الہ کی طرف سے پیغمبر سمجھتا ہے اور جو عنقریب رسول تشریف لانے والے ہیں ان کا نام ”احمد“ ہے اور جو ان رسول پر ایمان لائے گا تو اللہ تعالیٰ سے دنیا کے غموں سے نجات دے کر آخرت کی راحتوں اور اس کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا۔“ میں نے اس اجنبی کی باتوں میں سچائی کی حلاوت اور حقیقت کا

تور دیکھا جو اس کے لب گویا سے نمودار تھا۔ میرے دل کو اس کی باتیں لگیں، میرے ضمیر کو خوشی حاصل ہوئی۔ گویا یہ پہلا محسن تھا جس نے مجھے

”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَنْ عَيْسَىٰ بِنِ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَ مُحَمَّدٌ بَعْدَهُ رَسُولُ اللَّهِ وَ
الْبُعْثُ بَعْدَ الْمَوْتِ“

کی تعلیم دی۔ پھر اس نے مجھے نماز میں قیام کی تعلیم دی اور کہا: ”جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو قبلہ کی جانب منہ کرنا۔ اس وقت اگر تمہیں چاروں طرف سے آگ بھی گھیر لے تو اطمینان خاطر رکھنا اور اگر یہ حالت نماز فرض تمہارے والدین بھی بلائیں تو ہرگز ان کی طرف بھی توجہ نہ دینا۔ ہاں اگر اللہ کا رسول بلائے تو نماز فرض کو بھی قطع کر دینا کیونکہ اس کا بلانا اللہ کے حکم سے اور اللہ کے لیے ہوتا ہے۔“

اس کے بعد اس نے کہا کہ اگر تم محمد بن عبد اللہ (ﷺ) کو پاؤ جو تہامہ کے پہاڑی علاقے سے ظہور فرمائے گا، اس پر ایمان لانا اور ان کے حضور میرا سلام پیش کرنا۔“

میں نے کہا: ”ان کی کچھ علامتیں بیان فرمائیے۔“ تو انہوں نے کہا: ”ان کو نبی الرحمتہ محمد بن عبد اللہ (ﷺ) کہا جائے گا۔ وہ تہامہ کے پہاڑی علاقے سے ظہور کریں گے۔ وہ اونٹ، گھوڑے، خچر اور گدھے پر سواری کریں گے۔ آزاد اور غلام ان کے نزدیک برابر ہوں گے۔ ان کے دل میں انسان دوستی اور کرم ہوگا اور ان کے دونوں شانوں کے درمیانہ بیضہ کیوتر کے برابر ایک مہر ہوگی جس پر غیر مرئی حروف میں ”اللَّهُ وَ حُدَّهُ لَا شَرِيكَ لَهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ لکھا ہوگا اور نمایاں اور مرئی حروف میں ہوگا: ”تَوَجَّهْ حَيْثُ شِئْتَ فَإِنَّكَ الْمَنْصُورُ“ وہ ہدیہ قبول کریں گے اور صدقہ کو اپنی ذات کے لیے پسند نہ فرمائیں گے، ان کے اندر کسی کے لیے حسد و عناد نہ ہوگا، نہ وہ معاہدہ پر ظلم کریں گے اور نہ مسلمان پر۔“

﴿ابو نعیم﴾

حضرت شریح بن السمط (رضی اللہ عنہ)، حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: ”میں تلاش حق میں نکلا، اہل کتاب کے راہبوں سے ملا، وہ سب اس بات پر متفق تھے کہ یہی وہ زمانہ ہے کہ جس میں سرزمین عرب سے ایک نبی کا ظہور ہوگا۔ اس نبی کی بہت سی خصوصیتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے ایک یہ ہے کہ اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک بڑا سائل ہوگا جو مہر نبوت ہے۔“ میں (یہ اطلاع پا کر) سرزمین عرب پہنچ گیا۔ پھر نبی کریم (ﷺ) نے ظہور فرمایا اور جو کچھ راہبوں نے نشانیاں بتائی تھیں۔ وہ تمام نشانیاں آپ میں موجود تھیں اور مہر نبوت کو دیکھا تو میں نے گواہی دی کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَنْ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ۔

﴿طبرانی، ابو نعیم﴾

حضرت جناب بریدہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضرت سلمان (رضی اللہ عنہ) جس قدر کھجور کے درختوں کے عوض مکاتب ہوئے (حسب قرار داد سلمان و یہودی) درختوں کی پرورش اور بار آور ہونے تک ان کی تیاری کرنی تھی تو حضور نبی کریم (ﷺ) نے ازراہ عنایت درختوں کو زمین میں لگایا بجز

ایک پودے کے کہ اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لگا دیا مگر وہ تمام درخت اسی سال پھل لے آئے سوائے ایک درخت کے۔ یہ صورتحال دیکھی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ”اس درخت کو کس نے لگایا تھا؟“ صحابہ نے عرض کیا: ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے۔“ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اکھیڑ کر خود لگایا تو پھر وہ بھی اسی سال پھل لے آیا۔

﴿بیہقی، ابو نعیم﴾

حضرت ابو عثمان مہدی رضی اللہ عنہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ”میں اپنے مالک سے کھجور کے پانچ سو پودے لگانے پر مکاتب ہوا کہ جب وہ پھل لے آئیں تو میں آزاد ہو جاؤں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پودوں کو اپنے دست مبارک سے لگایا۔ بجز ایک پودے کے کہ جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے لگایا تھا تو وہ سب بار آور ہو گئے مگر اسی ایک درخت میں پھل نہ آیا۔“

﴿ابن سعد، ابو نعیم﴾

حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے انڈے کے برابر سونا دیا اور پھر انگشت شہادت کو انگوٹھے پر رکھ کر حلقہ بنایا جو درہم کے برابر بن گیا۔ انہوں نے کہا: ”اگر اس سونے کی ڈلی کو ایک پلہ میں رکھا جائے اور دوسرے میں کوہ احد تو یقیناً سونے کا پلہ وزنی رہے گا۔“

﴿حاکم، بیہقی﴾

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سونا عطا فرمایا اور کہا اس سے کتابت کا قرض ادا کرو۔ تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جتنا مجھے دینا ہے وہ اس سے کس طرح ادا ہوگا؟ یہ سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ڈلی کو اپنی زبان مبارک پر پھرایا اور مجھے دیتے ہوئے کہا: اسے لے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ اس سے تمہارا قرض ادا کر دے گا۔ میں اسے لے گیا اور وزن کر کے اس سے چالیس اوقیہ سونا ادا کر دیا۔“

﴿احمد، بیہقی﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت:

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا: مجھ سے اس شخص نے حدیث بیان کی جس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے سنا کہ مجھے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ملی کہ عموریہ کے راہب نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے اپنی وفات کے وقت کہا: ”تم ملک شام کے دو پہاڑوں میں جاؤ وہاں ایک شخص پہاڑ سے نکل کر دوسرے پہاڑ کی طرف سال میں ایک مرتبہ جاتا ہے اور اس کے روبرو بیمار پیش کیے جاتے ہیں وہ جس مریض کیلئے دعا کرتا ہے شفا یاب ہو جاتا ہے تم اس سے اس دین کے بارے پوچھنا جس کے بارے میں تم مجھ سے پوچھتے ہو۔“

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں روانہ ہو گیا اور ایک سال تک اس ہستی کے نکلنے کے انتظار میں ٹھہرا رہا حتیٰ کہ وہ اس خاص رات میں نکلا۔ میں نے اس کا شانہ پکڑ کر کہا: ”تم پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے، کیا حقیقت دین ابراہیم میں ہے؟“ اس نے جواب دیا: ”اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا زمانہ تم پاؤ گے جو اس

بیت اللہ سے ظہور فرما کر اس حرم میں ظاہر ہوگا اور ”دین حنیف“ کے ساتھ مبعوث ہوگا۔“ ایک مرتبہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سلمان! اگر تم سچ کہتے ہو تو تم نے یقیناً سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا ہے۔“ (حضرت سہیلی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس حدیث کی سند مقطوع ہے کیونکہ اس میں ایک راوی مجہول ہے۔)

﴿ابن سعد، ابن اسحاق، بیہقی، ابو نعیم﴾

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے روایت کیا کہ ہمیں حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے ہمارے شیوخ نے کہا کہ عرب میں ہم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رفعت کو جاننے والا کوئی نہیں کیونکہ ہماری رہائش یہودیوں کے ساتھ تھی۔ وہ اہل کتاب تھے اور ہم بت پرست۔ ہماری جانب سے جب ان کو کوئی گزند پہنچتی تو وہ ہماری تشبیہ کیلئے کہتے: ”جلد ہی ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے وہ ہمارا رہنما اور سردار ہوگا اور ہم تم کو ”عاد وارم“ کی طرح قتل کریں گے۔“ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس نبی موعود یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو ہم نے مانا اور اطاعت کی اور انہوں نے انکار کیا اور مخالفت کی۔ اللہ تعالیٰ نے اسی بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا

﴿سورہ البقرہ﴾

حضرت علی الازدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہودی یہ دعا مانگا کرتے تھے:

”اے خدا! ہمارے لیے اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما جو ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے۔“

﴿بیہقی، ابو نعیم﴾

بعثت سے قبل یہود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے التجاء کرتے تھے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ خیبر کے یہودی بنی غطفان سے دشمنی رکھتے تھے اور اہل خیبر شکست کھا جاتے تو وہ اس موقع پر ان الفاظ میں دعا کرتے: ”اے ہمارے خدا! ہم تجھ سے اس نبی موعود کے وسیلہ سے التجاء کرتے ہیں کہ جس کا نام احمد ہے اور زمانہ آخر میں ہماری رہنمائی کیلئے جس کے ظاہر فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے ہماری مدد کر۔“

اسکے بعد جب مقابلہ ہوتا تو یہودی غالب آتے اور غطفان شکست کھا جاتے لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ان ہی یہود نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ

﴿سورہ البقرہ﴾

ترجمہ: ”اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔“

کہتے تھے: ”اے خدا! ہمارے لیے اس نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرما جو ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے۔“

﴿حاکم، بیہقی﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ خیر کے یہودی بنی غطفان سے دشمنی رکھتے تھے اور اہل خیر شکست کھا جاتے تو وہ اس موقع پر ان الفاظ میں دعا کرتے: ”اے ہمارے خدا! ہم تجھ سے اس نبی موعود کے وسیلہ سے التجاء کرتے ہیں کہ جس کا نام احمد ہے اور زمانہ آخر میں ہمارے رہنمائی کیلئے جس کے ظاہر فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے ہماری مدد کر۔“ اس کے بعد جب مقابلہ ہوتا تو یہودی غالب آتے اور غطفان شکست کھا جاتے لیکن جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو ان ہی یہودیوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ کفر کیا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَ كَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ ﴿سورہ البقرہ﴾

ترجمہ: ”اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔“

﴿حاکم، بیہقی﴾

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ، حضرت از سلمہ بن سلامہ بن دقس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے درمیان ایک یہودی تھا وہ اپنی قوم عبدالاشہل کے پاس صبح کے وقت گیا اور اس نے مرنے کے بعد زندہ ہو کر اٹھنے اور قیامت قائم ہونے اور جنت و دوزخ اور حساب و میزان کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ حقیقت ان بت پرستوں کیلئے حیرت افزا ہے جو اس پر یقین نہیں کرتے۔ اس یہودی نے یہ بات حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل کہی تھی۔ یہ سن کر لوگوں نے کہا:

”اے شخص! تیرا بھلا ہو، یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ مرنے کے بعد اس گھر کی طرف اٹھائے جائیں گے جس میں جنت و دوزخ ہے اور ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا؟“ اس نے کہا: ”ہاں! قسم ہے اس ذات کی جس کے ساتھ قسم کھائی جاتی ہے، میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میرا حصہ اس آگ میں ہو جس کو تم اپنے گھروں کے صحنوں میں جلاتے ہو، تم اسے جلاؤ پھر تم مجھے اس روشن تنور میں ڈال کر اوپر سے اس کا منہ بند کر دو اور پھر میں اس کے عوض کل سزا کے دن آتش جہنم سے نجاست پاؤں۔“

لوگوں نے پوچھا: ”اس قول کی صحت پر تیرے پاس کوئی دلیل ہے؟“ اس نے مکہ اور یمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ”اس علاقے میں ایک نبی مبعوث ہوگا۔“ لوگوں نے پوچھا: ”تیرے خیال میں وہ نبی کب مبعوث ہوگا؟“ اس پر اس نے میری طرف دیکھا۔ میں اس وقت اپنے قبیلہ کے لوگوں میں سب سے کم عمر تھا۔

پس اس نے میری طرف اشارہ کر کے کہا: ”اگر اس نے اپنی عمر کو پورا کیا تو یہ اس نبی ﷺ کو پائے گا۔“ اس کے بعد زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا اور وہ یہودی ہمارے سامنے زندہ تھا۔ بحمد اللہ! ہم نے حضور نبی کریم ﷺ کی تصدیق کی اور ہم آپ ﷺ پر

ایمان لائے اور وہ یہودی بغاوت و حسد کا رویہ اختیار کرنے کے بعد انکار کرتا رہا اور جب ہم نے اس سے کہا: ”کیا تو وہ شخص نہیں ہے جو حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ اور یہ پیش گوئیاں ہم لوگوں سے کرتا تھا؟“ اس نے جواب دیا: ”یہ وہ نبی نہیں ہیں۔“

﴿ابن اسحاق، بخاری، احمد، مستدرک، حاکم، بیہقی، طبرانی، ابو نعیم﴾

اہل عرب نے طمع نبوت میں بچوں کا نام محمد رکھا:

خرائلی رحمۃ اللہ علیہ نے ”ہوائف“ میں خلیفہ بن عبدہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت محمد بن عدی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ”زمانہ جاہلیت میں تمہارے باپ نے تمہارا نام محمد کیسے رکھا؟“ انہوں نے جواب دیا: ”میں نے بھی اپنے والد سے یہی سوال کیا تھا تو میرے والد نے بتایا تھا کہ ہم بنو تمیم کے چار آدمی تھے۔ ایک میں دوسرے سفیان بن مجاشع بن دارم تیسرے یزید بن عمر بن ربیع اور چوتھے اسامہ بن مالک خندف۔ ہم چاروں سفر پر روانہ ہوئے جب ہم ملک شام پہنچے تو ایک تالاب پر جہاں سایہ دار درخت بھی تھے، اترے تو کچھ دیر کے بعد ایک شخص ہمارے پاس آیا اور اس نے کہا: ”تم کون لوگ ہو؟“ ہم نے جواب دیا: ”ہم قبیلہ مضر کے لوگ ہیں۔“

ہمارا جواب سن کر اس نے کہا: ”آگاہ ہو جاؤ، عنقریب تم لوگوں میں ایک نبی مبعوث ہوگا، لہذا بلاتا خیر اپنے علاقہ کو لوٹ جاؤ اور اس سے اپنا حصہ حاصل کرو اور ہدایت یاب بنو کیونکہ وہ خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہیں۔“ ہم نے پوچھا: ”اس کا نام کیا ہے؟“ انہوں نے بتایا: ”اس کا نام محمد ﷺ ہے۔“ سفر سے جب ہم واپس ہوئے تو ہم میں سے ہر ایک کے یہاں لڑکا پیدا ہوا اور چاروں نومولود بچوں کا نام محمد رکھا۔

﴿ابن اسحاق، بخاری، احمد، مستدرک، حاکم، بیہقی، طبرانی، ابو نعیم﴾

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ اہل عرب، اہل کتاب اور کاہنوں سے سنا کرتے تھے کہ عرب میں ایک نبی مبعوث ہوگا جس کا نام محمد ﷺ ہوگا۔ تو اہل عرب میں سے جس نے یہ بات سنی اس نے طمع نبوت کے سبب اپنے بچے کا نام محمد رکھ لیا۔

﴿ابن سعد﴾

ظہور نبوت پر شام میں زلزلہ:

مردان بن الحکم رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے حضرت ابوسفیان بن الحرب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ میں اور امیہ بن الصلت شام کی طرف روانہ ہوئے تو دوران سفر ہمارا گزر اس بستی میں ہوا جس کے باشندے نصاریٰ تھے جب ان کی نظر امیہ پر پڑی تو اس کا استقبال اور پذیرائی کی اور ساتھ لے جانے کی درخواست کی۔ امیہ نے مجھ سے کہا: اے ابوسفیان! میرے ہمراہ تم بھی چلو کیونکہ تم ایک ایسے شخص کے پاس جاؤ گے جو علوم نصرانیت کا علامہ اور بڑا فاضل ہے۔ میں نے کہا: میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا۔ تو امیہ چلا گیا پھر واپس آ کر اس نے کہا: جو بات میں تم سے کہوں گا کیا تم اسے پوشیدہ رکھو گے۔

میں نے کہا: ہاں، اس نے کہا مجھ سے ایک شخص نے جو علم تو ریت کا سب سے بڑا محقق ہے ایک اہم بات کہی ہے۔ وہ یہ کہ بلاشبہ ایک نبی مبعوث ہو گیا ہے۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ شاید وہ میں ہوں مگر اس نے بتایا کہ وہ تم میں سے نہیں ہے بلکہ وہ اہل مکہ میں سے ہے۔ میں نے پوچھا اس کا نسب کیا ہے؟ اس نے کہا وہ اپنی قوم کا منتخب شخص ہے اور اس کی یہ نشانی بیان کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ملک شام میں آٹھ زلزلے آئیں گے، اب ایک زلزلہ باقی ہے جس سے شام میں فساد و مصیبت داخل ہو جائے گی۔ پھر جب ہم واپس ہو کر مٹیہ پہنچے تو اچانک ایک سوار آتا ہوا ملا ہم نے پوچھا کہاں سے آرہے ہو؟ اس نے جواب دیا شام سے۔ ہم نے پوچھا وہاں کے متعلق کوئی نئی خبر تو نہیں؟ اس نے بتایا خبر یہ ہے کہ شام میں زلزلہ آیا ہے جس کے سبب ہر طرف آفت ہی آفت نظر آتی ہے۔

﴿بیہقی﴾

بخت نصر کا خواب اور حضرت دانیال علیہ السلام کی تعبیر:

حضرت کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بخت نصر نے بہت برا خواب دیکھا جس کے ڈر سے وہ لرز اٹھا مگر بیدار ہونے کے بعد خواب کو بھول گیا۔ اس نے کاہنوں اور جادوگروں کو بلایا اور اثرات خواب کو بیان کیا اور تعبیر چاہی۔ انہوں نے کہا خواب بیان کرو۔ بخت نصر نے کہا خواب تو یاد نہیں رہا۔ انہوں نے کہا جب تک خواب ہمارے سامنے نہ ہو، تعبیر کہاں سے ہوگی پھر اس نے حضرت دانیال علیہ السلام (نبی) کو بلایا اور سارے حالات بیان کیے۔ انہوں نے فرمایا:

”اے بخت نصر! تم نے خواب میں بہت بڑے بت کو دیکھا ہے جس کے پاؤں زمین میں ہیں اور سر آسمان میں، اس کے اوپر کا حصہ سونے کا ہے اور درمیانی حصہ چاندی کا اور اس کا نچلا دھڑتانے کا اور اس کی پنڈلیاں لوہے کی اور اس کے پاؤں کھنکھاتی مٹی کے ہیں۔ اس دوران کہ تم اس کو دیکھ کر اس کے حسن و جمال اور کاریگری پر حیرت کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پتھر پھینکا جو اس کے سر کے وسط پر گرا اور وہ از سر تا پار یزہ ریزہ ہو گیا۔

حتیٰ کہ اس کا سونا، چاندی، تانبہ، لوہا اور مٹی اس طرح آمیختہ ہو گئے اور تم نے خیال کیا کہ اگر روئے زمین کے تمام جن وانس مل کر بھی اس کے مخلوط اور آمیختہ اجزاء یا ذرات کو علیحدہ علیحدہ کرنا چاہیں تو عاجز رہیں اور اس بات پر قادر نہ ہوں کہ ان کو الگ کر دیں اور تم کو اس بات کا خطرہ درپیش تھا اور تم ڈر رہے تھے کہ اگر ہوا چلے گی تو اسے اڑالے جائے گی اور تم نے اس پتھر کو دیکھا جو اس پر مارا گیا تھا کہ وہ بڑھتا، پھلتا اور ہمہ گیر ہوتا جا رہا ہے یہاں تک کہ اس نے تمام روئے زمین پر گھیر لیا۔ اس وقت تمہیں اس پتھر اور آسمان کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔“

بخت نصر نے کہا: ”آپ نے سچ فرمایا: میں نے یہی خواب میں دیکھا ہے تو اب اس کی تعبیر کیا ہے؟“ پیغمبر حضرت دانیال علیہ السلام نے جواب دیا: ”بت تو وہ مختلف امتیں ہیں جو ابتداء، وسط اور آخر زمانوں سے متعلق ہیں اور وہ پتھر جس سے اس بت کو پاش پاش کیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا

دین ہے جس کے ذریعہ آخر زمانہ میں تمام امتوں کو ختم کیا جائے گا تاکہ اللہ تعالیٰ اس دین کو تمام ادیان پر غالب فرمادے۔ اس کیلئے اللہ تعالیٰ عرب سے نبی امی کو مبعوث فرمائے گا اور اس کے ذریعہ ساری امتوں اور تمام دینوں کو منسوخ کرے گا۔ جیسا کہ تم نے خواب میں دیکھا کہ سنگ گراں نے بت کے ہر حصہ کو پامال کر دیا ہے اور وہ دین تمام ادیان پر غالب ہوگا جس طرح کہ تم نے پتھر کو تمام روئے زمین پر غالب اور پوری اضا پر محیط دیکھا ہے۔

﴿ ابو نعیم ﴾

ظہور نبوت سے قبل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا:

حضرت عیسیٰ بن داب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم صحن کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور زید بن عمر بن طفیل بھی بیٹھا تھا اتنے میں امیہ بن ابی الصلت گزرا۔ اس نے کہا خبردار ہو جاؤ جس نبی کا ہم انتظار کر رہے تھے، وہ یا تو تم میں سے ہوگا یا فلسطین والوں میں سے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے پہلے کسی نبی کے انتظار کے بارے میں کچھ نہیں سنا تھا کہ وہ ظہور فرمانے یا مبعوث ہونے والا ہے۔ اس کے بعد میں ورقہ بن نوفل کے پاس گیا اور ان سے تمام واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ہاں اے بھتیجے! اہل کتاب اور علماء نے خبر دی ہے کہ نبی منتظر عرب کے بزرگ ترین خاندان میں پیدا ہوگا میں اس کے نسب سے واقف ہوں۔ میں نے کہا: اے چچا! وہ نبی کیا تعلیم کرے گا؟ ورقہ نے کہا ان کی تعلیم وہی ہوگی، جس کی ہدایت ان کو ہوگی نہ وہ خود ظلم کرے گا نہ ظالموں کو برداشت کرے گا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور فرمایا تو میں ان پر ایمان لایا اور تصدیق کی۔

﴿ ابن عساکر، تاریخ دمشق ﴾

راہب کی پیشین گوئی، نبی کے ظہور کا وقت آ گیا ہے:

حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد اور ورقہ بن نوفل دونوں دین کی جستجو میں نکلے اور وہ موصل میں ایک راہب کے پاس پہنچے۔ اس نے زید سے پوچھا: تم کہاں سے آرہے ہو؟ زید نے کہا: ”حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کردہ بیت اللہ سے۔“ اس نے کہا: ”کس چیز کے ارادہ اور تلاش میں نکلے ہو؟“ زید نے جواب دیا: ”سچے دین کی۔“ راہب نے کہا: ”لوٹ جاؤ، کیونکہ وقت آ گیا ہے کہ اس ذات گرامی کا ظہور ہو، جس کیلئے تم اپنی سر زمین سے دور سرگرم جستجو ہو۔“

﴿ طیبی، ابو نعیم ﴾

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن عمرو بن نفیل سے ملاقات کی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا: اے چچا! ”میں یہ کیا

دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری قوم تم سے دشمنی رکھتی ہے؟“ انہوں نے کہا ان کی یہ بات بغیر اس کینہ کے ہے جو مجھ میں ان کی طرف سے ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ میں نے ان کو گمراہی میں دیکھا تو دین حق کی جستجو میں گھر سے نکلا اور جزیرہ میں ایک بزرگ کے پاس پہنچا اور اس سے اپنے سفر اور آمد کا مقصد بیان کیا۔ اس نے پوچھا ”تم کن لوگوں سے ہو؟“

میں نے کہا اہل بیت اللہ سے۔ اس نے کہا بلاشبہ تمہارے شہر میں وہ نبی یا تو پیدا ہو چکا ہے یا ہونے والا ہے کیونکہ اس کا ستارہ طلوع ہو چکا ہے لہذا تم جاؤ اس کی تصدیق کرو اور ایمان لاؤ۔ میں یہ سن کر لوٹ آیا اور راہب کے قول کے بارے میں مجھے کچھ پتہ نہ چلا۔

﴿امام بغوی، معجم، طبرانی، حاکم﴾

ظہور نبوت سے قبل زید بن عمرو بن نفیل کا ایمان لانا:

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے حضرت زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے غار حراء کی طرف جاتے ہوئے ملے۔ اس زمانے میں ان کے اور ان کی قوم کے درمیان اس بات پر بحث تھی کہ انہوں نے پوری قوم کے عقیدہ اور عمل کے خلاف طرز فکر اختیار کر لیا تھا۔ ان کی بت پرستی سے بیزار ہو کر کنارہ کش ہو گئے تھے۔ اس ملاقات میں حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے کہا: ”اے عامر! میں نے قوم کی مخالفت اور ملت ابراہیمی کی پیروی شروع کر دی ہے۔ میں اس کی عبادت کرتا ہوں جس کی وہ عبادت کرتے تھے اور میں اس نبی کا منتظر ہوں جو حضرت اسماعیل رضی اللہ عنہ کی اولاد اور نسل عبدالمطلب سے ہوں گے۔ جن کا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ میں ان کا زمانہ نہ پاسکوں گا مگر میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور ان کی تصدیق کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے نبی ہیں اگر تمہاری زندگی وفا کرے اور ان کے عہد سعادت کو پاؤ تو میری طرف سے ان کو سلام عرض کرنا۔ اے دوست عامر! میں آنے والے نبی کی کچھ علامتیں بتاتا ہوں تاکہ وہ ذات گرامی تم پر پوشیدہ نہ رہ سکے اور بغیر کسی ادنیٰ تامل کے تم ان کو پہچان سکو۔

”وہ ہادی برحق میانہ قد ہوں گے، جسم پر بال زیادہ ہوں گے نہ کم، آنکھوں کا رنگ شریقی

ہوگا اور دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی، نام آپ کا احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔ یہ شہر ان

کی ولادت اور بعثت کا مقام ہے۔ بعد میں ان کی قوم ان کو جلاوطن اور خارج الدیار کر

دے گی اور وہ یثرب کو ہجرت کر جائیں گے پھر باطل، حق کے مقابل نہ ٹھہرے گا۔“

اے میرا زدار عامر متنبہ ہو جاؤ کہ ان کے ساتھ تم پر فریب طرز عمل مت اختیار کر بیٹھنا۔ تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں ”دین ابراہیمی“ کی تلاش میں ملکوں اور شہروں میں گھوما ہوں اور ہر ذی علم و نیک تہاد یہودی، نصرانی اور زرتشتی نے یہی بتایا کہ ”یہ دین تو تیرے پیچھے آ رہا ہے۔“ اور انہوں نے تقریباً بالا تفاق یہی علامتیں مجھے سکھائیں جن کو میں نے تم سے بیان کر دیا ہے اور وہ بتاتے تھے کہ بس اسی ایک نبی کا آنا باقی ہے۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے کہا جب میں نے حضرت زید بن عمرو رضی اللہ عنہ کے اس پورے واقعہ کو

حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے بیان کیا تو آپ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کیلئے رحمت کی دعا فرمائی اور کہا میں ان کو جنت میں دامن پھیلانے دیکھ رہا ہوں۔

﴿ابن سعد، ابو نعیم﴾

اکرام الخلاق نبی کا ظہور ہونے والا ہے:

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبدالرحمن بن زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں شام کے ایک راہب کے پاس گیا اور میں نے اس سے بت پرستی اور یہودیت و نصرانیت سے اپنی بیزاری کا ذکر کیا تو اس نے جواب میں کہا:

”اے مکہ کے بیٹے! تم دین ابراہیمی کا نظارہ چاہتے ہو، وہ تم کو کہیں بھی نظر نہ آئے گا، تم مکہ ہی کو لوٹ جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہاری قوم سے تمہارے ہی شہر میں ایک نبی مبعوث فرمائے گا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ”دین حنیف“ کو بھی ارتقاء و تکمیل کے ساتھ جاری و نافذ کرے گا اور وہ بارگاہ خالق میں اکرام الخلاق ہے۔“

﴿ابن سعد﴾

عمر و بن عبسہ سلمی کا ایمان لانا:

حضرت ابی امامہ بابلی رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں زمانہ جاہلیت ہی میں اپنی قوم کے بتوں سے بیزار ہو گیا تھا میرا خیال تھا یہ ”پرستش اصنام“ کا طریقہ و مسلک قطعی باطل ہے۔ اسی زمانے میں مجھے ایک اہل کتاب ملا اس سے میں نے افضل دین کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا مکہ مکرمہ میں ایک شخص ہوگا جو بت پرستی اور شرک کو مٹائے گا اور وحدہ لا شریک کی بندگی کی طرف بلائے گا اور افضل دین کو لائے گا تو جب تم اس کا ذکر سنو تو اس کی دعوت دین پر لبیک کہنا۔

اسکے بعد میرا یہ ایک وظیفہ ہو گیا کہ مجھے جو شخص بھی مکہ سے آیا ہوا ملتا، میں اس سے مکہ مکرمہ کے مخصوص حالات کے بارے میں دریافت کرتا جب کوئی خبر دریافت نہ ہوتی پھر میں اپنے گھر کو لوٹ جاتا۔ ایک مرتبہ چند سوار ملے اور مکہ کی خبریں پوچھنے پر انہوں نے کہا کہ کوئی خاص خبر نہیں ہے۔ اس کے بعد بھی میں راستے پر بیٹھا ہی رہا کہ ایک سوار تیزی سے میرے قریب پہنچا۔ میں نے اس سے پوچھا: ”تم کہاں سے آرہے ہوں؟“ اس نے کہا: ”مکہ سے۔“ میں نے پوچھا: ”کیا کوئی خاص خبر ہے؟“

اس نے جواب دیا: ”ہاں! ایک شخص نے پوری قوم اور اپنے آباؤ اجداد کے مراسم عبودیت سے نفرت و بیزاری کا اظہار کر دیا ہے اور صرف ایک مبعود کی بندگی کی طرف بلاتا ہے۔“ تو میں نے سوچا شاید یہ شخص وہی ہے جس کا میں انتظار کرتا ہوں، چنانچہ میں مکہ مکرمہ آیا اور حضور نبی کریم ﷺ کو موجود پایا۔ میں نے عرض کیا: ”آپ کون ہیں؟“ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میں نبی (ﷺ) ہوں۔“ میں نے پوچھا نبی کسے کہتے ہیں؟ فرمایا: ”رسول کو۔“

میں نے عرض کیا: ”کس نے آپ کو بھیجا ہے؟“ فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے۔“ میں نے سوال کیا:

”آپ کے بھیجنے کا مقصد کیا ہے؟“ فرمایا: ”کہا گیا ہے کہ تم صلہ رحمی کرو، جان و مال کی حفاظت کرو، راستوں کو مامون کرو، بت شکنی کر کے صرف خدائے واحد کی بندگی اختیار کرو۔“ میں نے شگفتہ دلی کے ساتھ عرض کیا: ”بہت خوب! کیا ہی اچھی باتوں کیلئے آپ کو بھیجا گیا ہے۔“

لہذا اطمینان قلب کے ساتھ شہادت دیتا ہوں کہ میں آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لایا اور آپ ﷺ کی تصدیق کی۔“ پھر میں نے عرض کیا: میں آپ ﷺ کے ساتھ رہوں یا آپ ﷺ کی جو رائے ہو؟ فرمایا: تم دیکھ رہے ہو کہ جو دعوت دین میں دے رہا ہوں لوگ اسے کس قدر تلخ اور ناگوار سمجھ رہے ہیں۔ لہذا تم اپنے گھر ہی رہو اور جب تم کو معلوم ہو کہ میں فلاں مقام پر ہجرت کر کے پہنچ چکا ہوں، تو تم وہاں میرے پاس پہنچ جانا۔ اب واپس چلے جاؤ چنانچہ جب میں نے سنا کہ حضور نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ ہجرت کر کے پہنچ چکے ہیں تو میں بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا۔ (اس حدیث کو ان ہی الفاظ میں ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت شہر بن حوشب، عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔)

﴿ابو نعیم﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کو جب ان پر بخت نصر کے غلبہ سے بے شمار مصائب پہنچے، ان کی وجہ سے وہ منتشر اور ذلیل و خوار ہو کر تتر بتر ہو گئے۔ وہ اپنی کتاب میں محمد ﷺ کے اوصاف حمیدہ پاتے تھے۔ مثلاً یہ کہ وہ عرب کی بستیوں میں سے کسی ایک بستی میں ظاہر ہوں گے، جہاں کھجوروں کے درخت ہوں گے پھر جب وہ ملک شام پہنچے تو منتشر ہو کر حصے بخرے ہو گئے۔ ہر حصے کے لوگوں میں گھل مل گئے۔ شامی اور یمنی مخلوط ہو گئے۔ میں جہاں کھجوروں کے درخت دیکھتا اور دوسرے مذکورہ اوصاف پاتا ٹھہر جاتا کہ شاید حضور نبی کریم ﷺ سے طلب سعادت کا موقع مل جائے۔ یہاں تک کہ اولاد ہارون علیہ السلام جو توریت کی حامل تھی۔ مدینہ طیبہ میں آ کر ٹھہری ان کے بزرگ اور پیر مرد اس حال میں فوت ہوئے کہ وہ محمد ﷺ پر اعتقاد و ایمان رکھتے تھے کہ آپ بعثت فرمائیں گے اور اپنی آئندہ اور نوخیز نسل کو نصیحت کرتے کہ جب وہ تشریف فرما ہوں تو اطاعت امر و تعاون کریں۔ انجام کار جس نے ان کی نسل میں سے حضور نبی کریم ﷺ کو پایا۔ انہوں نے انکار کا رویہ ہی اختیار کیا باوجود یہ کہ وہ خوب واقف تھے۔

﴿ابو نعیم، ابن عساکر﴾

نبی کریم ﷺ کے ظہور پر ستارہ طلوع:

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: واللہ! میں اپنے گھر میں سات سالہ بچہ تھا اور میری حالت یہ تھی کہ جو کچھ سنتا یا دیکھتا اسے یاد رکھتا۔ ایک روز میں والد کے ساتھ تھا کہ ہمارے پاس ایک نوجوان آیا جس کو ثابت بن ضحاک کہتے تھے۔ اس نے بتایا کہ بنی قریظہ کے ایک یہودی کا خیال ہے کہ وہ نبی پیدا ہو گیا ہے جو ہماری کتاب کی مانند کتاب لائے گا اور عادی کی مانند تم کو قتل کرے گا۔ اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں صبح کے وقت اپنی چھت پر تھا تو میں نے ایک

ایسی آواز سنی جو اس سے پہلے کبھی نہ سنی تھی۔ دفعتاً ایک یہودی مدینہ کے قلعہ پر نظر آیا، اس کے ہاتھ میں مشعل تھی، لوگ جمع ہونے لگے اور کہنے لگے: تیری خرابی ہو تجھے کیا ہو گیا ہے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اس کے بولنے کی آواز سن رہا تھا۔ اس نے کہا یہ ستارہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو طلوع ہوا ہے اور ہمیشہ اس ستارہ کا طلوع اور نبوت کا ظہور ایک ساتھ ہوتا ہے اور اب انبیاء کرام علیہم السلام میں بجز احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کا ظہور و شہود باقی نہیں ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا اس پر لوگوں نے اس کا مذاق اڑایا اور اس کی بات پر حیران ہوئے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے ایک سو بیس سال عمر پائی جس میں سے نصف زمانہ جاہلیت میں اور باقی عمر اسلام میں گزری۔

﴿ابو نعیم﴾

حضرت حویصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم اور یہود باہم ذکر کیا کرتے تھے کہ ایک نبی مکہ مکرمہ سے مبعوث ہوگا اور یہ نبی آخر ہے۔ یہ خبر ہماری کتابوں میں سے ہے اور یہ کہ وہ ان اوصاف کے حامل ہوں گے اور اس طرح ظہور فرمائیں گے۔ علاوہ ازیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں عہد و پیمان بھی لیا جاتا تھا۔

حضرت حویصہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس زمانے میں کم سن تھا جو دیکھتا یاد رکھتا اور جو سنتا اسے نہ بھولتا۔ اسی زمانے میں، میں نے ایک مرتبہ قبیلہ بنی اشہل کی طرف سے شور و غل کی آوازیں سنی جس کی وجہ سے لوگوں کو اندیشہ اور خوف ہوا اور خیال کیا کہ کوئی بات ضرور ہے پھر آوازیں کچھ آہستہ ہوئیں پھر بلند ہوئیں۔ اب ہم گوش بر آواز ہو گئے تو ہم نے سنا بنی اشہل کے لوگ پکار رہے تھے۔

اے ساکنانِ مدینہ! یہ ستارہ تو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور اس کے طلوع پر ان کو بھی پیدا ہونا چاہیے۔ حضرت حویصہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس اعلان یا پکار کو ہم نے کچھ تعجب سے سنا پھر بہت زمانہ گزر گیا اور اس واقعہ کو ہم بھول گئے اور اس عرصہ میں ظاہر ہے پیدائش و اموات کا عمل جاری رہا اور میں بھی ایک اچھی عمر کا شخص ہو گیا اب پھر حسب سابق شور و غل ہوا کوئی کہہ رہا تھا:

”اے مدینہ کے باشندو! بلاشبہ اس نبی کی بعثت ہو گئی اور اس کے پاس وہ ”تاموس اکبر“

آتے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتے تھے۔“

اس کے بعد زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ میں نے سنا مکہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے پھر ہماری قوم کے نکلنے والے نکلے اور تاخیر کرنے والے تاخیر کرتے رہے، نو عمر لوگ ایمان لائے مگر ہمارے لیے حکم الہی نہ تھا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میں مسلمان ہوا۔

﴿واقدی، ابو نعیم﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قرظہ، نضیر، فدک اور خیبر کے یہود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ کے اوصاف اپنی کتابوں کے اندر پاتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہجرت

مدینہ طیبہ ہے پھر جب حضور نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے تو اخبار یہود نے کہا کہ آج رات احمد مجتبیٰ ﷺ پیدا ہوں گے۔ اسی لیے کہ ستارہ طلوع ہو گیا پھر جب اعلان نبوت فرمایا تو انہوں نے کہا: بلاشبہ اعلان نبوت فرمادیا۔ وہ سب آپ ﷺ کو پہچانتے تھے اور آپ کا اقرار اور توصیف کیا کرتے تھے۔

﴿ابن سعد، ابو نعیم﴾

ولادت سے قبل یہود رسول اللہ ﷺ کے اوصاف کا درس دیتے تھے:

حضرت ابی نحلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ بنی قریظہ کے یہود اپنی کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کے ”باب الذکر“ کا درس دیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کے اوصاف کی تعلیم اپنے بچوں کو دیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کا نام اور مقام ہجرت مدینہ طیبہ ان کو بتایا کرتے تھے پھر جب رسول اللہ ﷺ نے ظہور فرمایا تو حسد و عصبیت کی بناء پر منکر ہو گئے۔

﴿ابن سعد، ابو نعیم﴾

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے باپ مالک بن سنان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں ایک روز بنی عبدالاشہل کے پاس کچھ باتیں کرنے گیا۔ وہاں میں نے یوشع یہودی کو کہتے ہوئے سنا کہ ”اس نبی کے ظہور کا زمانہ قریب ہے جس کا نام احمد مجتبیٰ ﷺ ہے اور وہ حرم سے ظاہر ہوگا۔“ لوگوں نے پوچھا: ”اس کی علامت و شناخت بتا دیجئے۔“ اس نے کہا:

”نہ وہ پستہ قد ہوگا نہ طویل قامت، آنکھوں میں سرخ ڈورے ہوں گے، اون کا لباس پہنے گا، درواز گوش پر سواری کرے گا اور اس کے شانہ پر تلواریں آویزاں ہوں گی اور یہ شہر یعنی مدینہ منورہ اس کی ہجرت کا مقام ہوگا۔“

اس کے بعد میں اپنی قوم بنی قدرہ میں لوٹ آیا، میں نے یوشع سے جو کچھ سنا اس پر تعجب کر رہا تھا کہ اپنے قبیلہ کے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا کہ تنہا یوشع اس بات کو نہیں کہہ رہا ہے بلکہ مدینہ کا ہر یہودی یہی بات کہہ رہا ہے پھر میں بنی قریظہ کے پاس آیا وہ سب مجتمع تھے اور بنی آخر الزماں ﷺ کا ذکر کر رہے تھے۔ زبیر ابن باطانے کہا کہ وہ سرخ ستارہ طلوع ہو گیا ہے جو کسی نبی الطہیر کے ظہور کے وقت طلوع ہوتا ہے اور اب احمد مجتبیٰ ﷺ کے ظہور کے سوا کسی اور نبی کی آمد باقی نہیں اور یہ شہر مدینہ ان کی ہجرت کا مقام ہے۔

﴿ابو نعیم﴾

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ، محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ قبیلہ بنی عبدالاشہل میں ایک ہی یہودی ایسا تھا جس کا نام یوشع تھا۔ میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اس گھر کی طرف سے نبی موعود کے ظہور کا وقت قریب ہے جو کوئی اس کو پائے تصدیق کرے۔

﴿ابو نعیم﴾

حضرت محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد ہم تو اسلام لے آئے مگر لوگوں کو بتانے والا وہ یہودی نہ صرف منکر رہا بلکہ اس نے حسد اور بغاوت کی راہ اختیار کی۔ حضرت

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تبع نے اپنی وفات سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر دی، اس وجہ سے کہ مدینہ کے یہود نے اس کو خبردار کر دیا تھا۔

﴿ابو نعیم﴾

حضرت عکرمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب تبع مدینہ آیا اور وادی قناتہ میں اترتا تو اس نے اخبار یہود کو کہلا بھیجا کہ میں اس شہر کو تباہ و برباد کر دوں گا تو شامون نے اس کو جواب دیا:

اے بادشاہ! بلاشبہ یہ وہ شہر ہے جس میں بنی اسماعیل کا آخری نبی اپنی مولد یعنی مکہ سے ہجرت کر کے سکونت پذیر ہوگا جس کا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم مرقوم ہے اور تمہارے پڑاؤ کا میدان جان نثاران احمد اور دشمنان نبوت کی معرکہ آرائی اور مہمات امور کے واقع ہونے کا میدان ہے۔“

تبع نے پوچھا: ”اس نبی سے جنت کرنے والے کون لوگ ہوں گے؟“ شامون نے جواب دیا: ”اس کی اپنی قوم حملہ آور ہوگی۔“ تبع نے پوچھا: ”اس نبی کا مزار کہاں ہوگا؟ شامون نے کہا: ”اسی شہر میں۔“ تبع نے پوچھا: ”لڑائی کا نتیجہ کس کے حق میں ہوگا؟“ شامون نے جواب دیا: ”کبھی تو ان کے حق میں ہوگا اور کبھی اہل باطل مخالفین کے حق میں۔“ اور اس مقام پر جہاں تم فروکش ہوئے ہو یہاں نبی اللہ کو زحمت برداشت کرنی پڑے گی اور اس جنگ میں اس کے اتنے مجاہد شہید ہوں گے کہ شاید کسی اور جنگ میں نہ ہوں گے۔ اس کے بعد اس نبی کیلئے نیک انجام ہوگا اور وہ غالب ہو جائیں گے اور امر نبوت میں کوئی ان سے اختلاف کرنے والا نہ رہے گا۔

تبع نے پوچھا: ”اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور وصف کیا ہے؟“ اس کے جواب میں شامون نے کہا: ”وہ نہ پستہ قد ہوں گے، نہ طویل قامت، ان کی آنکھوں میں سرخی ہوگی۔ اونٹ پر سواری کریں گے، عمامہ کی بندش میں شملہ ہوگا، اکثر تلوار شانے پر آویزاں ہوگی جو بھی طاقت ان کے کاموں میں مزاحم ہوگی وہ اس کو پاش پاش کر دے گا اور بالآخر اس کا دین غالب ہو جائے گا۔“

﴿ابن سعد﴾

عبدالحمید بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ زبیر بن باطا یہود کا سب سے بڑا عالم تھا۔ اس نے ذکر کیا میں نے اس کتاب کو حاصل کر لیا جس کو میرا باپ مجھ سے چھپاتا تھا۔ اس میں نبی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر تھا کہ وہ علاقہ گرم یعنی مکہ مکرمہ میں پیدا ہوگا اور اس کے یہ اور یہ اوصاف ہوں گے۔ زبیر نے یہ بات اپنے باپ کے مرنے کے بعد بیان کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والہ وسلم ابھی مبعوث بھی نہ ہوئے تھے اس کے بعد انہوں نے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں ظہور فرمایا ہے تو زبیر نے اس کتاب کو چھپا دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تجاہل عارفانہ برتتے ہوئے انکار کا رویہ اختیار کر لیا۔

﴿ابن سعد﴾

حضرت سعد بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو قریظیہ اور بنو نضیر کے یہودی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ذکر آپ کی علامتی نشانات کے ساتھ کیا کرتے تھے پھر جب سرخ ستارہ طلوع ہوا تو انہوں نے خبر دی کہ وہ نبی پیدا ہو گیا اور اس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اس کا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہ ہجرت کر کے مدینہ میں آئے گا۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے اور قیام فرمایا تو انہوں نے انکار کیا اور حسد و بغاوت کی روش اختیار کی۔

﴿ابو نعیم﴾

زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ مدینہ طیبہ کے قلعوں میں سے ایک قلعہ میں تھے۔ انہوں نے سنا: ”اے مدینہ کے لوگو! خدا کی قسم! سلسلہ نبوت بنی اسرائیل سے منقطع ہو گیا کیونکہ نبی الآخر کی ولادت کا ستارہ افق پر نمودار ہو گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہجرت مدینہ طیبہ ہے۔“

﴿ابو نعیم﴾

حضرت عمارہ بن خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ قبائل اوس و خزرج میں ابو عامر سے زیادہ کوئی شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف کرنے والا نہ تھا۔ یہود بھی اس کو پسند کرتے اور مسائل دریافت کرتے تھے اور وہ ان کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا مژدہ اور ہجرت و اوصاف کے تذکرے سنا تا پھر وہ تمجا کے یہودیوں کے پاس گیا تو انہوں نے بھی اس کے خیال کی تائید کی۔ اس کے بعد وہ شام گیا اور نصاریٰ سے تبادلہ خیال کیا تو انہوں نے منجملہ اوصاف کے ایک یہ بھی بتایا کہ ہجرت کے بعد ان کا مرکز مدینہ ہوگا۔ اس کے بعد ابو عامر لوٹ آیا اور کہنے لگا: میں ”دین حنیفہ“ پر ہوں۔ ترک دنیا، رہبانیت، لباس صوف اس کی وضوح قطع تھی اور وہ ظہور نبوت کا انتظار کرتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو وہ اپنے حالات میں مگن رہا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل نہیں کیا۔ تیرہ سال کے بعد ترک وطن کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آگئے تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت، سیادت اور سعادت کی عظمتوں کو دیکھ کر رشک و رقابت اور حسد و بغاوت کا طریقہ اختیار کیا۔ ایک دن وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا:

”اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کس چیز کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں؟“ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”حنیفیت کے ساتھ۔“ اس نے کہا: ”آپ حنیفیت کے ساتھ دوسری چیزوں کی آمیزش کرتے ہیں۔“ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں روشن اور واضح حنیفیت لایا ہوں۔“ اور ارشاد فرمایا: ”علماء یہود و نصاریٰ میری شناخت اور اوصاف کے بارے میں جو کچھ تجھ سے بیان کرتے تھے، وہ کہیں نظر آتے ہیں؟“

اس نے کہا: ”آپ ان اوصاف کے حامل نہیں ہیں۔“ اس کے جواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: ”تو جھوٹ بولتا ہے۔“ اس نے کہا: ”میں جھوٹ نہیں بولتا۔“ اس مرحلہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جھوٹ بولنے والے کو اللہ تعالیٰ اس حال میں موت دے کہ لوگوں نے اسے دھتکار دیا ہو“

سہارا رہ جائے۔ اس پر اس نے کہا: ”آمین۔“ پھر وہ قریش مکہ کے پاس چلا گیا، یہودیت نور

قریش کے ساتھ اور راہ و رسم مشرکانہ کو اختیار کر لیا۔

﴿ابن سعد، ابو نعیم﴾

حضرت جعفر بن عبد اللہ بن ابی المحکم رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا حدیث کی مانند روایت کی مگر اس میں اتنا زیادہ ہے کہ ابو عامر مکہ چلا گیا پھر جب مکہ فتح ہو گیا اور طائف اور اہل طائف جب مسلمان ہو گئے تو انہوں نے اس کو برداشت نہ کیا تو یہ شام چلا گیا اور پھر وہیں دل گرفتہ، بے سہارا اور بے یار و مددگار رہ کر مر گیا۔

﴿ابو نعیم، ابن اسحاق﴾

کعب بن لوی اور ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کعب بن لوی بن غالب جمعہ کے قومی اجتماع میں اس طرح خطاب کرتا تھا:

”اے برادران قوم! غور سے سنو اور خبردار ہو جاؤ۔ رات تاریک اور دن روشن ہے، زمین بکھوٹا اور آسمان ہماری چھت ہے، پہاڑ میخ اور ستارے راہ نما اور پچھلے انگلوں کی مانند، ویسے ہی مرد و عورت ہیں اور روح پرانی ہونے والی ہے لہذا تم صلہ رحمی کرو، حقوق قربت کی حفاظت کرو، اپنے اموال کو بڑھاؤ، تم نے کسی مرنے والے کی بازگشت دیکھی، یا دیکھا کہ کوئی مردہ دوبارہ اٹھا؟ آخرت تمہارے سامنے ہے اور آخرت اس اندازہ و گمان کے سوا ہے جو تم بتاتے ہو اور جس کا ذکر کرتے ہو اپنے حرم کو زینت دو اور اس کی تعظیم کرو اور اس کو مضبوط تھا مو کیونکہ عنقریب اس کیلئے ایک عظیم خبر ہونے والی ہے اور بہت جلد اس حرم سے عزت والا نبی ظہور کرنے والا ہے۔“

نہار و لیل کل ادب بحادث سواء علینا لیلها و نہارها

علی غفلة یاتی النبی محمد یخبر اخبارا صدوق خبیرھا

ترجمہ: ”روزانہ دن و رات نو بہ نور و نما ہوتے ہیں، ہم پر دن و رات سب یکساں ہیں، اچانک

نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانے والے ہیں۔ وہ ایسی خبر دیں گے کہ جن کا خبر رکھنے والا بہت سچا ہے۔“

خدا کی قسم! اگر میں شنوائی اور بینائی اور دست پار کھنے والا ہوتا تو ان کے عہد نبوت میں ایسی محنت اور سرگرمی سے کوشاں ہوتا جس طرح ایک شتر محنت کش اور مشقت گیر ہوتا ہے اور ایسی تیزی دکھاتا جس طرح ایک اونٹ اپنی طویل منزل مقصود تک پہنچنے میں دکھاتا ہے پھر کہا:

یا لیتنی شہدا نجواء دعوتہ فعواء

حین العشیرة تبغی الحق خذلانا

ترجمہ: ”کاش میں ان کی دعوت کے دور میں موجود ہوتا جبکہ قبائل حق کو چھوڑنے کی

خواہش کریں گے۔“

حالانکہ کعب بن لوی کے مرنے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے درمیان پانچ سو ساٹھ برس کا زمانہ تھا۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قیس

بن ساعدہ اپنی قوم کو عکاظ کے بازار میں خطبہ دیا کرتا تھا۔ وہ اپنے خطبہ میں کہتا، عنقریب اس جگہ سے حق عام ہوگا اور پھر اپنے ہاتھ سے مکہ کی طرف اشارہ کرتا۔ لوگ پوچھتے وہ حق کیا ہے؟ وہ جواب دیتا۔ ایک شخص کشادہ رو، سیاہ چشم، لوی بن غالب کی نسل سے ہوگا وہ لوگوں کو کلمہ اخلاص، ابدی زندگی کبھی کم نہ ہونے والی نعمتوں کی طرف بلائے گا، تم اس کی دعوت کو قبول کرنا اگر میں اس کی بعثت تک زندہ رہتا تو سب سے پہلے اس کی طرف دوڑ کر جانے والا ہوتا۔

﴿ابو نعیم، ابن اسحاق﴾

اوس بن حارثہ کی بیٹے کو وصیت:

جامع بن حیران رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب اوس بن حارثہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹے مالک کو وصیت کی۔ اس کے بعد اس نے یہ اشعار پڑھے:

شهدت اسرایا یوم آل محرق وادرك عمری صیحة الله فی الجحر
فلم ارذا ملک من الناس واحدا والا سوقة الا الی الموت والقبر
ترجمہ: ”آل محرق کی جنگ کے دن میں ان قیدیوں میں موجود تھا اور میری عمر کو عذاب
الہی نے مقام حجر میں پالیا تھا۔ تو اس دن نہ کسی دولت مند اور سرمایہ دار شخص کو اور نہ کسی
بے مایہ اور محتاج کو دیکھا۔“

مگر یہ کہ وہ موت اور قبر کی طرف جا رہا تھا۔ یہ قصیدہ ان شعروں تک اس نے پڑھا:

الم یأت قومی ان الله دعوة یفوذ بها اهل السعادة والبر
اذبعت المبعوت من ال غالب بمکہ فیما بین زمزم والحجر
هنالک فابغوا نصره بیلا دکم بنی عامر ان ان السعادة فی النصر
ترجمہ: ”کیا میری قوم کو یہ معلوم نہ ہوا کہ اللہ کی طرف سے دعوت ہے، اس دعوت کے
ذریعہ سعادت مند اور نیکو کار کامیاب ہوں گے۔ جس وقت وہ (منتخب کائنات)
مبعوث ہونے والا آل غالب سے حرم مکہ میں زمزم اور حجر اسود کے درمیان ظہور کرے
گا۔ اس وقت اپنے علاقوں سے اٹھ کر اس کے ساتھ مؤثر تعاون کرنا لازمی ہے۔ اے
بنو عامر! بلاشبہ تمہاری سعادت نصرت کرنے میں ہی ہے۔“

﴿خرائطی: کتاب الہواتف، ابن عساکر﴾

حضرت حرام بن عثمان انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت اسعد بن زراق رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے چالیس افراد کے ساتھ بغرض تجارت شام پہنچا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ کسی آنے والے نے کہا: اے ابو امامہ! مکہ مکرمہ سے ایک نبی ظہور فرمائے گا، تم اس کی پیروی کرنا اور اس سلسلہ کی ایک علامت یہ ہے کہ تم ایک ایسی منزل پر اترو گے کہ تمہارے ساتھیوں کو مصیبت پہنچے گی مگر تم محفوظ رہو گے اور فلاں کی آنکھ پر برچھے کی بھال لگ جائے گی۔“ پھر وہ ایک منزل پر اترے تو ان سب افراد کو رات میں وہابی

طاعون نے گھیر لیا، صرف ابو امامہ اس سے محفوظ رہے اور ان کے ایک ساتھی کی آنکھ میں بھالا بھی لگ گیا۔
﴿ابن سعد﴾

عمیر بن حبیب کا مردہ کے بعد زندہ ہونا:

شععی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ مجھ سے جہینہ کے ایک شیخ نے بیان کیا کہ زمانہ جاہلیت میں ہم میں سے ایک شخص جس کا نام عمیر بن حبیب تھا، بیمار ہو گیا۔ اس پر بے ہوشی کا غلبہ ہوا، اور ہم نے مردہ سمجھ کر اس پر چادر ڈال دی اور اس کی قبر کھودنے کا انتظام کر دیا، ہم اس کے پاس ہی بیٹھے تھے کہ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا: ”میں جس حالت میں واپس ہوا ہوں، اس کو تم دیکھ رہے تھے کہ مجھ پر بے ہوشی طاری تھی۔ اسی حالت میں مجھ سے کہا گیا کہ تجھ پر تیری ماں روئے کیا تو نہیں دیکھا کہ تیری قبر کھودی گئی اور قریب تھا کہ تیری ماں تجھ پر روتی اور کیا تو نہیں دیکھ رہا ہے کہ ہم نے اس قبر کو تیرے سوا دوسرے شخص کیلئے بدل دیا اور قصل نامی شخص کو اس میں رکھ کر پتھروں سے بھر دیا ہے۔ تو کیا اب تو اس نبی مبشر پر ایمان لائے گا اور اپنے رب کے شکر و سپاس اور ابتائے نوع کے ساتھ صلہ رحمی کا رویہ اختیار کرے گا اور مشرب ضلالت اور مشرکانہ جہالت کو چھوڑ دے گا؟ میں نے پُرِ اِخْلَاصِ اِنْدَازِ مِیْنِ عَرْضِ کِیَا: ہاں! ضرور ایمان لاؤں گا لہذا مجھے چھوڑ دیا گیا ہے۔ لوگوں نے اس واقعہ عجیب کے بعد قصل نامی شخص اور اس کے حالات دریافت کرنے کیلئے ایک جماعت کو روانہ کیا جس کی تحقیقات یہ تھی کہ واقعی وہ مر چکا اور اسی گڑھے میں اس کو دبا دیا گیا ہے۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اس واقعہ کے بعد عرصہ دراز تک زندہ رہا، یہاں تک کہ عہد رسالت آیا اور وہ حلقہ اسلام میں داخل ہوا۔

﴿ابن ابی الدنیا، بیہقی، ابو نعیم﴾

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا:

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا بذریعہ وحی تھا اور وہ اس طرح کہ آپ بغرض تجارت شام گئے وہاں آپ نے ایک خواب دیکھا اور بحیرہ راہب سے بیان کیا۔ بحیرہ نے پوچھا:

﴿متم کہاں کے رہنے والے ہو؟﴾

﴿نہوں نے جواب دیا: ”تہامہ کے شہر مکہ کا۔“﴾

﴿بحیرہ نے سوال کیا: ”تمہارا تعلق کس قبیلہ سے ہے؟“﴾

﴿حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”قبیلہ قریش سے۔“﴾

﴿بحیرہ نے پھر سوال کیا: ”آپ کا ذریعہ معاش کیا ہے؟“﴾

﴿حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ”تجارت۔“﴾

بحیرہ راہب نے اپنے سوالات کے جواب پانے کے بعد خواب کی تعبیر کی کہ ”اللہ تعالیٰ تمہارے خواب کو حقیقت بنا کر مشاہدہ میں اس طرح لائے گا کہ تمہاری قوم میں سے ایک نبی کو مبعوث فرمائے گا اور

تم اس نبی کے صاحبِ معتمد اور مشیرِ اعلیٰ ہو گے اور وفات کے بعد خلیفہ نبی ہو گے۔“
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ ”تعبیر و خواب“ کو پوشیدہ ہی رکھا۔ یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے آقا صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے دعویٰ نبوت کی دلیل کیا ہے؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ خواب جس کو تم نے شام میں دیکھا تھا آپ یہ جواب سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چٹ گئے۔ پیشانی پر بوسہ دیا اور سمع و طاعت اور استجابت و شہادت کے طے جلے جذبات کے ساتھ کہا: ”أَشْهَدُ أَنْكَ رَسُولُ اللَّهِ“ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

﴿ابن عساکر تاریخ دمشق﴾

حضرت ابن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے والد اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے عہد اسلام سے قبل ”دلائل نبوت“ کی قبیل سے کچھ دیکھا تھا؟ آپ نے جواب دیا: ”ہاں۔“ اور مزید کہا کہ کوئی شخص قریشی یا غیر قریشی ایسا نہ تھا جسے آثار دلائل نبوت سے کچھ معلوم نہ ہوا ہو۔ میں زمانہ جاہلیت میں درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ دفعۃً ایک ٹہنی میرے اوپر اس قدر جھکی کہ سر کے قریب آگئی۔ میں حیران تھا کہ عجیب بات ہے کہ اتنے میں درخت مذکور سے آواز سنی وہ کہہ رہا تھا: ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے اور تم کو تمام لوگوں سے زیادہ اپنے آپ کو اس کی سپردگی میں دینا ہے۔

﴿ابن عساکر﴾

کتب سماویہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر جمیل

﴿اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:﴾

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ

﴿سورہ الانبیاء﴾

ترجمہ: ”اور بے شک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث

میرے نیک بندے ہوں گے۔“

امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر:

مندرجہ بالا آیت کریمہ کی تشریح میں ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں یہ قول حضرت ابن عباس

رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے توریت اور انجیل میں اپنے ازلی اور قبل آفرینش علم سے خبر دی ہے کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اس زمین کی وارث ہوگی۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے جب ”أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ

الصِّلِحُونَ“ پڑھا تو کہا، ہم ہی وہ صالحین بندے ہیں اور فرمایا کہ میں زبور کے اس نسخے سے واقف ہوں جس میں ایک سو پچاس سورتیں ہیں اور میں نے اس کی چوتھی سورت میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”اے داؤد (علیہ السلام)! میں جو شاتا ہوں اسے سنو اور حضرت سلیمان (علیہ السلام) کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو بتادیں کہ تمہارے بعد یہ زمین میری ہے اور میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی امت کو اس کا وارث کروں گا۔“

﴿ابن ابی حاتم﴾

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کا ذکر:

حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ میں حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت سے پہلے یمن کی طرف گیا اور قبیلہ زاد کے ایک شیخ کے پاس پہنچا جو قحط عالم اور کتب سماوی کو پڑھنے والا شخص تھا اور اس کی عمر دس کم چار سو برس کی تھی۔

اس ازدی عالم نے مجھ سے کہا: میرا خیال ہے کہ تم حرم مکہ کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا: ”ہاں۔“ اس نے کہا: ”میرا خیال ہے کہ تم قریشی ہو۔“ میں نے کہا: ”ہاں۔“ اس نے کہا: ”میرا خیال ہے کہ تم تیمی ہو؟“ میں نے کہا: ”ہاں۔“ اس نے کہا: ”اب صرف ایک نشانی تمہاری طرف سے باقی رہ گئی ہے جس سے میں واقف نہیں ہو سکا ہوں۔“ میں نے پوچھا: ”وہ کون سی نشانی ہے؟“ اس نے کہا: ”تم اپنے پیٹ سے قمیص اٹھاؤ۔“ میں نے کہا کس لیے؟

اس نے کہا کہ میں نے علم صادق میں پایا ہے کہ ”حرم مکہ میں ایک نبی مبعوث ہوگا اور اس کے دعویٰ نبوت میں ایک جوان اور ایک ادھیڑ عمر کا شخص مددگار ہوں گے اور جوان شدتوں اور دشمنوں کی متحدہ قوت اور ہجوم مصائب کو خاطر میں نہ لائے گا اور ان کا زور توڑ کر رکھ دے گا اور دوسرا ادھیڑ عمر شخص گورے رنگ اور لاغر جسم کا ہوگا اور اس کے پیٹ پر ایک تل ہوگا اور بائیں ران پر ایک نشان ہوگا تو تمہارا کیا حرج ہے اگر تم مجھے اپنا پیٹ دکھا دو اور تمہارے ساتھ جو اوصاف میں پاتا ہوں اس پوشیدہ علامت کو دیکھنے سے میرا علم کھل ہو جائے اور اس کے علاوہ ایک آدھ علامت مخفی رہ جائے تو رہ جائے۔“ حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں نے اپنے پیٹ پر سے کپڑا اٹھالیا اور وہ ازدی عالم میری ناف کے اوپر سیاہ تل کو دیکھ کر کہنے لگے:

”رب کعبہ کی قسم! بے شک تم ہی وہ شخص ہو۔“

﴿ابن عساکر﴾

حضرت ربیع بن انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: کتب سابقہ میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی مثال قطرات بارش کی سی ہے کہ وہ جہاں بھی گرتے ہیں نفع پہنچاتے ہیں۔

﴿ابن عساکر﴾

حضرت سیدنا عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کا ذکر:

حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کے پاس آیا۔ ان

کے پاس کچھ لوگ کھانا کھا رہے تھے۔ آخر میں کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک پر نظر ڈالی اور فرمایا: ”تم کتب سابقہ میں کیا کچھ پاتے ہو؟“ اس نے جواب دیا کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ان کا صدیق ہوگا۔“

﴿ابن عساکر﴾

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ہمیں بتایا کہ میں زمانہ جاہلیت میں قریش کے کچھ لوگوں کے ساتھ بغرض تجارت شام گیا پھر جب مکہ واپس ہونے لگے تو مجھے ایک ضروری کام یاد آ گیا جسے میں بھول گیا تھا لہذا میں نے ساتھیوں سے کہا: ”میں ایک کام کر آؤں پھر تم سے آ کر مل جاؤں گا۔“ واللہ! میں بازار میں گزر رہا تھا کہ دفعتاً ایک بطریق نے پیچھے سے آ کر مجھے گردن سے پکڑ لیا اور مجھے لے جانے لگا۔ میری مزاحمت کے باوجود وہ مجھ کنیہ تک لے جانے میں کامیاب ہو گیا اور ایک بہت بڑے مٹی کے ڈھیر کے پاس لے جا کر ٹوکری اور پھاؤڑہ میرے آگے ڈال دیا اور کہا اس انبار سے مٹی اٹھا کر دوسری جگہ ڈال دو۔ میں بیٹھ گیا اور پیش آمد شدنی حالات پر سوچنے لگا کہ کیا کروں۔ وہی بطریق کچھ دیر بعد آیا اور کہنے لگا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تو نے کچھ بھی کام نہیں کیا اور پھر ایک مکان بنا کر پوری قوت سے میرے سر پر مارا۔ میں بڑی تیزی میں بجلی کی طرح اٹھا اور وہی پھاؤڑہ سامنے سے اٹھا کر اس کے سر پر مارا اور اس کے سر کی ہڈی ٹوٹ گئی بھیچہ نکل کر بکھر گیا۔ اس کے بعد بلا توقف میں کنیہ سے باہر نکل آیا اور غیر ارادی طور پر چل کھڑا ہوا، میں نہیں جانتا تھا کہ کدھر جا رہا ہوں اور میں ایک رات اور دن برابر چلتا رہا حتیٰ کہ میں ایک صبح کو گر جا کے قریب سے گزر رہا تھا کہ آرام کرنے کو جی چاہا اور گر جا کے سائے میں سستانے لگا۔ اتنے میں ایک شخص نکل کر میرے پاس آیا اور کہا: ”اے اللہ کے بندے! اس جگہ کیوں بیٹھے ہو؟ میں نے کہا: میں اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا ہوں۔ اس کے بعد وہ کھانا اور پانی لایا اور وہ مجھ کو اور میرے سارے جسم کو اوپر سے نیچے تک دیکھتا رہا پھر بولا: اے اجنبی! اہل کتاب جانتے ہیں کہ روئے زمین پر کوئی شخص مجھ سے زیادہ کتاب الہی کا جاننے والا نہیں ہے اور میں تجھ میں وہ اوصاف دیکھ رہا ہوں کہ تو ہی ہوگا کہ ہمیں اس گر جا سے نکالے گا اور اس شہر پر غلبہ پائے گا۔“

میں نے اس کے جواب میں کہا: ”اے استاذ! میں ایک دوسرے مذہب کا پیروکار ہوں۔“ پھر اس نے پوچھا: ”تیرا نام کیا ہے؟“ میں نے بتایا: ”عمر بن الخطاب“ اس کے بعد اس نے پہلے سے زیادہ وثوق اور اعتماد کے لہجے میں کہا: ”واللہ! ایسا ہی ہوگا اور تو ہی ہمارا غالب و فاتح ہے، اس میں کوئی مغالطہ اور شبہ نہیں۔ مہربانی کر تو میرے لیے، اس گر جا کیلئے اور اس کے جملہ اشیاء و لوازمات کیلئے ایک دستاویز لکھ دے۔“ میں نے کہا: ”اے صاحب علم! تو نے بلاشبہ میرے ساتھ حسن سلوک کیا ہے پس اب تو ایسی بات کر کے مجھے مکر نہ کر۔“

اس نے اصرار کیا کہ ”ایسی ایک تحریر لکھ دینے میں تجھ کو کس وجہ سے گریز ہے؟ حالانکہ بات واضح

ہے اگر تو ہمارا حاکم ہو گیا تو یہ تحریر ہمارے منشاء میں مفید ہوگی اور اگر ایسا نہ ہو تو تیری ذات کو کیا نقصان۔“ میں نے کہا: ”اچھا سامان کتابت لاؤ۔“ وہ جلد ہی کاغذ وغیرہ لے آیا اور میں نے اس کے مطالبہ اور خواہش کے مطابق تحریر لکھ کر دستخط کر دیئے پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں شام پہنچے تو وہی راہب آپ کے پاس آیا اور وہ ”دیرالقدس“ کا انچارج تھا۔ اس نے وہی تحریر پیش کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس تحریر کو تعجب کے ساتھ دیکھا اور جو مسلمان ساتھ میں موجود تھے انہیں تحریر کا پس منظر بتایا۔ راہب نے عرض کیا: میرے لیے جو شرط منظور ہو چکی ہے اسے پورا فرمائیے۔ اس کا جواب آپ نے یہ دیا: اس معاملہ میں نہ عمر کو اختیار ہے نہ اس کی اولاد کو۔

﴿دینوری فی المجالس، ابن عساکر﴾

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھوڑا دوڑا رہے تھے، اتفاقاً ان پر سے تہبند اڑا اور اہل نجران میں سے کسی نے ران پر سیاہ تل کو دیکھ لیا جس کی وجہ سے انہوں نے کہا: یہی وہ شخص ہے جس کا ذکر ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں اور یہی شخص ہمیں اپنے اس علاقے سے نکالے گا۔

﴿ابن سعد﴾

حضرت ابی اسحاق، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھوڑا دوڑا رہے تھے تو قبا کا دامن اڑ جانے سے آپ کی ران کھل گئی۔ آپ کی ران پر سیاہ تل کو دیکھ کر نجران کے ایک شخص نے کہا: یہی وہ شخص ہے جس کا تذکرہ ہمیں اپنی کتابوں میں ملتا ہے کہ وہ ہمیں ہمارے گھروں سے نکال دے گا۔

﴿زوائد الترمذی﴾

شہر بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے شام میں کہا کہ ان کتابوں میں بتایا گیا ہے کہ یہ شہر و امصار اس شخص کے ہاتھوں فتح ہوں گے جو صالحین، مسلمین اور متقین کے ساتھ ہمدرد اور مہربان اور شورہ پشتوں اور کافروں پر سخت گیر اور شدید ہے اور اس کا باطن اس کے ظاہر سے بہتر اور اس کے قول اور فعل میں تضاد نہیں اور اس کے نزدیک حق کے حاصل کرانے میں قریب و بعید برابر ہے۔ اس کے شاگرد رات میں عبادت گزار اور دن میں شیر ہیں وہ آپس میں رحم دل، شفیق اور نیکو کار ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے کعب رضی اللہ عنہ! تم نے ٹھیک کہا۔ کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں خدا گواہ ہے میں نے حقیقت بیان کی ہے۔ اس کے بعد حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر طرح کی حمد و ثناء کے لائق وہی ذات اقدس ہے جس نے ہمیں عزت و غلبہ دیا اور ہمیں شرافت و کرامت سے سرفراز کر کے ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم کو باہم شفقت کرنے والا بنایا۔

﴿ابو نعیم﴾

عبید بن آدم، ابی مریم رحمۃ اللہ علیہم اور حضرت ابی شعیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر

بن الخطاب رضی اللہ عنہ مقام جابیه میں تھے۔ اس وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیت المقدس تشریف لائے تو نصرانی راہبوں نے ان سے کہا: آپ کا نام کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ”خالد بن ولید“ پھر انہوں نے پوچھا: آپ کے امیر کا نام کیا ہے؟ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ پھر انہوں نے امیر کی شناخت پوچھی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نشانیاں بیان کیں۔ جن کو سن کر راہب بولے: تم بیت المقدس کو فتح نہیں کر سکتے، البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کر سکتے ہیں کیونکہ ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ ہر شہر دوسرے سے پہلے فتح ہو جائے گا اور ہر اس شخص کی جو جس شہر کو فتح کرے گا اس کی نشانیاں ہمیں معلوم ہیں۔ ہماری کتب مقدس میں ہے کہ بیت المقدس سے پہلے ”فیساریہ“ فتح ہوگا۔ واپس جاؤ پہلے اسے فتح کرو، پھر اپنے امیر کو ساتھ لے کر آنا۔“

﴿ابو نعیم﴾

سیدنا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا ذکر:

حضرت مغیث اوزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم توریت میں میری کیا علامت پاتے ہو؟ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ایسا خلیفہ جو آہنی عزم کا حامل اور شدید قوت کا حامل اور احکام خداوندی کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرے گا۔ پھر تمہارے بعد ایسا خلیفہ ہوگا جسے امت قتل کرے گی اور وہ لوگ اس خلیفہ کے حق میں ظالم ہیں پھر اس کے بعد ملت مصائب میں مبتلا ہو جائے گی۔

﴿طبرانی، ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء﴾

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مؤذن حضرت اقرع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسقف کو بلایا اور دریافت فرمایا: ”کیا تم اپنی کتابوں میں ہمارا بھی کچھ ذکر پاتے ہو؟“ اسقف نے جواب میں کہا: ”ہم تمہاری علامات اور اوصاف کو تو پاتے ہیں مگر ان کا ذکر نام بنام نہیں ہے۔“ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تم میرا ذکر کس طرح پاتے ہو؟ اسقف نے جواب دیا: ”آہن کے مانند، لوہے کے مشابہ۔“ آپ نے پوچھا: ”اس کا کیا مطلب ہوا؟“ اس نے کہا: اصولوں کا بہت سختی سے پابند امیر، دشمنان دین کیلئے ”مرد آہن“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: صرف اللہ تعالیٰ کیلئے بڑائی ہے ہر طرح کی تعریف بھی اسی کیلئے ہے۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

”میرے بعد ہونے والے خلیفہ کا ذکر کس طرح ہے؟“ اس نے کہا: ”وہ ایک حلیم الطبع، بہت ہی

باحیاء اور صالح مرد ہے جو اقربا کو دوسروں پر ترجیح دے گا۔“

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ برادر م عافان کے بیٹوں پر رحم فرمائے پھر سوال کیا کہ ”جو شخص ان کے بعد خلیفہ ہوگا اس کے بارے میں کیا مذکور ہے؟“ اسقف نے جواب دیا: ”لوہے کا میل۔“ اس پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا: ہائے افسوس! اسقف راہب، امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کا قطع کلام کرتے ہوئے بولا: ”اے امیر ٹھہریے! وہ مرد تو صالح ہے لیکن اس کی خلافت کا قیام خون ریزی اور

کھینچی ہوئی برہنہ تلواروں کے درمیان ہوگا۔

﴿ابن عساکر﴾

حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ نیند میں کچھ دیکھتے ہیں؟ اس سوال پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو جھڑک دیا پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا: میں ایک شخص کو دیکھتا ہوں جو خواب میں امت کے معاملات دکھاتا ہے۔

﴿ابن عساکر﴾

حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کے غلام فلح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اہل مصر کے آنے سے پہلے سرداران قریش کے پاس جا کر کہتے تھے کہ حضرت امیر یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل نہ کرو۔ وہ کہتے خدا کی قسم! ہمارا قتل کرنے کا ارادہ نہیں مگر انہوں نے واپس لوٹتے ہوئے کہا: واللہ! یہ لوگ ضرور ارتکاب کریں گے۔

ایک مرتبہ پھر ان لوگوں کو متنبہ کیا اور کہا خدا کی قسم! وہ چالیسویں دن فوت ہو جائیں گے۔ باغیوں نے انکار کیا اور کہا ہم شہید نہیں کریں گے۔ اس کے کچھ دنوں بعد پھر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ان (محاصرین) کے پاس پہنچے اور سمجھایا (خلیفہ معصوم) کو شہید نہ کرو۔

﴿مسند ابن راہویہ﴾

طاؤس سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقع پر لوگوں سے پوچھا: ”تم اپنی کتابوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کیا اوصاف پاتے ہو؟“ انہوں نے جواب دیا کہ ”ہم نے پڑھا ہے کہ وہ قیامت کے روز قتل کرنے والے اور ان کے چھوڑنے والوں پر امیر ہوں گے۔“

﴿ابن عساکر، ابن سعد﴾

حضرت محمد بن یوسف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے دادا حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے دریافت کیا کہ جنگ کرنے اور اس سے باز رہنے میں کون سی بات آپ مناسب خیال کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ قیامت کیلئے جنگ سے ہاتھ روکنا بہتر ہے کیونکہ ہم نے کتاب آسمانی میں پڑھا ہے کہ آپ قیامت کے دن قاتل اور آمر پر امیر ہوں گے۔

﴿ابن عساکر، ابن سعد﴾

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے مصریوں سے کہا: تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے درپے ہو کیونکہ وہ ماہ ذی الحجہ ختم نہ کر سکیں گے کہ ان کی وفات ہو جائے گی۔

﴿ابن عساکر﴾

ابوالقاسم بغوی رضی اللہ عنہ حضرت سعید بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی تو لوگوں نے ذی قربات حمیری سے جو عطار نے یہود میں سے تھا پوچھا: ”اے ذی

قربیات! حضور نبی کریم ﷺ کے بعد کون خلیفہ ہوگا؟“ اس نے کہا: ”الامین! (یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) لوگوں نے پھر پوچھا: ”ان کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟“ اس نے کہا: ”مردِ آہن“ یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (جو قوت ارادی اور ہمت و عزیمت کا پہاڑ اور اصول و انصاف کی پابندی میں مردِ آہن ہیں۔) پھر لوگوں نے سوال کیا کہ ”ان کے بعد یہ خلاف و سیادت کس کی طرف منتقل ہوگی؟“ اس نے کہا: ”الازہر“ یعنی حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ (جو اپنے اخلاق اور کردار میں اخلاق اور حلم و احیاء میں ازہر تھے۔) پھر ان کے بعد کیلئے پوچھا گیا۔ اس نے کہا: ”ابوصاح المنصور“ یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ مجھ سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کہا کہ اب چالیس ہجری کا آغاز ہے اور عنقریب اسی سال میں صلح ہو جائیگی۔

﴿ابن راہویہ، طبرانی﴾

حضرت ابوصالح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اونٹ چرانے والا ایک روز یہ حدی گاہ رہا تھا:

ان لا میر بعدہ علی

و فی الزبیر خلف مرضی

ترجمہ: ”بے شک ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پسندیدہ خصلت والے پس رو ہوں گے۔“

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا نہیں بلکہ امیر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ یہ خبر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملی تو انہوں نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابواسحاق یہ کیسے ممکن ہے حالانکہ ابھی حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام میں حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم موجود ہیں؟ انہوں نے کہا: تم ہی امیر ہو گے۔

﴿ابن سعد﴾

ابو جریر ازدی اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ کا ذکر ہمیں اپنی کتابوں میں اس طرح ملتا ہے کہ قیامت کے روز آپ ﷺ رب کے حضور اس حال میں کھڑے ہوں گے کہ آپ کے دونوں رخسار سرخ ہوں گے اور آپ کے بعد امت جو کارنامے انجام دے گی ان کی وجہ سے آپ ﷺ محبوب اور شرمندہ ہوں گے اور حیاء آئے گی۔ (بسن حسن)

﴿مسند دارمی، مسند ابن راہویہ﴾

مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر

محمد بن یزید ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت قیس بن خرشہ اور حضرت احبار رضی اللہ عنہم دونوں ہمراہ جا رہے تھے یہاں تک کہ جب یہ دونوں مقام صفین پر پہنچے تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ ٹھہر گئے اور

کچھ دیر اس سرزمین پر نظر ڈالی پھر فرمایا: اس خطہ سرزمین پر مسلمانوں کا اس قدر خون بہے گا کہ اتنا خون کسی اور خطہ پر نہ بہا ہوگا۔ اس پر حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ بات تمہیں کس ذریعہ سے معلوم ہوئی؟ حالانکہ یہ بات علم غیب سے ہے اور علم غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اس پر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: زمین کا باشت بھرا کر ابھی ایسا نہیں ہے جس کا ذکر توریت میں نہ ہو۔

﴿طبرانی، ہیثمی﴾

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مختار کا سران کے سامنے لایا گیا تو انہوں نے کہا حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے جو باتیں بتائی تھیں ان سب باتوں کو میں نے درست پایا۔ سوائے اس ایک بات کے جو مجھ سے کہی کہ عنقریب ایک ثقفی شخص مجھ کو قتل کرے گا۔ حضرت اعمش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ اسے نہ جان سکے کہ حجاج ثقفی کو ان کیلئے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

﴿مستدرک حاکم﴾

حجاج بن یوسف کے ظلم کا ذکر:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کتاب میں پڑھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک ہم نسب شخص لوگوں کا خون بہائے گا اور دوسروں کے اموال کو حلال جانے گا اور بیت اللہ کے ایک ایک پتھر کو توڑے گا۔ میری حیات میں اگر اس طرح کے واقعات رونما ہوئے تو میں دیکھ ہی لوں گا ورنہ تم ان باتوں کو ذرا یاد رکھنا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات بنی مغیرہ کی جبل ابوقیس پر رہنے والی عورت سے کہی تھی چنانچہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حجاج کے مقابلہ کے دوران بیت اللہ کو منہدم ہوتے دیکھ کر اس خاتون نے کہا: خدا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پر رحم کرے کیسی درست بات کہی تھی۔

﴿مستدرک حاکم﴾

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر:

ہشام بن خالد ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے توریت میں دیکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ پر چالیس دن تک آسمان وزمین روئیں گے۔

﴿زوائد الزہد﴾

حضرت محمد فضالہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک راہب نے کہا: ہم حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ عادل اماموں میں پاتے ہیں جس طرح حرمت والے مہینوں میں رجب حرمت وامن والا ہے اسی طرح عمر کا زمانہ حرمت وامن والا زمانہ ہے۔

ولید بن ہشام بن ولید بن عقبہ بن ابی معیط رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ہم ایک مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک صاحب نے کہا تم نے اس راہب کے قول کو سنا؟ وہ کہتا ہے کہ امیر سلیمان نے وفات پائی اور اس کی جگہ پیشانی پر ایک چوٹ لگا شخص امیر ہوا ہے چنانچہ جب ہم آئے تو ایسا پایا جیسا کہ راہب نے خبر دی تھی۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر جب ہم چوتھے سال اسی مقام پر ٹھہرے تو اس شخص نے اسی راہب

سے جا کر کہا: صاحب من! اس موقع پر تم نے جو خبر دی تھی ہم نے ویسا ہی پایا۔ راہب نے جواب دیا: خدا شاہد ہے، عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو زیر پلا دیا گیا ہے پھر جب ہم واپس لوٹے تو واقعی حضرت عمر بن عبدالعزیز کو زہر دیا جا چکا تھا۔

مغیرہ بن نعمان ایک بصری شخص سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے بتایا کہ میں بیت المقدس کے ارادے سے چلا تو میں ایک جگہ بارش میں گھر گیا اور میں نے ایک راہب کے صومعہ میں پناہ لی تو راہب نے میرے روبرو آ کر کہا: ”ہم کو اپنی کتاب مقدس میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ تمہارے دین کے کچھ لوگ نہ کام غدراء میں قتل کیے جائیں گے اور ان پر حساب ہوگا نہ عذاب۔“ تو کچھ ہی عرصہ گزرا کہ حجر بن عدی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو مقام غدراء میں لایا گیا اور انہیں قتل کیا گیا۔

﴿ابن عساکر﴾

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا بنی عباس کے سیاہ جھنڈے نکلیں گے یہاں تک کہ شام میں قیام کریں گے اور ان کے ہاتھوں سے ہر جاہل اور ان کے ہر دشمن کو اللہ تعالیٰ قتل کرائے گا۔

﴿بیہقی﴾

حماد بن سلمہ از یعلیٰ بن عطاء از بحیر بن ابی عبید رحمۃ اللہ علیہ از سرح بن یرموکی جو اہل کتاب سے تھا، روایت کی ہے۔ اس نے کہا میں کتاب آسمانی میں لکھا پاتا ہوں کہ اس امت میں بارہ رئیس ہوں گے ان بارہ میں ایک نبی ہوگا اور جب ان کی تعداد پوری ہو جائے گی تو لوگ آپس میں سرکشی و بغاوت و جنگ و جدال کرنے لگیں گے۔

﴿دولابی الکنی﴾

نبی کریم ﷺ کے بارے میں کاہنوں کی پیشین گوئیاں

سطح کی پیشین گوئی:

اسماعیل بن عیاش از یحییٰ بن ابی عمرو شیبانی از عبداللہ بن دیمی از ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ سطح کا ذکر کیا کرتے ہیں اور آپ کا یہ خیال بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم میں کسی کو اس کی مثل پیدا نہیں کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سطح کو تختہ پر گوشت کا ایک لوتھڑا پیدا کیا۔ اس کی نقل و حمل تختہ ہی پر ہوئی، اس کے بدن میں ہڈی تھی نہ ہاتھ، نہ اس کی کھوپڑی تھی اور نہ گردن، ہتھیلیاں بھی غائب تھیں۔ اس کے اس لوتھڑے کو مثل گھڑی کے پیٹ لیا جاتا۔ اس کے جسم میں کوئی حس و حرکت نہ تھی صرف زبان حرکت کرتی تھی۔ اس کے کہنے پر اس کو تختہ پر رکھ کر مکہ لایا گیا تو اس کے پاس چار قریشی آئے۔ آل قصی میں عبد شمس، عبد مناف، احوص بن فہر اور عقیل بن ابی وقاص۔ ان چاروں نے

اپنا نام اور نسبی تعارف کرایا۔ لوگوں نے کہا کہ حج والے ہیں جو تمہاری زیارت کیلئے ہیں۔ عقیل نے ایک ہندی تلوار اور روبیہ برچھا بطور تحفہ پیش کیا اور دونوں چیزوں کو بیت الحرام کے دروازے پر رکھ دیا تاکہ وہ یہ دیکھ سکیں کہ سطح نے ان چیزوں کو اس سے پہلے دیکھا ہے یا نہیں۔ تھوڑی دیر بعد سطح نے کہا: ”اے عقیل! اپنا ہاتھ میرے سامنے لا۔“ اس نے اپنا ہاتھ آگے کیا۔ اس کے بعد سطح نے کہا:

”قسم ہے باطن کے جاننے والے اور خطاؤں سے درگزر کرنے والے کی، قسم ہے پورا ہونے والے عہد کی اور قسم ہے بیت الحرام کی! تم نے جو تحفہ پیش کیا اس میں شمشیر ہندی اور دوسرا روہنی نیزہ ہے۔“

ان قریشیوں نے کہا: اے بزرگ سطح! آپ نے درست فرمایا۔ اسکے بعد سطح نے کہا: ”قسم ہے فرح کے ساتھ لات کی، قسم ہے قوس قزح کی، قسم ہے سبقت لے جانے والے گھوڑے کی! قسم ہے پیشانی پر نشان والے گھوڑے کی! قسم ہے تازہ کھجور کے درخت کی! قسم ہے خشک و تر خرموں کی! بے شک کو جس طرف اڑا مبارک ہے۔ (زمانہ جاہلیت میں عرب اسی طرح قسمیں کھاتے تھے اور کوئے کی کائیں کائیں سے شگون لیتے تھے۔) اس نے بتایا ہے کہ یہ لوگ حج سے تعلق نہیں رکھتے اور ان کا نسب ان قریش سے ملتا ہے جو پتھریلی زمین کے رہنے والے ہیں۔“ ان چاروں نے کہا:

”اے سطح! آپ ٹھیک کہتے ہیں ہم اسی علاقے کے رہنے والے ہیں۔ ہم آپ کے پاس صرف ملاقات کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں، اب جبکہ ہمیں آپ کے علم کا اندازہ ہو گیا ہے تو اب ہمیں بتائیے کہ ہمارے زمانے اور ہمارے بعد کیا کیا واقعات رونما ہوں گے۔ اگر اس کے بارے میں آپ کو کچھ خبر ہے؟ سطح نے کہا: بے شک تم سچ کہتے ہو۔ اچھا اب میری باتوں کو سنو! جو اللہ نے الہام کے ذریعے مجھے بتائی ہیں۔

”اے گروہ عرب! تم بڑھاپے کے عالم میں ہو، تمہاری بصیرتیں اور عجم کی بصیرتیں برابر ہیں، تمہارے پاس علم ہے نہ سمجھ اور تمہارے بعد آنے والے لوگ انواع علم کے متلاشی ہوں گے اور بت شکنی کرتے ہوئے روم تک پہنچیں گے، عجمی طاغیوں کو قتل کر کے غنائم حاصل کریں گے۔“

اس تقریر کو سن کر ان چاروں نے کہا: ”اے بزرگ محترم سطح! وہ کون لوگ ہوں گے؟“ اس نے جواب دیا: ”رکنوں والے گھر، امن و غلبہ کی قسم! وہ لوگ تمہارے بعد تمہاری ہی اولاد میں سے ہوں گے جو بتوں کو توڑ دیں گے اور طاغوت کی بندگی چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کریں گے اور دنیا کو توحید کا سبق دیں گے اور دیان کے دین پر چلیں گے، اونچی اونچی عمارتیں بنائیں گے۔ عامیوں پر سبقت لے جائیں گے۔“ انہوں نے پوچھا: ”اے سطح! وہ لوگ کس نسل سے ہوں گے؟“ اس نے جواب دیا:

”قسم ہے اشرف الاشراف کی! قسم ہے اسراف کے نگہبانی کرنے والے کی! قسم بلاؤ عاد کو ہلا دینے والے کی! اور قسم ہے کمزوروں کو قوت دینے والے کی! وہ ہزاروں لوگ ہوں گے جن میں عبد شمس اور عبد مناف بھی ہوں گے اور دوسرے مختلف لوگ بھی ہوں گے۔“

چاروں قریشیوں نے کہا: ”اے نبی خبر دینے والے سطح! ہمیں یہ بتا دیجئے کہ وہ کس شہر سے ظہور

کریں گے؟“ اس نے کہا: ”قسم ہے ذاتِ ازل وابد کی! اور قسم ہے مددگارِ اعلیٰ کی! شہر مقدس سے ایک ہدایت یافتہ نبی پیدا ہوگا جو سیدھی راہ دکھائے گا اور یغوث و اصنام سے کنارہ کشی اختیار کر کے ان کی پرستش سے بری ہوگا۔ وہ ایک خدا کی عبادت کرے گا پھر اللہ تعالیٰ اس نبی کو محمود کر کے وفات دے گا۔ وہ زمین سے مفقود اور آسمان میں حاضر و موجود ہوگا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کا خلیفہ ہوگا۔ اس کے فیصلے اور حقوق کی ادائیگی اور اس کے معاملات میں پورا اعتدال ہوگا۔ اس خلیفہ اول کے بعد دوسرا صاحبِ واستقامت خلیفہ ہوگا جو اعلیٰ درجہ کا مدبر، تجربہ کار اور معاملہ شناس ہوگا۔ وہ کل ملت کا بہترین ذمہ دار، مہمان نواز اور عدلیہ کا ایک مثالی استحکام کرنے والا ہوگا۔ ان کے بعد وہ شخص اور نائب ہوگا جو اپنے سابقین کی طرح مستعد، زرہ پوش اور آزمودہ کار ہوگا۔

بایں ہمہ غدار منصوبے بنائیں گے اور یہ اشراؔر تعمیر مشوروں کا بہانہ بنا کر گروہ درگروہ اس کے شہر میں جمع ہو جائیں گے اور اس معصوم کو بے دردی کے ساتھ شہید کر ڈالیں گے پھر اس کے خون کا بدلہ لینے کیلئے اکابرین و معززین امت اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس کے بعد وہ خلیفہ ہوگا جو اپنی ذات رائے کو، فریب دینے والے کی رائے سے متفق کر دے گا پھر قلم رو میں لشکرِ عظیم مد مقابل ہوں گے پھر اس کے بعد اس کا بیٹا جانشین ہوگا جو جمع شدہ مال میں ہاتھ ڈالے گا کم ہی لوگ ہوں گے جو اس کو پسند کریں گے وہ عوام کے خزانے میں تصرف کرے گا اور آئندہ جانشین کیلئے خزانہ بھرے گا۔ اس کے بعد وہ بادشاہِ والی ہو جائیں گے کہ ان کے عہد میں خون ریزی عام ہوگی۔

بعد ازاں ان کا والی ایک مفلوک الحال شخص ہوگا وہ ان کو فرش کی طرح پامال کرے گا، پھر ایک مضبوط گرفت والا ابو جعفر ہوگا جو حق کو دور اور مفسر کو قریب کرے گا اور بہت بری طرح زمین کو فتح کرے گا۔ اس کے بعد ایک پستہ قد والا شخص ہوگا، اس کی پشت پر نشان ہوگا، وہ سلامتی کی موت مرے گا۔ پھر نسبتاً کم مکار شخص آئے گا اور وہ ملک کو خالی اور بے کار چھوڑ دے گا پھر اس کا بھائی والی ہوگا جو اسی کی راہ پر گامزن ہوگا وہ منبر و اموال کے ساتھ مخصوص ہوگا۔ اس کے بعد والی وہ شخص ہوگا جو غصہ کو ضبط نہ کر سکے گا وہ دنیا پسند اور مال دار ہوگا۔ اس کے معاصرین اور ہم زمانہ لوگ اور اس کے اقارب اسے جنگ پر ابھاریں گے اور پھر اس پر چڑھائی کریں گے اور سلطنت سے معزول کر دیں گے اور پھر وہ قتل کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد ساتواں شخص برسرِ اقتدار آئے گا۔ وہ ملک کا قحط زدہ ویران اور پسماندہ بنا دے گا اور ملک کے اندر ایک بھوکے حریص کی طرح کھسوٹ کرے گا۔ اس وقت حالت یہ ہوگی کہ بے مایہ و حریص لوگ ملک گیری کی طمع کریں گے اور ننگے بھوکے لوگ والی بنیں گے۔ قبیلہ نزار کے لوگ بنی قحطان کو پامال کریں گے اور یہ دونوں قبیلے دمشق میں لبنان کے قریب نبرد آزما ہوں گے اس دن اہل یمن کے دو طبقے ہوں گے، ایک غالب اور دوسرے مغلوب و مخذول۔ صحرائے نشینوں کے خیموں کو تم بوسیدہ دیکھو گے اور ان کے جھنڈے کھلے پاؤں گے اور قیدیوں کو پابہ زنجیر دیکھو گے۔

یہ واقعات وادی فرات اور پہاڑوں کے درمیان ہوں گے، اس زمانے میں منابر ویران ہوں

گے اور بیوہ خواتین لوٹی جائیں گی اور حاملہ عورتوں کے حمل گریں گے اور زمزے اور ساز کا دور دورہ ہوگا۔ وائل نامی شخص خلاف کو طلب کرے گا۔ اس وقت قوم نزار مشتعل ہو جائے گی۔ وہ غلاموں اور شہر پسندوں کو مقرب بنائے گی اور اختیار و عباد سے دور رہے گی۔ لوگ بھوکے مریں گے۔ غلہ اور عام ضرورت کی چیزیں گراں ہو جائیں گی اور ایک موقع ماہ صفر میں ان جابروں کو قتل کیا جائے گا۔ جنہوں نے خندقیں، نہریں، سرسبزی و شادابی کو عام کیا۔ ان کو بھاگنے کا موقع نہ ملے گا، حاکم وقت ان جابروں کو دن کے اول وقت ہزیمت دے گا۔ جب وہ اس حالت مغلوبیت کو پہنچیں گے تو وہ خوف کے باعث نہ سو سکیں گے اور نہ فرار کر سکیں گے۔ وہ کسی آبادی میں داخل ہوں گے اور پھر قضا و قدر کو پالیں گے۔ اس کے بعد تیر اندازوں کی جماعت آئے گی اور وہ صالحین کو اکٹھا کرے گی تاکہ آہن پوشوں کو قتل کریں گے اور ان کے حامیوں کو قید کریں اور گمراہوں کو اسیر بنائیں، اس مرحلہ پر بادشاہ کو آبی راہ سفر پر پالیں گے پھر دین اور اس کے امور میں اختلال واقع ہو جائے گا اور زبور پوشیدہ کر دیئے جائیں گے۔ معبدوں کو توڑ دیا جائے گا اور کوئی محفوظ و مامون نہ ہوگا مگر وہ جو کہ جزائر البحر میں ہوگا۔ (یعنی دور دراز کے جزیروں میں چلے جائیں گے۔)

اس کے بعد جنوب کی سمت سے غبار اٹھے گا اور دیہاتی گنوار غلبہ کریں گے۔ ان میں کوئی بھی بدکاری، جنگ جوئی اور ہٹ دھرمی سے پاک و مبرانہ ہوگا۔ یہ زمانہ بہت ہی خراب ہوگا، کاش قوم میں اس دن کچھ حیا ہوئی اور تمناؤں کی خواہش نہ کرتی۔ ان چاروں قریشی حضرات نے دریافت کیا: ”اے سطح! اس کے بعد پھر کیا ہوگا؟“ اس نے کہا: ”اس کے بعد یمن سے ایک شخص اٹھے گا وہ خوبصورت اور برف کی مانند سفید ہوگا وہ صنعاء اور عدن کے درمیان میں ایک علاقے سے ظاہر ہوگا۔ اس کا نام حسین یا حسن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کے سر پر فتنوں کو لے جائے گا۔“

﴿ابو نعیم، ابن عساکر﴾

ربیعہ بن نصر کا خوفناک خواب:

ربیعہ بن نصر نے ایک خوفناک خواب دیکھا جس سے وہ بہت خوف زدہ ہو گیا تو اس نے اپنی مملکت کے معبروں کے پاس لوگوں کو بھیجا اور کسی کا ہن، جادوگر، شگون لینے والے اور منجم کو نہ چھوڑا، سب ہی لوگوں کو طلب کر لیا اور کہا میں نے ایک خوفناک خواب دیکھا ہے جس کی وجہ سے خائف اور دہشت زدہ ہو گیا ہوں، لہذا مجھے اس کی تعبیر دو۔ معبروں نے کہا: ”خواب کو بیان فرمائیے تاکہ ہم تعبیر دیں۔“ اس نے جواب دیا: ”کہ میں خواب بیان کروں اور پھر تم اس کی تعبیر دو، یہ طریقہ کار میرے لیے اطمینان کا باعث نہیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ صحیح تعبیر وہی کرے گا جو اس خواب کو میرے بیان کیے بغیر جانتا ہو کہ میں کیا دیکھ چکا ہوں؟“ ربیعہ کا نقطہ نظر معلوم کر کے حاضرین میں سے کسی ایک نے کہا: ”اگر آپ اس طریقہ پر تعبیر کے خواہاں ہیں تو سطح یا شق کے پاس کسی کو بھیجنا چاہیے، ان دونوں سے بہتر کوئی شخص نہیں ہے یہ دونوں افراد خواب اور تعبیر بتا سکتے ہیں۔“

طلبی پر شق سے پہلے سطح آ گیا۔ بادشاہ نے کہا: ”اے سطح! میں خواب دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا ہوں، تم اس کی تعبیر دو۔“ سطح نے جواب میں کہنا شروع کیا: ”اے بادشاہ! آپ نے خواب دیکھا ہے کہ تاریکی کی حالت میں ایک شعلہ برآمد ہوا، وہ تہامہ کا علاقہ ہے اور اس شعلہ نے ہر کھوپڑی والے کو کھالیا ہے۔“ بادشاہ نے کہا: ”اے سطح! تم نے خواب کے بیان میں کوئی بھی غلطی نہیں کی، ہاں اب تم اس کی تعبیر بتاؤ۔“ سطح نے کہا:

”میں قسم کھاتا ہوں دونوں حرہ کے درمیان ہرچہ ند اور پرند کی، تمہاری مملکت میں حبشی اتریں گے اور ابن سے لے کر جرش ک کے علاقہ پر وہ قبضہ کریں گے۔“ یہ سن کر بادشاہ نے کہا: ”یہ بات ہمارے لیے موجب فکر و الم اور خوف و ہراس کا باعث ہے، بتاؤ یہ بات تمہارے زمانہ میں ہوگی یا بعد میں؟“ سطح نے کہا: ”نہیں بعد کو ساٹھ ستر سال سے زیادہ گزر جانے کے بعد واقع ہوگی۔“ بادشاہ نے پوچھا: ”یہ ملک ان کے قبضہ میں ہمیشہ رہے گا یا پھر نکل جائے گا؟“ سطح نے کہا کچھ اور پتر برس کے بعد یہ ملک ان کے قبضہ سے نکل جائے گا پھر ان سے اکثر قتل کیے جائیں گے اور کچھ جان بچا کر بھاگ سکیں گے۔ بادشاہ نے پوچھا: ”ان کو قتل کرنے اور بھاگنے پر مجبور کر دینے والا شخص کون ہوگا؟“

سطح نے جواب دیا: ”ارم ذی یزن ان کا حاکم عدن سے یورش کرے گا اور پھر ان میں سے کسی ایک کو یمن میں نہ چھوڑے گا۔“

بادشاہ نے پوچھا: حاکم عدن کی حکومت یمن میں ہمیشہ رہے گی یا ختم ہو جائے گی؟“ سطح نے جواب دیا: کچھ اور پتر برس کے بعد اس کی حکومت بھی ختم ہو جائے گی۔

بادشاہ نے دریافت کیا: ”اس کی حکومت کو پھر کون ختم کرے گا؟“ سطح نے کہا: ”ایک نبی برحق، جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت و وحی نازل ہوا کرے گی۔“ بادشاہ نے سوال کیا: ”وہ نبی مکرم کس قبیلہ سے ہوگا؟“ سطح نے کہا: ”عالم بن فہر بن مالک بن نصر کی اولاد سے۔ اس کی امت میں حکومت آخر زمانے تک باقی رہے گی۔“

بادشاہ نے پوچھا: ”کیا زمانہ کا بھی آخری کنارہ ہے؟“ سطح نے کہا: ”ہاں، وہ جس روز تمام اولین و آخرین جمع ہوں گی۔ اس روز نیکو کار سعادت مند ہیں اور بدکار لوگ بد بخت ہیں۔“

بادشاہ نے کہا: ”اے واقف حالات سطح! جو کچھ تم کہہ رہے ہو کیا واقعی یہ درست ہے؟“ سطح نے کہا: ہاں! قسم کھاتا ہوں شق، عنق اور فلق کی کہ جو کچھ میں نے بیان کیا وہ حق ہے۔“ جب سطح اپنی گفتگو اور جوابات سے فارغ ہوا تو شق کو بادشاہ ربیعہ نے اپنے پاس بلایا اور کہا:

”میں ایک خواب دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا ہوں۔“ اور جو سوال و جواب سطح سے ہو چکے تھے ان کو بادشاہ نے مخفی رکھا تا کہ وہ معلوم کر سکے کہ دونوں کاہنوں کے بیان اور تعبیر میں کیا اور کس قدر اتفاق یا اختلاف ہے۔ تو شق نے کہا: ”ہاں! آپ نے تاریکی سے ایک شعلہ برآمد ہوتے دیکھا پھر وہ باغ اور پشتہ کے درمیان ٹھہرا، پھر اس نے ہر جان دار کو کھالیا ہے۔“

بادشاہ نے پوچھا: ”اس کی تعبیر تم کیا کرتے ہو؟“ اس نے کہا: ”قسم کھاتا ہوں دونوں حرہ کے

درمیانی انسانوں کی! آپ کی سرزمین میں سوڈانی یلغار کریں گے اور وہ ناک انگلیوں والوں پر غالب ہو جائیں گے اور ابن اور نجران تک قبضہ کر لیں گے۔“

بادشاہ نے کہا: ”یہ بات ہمارے لیے موجب اشتعال بھی ہے اور باعث رنج و تفریح بھی۔ بتا سکتے ہو کہ یہ سب کچھ میرے عہد میں ہوگا یا میرے بعد؟“ شق نے جواب دیتے ہوئے کہا: ”کچھ زمانے کے بعد یہ حالات و حادثات رونما ہوں گے، اس کے بعد تم لوگوں کو ان سوڈانیوں سے ایک عظیم اور صاحب شان چھڑائے گا اور وہ ان کو ایک دردناک مزہ چکھائے گا۔“

بادشاہ نے پوچھا: ”وہ عظیم ترین شخص کون ہے؟“ تو شق نے کہا: ”وہ لڑکانہ زیادہ کم مرتبہ ہوگا نہ زیادہ معزز، ذی یزن کے گھر میں پیدا ہوگا۔“

بادشاہ نے دریافت کیا: ”اس کی حکومت ہمیشہ رہے گی یا جاتی رہے گی؟“ کاہن نے جواب دیا: ”ایک رسول مرسل اس کے اقتدار و سلطنت کو ختم کرے گا۔ وہ رسول حق اور دین و عدل کو لائے گا وہ ایک خاص نظام زندگی اور داعی اور صاحب فضل ہوگا۔ یہ حکومت اس کے صاحبوں اور تبعین میں فیصلہ کے دن تک باقی رہے گی۔“

بادشاہ نے سوال کیا: ”وہ فیصلہ کا دن کیا ہے؟“ شق نے جواب دیا: ”یہ وہ دن ہوگا جس میں حاکموں کو بدلہ دیا جائے گا۔ آسمان سے بلانے والے کی ندا سنی جائے گی جسے ہر زندہ اور مردہ سنے گا، اس دن تمام لوگ میقات میں جمع ہوں گے جس نے اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اختیار کیا ہوگا وہ اس دن کامیاب اور نجات یافتہ ہوگا۔“

﴿ابن اسحاق، ابن عساکر﴾
ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے خبر ملی ہے کہ سطح کاہن سیل عرم کے زمانے میں پیدا ہوا اور حضور نبی کریم ﷺ کے سال ولادت میں اس کی موت واقع ہوئی۔ وہ پانچ سو سال زندہ رہا۔ اس کے بعد دوسرا ایک قول یہ ہے کہ تین سو سال زندہ رہا۔

﴿ابو نعیم، ابن عساکر﴾
ابن کلبی از عوانہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ہم نشینوں سے پوچھا: کیا تم میں سے کوئی شخص زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کوئی ایسی بات جانتا تھا اور جو اس کے سامنے واقع ہوئی ہو؟ آپ کے استفسار پر حضرت طفیل بن زید حارثی رضی اللہ عنہ نے جن کی عمر ایک سو ساٹھ سال تھی کہا: امیر المومنین! ایک شخص مامون بن معاویہ تھا جس کی کہانت کے بارے میں آپ کو علم ہے۔ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں لوگوں کو بتایا کرتا تھا۔ وہ اکثر کہتا سنا گیا:

يَا لَيْتَ اِنِّي الْحَقُّ وَ لَيْتَنِي لَا اَسْبَقُهُ

ترجمہ: ”اے کاش! میں آپ ﷺ کے ساتھ شامل ہوتا۔ اے کاش! میں آپ سے پہلے

پیدا نہ ہوا ہوتا۔“

﴿مدنی، الذیل﴾

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم تہامہ میں تھے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر ملی میں نے اپنے دل میں کہا۔ یہ وہی نبی ہے جس کے بارے میں مامون خبر دیا کرتا تھا۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دن گزرتے گئے حتیٰ کہ میں ایک وفد کے ساتھ آیا اور سلام لایا۔

قدیم پتھروں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک

حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ فضائل جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے ظاہر ہوئے بتائیے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! امیر المؤمنین! میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک ایسا پتھر دیکھا جس پر چار سطرئیں تحریر تھیں۔

پہلی سطر میں تھا کہ ”میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس میری ہی عبادت کرو۔ دوسری سطر میں تھا کہ ”بے شک میں ہی اللہ ہی ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے رسول ہیں، مژدہ ہوا سے جو ایمان لایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی۔“ تیسری سطر میں تھا کہ ”میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، جس نے مجھے مضبوط تھا وہ نجات پا گیا۔“ چوتھی سطر میں تھا کہ ”میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، حرم میرا ہے اور کعبہ میرا گھر ہے تو جو میرے گھر میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے محفوظ رہا۔“

﴿ابن عساکر﴾

محمد بن الاسود بن خلف بن عبد یغوث روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے باپ سے سنا کہ قریش نے مقام ابراہیم کے نچے حصے سے ایک کتاب پائی۔ قریش نے اس کے پڑھنے کیلئے حمیر کے ایک شخص کو بلایا۔ اس نے کہا کہ اس میں ایسے کلمات ہیں کہ اگر میں ان کو تم سے بیان کروں تو تم مجھے قتل کر دو گے۔ اس پر ہم نے گمان کیا کہ شاید اس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوگا پھر ہم نے اس کو نابود کر دیا۔

﴿تاریخ بخاری، بیہقی﴾

حریش رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پہلی مرتبہ جب خانہ کعبہ منہدم ہوا تو اوہاں ایک پتھر منقش پایا گیا، پھر ایک شخص بلایا گیا اس نے اسے پڑھا تو یہ لکھا تھا: ”میرا جو بندہ منتخب، متوکل، منیب اور مختار ہے، اس کی جائے ولادت مکہ اور جائے ہجرت مدینہ ہے۔ وہ دنیا سے رخصت نہ ہوگا، جب تک کہ ٹیڑھی زبانوں کو سیدھا نہ کر دے اور عام گواہی نہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کی امت بہت زیادہ حمد کرنے والی ہوگی، وہ ہر فراز پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے گی اور نصف کمر پر تہبند باندھے گی اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو پاک رکھے گی۔“

﴿ابو نعیم﴾

ابوالطیب، عبدالنعم بن غلبون مقری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ عموریہ کو جب فتح کیا گیا تو وہاں کے ایک کینسہ پر سنہری حرفوں سے لکھا پایا گیا کہ ”بعد میں آنے والے لوگوں میں سے وہ شخص بہت برا ہے جو سلف یعنی گزرے ہوئے لوگوں کو برا کہے کیونکہ عہد ماضی کا ایک شخص، زمانہ مستقبل کے ہزار اشخاص سے بہتر ہے۔ اے صاحب غار ﷺ! تم نے افتخار کی کرامت حاصل کی، اسی لیے ملک جبار نے تمہاری تعریف کی ہے کیونکہ اس نے اپنے بھیجے ہوئے نبی پر اپنی نازل کردہ کتاب میں فرمایا: ”ثانی الثین اذہما فی الغار“ ﴿سورہ التوبہ﴾ (ترجمہ: ”دو میں کا دوسرا، جبکہ وہ دونوں غار میں تھے۔) اے عمر ﷺ! تم حاکم نہ تھے بلکہ باپ تھے۔ اے عثمان ﷺ! تم ظلم قتل کیے گئے اور قبر میں لوگ تمہاری زیارت نہ کریں گے۔ اے علی ﷺ! تم امام الا برار ہو اور رسول اللہ ﷺ کے آنے سے کافروں کو بھگانے والے ہو تو وہ صاحب غار ہے اور یہ اختیار میں سے ایک اور وہ شہروں کا فریادرس ہے اور یہ ابرار کا امام تو جو کوئی ان چاروں میں سے کسی کی تنقیص کرے، اس پر جبار کی لعنت ہے۔“

ابوالطیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں کینسہ کے راہب سے پوچھا: جس کی بھنویں تک بڑھاپے سے سفید ہو چکی تھیں۔ یہ عبارت تمہارے کینسہ کے دروازے پر کب سے منقش ہے؟ اس نے جواب دیا: تمہارے نبی (ﷺ) کی بعثت سے دو ہزار برس پہلے۔

﴿ابن عساکر﴾

قتل حسین کی پیشین گوئی:

یحییٰ بن الیمان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ مجھے بنی سلیم کی مسجد کے امام نے بتایا کہ ہمارے بزرگوں نے روم کی طرف جہاد کیا تو انہوں نے ایک کینسہ پر یہ شعر منقوش پایا:

اتر جو امة قتلت حسينا
شفاعة جدہ يوم الحساب

ترجمہ: ”جس امت نے حسین ﷺ کو قتل کیا، کیا وہ قیامت کے دن ان کے تانا کی شفاعت کی امید اور توقع رکھے گی۔“

ہمارے بزرگوں نے راہبوں سے دریافت کیا۔ یہ عبارت آپ لوگ اس کینسہ میں کب سے دیکھ رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: تمہارے نبی کریم ﷺ کی آمد کے چھ سو سال پہلے سے یہ عبارت موجود ہے۔

﴿ابو محمد جوہری، امالیہ﴾

نسب نبوی کی عصمت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں حضرت آدم علیہ السلام سے اب تک بذریعہ نکاح ہی منتقل ہوا ہوں، میرے اجداد کی نسل میں زنا نہیں ہوا۔

﴿ابن سعد، ابن عساکر﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: مجھے کسی جاہلیت کی بدی نے منتقل نہیں کیا اور میں ایک ایسے ہی نکاح سے جیسا اسلام میں ہے، اصلاب میں منتقل ہوتا رہا ہوں۔

﴿طبرانی﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نکاح سے ہی متولد ہوانہ کسی ناجائز عمل سے۔

﴿ابن سعد، ابن عساکر﴾

محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ میں نکاح سے ہی پیدا ہوا اور صلب آدم سے اب تک میرا نسلی جوہر پاک رہا اور میرے رشتہ نسبی کو اعمال براہلیت سے کبھی بدی نہیں پہنچی۔

﴿ابن سعد، ابن ابی شیبہ المصنف﴾

حضرت کلبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے نسب کو پانچ سو سال سابقہ تک تحریر کیا ہے مگر اس میں کسی جگہ بدی کو میں نے نہیں پایا اور نہ ایسی کوئی چیز جو عام طور پر جاہلیت کے لوگوں میں ہوتی ہے، اس میں پائی۔

﴿ابن سعد، ابن عساکر﴾

حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نکاح کے ذریعہ ظاہر ہوا اور از آدم علیہ السلام تا والدین محترم پورے سلسلہ نسل نے تخلیق اولاد میں برا طریقہ اختیار نہیں کیا اور نہ عہد جاہلیت کی بدی نے اس پیدائشی نظام کو متاثر کیا۔

﴿عدنی، مسند، طبرانی، ابو نعیم، ابن عساکر﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے رشتہ نسلی سے وابستہ اجداد کبھی زنا کے قریب نہ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرہ میں منتقل فرمایا اور جب بھی دو گھرانے ہوئے تو مجھے ان میں اچھے گھرانے میں رکھا۔

﴿ابو نعیم﴾

کلبی، ابوصالح، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عربی قبائل میں بہترین قبیلہ مضر اور مضر کی شاخوں میں عبدمناف کی شاخ اور عبدمناف میں بنو ہاشم اور بنو ہاشم میں خاندان عبدالمطلب۔ خدا کی قسم! جب سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کی اولاد کی دو شاخیں ہوئیں تو مجھے ان میں سے بہتر شعبہ میں رکھا گیا۔

﴿ابن سعد﴾

﴿حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

”وَتَقْلُبُكَ فِي السَّاجِدِينَ“ ﴿سورہ النمل﴾

کی تفسیر میں روایت کی کہ نبی کریم ﷺ ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کے اصلاب میں منتقل ہوتے

رہے۔ یہاں تک کہ حضور نبی کریم ﷺ کو آپ کی والدہ ماجدہ نے تولد فرمایا۔

﴿بزاز، طبرانی، ابو نعیم﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے بنی آدم کے ہر دور میں یکے بعد دیگرے بہترین زمانے میں مبعوث کیا گیا۔ یہاں تک کہ میں اس زمانے میں تشریف لایا۔

﴿بخاری﴾

حضرت وائلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم علیہ السلام میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ فرمایا اور اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے بنو کنانہ کو اور بنو کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنو ہاشم کو اور پھر مجھ کو تمام بنو ہاشم میں برگزیدہ فرمایا۔

﴿مسلم﴾

﴿ترذی نے مذکورہ بالا حدیث کو روایت کر کے اس کو حسن کہا ہے۔﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا فرما کر اپنی بہترین مخلوق میں شامل فرمایا اور جب انسانی مخلوق کو قبائل میں تقسیم کیا تو مجھ کو بہترین قبیلہ میں رکھا اور جب جانوں کو پیدا فرمایا تو مجھے ان کے درمیان بہت بہتر جان بنایا اور جب خاندانوں کو بنایا تو مجھے ان میں بہتر خاندان میں رکھا۔ میں جان اور خاندان اور ہر لحاظ سے بہتر ہوں۔

﴿بیہقی، ابو نعیم﴾

بنی ہاشم کی فضیلت:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کر کے ان میں حضرت آدم علیہ السلام کو پسند فرمایا اور بنی آدم میں سے اہل عرب کو پسند فرمایا اور اہل عرب میں مضر کو اور مضر میں قریش کو اور قریش میں بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو پسند فرمایا تو اس طرح میں اچھوں میں سے اچھا ہوں۔

﴿بیہقی، طبرانی﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو دو قسموں میں تقسیم کیا۔ تو مجھے ان دونوں میں بہترین قسم میں رکھا۔ پھر ان دو قسموں کو تین قسموں میں تقسیم کیا تو مجھے ان میں تیسری بہترین قسم میں رکھا۔ پھر جب ان تین قسموں میں قبائل بنائے تو مجھے ان کے بہترین قبیلہ میں رکھا پھر جب قبائل کو گھرانوں میں تقسیم کیا تو مجھے ان کے بہترین گھرانے میں رکھا۔

﴿بیہقی، طبرانی، ابو نعیم﴾

﴿اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴾

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِيرًا

﴿سورہ الاحزاب﴾

ترجمہ: ”تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو! تم سے ہر ناپاکی کو دور کر کے خوب اچھی

طرح پاک و بہتر بنائے۔“

حضرت مالک زہری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب لوگوں کے دو حصے ہوئے تو مجھے میرے رب نے ان میں سے بہترین قسم میں رکھا۔ حتیٰ کہ میں اپنے والدین کریمین سے متولد ہوا۔ اسی لیے مجھے عہد جاہلیت سے قطعاً کوئی برائی نہ پہنچی اور مجھے ازواجی رشتہ سے پیدا کیا گیا اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والدین تک برے طریقہ پر کبھی ذریات کی منتقلی نہ ہوئی۔ اس بناء پر ذات کے اعتبار سے بھی اور آباؤ اجداد کے لحاظ سے بھی تم میں بہتر ہوں۔

﴿بیہقی، ابن عساکر﴾

حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں عرب کو چنا، پھر عرب میں کنانہ کو چنا، پھر ان میں سے قریش کو چنا، پھر ان میں سے بنی ہاشم کو منتخب فرمایا، پھر بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب کیا۔

﴿بیہقی﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا میں نے زمین کے مشرق و مغرب کو چھان ڈالا لیکن محمد ﷺ سے افضل کسی شخص کو میں نے نہیں پایا اور نہ کسی اولاد کو بنی ہاشم سے افضل پایا۔

﴿بیہقی، طبرانی، ابن عساکر﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب سے میں صلب آدم سے باہر آیا ہوں مجھ کو کسی بدکار عورت نے منتقل نہیں کیا اور سلف میں ہمیشہ امتیں مجھ سے منازعت کرتی رہیں، یہاں تک کہ میں نے عرب کے دو بہترین قبیلوں سے جو کہ بنی ہاشم اور بنی زہرہ ہیں، ظہور کیا۔

﴿ابن عساکر﴾

حضرت ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت کریمہ

”لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ“

﴿سورہ التوبہ﴾

کوفا کے زبر کے ساتھ پڑھا اور فرمایا: ”انا انفسکم“ یعنی میں حسب و نسب اور قرابت میں تم سب سے زیادہ بہتر ہوں اور میرے آباؤ اجداد میں حضرت آدم علیہ السلام سے اب تک بدکاری اور زنا نہیں ہوا۔ پورا سلسلہ تولید نکاح اور رشتہ زوجین کی بنیاد پر رہا۔

تخلیق آدم سے قبل قریش نور تھے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے قریش نور تھے، وہ نور خدا کی تسبیح کرتا تھا اور فرشتے تسبیح میں موافقت کرتے تھے پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس نور کو ان کے صلب میں ودیعت فرما دیا۔ رسول اللہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت آدم علیہ السلام کے صلب میں زمین پر اتارا، اس کے بعد صلب نوح علیہ السلام

میں رکھا اور اس کے بعد صلب ابراہیم علیہ السلام میں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے پاکیزہ اصلاب اور مطہر ارحام میں منتقل فرماتا رہا یہاں تک کہ مجھے اپنے والدین کے ذریعہ ظاہر فرمایا۔ میرے اجدادی سلسلے میں کوئی ایک مرد و عورت بھی رشتہ مناکحت کے غیر قریب نہیں ہوئے۔

﴿مسند ابن ابی عمر عدی﴾

مدائح نبوی بزبان حضرت عباس رضی اللہ عنہ:

حضرت خزیم بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں غزوة تبوک کی واپسی کے وقت ہجرت کر کے حاضر ہوا۔ اس وقت میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میری خواہش ہے کہ میں آپ ﷺ کی مدح عرض کروں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو ٹھنڈا رکھے تو انہوں نے کہا:

من قبلها طبت فی الظلال	وفی مستودع حیت یخصف الورق
ثم هبطت البلاد و لا بشر	انت ولا مضغة ولا علق
بل نطفة ترکب السفین وقد	الجم نسرا و اهلہ الفرق
تنقل من صالب الی رحم	اذا مضی عالم بدا طبق
وردت نار الخلیل مستعرا	فی صلبہ انت کیف یحترق
حتی احتوی بیتک المہیمن من	قندف علیاء تحتها النطق
وانت الما ولدت اشرفت ال	ارض و ضاءت بنورک الافق
فنحن فی ذلک الضیاء وفی	النور و سبل الرشاد نخترق

ترجمہ: ”یا رسول اللہ ﷺ! آپ اپنے آباؤ اجداد کی اصلاب و ارحام میں اس وقت پاکیزہ رہے جب تک حضرت آدم علیہ السلام پر پتے لپٹتے تھے۔ پھر آپ ﷺ شہروں میں اس شان کے ساتھ آئے کہ اس وقت آپ ﷺ نہ انسانی جسم میں تھے اور نہ مضغہ تھے اور نہ جما ہوا خون۔ بلکہ آپ ﷺ بہ صورت نطفہ تھے اور اس کشتی میں سوار تھے جبکہ کوہ نسر اور اس کے رہنے والے غرقاب ہو رہے تھے۔ آپ ﷺ صلب سے رحم کی طرف منتقل ہوتے رہے جبکہ ایک جہان دنیا سے رخصت ہوتا اور دوسرے ان کی جگہ پیدا ہوتے رہے۔ آپ ﷺ حضرت خلیل علیہ السلام کے صلب میں پوشیدہ ہو کر نارِ نمرود میں اترے، جب آپ ﷺ ان کی صلب میں تھے تو وہ آگ انہیں کیسے جلاتی؟ یہاں تک کہ آپ ﷺ کو اس اشرف نے جو آپ ﷺ کے فضل پر غور ہے اس اعلیٰ شرف کو گھیر لیا جو ذی نسب قندف سے ہے اور اس کے تحت نطق یعنی بلندیاں یا قبائل ہیں۔ اور آپ ﷺ کی شان یہ ہے کہ جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو زمین روشن ہو گئی اور آپ ﷺ کی شعاع نور سے افق آسمان منور اور روشن ہو گیا۔ اب ہم اس روشنی اس نور و ہدایت کے راستہ میں رواں دواں ہیں۔

﴿مسند حاکم، طبرانی﴾

چمکتا ہوا نور:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو انہیں ان کی اولاد دکھائی تو انہوں نے ایک کو دوسرے پر صاحب کرامت و فضیلت دیکھا پھر انہوں نے ان کے درمیان ایک چمکتا نور دیکھا۔ اس پر انہوں نے عرض کیا: اے میرے رب! یہ نور کس کا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارے فرزند جلیل احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہی اول ہیں، یہی آخر ہیں اور یہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہیں۔

﴿یہی، طبرانی﴾

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل کے مجملہ وجوہ ایک وجہ یہی نسبتی فضیلت ہے، اس لیے کہ نبوت، حکومت، اور سیادت بھی ہے اور حکومت و سیاست ذی حسب اور صاحب عزت و شرف میں ہی ہوتی ہے۔ اس لیے یہ بات رعایا کے انقیاد و اطاعت اور اس کی پیروی کرنے میں ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ اسی وجہ سے تو ہر قتل شاہ روم نے ابوسفیان سے سوال کیا تھا کہ تم لوگوں کے درمیان کی نسبتی حالت کیسی ہے؟ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تھا وہ ہمارے درمیان صاحب نسب ہیں۔ ہر قتل نے کہا: ”یہی نسبتی بزرگی، نجابت و اصالت اور طہارت تمام رسولوں میں رہی ہے اور وہ اپنی قوم میں نجابت نسبتی کے لحاظ سے ممتاز رہے ہیں۔“

﴿ابو نعیم﴾

حضرت عبدالمطلب کا عجیب و غریب خواب:

ابوبکر بن عبد اللہ بن ابوالجہم رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابوطالب سے حضرت عبدالمطلب کو خواب بیان کرتے سنا۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا میں نے جبکہ میں حجر اسود کے قریب سو رہا تھا تب ایک خواب دیکھا جس کی وجہ سے مجھ پر خوف طاری ہو گیا اور میں بہت بے چینی محسوس کرنے لگا۔ میں ایک قریشی کاہن کے پاس آیا اور اس سے کہا: میں نے آج خواب دیکھا ہے کہ ایک درخت اس طرح کھڑا ہے کہ اس کی اونچائی آسمان تک اور شاخیں مشرق و مغرب تک پھیلی ہوئی ہیں اور اس درخت کے نور کو میں نے روشنی آفتاب سے ستر گنا زیادہ دیکھا اور اس کے سامنے عرب و عجم کو میں نے سجدہ ریز دیکھا اور میں دیکھ رہا تھا کہ وہ درخت اپنی عظمت، نور اور بلندی میں ہر آن اضافہ کر رہا ہے۔ ایک لمحہ وہ چھپتا ہے اور دوسرے لمحے ظاہر ہو جاتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک جماعت قریش اس کی شاخوں سے چمٹ گئی ہے اور دوسری جماعت اس کے کاٹنے میں کوشاں ہے۔ یہاں تک کہ یہ جماعت اس کو کاٹنے کے قوی ارادہ سے درخت کے قریب پہنچی ہی تھی کہ مجھے ایک خوب رو، حسین و جمیل اور لطافت و خوشبو سے معطر شخص کہ اس کو دیکھنے سے پہلے میں ایسے شخص کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا، نظر آیا۔ یہ خوب رو جوان اس جماعت کے لوگوں کی کمریں توڑتا اور آنکھیں نکالتا رہا پھر میں نے چاہا کہ ہاتھ بڑھا کر اس درخت سے کچھ لوں، مگر کامیاب نہ ہوا۔ میں نے دریافت کیا اس درخت سے کون لوگ پھل لے سکیں گے؟ جواب ملا صرف وہ لوگ

جو مضبوطی سے چٹے ہوئے ہیں۔“ حضرت عبدالمطلب نے کہا کہ کاہن کو خواب سنانے کے بعد میری نظر اس کے چہرے پر ٹھہری تو میں نے دیکھا اس کا چہرہ فق ہو گیا پھر کاہن نے تعبیر کرتے ہوئے کہا:

”اگر تمہارا خواب سچا ہے تو تمہاری پشت سے ایک ایسا فرزند پیدا ہوگا جو مشرق و مغرب کا مالک ہوگا اور ایک مخلوق اس کی خوبیوں کو دیکھ کر اس سے وابستہ ہو جائے گی۔“

اس کے بعد عبدالمطلب نے اپنے بیٹے ابوطالب سے کہا: ”شاید وہ فرزند! یعنی میرے خواب کی تعبیر تم ہی ہو۔“ ابوطالب اس بات کو اکثر بیان کرتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد کہتے: ”خدا کی قسم! وہ درخت یقیناً حضرت ابوالقاسم الامین ہوں۔“ اس پر کچھ مسلمانوں نے ان سے پوچھا: ”پھر آپ ﷺ پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟“ ابوطالب جواب دیتے تھے: ”مجھے شرم و حیا آتی ہے کہ قریش کہیں گے طریقہ اسلاف کو چھوڑ کر بھیجتے پر ایمان لے آیا۔“

﴿ابو نعیم﴾

بنی زہرہ میں حضرت عبدالمطلب کا نکاح:

ابوعون مولیٰ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ، حضرت مسور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب نے بیان کیا کہ موسم سرما میں ہم یمن کے سفر پر گئے تو میں ایک یہودی عالم سے ملا تو اس نے مجھ سے پوچھا: ”تمہارا تعلق کس خاندان سے ہے؟“

میں نے کہا: ”میں بنی ہاشم سے ہوں۔“ پھر اس نے کہا: ”کیا تم اجازت دیتے ہو کہ میں تمہارے جسم کے کچھ حصوں کو دیکھوں؟“ میں نے کہا: ”ستر عورت کے مقامات کے علاوہ آپ دیکھ سکتے ہیں۔“ اس مشروط اجازت کے بعد، اس نے میری ناک کا ایک اور پھر دوسرا انتھنا کھول کر دیکھا پھر کہنے لگا: میں دعوے سے کہتا ہوں کہ تمہارے ایک ہاتھ میں ملک اور دوسرے میں نبوت ہے اور میں اسے دیکھ رہا ہوں۔

اور دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: ”ہم اس کو بنی زہرہ میں پاتے ہیں، تو یہ کیسے ہوگا؟“ میں نے کہا: ”میں نہیں سمجھتا۔“ اس یہودی عالم نے پوچھا: ”کیا تمہاری کوئی شاعہ ہے؟“ میں نے جواب دیا شاعہ سے تمہاری مراد کیا ہے؟ اس نے کہا: بیوی! اسکے جواب میں، میں نے کہا ”فی الحال تو کوئی بیوی موجود نہیں ہے۔“ اس نے کہا: ”جب تم اپنے وطن پہنچو تو قبیلہ بنی زہرہ میں نکاح کرنا۔“

اس کے بعد جب حضرت عبدالمطلب مکہ واپس آئے تو جناب ہاشم نے آپ کا نکاح قیلہ نامی خاتون سے کر دیا۔ قیلہ کے بطن سے حارث پیدا ہوئے، حارث ہی آپ کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ قیلہ کے بعد آپ کا نکاح ہند بنت عمرو سے ہوا اور اس سے دوسرے فرزند اور صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ حضرت عبدالمطلب کا تیسرا نکاح فاطمہ نامی خاتون سے ہوا جن کے بطن سے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ والد ماجد جناب رسول اللہ ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور جب جوان ہوئے تو آپ کا نکاح وہب بن عبدمناف کی صاحبزادی جناب آمنہ رضی اللہ عنہا سے کیا گیا۔

﴿حاکم، طبرانی، ابو نعیم، بیہقی﴾

حمید بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے نقل کیا کہ حضرت عبدالمطلب نے اس بات کو بیان کیا اور اسی روایت کو ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ”طبقات“ میں بہ طریق جعفر بن عبدالرحمن بن المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا کہ حضرت عبدالمطلب نے بیان کیا کہ اہل کتاب نے ان کے نتھنوں کے بالوں کو دیکھا۔ اور پھر کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ ملک ہے اور نبوت ہے اور ان دونوں میں سے ایک بات بنی زہرہ میں دیکھتا ہوں اور اسی روایت کے آخر میں ہے کہ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالمطلب کی اولاد میں نبوت اور خلافت دونوں کو رکھا۔

﴿ ابو نعیم ﴾

حمل مبارک کے معجزات:

حضرت سعد بن ابی الوقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے زیر تعمیر مکان سے آرہے تھے اور ان کے بدن پر مٹی اور غبار کا اثر تھا۔ ان کا گزر یعلیٰ العدویہ کی طرف ہوا جب یعلیٰ کی نگاہ آپ پر پڑی تو اس نے دونوں آنکھوں کے درمیان ”نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم“ تاباں پایا تو اس نے آپ کو جنسی خواہش کی تکمیل کی دعوت دی۔ اس نے کہا اگر آپ میری خواہش پوری کر دیں تو میں آپ کو سواونٹ پیش کروں گی۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا: ”ٹھہر جا میں غسل کر کے صاف ہوں پھر تیرے پاس آتا ہوں۔ گھر آ کر حضرت عبداللہ نے سیدہ آمنہ اپنی بیوی سے مباشرت فرمائی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور ولادت کیلئے حمل کا استقرار ہوا۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ یعلیٰ کے پاس پہنچے اور کہا: (یعلیٰ نے جنسی خواہش کی جس کو آپ نے مسترد کر دیا، آپ دوبارہ اس کے پاس نہیں گئے بلکہ راستہ میں مل گئی تھی) اب تیری خواہش باقی ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیوں، کیا بات ہوئی؟ یعلیٰ نے کہا: ”جب تم ادھر سے گزرے تھے تو تمہاری پیشانی پر ”نور نبوت“ تاباں تھا، مگر اس وقت وہ موجود نہیں بلکہ نطفہ ہو کر آمنہ کے رحم میں قرار پا چکا ہے۔“

﴿ ابو نعیم ﴾

ایک روایت میں ہے کہ ”جس کے نور کے ساتھ تم میرے پاس سے گئے تھے، اب اس نور کے ساتھ واپس نہیں لوٹے ہو، اگر تم نے سیدہ آمنہ سے مباشرت کی ہے تو یقیناً وہ ایک اعلیٰ مقتدر کو تولید میں لائیں گی۔“ حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو نکاح کیلئے لے کر روانہ ہوئے تو ان کا گزر اہل تبالہ یمن کی ایک کاہن خاتون پر ہوا جو کتب سماویہ کی عالمہ مشہور تھی اور اس کا نام قاطمہ بنت مر الخثیمہ تھا۔ اس نے جب نور نبوت کو حضرت عبداللہ کی پیشانی میں دیکھا تو ان سے کہا: اے جوان! اگر تم اس وقت میرے ساتھ مباشرت کرو، تو میں تم کو سواونٹ پیش کروں گی۔“ اس کی اس پیشکش پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

واما الحرام فالمات دونہ والحل لا حل فاستبینہ
فکیف لی الامر الذی تبغینہ یحییٰ الکریم عرضہ و دینہ

ترجمہ: ”فعل حرام سے تو مر جانا بہتر ہے اور فعل حلال، تو میں اس کی خوبیاں نہیں بیان کر سکتا۔ اے خاتون! حرام کاری کی جو خواہش تو میرے ساتھ رکھتی ہے۔ اس کی تکمیل کیسے ممکن ہے کیونکہ اہل توقیر و آبرو، اپنی عزت اور دین کی پاسداری کرتے ہیں۔“

اس کے بعد حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے روانہ ہو گئے اور انہوں نے حضرت آمنہ بنت وہب زہری کے ساتھ آپ کا نکاح کر دیا اور جناب عبداللہ ان کے پاس تین روز رہے۔ اس کے بعد انہوں نے اس خاتون کے پاس جانے کا ارادہ کیا جس نے دعوتِ مباشرت دی تھی چنانچہ وہ اس کے پاس آئے تو اس عورت نے ان سے پوچھا: ”میرے پاس جانے کے بعد تم نے کیا کیا؟“ جناب عبداللہ نے جواب دیا: ”میرا نکاح آمنہ بنت وہب سے ہو گیا ہے اور میں تین روز تک ان کے پاس رہا۔“ یہ جواب سن کر اس عورت نے کہا:

”اے عبداللہ! میں بدکار عورت نہیں ہوں چونکہ میں نے تمہاری پیشانی میں نورِ نبوت کی چمک دیکھی تو مجھے تمنا ہوئی کہ وہ نور میں حاصل کروں، مگر اب اللہ تعالیٰ نے اسے جہاں چاہا وہاں ودیعت فرما دیا۔“

اس کے بعد فاطمہ نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:

انی رایت مخیلة لمعت فتلا لات بخاتم القطر
ظلما بہا نور یضیی لہ ماحولہ کا ضاء ة البدر
و رجوتہ فخر ابوء بہ ما کل قادح زندہ یوری
للہ ما زہریۃ سلبت ثوبیک ما استلبت وما تدری

ترجمہ: ”میں نے ایک برسنے والے ابر کی بجلی دیکھی جس کی تابناکی نے جہان بھر کے سیاہ کالے بادلوں کو جگمگا دیا۔ ان کالے بادلوں میں ایک ایسا نور تھا جس نے گرد و پیش کے سارے علاقہ کو روشن کر دیا جس طرح کہ چودھویں رات کی چاندنی ہوتی ہے۔ میں نے عبداللہ سے نکاح کر کے فخر حاصل کرنے کی تمنا کی، مگر میں کامیاب نہ ہو سکی جس طرح کہ ہر شخص چقماق سے چنگاری حاصل نہیں کر سکتا۔ ساری خوبیاں اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں، اس زہری عورت نے کتنی اعلیٰ چیز پائی ہے۔ اے عبداللہ! وہ تمہارے دو کپڑے ہیں، ایک نبوت دوسرا ملک، جو آمنہ زہری نے حاصل کر لیے حالانکہ وہ نہیں جانتی کیا چیز حاصل کی ہے۔“

اس کے بعد فاطمہ نے یہ بھی کہا:

بنی ہاشم قد غاردت من اخیکم امینۃ اذللباہ یعتلجان
کما غادر المصباح بعد خبوه قتائل قد میثت لہ بدہان
وما کل ما یحوی الفتی من تلادہ بحزم ولا ما فاتہ لتوانی
فاجمل اذا طالبت امرا فانہ سیکفیکہ جد ان یصطرعان

سیکفیکہ اما ید مقفلة واما مسو طة بنان

ولما قضت منه امینة ما قضت نبا بصری عنه وکل لسانی

ترجمہ: ”اے آل ہاشم! آمنہ نے تمہارے بھائی کو ایسا چھوڑا جبکہ وہ اپنی خواہش کی سیرابی کر رہی تھیں۔ جس طرح کہ چراغ بتی سے اس تیل کو چوسنے کے بعد، جو اس میں ڈالا جاتا ہے، بتی کو خالی اور خشک چھوڑ دیتا ہے۔ آدمی جو قدیمی اور موروثی مال جمع کرتا ہے وہ اس کی کوشش سے نہیں ہے اور جو مال اس سے جاتا رہتا ہے، وہ اس کی غفلت سے نہیں ہے۔ جب تم کسی بات کی طلب کرو تو خوبی کے ساتھ کرو، کیونکہ باہم لڑنے والی دو کوششیں تم کو کفایت کریں گی۔ یا تو وہ ہاتھ جو تم سے روک دیا گیا تمہیں کافی ہوگا یا وہ ہاتھ جو کشادہ ہے اور انگلیوں کے پوروں کے ساتھ ہے کافی ہوگا۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے جس چیز کی خواہش کی، وہ حضرت عبداللہ سے حاصل کر چکیں تو اب میری آنکھوں کی بصارت جاتی رہی اور میری زبان گونگی ہوئی۔“

﴿ابونعیم، ابن عساکر، خرائطی الہوائف﴾

ہشام بن کلبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوالفیاض نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے تفصیل کے ساتھ جو روایت کی اس میں مذکور ہے کہ جب حضرت عبداللہ واپس ہو کر فاطمہ کے پاس پہنچے تو کہا: ”تو نے خواہش کا اظہار مجھ سے کیا تھا، اب کیا خیال ہے؟“ اس نے جواب دیا: ”وہ خواہش اسی روز تھی، آج نہیں اور اس کا یہ قول ایک محاورہ بن گیا۔ اس روایت کے آخر میں ہے کہ جو انان قریش کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو انہوں نے فاطمہ سے استصواب کیا۔ فاطمہ نے قریش کے جواب میں فی البدیہ یہ اشعار پڑھے (جو کہ پیچھے گزر چکے ہیں) اور اس روایت میں اس قول کے بعد کہ ”انہوں نے ان کے پاس تین روز قیام کیا۔“ اتنا زیادہ ہے کہ ”اہل عرب میں دستور تھا کہ جب شوہر اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے تو تین روز قیام کرتا ہے۔“

اور ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہب بن جریر بن حازم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے خبر دی۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو یزید مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ ختمی عورت کے پاس آئے تو اس نے ان کی پیشانی سے آسمان تک نور نبوت کو چمکتا دیکھا۔ تو ختمی عورت نے ان سے کہا: ”کیا تم میری خواہش پوری کر سکتے ہو؟“ انہوں نے جواب دیا:

”ہاں! لیکن پہلے میں ”ری جمار“ کر لوں۔“ تو وہ گئے ری جمار کی پھر اپنی زوجہ سیدہ آمنہ کے پاس آئے۔ اس کے بعد ختمی عورت کی بات یاد آئی تو وہ اس کے پاس آئے۔ (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ختمی عورت کے پاس جانا اس لیے تھا کہ حقیقت حال دریافت کر سکیں) ختمی خاتون نے کہا: میرے پاس سے جانے کے بعد بیوی سے ملے ہو؟“ انہوں نے کہا: ہاں! میں اپنی زوجہ آمنہ کے پاس گیا ہوں۔ خاتون نے کہا: اب تم سے میری کوئی خواہش نہیں ہے کیونکہ جب تم میرے پاس سے گئے تھے تو تمہاری پیشانی سے آسمان تک ایک نور چمک رہا تھا جب تم نے اپنی زوجہ سے صحبت کی تو وہ نور ان میں منتقل ہو گیا، اب تم ان کو جا کر خبر دے دو کہ تم کو استقرار حمل سے وہ عزت ملی ہے کہ روئے

زمین پر اس درجہ تو قیر افزا حمل کسی خاتون کو نہ ہوا۔

﴿ابن سعد، ابن عساکر﴾

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ خشم کی ایک خاتون نے ایک خاص موسم میں رونمائی و خودنمائی کرتی، بڑی ماہِ رُو اور حسین تھی۔ وہ فرشِ فروخت کرنے کیلئے پھیری کرتی تھی، اسی طرح وہ ایک روز حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئی جب اس خاتون نے ان کو دیکھا تو متعجب و متاثر ہوئی اور خود کو ان کے سامنے پیش کرنے اور دعوتِ مباشرت دینے لگی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو اسی جگہ ٹھہری رہ، جب تک میں لوٹ کر واپس نہ آؤں پھر آپ اپنی بیوی کے پاس گئے اور مباشرت کی، جس کے نتیجے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے استقرارِ حمل ہوا اور پھر اس کے بعد جب لوٹ کر اس عورت کے پاس پہنچے تو اس نے کہا: تم کون ہو؟ انہوں نے کہا تجھ سے وعدہ کرنے والا، اس نے کہا غلط کہتے ہو اور اگر تمہارا قول درست ہے تو وہ نور کیا ہوا جس کو میں پہلی ملاقات کے وقت تمہاری پیشانی پر نمایاں طور پر دیکھ رہی تھی۔

﴿بیہقی، ابو نعیم، ابن عساکر﴾

ابن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بڑے خوب رونو جوان تھے۔ ایک دن وہ قریش کی کچھ عورتوں کے پاس سے گزرے، ان عورتوں میں سے ایک نے ان سے کہا: ”تم میں سے کون ہے جو اس جوان سے نکاح کر کے اس کے ثور سے دامن مراد کو بھرے جو ان کی پیشانی میں تاباں ہے؟“ اس کے جواب میں حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نکاح قبیلہ زہرہ کی ایک خاتون حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے ہو گیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حاملہ ہوئیں۔

﴿بیہقی، ابو نعیم﴾

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ورقہ بن نوفل کی بہن قتیلہ بنت نوفل لوگوں کو دیکھ کر شگون لیا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ اس کے قریب سے گزرے تو اس نے آپ کو بلایا تا کہ آپ سے خواہشِ نفس کی تکمیل کرے، اس نے جناب عبداللہ کا دامن پکڑ لیا۔ مگر آپ نے انکار کر دیا اور کہا: صبر کر میں لوٹ کر آتا ہوں اور تیزی سے نکل کر چلے گئے، اپنے گھر آمنہ کے پاس آئے اور مباشرت کی اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حاملہ ہوئیں پھر آپ اس عورت کے پاس پہنچے تو اسے انتظار کرتے پایا۔ حضرت سیدنا عبداللہ نے کہا کہو: کیا ارادہ ہے، خواہش باقی ہے؟ قتیلہ نے جواب دیا: بالکل نہیں کیونکہ پچھلی مرتبہ ایک نور تمہاری پیشانی پر تاباں تھا اور اب آئے ہو تو وہ رخصت ہو چکا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ اس حال میں گئے کہ آپ کی پیشانی ایسی روشن تھی جیسے گھوڑے کی پیشانی میں سفیدی کی چمک ہوتی ہے اور اس حالت میں لوٹے ہیں کہ وہ چیز اب آپ کی پیشانی میں نہیں ہے۔

﴿ابن سعد، ابن عساکر﴾

کلبی رضی اللہ عنہ، ابو صالح رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ

خاتون جس نے خود کو حضرت سیدنا عبداللہ ﷺ پر پیش کیا، ورقہ بن نوفل کی بہن تھی۔

﴿ابن سعد، ابن عساکر﴾

دوران حمل حضرت آمنہ ہر طرح کی تکلیف سے محفوظ رہیں:

علی بن یزید بن عبداللہ بن وہب بن زمرہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنی چچی سے حدیث بیان کی کہ ہم نے سنا ہے کہ سیدہ آمنہ جب تولد حضور نبی کریم ﷺ کے لئے حاملہ ہوئیں تو فرماتی تھیں کہ مجھے محسوس نہ ہوا کہ حاملہ ہو گئی ہوں اور نہ گرانی پیدا ہوئی جیسا کہ عام طور پر عورتیں ایام حمل میں خود کو بوجھل محسوس کرتی ہیں۔ بجز اس علامت کے کہ میرا حیض منقطع ہو گیا تھا اور یہ علامت بھی میرے لیے کوئی خاص وجہ حمل نہ رکھتی تھی کیونکہ اس کے بغیر بھی میرے اکثر دن چڑھ جایا کرتے تھے اور پھر حیض جاری ہو جایا کرتا تھا۔ ایک روز میری نیم خواب اور بیداری میں ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا:

”اے آمنہ! تمہیں معلوم ہے، تم حاملہ ہو؟“ میں نے جواب دیا کہ ”میں تو نہیں جانتی۔“ پھر اس نے کہا: ”تم ایک بڑی امت کے سردار اس امت کے نبی کی تولید کیلئے حاملہ ہوئی ہو۔“ یہ دن دو شنبہ یعنی پیر تھا پھر دن اور مہینے گزرتے رہے یہاں تک کہ زمانہ ولادت قریب آ گیا اور پھر وہی شخص میرے خواب میں آیا اور کہا: تم یہ پڑھا کرو:

أَعِيذُكَ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ

ترجمہ: ”میں الہ واحد سے ہر حسد کرنے والے کی شرارت سے پناہ مانگتی ہوں۔“

جب سے میں اس کلمہ کو برابر پڑھتی رہی اور اس کے بعد کچھ عورتوں سے میں نے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ تم اپنے بازو اور گلے میں لوہا لٹکا لو۔ میں نے ایسا ہی کر لیا مگر وہ ہمیشہ کٹ جاتا، میں اسے باندھتی اور پھر جلد ہی کٹنا ہوا پاتی۔ بالآخر میں نے اس کو لٹکانا اور باندھنا ترک کر دیا۔ (زمانہ جاہلیت میں عرب میں یہ رسم تھی کہ حاملہ عورتیں لوہا باندھتیں اور گلے لٹکا لیتیں تھیں)

﴿ابن سعد، واقدی﴾

زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ میں نے زمانہ حمل میں کسی طرح کی تکلیف اور گرانی برداشت نہیں کی۔

﴿ابن سعد﴾

احمد محمد نام کا انتخاب:

ابو جعفر محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو ایام حمل میں حکم دیا گیا کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کا نام ”احمد“ (علیہ السلام) رکھیں۔

﴿ابن سعد﴾

بریدہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں دیکھا کہ ان سے کہا گیا کہ ”تم خیر البریہ اور سید المرسلین سے حاملہ ہو لہذا جب ان کی تمہارے

بطن سے ولادت ہو تو ان کا نام احمد اور محمد (ﷺ) رکھنا اور اس سختی کو ان کے گلے میں لٹکا دینا اللہ پھر جب میں بیدار ہوئی تو میرے سر ہانے ایک سختی موجود تھی۔ جس پر لکھا تھا:

”أَعْيَذُهُ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ وَ كُلِّ خَلْقٍ رَائِدٍ، مِنْ قَائِمٍ وَ قَائِدٍ، عَنِ النَّسَبِ عَائِدٍ، عَلَى الْفَسَادِ جَاهِدٍ، مِنْ نَافِثٍ أَوْ عَاقِدٍ، وَ كُلِّ خَلْقٍ مَادِرٍ، يَا جُدْ بِالْمَرَاصِدِ، فِي طُرُقِ الْمَوَارِدِ، أَنَّهَُا هُمْ عَنْهُ بِاللَّهِ إِلَّا عَلِيٌّ، وَ أَحْوِطُهُ مِنْهُمْ بِالْيَدِ الْعَلِيَاءِ، وَالْكَفِّ الَّذِي لَا يَرَى يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ وَ حِجَابُ اللَّهِ دُونَ عَادِيهِمْ، لَا يَطْرُقُ ذُوهُ وَلَا يَضْرُوقُهُ فِي مَقْعَدٍ وَلَا مَنَامٍ وَلَا مَسِيرٍ وَلَا مَقَامٍ أَوَّلُ اللَّيَالِي وَ آخِرُ الْأَيَّامِ“

﴿ابو نعیم﴾

حضرت سیدنا عبداللہ (رضی اللہ عنہ) کا وصال:

محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے والد ماجد نے شام کی تجارت سے واپسی پر مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان دنوں شکم مادر میں تھے۔ حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) کی عمر وفات کے وقت پچیس سال تھی۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ کی وفات اور ان کی عمر کے بارے میں جس قدر روایات اور اقوال ہیں ان میں یہی قول درست ہے۔ واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہمارے اور دوسرے تمام اہل علم کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا جناب عبداللہ سے محمد (ﷺ) کے علاوہ کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی۔

﴿ابن سعد﴾

واقعہ فیل

حضرت ابو جعفر بن علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ اصحاب فیل نے وسط ماہ محرم میں مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی تھی۔ اس واقعہ اور نبی کریم (ﷺ) کی ولادت کے درمیان پچاس راتوں کا فاصلہ تھا۔

﴿ابن سعد، ابن الدنیا، ابن عساکر﴾

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ اصحاب فیل نے چڑھائی کی اور وہ مکہ مکرمہ کے نزدیک پہنچے تو حضرت عبدالمطلب ان کے پاس گئے اور ان کے بادشاہ سے فرمایا: تم نے ہم پر چڑھائی کر دی، بہتر ہوتا کہ تم کسی فرستادے کو ہمارے پاس بھیج دیتے اور جو تمہارا مطالبہ ہوتا، ہم اس فرستادے کے ذریعے پورا کر دیتے، اس پر اس نے کہا: ”مجھے بتایا گیا ہے کہ یہاں ایک گھرا ایسا ہے کہ جو کوئی بھی اس میں داخل ہوا وہ امن یافتہ اور حفاظت یاب ہوا۔ تو میں اس کے صاحب خانہ کو ڈرانے آیا ہوں۔ حضرت عبدالمطلب نے بہ نظر رفع فساد پھر اس سے کہا: ”تم ہم سے جو مطالبہ کرو گے، ہم اس کو پورا کریں گے اور

تم واپس ہو جاؤ۔“ مگر اس نے ان کی پیشکش کو رد کر دیا اور خانہ کعبہ کی بے حرمتی کرنے پر اصرار کیا اور اس طرف پیش قدمی بھی شروع کر دی۔

حضرت عبدالمطلب لوٹ آئے اور پہاڑ پر چڑھ کر اعلان کیا: ”میں کعبۃ اللہ کو ویران کرنے اور حرم مقدس کے بے خطا ساکنوں کو ہلاک کرنے والوں کے مقابلہ پر نہ جاؤں گا پھر مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:

اللهم ان لكل اله خلا لا فامع حلاک لا یغلبن محالهم محالک
اللهم فان فعلت فامر ما بدالک

ترجمہ: ”اے خدا! ہر معبود کیلئے ایک حل ہوتا ہے تو اب تو اپنے حل کی حفاظت فرما، تیری تدبیر پر کسی کا داؤ ہرگز غالب نہیں آسکتا اے خدا! اب اگر تو بچانا چاہتا ہے تو جس طرح تو بہتر سمجھتا ہے، حکم فرما۔“

اس کے بعد سمندر کی جانب سے ایک غول پرندوں کا مثل ابر نظر پڑا۔ وہ اباہیل تھے جو ان پر چھا گئے اور ہاتھی اذیت اور ضربوں کی تاب نہ لا کر چنگھاڑنے لگے اور سارے لشکر کو مثل چبائے ہوئے بھوسے کے کر ڈالا۔

﴿ابو نعیم، بیہقی﴾

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ ”طیبراً اباہیل“ کی تفسیر میں روایت کی کہ سمندر کی جانب سے درندوں کے سروں کے مانند پرندے نمودار ہوئے جن کو نہ اس سے پہلے دیکھا گیا اور نہ اس کے بعد۔ تو ان اصحاب فیل کے جسموں پر چچک کے مانند آبلے پیدا ہو گئے اور پہلی مرتبہ چچک کو ان ہی کے جسموں پر دیکھا گیا۔

﴿سعید بن منصور، بیہقی﴾

سعید بن منصور رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبید بن عمیر لیشی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جب اصحاب فیل کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا تو ان پر پرندوں کو بھیجا جو سمندر کی جانب سے نمودار ہوئے۔ یہ گویا ابلق اباہیل تھیں، ہر ایک کے پاس تین پتھر تھے ایک منہ میں اور دو پنچوں میں پھر وہ آئیں اور اصحاب فیل کے سروں پر چھا گئیں اور جو کچھ ان کی چونچوں اور پنچوں میں تھا وہ چھوڑ دیا۔ وہ پتھریاں ان کے جسموں پر پڑیں اور ہڈی اور گوشت کو پھاڑ کر قیمہ قیمہ کر گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کے جھکڑ چلا دیئے اور خانہ خدا کے دشمن ریزہ ریزہ ہو کر غبار اور ریت میں مل کر بے نام و نشان ہو گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب فیل نے جب مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی اور مقام ”الصقاح“ پر پڑاؤ کیا تو عبدالمطلب تشریف لائے اور ان سے کہا: ”یہ بیت اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے گھر پر کسی کو غالب اور قادر نہیں ہونے دے گا۔“ یہ بات سن کر انہوں نے جواب دیا: ”ہم بغیر منہدم کیے نہ لوٹیں گے۔“

﴿بیہقی، ابو نعیم﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ہاتھیوں کو آگے بڑھانا چاہتے تھے مگر وہ پیچھے لوٹتے

تھے پھر اللہ تعالیٰ نے پرندوں کو سیاہ رنگ کی پتھریاں جن پر مٹی تھی، دے کر ایک بڑے غول کی شکل میں فوج کے سروں پر فضا میں معلق کر دیا اور ان پرندوں نے پتھریوں کو ان کے سروں پر چھوڑ دیا، جس کے اثر سے ہاتھیوں کے لشکر خارش میں مبتلا ہو گئے ان میں سے جو بھی بدن کو کھجاتا، وہاں کا گوشت گر پڑتا۔

حضرت وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب فیل کے ساتھ ایک ہتھنی تھی، اس ہتھنی کے لگاؤ سے ہاتھی کو بڑھایا، معا اس پر پتھر پڑا اور وہ دونوں لوٹ پڑے۔

﴿ابو نعیم﴾

حضرت عبدالمطلب اور چاہِ زمزم

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبدالمطلب حجرِ اسود کے قریب سو رہے تھے تو کسی نے ان سے کہا: ”برہ“ کو کھودو۔ انہوں نے اس سے پوچھا: برہ کیا ہے؟ مگر کہنے والا ان کے پاس سے چلا گیا۔ دوسرے دن جب وہ پھر اسی جگہ سوئے تو کسی نے ان سے کہا: ”المضنُونہ“ کو کھودو۔ انہوں نے پوچھا مضنُونہ کیا ہے؟ مگر وہ ان کے پاس سے چلا گیا۔ تیسرے دن جب وہ اسی جگہ سوئے تو کسی نے ان سے کہا: طیبہ کو کھودو، انہوں نے پوچھا: ”طیبہ کیا ہے؟“ مگر وہ ان کے پاس سے چلا گیا۔ چوتھے دن جب وہ اسی جگہ آئے اور سو گئے تو کسی نے ان سے کہا: ”چاہِ زمزم کھودو۔“ انہوں نے پوچھا: ”زم زم کیا ہے؟“ اس نے بتایا اس کا پانی نہ کبھی کم ہوگا اور نہ اپنی جگہ سے ہٹے گا۔ اس کے بعد چاہِ زمزم کی جگہ انہیں بتائی پھر جب اس کی بتائی ہوئی جگہ پر کھودنا شروع کیا تو قریش نے اسے کہا: ”اے عبدالمطلب! کیا کھود رہے ہو؟“ انہوں نے جواب دیا: مجھے چاہِ زمزم کھودنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر جب چاہِ زمزم نمودار ہوا اور لوگوں نے ایک کنواں دیکھا تو کہنے لگے: ”اے عبدالمطلب! اس میں ہمارا بھی حق ہے کیونکہ یہ کنواں ہمارے باپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے تصرف میں آیا ہے۔“

حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا: ”اس میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے، اس لیے یہ چشمہ مجھے ہی بتایا گیا اور میرے ہی لیے مخصوص کیا گیا ہے۔“ انہوں نے کہا: ”کیا اس معاملہ میں ہمارے ساتھ محاکمہ کرنے کو تیار ہو؟“ انہوں نے کہا کہ ”ہاں بالکل۔“ قریش نے کہا: ”اچھا ہم اپنے اور تمہارے درمیان بنی سعد کی کاہنہ کو حکم تجویز کرتے ہیں وہ جو بھی فیصلہ کرے ہم دونوں کو منظور ہوگا۔“ کاہنہ شام کے علاقہ میں رہتی تھی۔ لہذا عبدالمطلب اور ان کے خاندان کے چند دوسرے اصحاب اور قریش کے مخالف قبائل میں سے ایک ایک شخص کو لے کر قافلے کی صورت میں شام کی طرف روانہ ہو گیا۔ راہِ سفر میں ریگستان تھا جس میں پہنچ کر پانی ختم ہو گیا اور شدتِ پیاس سے تمام قافلہ کو یقین ہو گیا کہ اب مرجائیں گے، کچھ افراد شدتِ تشنگی سے جان بلب تھے وہ دوسروں سے پانی کی التجاء کرتے، مگر وہ جواب دیتے کہ بھائیو! کیا کریں؟ اب ہمارا حال بھی ویسا ہی ہونے والا ہے جو تمہارا ہو چکا ہے۔ اس اضطراب کی حالت

میں حضرت عبدالمطلب نے ساتھیوں سے مشورہ لیا تو انہوں نے جواب دیا: ”ہماری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا جو آپ مشورہ دیں ہم اس پر عمل کریں۔“ حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا:

”میری رائے یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے لیے ایک گڑھا کھود لے اور جو بھی مرتا جائے دوسرے ساتھی کو اس گڑھے میں دفن کرتے جائیں۔ یہاں تک کہ ہم میں سے آخری شخص رہ جائے گا اور اس طرح ایک شخص کا بے لحد ضائع ہونا اس سے کہیں بہتر ہے کہ سب لوگ ضائع ہوں۔“ چنانچہ سب نے اپنے اپنے لیے گڑھے کھود لیے۔ اسکے بعد ساتھیوں نے کہا: ”اس طرح تو ہم اپنے آپ کو خود ہی موت کی آغوش میں دے رہے ہیں، ہم ہمت کرتے ہیں اور پانی کی تلاش کرتے ہیں کیا عجب ہے کہ ہماری کوشش اور ہمت کو دیکھ کر اور ہماری بے بسی اور لاچارگی پر رحم فرما کر خدا ہماری مدد فرما دے۔“ یہ سن کر حضرت عبدالمطلب نے ساتھیوں سے فرمایا: ”پھر اٹھ کھڑے ہو۔“

چنانچہ وہ سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے، جب حضرت عبدالمطلب اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے تو دفعۃً اس کے پیر زمین میں دھنسنے، پانی نکل آیا۔ حضرت عبدالمطلب نے جب یہ دیکھا تو ساتھیوں کو بتایا، سب نے پانی کو بافراط پیا، استعمال کیا اور برتنوں و مشکوں میں ذخیرہ کر لیا، ہم سفر سارے ساتھی اس خدا ساز آبِ رسائی کی وجہ سے متاثر تھے۔ انہوں نے کہا: ”اے محرم ہاشمی سردار! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے زم زم کا فیصلہ آپ کے حق میں کر دیا۔ آؤ لوٹ پٹلیں، چاہ زم زم آپ کا حق ہے اور اب اس معاملے میں آپ کے ساتھ ہمارا انزاع نہیں۔“

﴿ابن اسحاق، بیہقی﴾

زہری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبدالمطلب کے تذکرے میں پہلا واقعہ یہ بیان کیا گیا ہے اکثر قریش مکہ اصحابِ فیل سے ڈر کر مکہ سے چلے گئے۔ مگر عبدالمطلب نے فرمایا: خدا کی قسم! میں حرم سے ہرگز نہ نکلوں گا اور نہ خدا کے سوا کسی سے مدد چاہوں گا۔ اس کے بعد وہ بیت اللہ کے پاس بیٹھ گئے اور دعا کرنے لگے:

”اے خدا ہر ایک اپنے گھر کی حفاظت اور مدافعت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی دشمنوں سے حفاظت فرما۔“

وہ صبر و استقامت کے ساتھ بیت الحرم میں ٹھہرے رہے حتیٰ کہ بے شمار دیوپیکر، ہاتھیوں والا لشکر مالکِ حرم کی مدافعت کرنے والی چڑیوں کے ذریعہ خستہ اور خراب ہو گیا۔ اس کے بعد قریشی اپنے گھروں کو لوٹ آئے اور حضرت عبدالمطلب کی عظمت ان کے اس کردار کی وجہ سے دوچند ہو گئی۔ اسی زمانے میں ان کو خواب میں الہام ہوا کہ زمزم کو کھودو جو شیخِ اعظم کا پوشیدہ کیا ہوا ہے۔ پھر جب وہ بیدار ہوئے تو انہوں نے عرض کیا:

”اے خدا! مجھے اس کنویں کا مقام ظاہر فرما دے۔“ چنانچہ پھر خواب میں رہنما فرمائی گئی کہ ”تم اس پوشیدہ مقام کو کھودو جو فرث اور دم کے مابین مخفی ہے اور وہ غرابِ اعظم کے چونچ مارنے کی جگہ ہے وہ

جگہ قریہ النمل میں سرخ پتھروں کی جگہ ہے۔“

اس کے بعد حضرت عبدالمطلب اٹھ کر گئے اور مسجد حرام میں بیٹھ کر بتائی ہوئی علامات کا انتظار کرنے لگے اور مقام خروہ میں گائے ذبح کی، ابھی اس میں کچھ جان باقی تھی کہ وہ ذبح کرنے والوں کے ہاتھوں چھوٹ گئی اور مسجد حرام کے نزدیک چاہ زمزم کے قریب آ کر گی گئی، اس کو وہیں مکمل طور پر ذبح کیا گیا۔ گوشت بنایا اور اٹھایا گیا کہ دفعۃً خون اور اوجھ پر ایک کوا آیا اور قریہ النمل کی جگہ بیٹھا، چونچ ماری۔ یہ عمل دیکھ کر حضرت عبدالمطلب اٹھے اور اسی مقام پر کھدائی شروع کر دی۔ قریش آئے، دیکھا اور دریافت کیا: ”کس لیے آپ کھدائی کر رہے ہیں؟“

آپ نے فرمایا: ”میں اس کنویں کو کھود رہا ہوں۔“ جب انہوں نے کھدائی میں غیر معمولی دشواری محسوس کی تو یہ نذر مان لی کہ میں اپنے بیٹوں میں سے ایک لڑکے کو ذبح کروں گا۔ اس کے بعد پھر کھدائی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ سطح آب تک پہنچ گئے اور اس کے گرد حوض بنایا جو زمزم کے پانی سے بھر گیا اور اس سے حجاج پانی پینے لگے۔ رات کو قریش کے حاسد لوگ حوض کو توڑ دیتے تھے اور صبح کو حضرت عبدالمطلب اس کو درست کر دیا کرتے تھے جب حاسدوں کی شرارتیں حد سے بڑھ گئیں تو حضرت عبدالمطلب نے اللہ سے دعا کی جس کے جواب میں ان کو خواب میں بتایا گیا کہ تم ہم سے ان الفاظ میں دعا کرو:

اللهم انی لا احلها لمغتسل ولكن هی لشارب حل
و بل ثم کفیتهم

ترجمہ: ”اے خدا! میں زمزم کے پانی کو نہانے والوں کیلئے حلال نہیں بناتا، یہ پانی صرف پینے والوں کیلئے ہی حلال ہے، یہ تیرا ہے اور تو ہی اس کی حفاظت فرما۔“

اس کے بعد وہ اٹھ کر گئے اور خواب کے عین ہدایت کے مطابق منادی کرادی۔ اس کے بعد جس کسی نے زمزم کے مومن کو خراب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم میں کوئی بیماری پیدا کر دی۔ بالآخر وہ حوض کے خراب کرنے اور اس کے پانی میں غسل کرنے سے باز آ گئے۔ اس کے بعد حضرت عبدالمطلب نے دعا کی:

”اے خدا! میں نے اپنی اولاد میں سے ایک فرزند کو قربان کرنے کی نذر مانی تھی لہذا میں ان میں قرعہ اندازی کرتا ہوں، پس تو جس فرزند کو پسند فرمائے اس کی ہدایت فرما۔“

بعد ازاں انہوں نے تمام اولادوں میں قرعہ اندازی کی اور جناب عبد اللہ کے نام قرعہ نکل آیا اور نسبتاً یہ فرزند ان کو زیادہ محبوب تھا پھر جناب عبدالمطلب نے درخواست کی: ”خدا یا! کیا اس کی قربانی تجھے مطلوب ہے یا اس کے بدلے میں سواونٹوں کی قربانی؟“ انہوں نے پھر عبد اللہ اور سواونٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کی، تو قرعہ سواونٹوں پر نکل آیا اور انہوں نے عبد اللہ کی بجائے اونٹوں کی قربانی کر دی۔

﴿بیہقی﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے زمزم کی کھدائی میں جب اپنے مددگاروں کی کمی محسوس کی تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو دس لڑکے عطا فرمائے اور میں

ان کو دیکھ لوں، تو پھر میں ان میں سے ایک کی قربانی کروں گا پھر جب ان کے دس لڑکے ہو گئے تو ان سب کو جمع کیا اور اپنی نذر کا واقعہ بیان کیا۔

سب نے کہا مناسب ہے آپ جس لڑکے سے چاہیں نذر کی تکمیل کریں مگر انہوں نے قرعہ اندازی کی اور حضرت عبداللہ کے نام قرعہ نکل آیا پس وہ ان کو پکڑ کر قربان گاہ کی طرف لے گئے اور ان کے ساتھ چھری تھی۔ حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادیاں رونے لگیں اور ان میں سے ایک نے کہا: ”آپ اپنے لخت جگر کے بدلے اپنے اونٹوں کو ذبح کر دیجئے جو حرم میں چھوٹے ہوئے ہیں پھر عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ اور دس اونٹوں کے درمیان قرعہ ڈالا۔

اس زمانہ میں آدمی کی دیت دس اونٹ تھی۔ نتیجے میں قرعہ جناب عبداللہ کا نام نکلا۔ اس کے بعد وہ دس دس اونٹ بڑھاتے گئے اور قرعہ ڈالتے رہے مگر ہر مرتبہ عبداللہ ہی کا نام لکھتا رہا۔ بالآخر دسویں مرتبہ میں سواونٹ اور عبداللہ کے مابین قرعہ اندازی میں اونٹوں کے نام پر قرعہ نکلا۔ اس موقع پر عبداللہ نے تکبیر بلند کی اور دوسرے افراد نے ان کے ساتھ ہمنوائی کی اور سب اونٹوں کو ذبح کر دیا گیا۔ سواونٹوں کی دیت کا طریقہ عرب میں پہلی بار حضرت عبدالمطلب ہی نے برتا اور پھر پورے عرب میں دیت کی یہی قیمت متعین ہو گئی اور الہی حکم سے چونکہ ممانعت بھی نہ ہوئی۔ اس وجہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی اسے رد نہیں فرمایا۔

﴿ ابن سعد ﴾

صناجحی رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اور ایک دیہاتی نے آکر کہا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سرسبزی ناپید، پانی خشک، اہل و عیال تباہ اور مال ضائع ہو چکے ہیں۔ اے دو ذبیحوں کے فرزند! اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ دیا ہے، اس میں سے کچھ مجھے دیجئے۔“

اس بات کو سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور کسی ناگواری کا اظہار اور اعتراض نہ فرمایا: ”لوگوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ”اے امیر المؤمنین! وہ دو ذبیح کون سے ہیں؟“ تو انہوں نے فرمایا: ”حضرت عبدالمطلب کو جب زمزم کھودنے کا حکم فرمایا تھا تو انہوں نے نذرمانی کہ اگر یہ کام مجھ پر آسان ہو گیا تو اپنے بیٹوں میں سے کسی کی قربانی دوں گا پھر جب وہ اس کی کھدائی سے فارغ ہوئے تو فرزندوں کے درمیان قرعہ اندازی کی اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام قرعہ نکل آیا۔ اب انہوں نے ان کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو ان کی ممانیاں جو بنی مخزوم سے تھیں، مانع آئیں اور زور دیا کہ اپنے بیٹے کے عوض فدیہ دے کر اپنے خدا کو راضی کرو تو انہوں نے سواونٹوں کی قربانی دی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ایک ذبیحہ ہوا اور دوسرا ذبیحہ حضرت سیدنا اسماعیل رضی اللہ عنہ ہیں۔

﴿ مغازی اموی، حاکم، ابن جریر ﴾

شب ولادت کے معجزات اور خصائص

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں سات یا آٹھ سال کی عمر کا ایک ہوش و گوش والا سمجھ دار بچہ تھا۔ میں نے سنا مدینہ کا ایک یہودی صبح کے وقت اپنے قلعہ کی چھت پر کھڑا ہوا اور پکار کر کہنے لگا: ”اے گروہ یہود! دیکھو۔“ آس پاس کے سارے یہودی جمع ہو گئے۔ میں سن رہا تھا ان لوگوں نے اس سے کہا: ”تیری خرابی ہو کیوں شور مچاتا ہے؟“ یہودی نے چھت پر سے کہا: ”احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے جس کو آج رات میں کسی وقت پیدا ہونا ہے۔“

﴿بیہقی، ابو نعیم﴾

ہر طرف نور ہی نور:

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری والدہ نے بتایا کہ میں اس رات میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی جس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ میں گھر میں ہر طرف روشنی اور نور پاتی اور محسوس کرتی جیسے کہ ستارے قریب سے قریب تر ہو رہے ہیں۔ حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا کہ کیا یہ میرے اوپر گر پڑیں گے پھر جب حضرت آمنہ نے وضع حمل کیا تو ایک نور برآمد ہوا جس سے کہ ہر چیز روشن ہو گئی یہاں تک کہ میں نور کے سوا کچھ نہ دیکھتی تھی۔

﴿بیہقی، طبرانی، ابو نعیم﴾

شام کے محلات روشن:

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اس وقت اللہ تعالیٰ کا عبد اور خاتم النبیین تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر میں تھے اور تم لوگوں پر واضح کرتا ہوں کہ میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کے خواب کی تعبیر ہوں اور انبیاء علیہم السلام کی مائیں ایسے ہی خواب دیکھا کرتی تھیں۔ بلاشبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے ولادت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ایسے نور کو دیکھا جس سے ان پر شام کے محلات روشن ہو گئے۔

﴿احمد، طبرانی، حاکم، بیہقی، ابو نعیم﴾

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ کسی نے دریافت کیا: اے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنے ابتدائی حالات کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیے: تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے میرے لیے دعا کی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میری بشارت دی اور میری والدہ نے خواب میں دیکھا کہ ان سے ایک

نور نے طلوع فرمایا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے ہیں۔

﴿ حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو بیان کیا اور صحیح کہا ہے۔ ﴾

﴿ ابن سعد، احمد، طبرانی، بیہقی، ابو نعیم ﴾

خالد بن معدان رضی اللہ عنہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اپنے بارے میں ہمیں کچھ بتائیے؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اپنے جد اعلیٰ حضرت ابرہیم علیہ السلام کی دعا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور وہ خواب ہوں جسے میری والدہ ماجدہ نے زمانہ حمل میں دیکھا کہ ان سے ایک نور نے طلوع فرمایا ہے جس سے تمام علاقہ شام منور ہو گیا۔

﴿ بیہقی ﴾

فائدہ:

مصنف کتاب، علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ میں اس خواب کی تعبیر ہوں جسے میری ماں نے زمانہ حمل میں دیکھا۔ تو یہ خواب زمانہ حمل میں واقع ہوا لیکن شب ولادت میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے جو شام کے محلات دیکھے وہ بہ حالت بیداری عینی مشاہدہ تھا۔ جیسا کہ حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی کہ حضرت آمنہ بیان کرتی تھیں کہ زمانہ حمل میں بشارت دینے والے آتے رہے۔ کسی نے ان سے کہا: ”اے آمنہ! تم اس امت کے سردار سے حاملہ ہو اور اس کی نشانی یہ ہے کہ جب وہ تمہارے بطن سے ظہور کرے گا تو اس کے ساتھ ایک نور طلوع ہوگا جس سے شام تک کے محلات روشن ہو جائیں گے اور جب وہ ماہ لقا پیدا ہو جائے تو اس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھنا۔

مشرق و مغرب، روشن:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب میں حاملہ ہوئی تو میں نے وضع حمل تک کسی قسم کی گرانی اور تکلیف محسوس نہ کی پھر جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو ساتھ ہی ایک روشنی اور رُخ پھیل گیا جس سے مشرق و مغرب کے درمیان ہر چیز روشن ہو گئی پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے زمین پر ٹھیک لگائی، اس کے بعد مٹی میں مٹی کو لے کر سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا۔

﴿ ابن سعد، ابن عساکر ﴾

ثور بن یزید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابوالعجفاء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب والدہ نے مجھے جنم دیا تو انہوں نے ایک شعاع نور کی آمد سے بھرہ کے محلات تک دیکھ لیے۔

﴿ ابن سعد ﴾

حضرت عطاء بن یسار، ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اور انہوں نے حضرت آمنہ سے روایت کی۔ وہ فرماتی ہیں کہ شب ولادت جب مجھ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو میں نے ایک نور دیکھا جس سے محلات شام روشن ہو گئے اور میں نے ان (محلات) کو دیکھا۔

﴿ ابو نعیم ﴾

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہا نبی کریم کی دایہ جو بنی سعد سے تھیں، ان سے روایت ہے کہ حضرت آمنہ فرماتی ہیں میں نے دیکھا گویا میرے بطن سے ایک شعاع برآمد ہوئی ہے اور جس سیداری زمین منور ہوگئی ہے حتیٰ کہ میں نے شام کے محلات اور قصور کو دیکھ لیا۔

﴿ ابو نعیم ﴾

عمر بن عاصم کلابی سے روایت ہے کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ از اسحاق بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ فرماتی تھیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کے وقت میرے بطن سے نور کا ظہور ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے اور حضور نبی کریم ﷺ پاک و صاف پیدا ہوئے یعنی آپ کے ساتھ کوئی آلودگی نہ تھی اور جب آپ ﷺ کو زمین پر رکھا تو آپ ﷺ اپنے دست مبارک کے سہارے بیٹھ گئے۔

﴿ ابن سعد ﴾

تمام زمین روشن:

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہمیں معاذ عنبری رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی کہ ہم سے ابن عمون رحمۃ اللہ علیہ نے، ابن قبطیہ کے حوالے سے ولادت حضور نبی کریم ﷺ کے سلسلے میں یہ حدیث بیان کی کہ آپ ﷺ کی والدہ محترمہ نے فرمایا کہ میں نے محسوس کیا کہ گویا مجھ سے شہاب برآمد ہوا جس سے ساری زمین روشن ہوگئی ہے۔

حضرت حسان بن عطیہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی ولادت کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں کو زمین پر رکھا اور پھر اوپر آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی۔

﴿ ابن سعد ﴾

موسیٰ بن عبید نے اپنے بھائی سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو پیدائش کے بعد زمین پر رکھا گیا تو آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ ٹیکے اور سر کو آسمان کی طرف اٹھایا اور دست مبارک میں مٹی لی، جب بنی لہب کے ایک شخص کو اس بات کی خبر ملی تو اس نے کہا اگر راوی سچا ہے تو یہ نومولود روئے زمین پر غالب ہوگا۔

﴿ ابن سعد ﴾

حضرت عبدالرحمن بن عوف سے روایت ہے کہ حضرت الشفاء بنت عمرو بن عوف سے روایت کی ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو وہ میرے ہاتھوں میں آئے اور رونے لگے، اس وقت میں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا:

رَحِمَكَ اللَّهُ وَرَحِمَكَ رَبُّكَ

مشرق و مغرب کی سیر:

حضرت الشفاء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ پر مشرق و مغرب کی ہر چیز روشن ہوگئی حتیٰ کہ میں نے روم کے کچھ محلات کو دیکھا۔ وہ بیان کرتی ہیں اس کے بعد میں نے آپ کو لپاس پہنایا اور ایشیا

دیا۔ کچھ دیر نہ گزری تھی کہ میرے جسم کے دائیں حصہ پر ایک لرزش طاری ہوگئی اور وہ تاریکی میں ڈوب گیا۔ اس وقت میں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو کہاں لے گئے تھے؟ کسی نے جواب دیا مغرب کی طرف۔ اس کے بعد میری حالت درست ہوگئی۔ مگر تھوڑی دیر بعد دوبارہ میری بائیں طرف ویسی ہی کیفیت ہوگئی جیسی دائیں طرف ہوئی تھی۔ ایک ظلمت اور ارتعاش طاری ہو گیا پھر میں نے سنا تم رسول اللہ ﷺ کو کہاں لے گئے تھے؟ دوسرے نے جواب دیا مشرق کی جانب۔ حضرت الشفاء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے یہ واقعہ ہمیشہ یاد رکھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور میں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

﴿ابو نعیم﴾

ولادت باسعادت کی مبارک رات:

عمر بن قتیبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے اور وہ علوم کے مخزن تھے کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے یہاں ولادت کا وقت قریب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: آسمانوں اور جنتوں کے تمام دروازے کھول دو اور فرشتوں کا ارتعاش بڑھ گیا۔ سمندر کی سطح گہری اور دریا کی روانی تیز ہوگئی۔ شیطان ملعون کو ستر طوقوں میں جکڑ کر بحر عمیق میں الٹا کر کے ڈال دیا گیا اور اس کی ذریعات و نیز سرکش جنوں کو پاپہ زنجیر کر کے بند کر دیا گیا۔ آفتاب عالم تاب کو نور عظیم کا لباس پہنایا گیا اور ستر ہزار حوریں خلاء میں اس کے سر پر استادہ کی گئیں جو کہ ولادت رسول اللہ ﷺ کا انتظار کر رہی تھیں اور اس سال سارے جہان کی عورتوں کیلئے بہ حرمت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اولادِ زینہ سے حاملہ ہوں اور کوئی درخت ایسا نہ تھا جس میں پھل نہ آیا ہو۔ کسی قسم کا خوف نہ تھا اور دور دراز علاقوں میں عافیت تھی اور امن تھا، جب حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت ہوئی تو سعادت کی بارشیں ہونے لگیں۔

ظلمت اور تاریکیاں چھٹ گئیں اور سارا جہان نزہت و نور سے معمور ہو گیا۔ ملائکہ آپس میں مبارک باد دینے لگے اور ہر آسمان میں ایک ستون زبرجد کا قائم کیا گیا اور ولادت باسعادت کی بدولت نور افشاں کر دیا گیا۔ آسمانوں میں یہ ستون مشہور و معروف ہیں اور معراج کے سفر آسمانی میں رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھا اور فرمایا: کہ یہ ستون میری ولادت کی خوشی میں قائم کیے گئے اور جس رات میں سید الانبیاء ﷺ کی ولادت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حوض کوثر کے کناروں پر مشک اذخر سے معطر ستر ہزار درخت اگائے اور ان کے پھلوں کی خوشبو کو اہل جنت کیلئے بھور بنایا۔ اس روز تمام آسمان والے اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی دعا مانگتے تھے اور تمام بت اورندھے گر پڑے لیکن لات و عزلی کا یہ حال تھا کہ وہ دونوں اپنے اپنے مقامات سے بحکم رب اٹھ کر نکل آئے تھے اور کہتے تھے: قریش کا بھلا ہو، ان کے یہاں امین آگئے، ان میں صدیق تشریف لے آئے اور قریش نہیں جانتے کہ انہیں کیا مصیبت پہنچی ہے۔

بیعت اللہ کا یہ حال تھا کہ بہت دنوں تک لوگوں نے اس سے یہ آواز سنی، اب اللہ تعالیٰ میرے نور

کولوٹا دے گا اور جوق در جوق توحید پرست میری زیارت کو آئیں گے۔ اب اللہ تعالیٰ مجھ کو جاہلیت سے پاک کر دے گا۔ اے عزیزیٰ تو ہلاک ہو گیا اور تین شب و روز بیت اللہ شریف کا زلزلہ نہ رکا۔

﴿ابو نعیم﴾

قریش کے جانوروں کی مبارکباد:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات حمل میں سے ایک یہ ہے کہ اس رات قریش کا ہر پروردہ چوپایہ گویا ہوا:

”رب کعبہ کی قسم! آج کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمل میں آئے اور اہل دنیا کی امان اور ان کے آفتاب ہیں۔“

نہ صرف قریشی کاہن بلکہ تمام جزیرہ نمائے عرب کے کاہن اپنی کہانت اور فنی کمال سے معرا ہو گئے اور دنیاوی بادشاہوں کا کوئی تخت نہ تھا جو اوندھا نہ پایا گیا ہو اور ہر بادشاہ گونگا ہو گیا تھا اور اس دن وہ بولنے سے قاصر تھا اور مشرق کے چرند و پرند، مغرب کے جانوروں کے پاس مژدہ اور مبارک باد لے کر گئے اور یہی عمل آبی جانوروں کا تھا۔ حمل کے ہر ماہ کے اختتام پر زمین و آسمان دونوں پر یہ ندا تھی:

”مبارک ہو کہ نبی آخر کی ولادت کی گھڑی نزدیک آگئی، وہ زمین پر امن و مبارکی کیلئے ضمانت بن کر تشریف لانے والے ہیں۔“

﴿ابو نعیم﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حمل میں کامل نو ماہ رہے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے اس عرصہ کوئی گرانی، تکلیف، بدمزگی یا اسی طرح کی کوئی دوسری شکایت جو ان ایام میں عموماً خواتین کو لاحق ہو جاتی ہیں، محسوس نہ کی اور حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسی دوران وفات پائی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منزل حمل ہی میں تھے۔ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: ”ہم ان کے محافظ، مددگار اور والی ہیں۔“ ان پر صلوة و سلام پڑھو اور ان کیلئے برکتیں طلب کرو اور ان کیلئے دعائیں مانگو۔

وصلوة اللہ تعالیٰ و ملنکتہ و النبیین و الصدیقین و الشهداء و الصالحین علی

سیدنا محمد بن عبد اللہ بن عبدالمطلب برکاتہ و سلامہ

اللہ تعالیٰ نے میلاد شریف کی رات تمام آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دیئے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا خود فرمایا کرتیں تھیں کہ مدت حمل میں جب چھ ماہ گزر گئے تو میرے پاس کوئی آیا اور اس نے بہ حالت خواب مجھے اپنے پاؤں سے دبایا اور کہا: ”اے آمنہ! تمہارا محمول سارے جہان سے افضل ہے جب ولادت ہو تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نام رکھنا۔“

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت:

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا ذکر فرمایا کرتیں کہ جب وقت آیا اور مجھے وہ کیفیت لاحق ہوئی جو وضع

حمل کے وقت عورتوں کی ہوتی ہے اور گھر کے افراد کو بھی معلوم نہ ہوا تھا کہ دفعۃً میں نے ایک ہیبت ناک آواز کو سنا جس کی وجہ سے میں خوف زدہ ہو گئی۔ اس کے بعد ایک عجیب چیز جس کو میں سفید پرندے کے بازو سے تشبیہ دے سکتی ہوں نمودار ہوا اور اس نے میرے دل کو ملا جس سے وہ خوف و ہراس اور وہ جو تکلیف دے سکتی اور میں اسے پاتی تھی دور ہو گئی پھر میں نے رخ پھیر کر دیکھا تو ایک دودھ کا پیالہ نمودار ہوا، مجھے پیاس تھی میں نے اسے پی لیا پھر وہ مجھ سے ایک بلند نور چمکا، اس کے بعد میں نے چند ایسی دراز قد، عورتوں کو دیکھا جیسے کہ وہ عبدمناف کی بیٹیاں ہوں۔ انہوں نے مجھے اپنے جھر مٹ میں لے لیا۔ میں اس پر تعجب ہی کر رہی تھی کہ میں نے دیکھا آسمان وزمین کے درمیان سفید فرش بچھایا گیا اور کسی نے کہا: اس نو مولود کو لوگوں کی آنکھوں سے بچاؤ۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے دیکھا کچھ مرد فضا میں اپنے ہاتھوں میں چاندی کے برتن لیے کھڑے ہیں اور یہ بھی دیکھا کہ پرندوں کی ایک ٹکڑی میرے روبرو آئی پھر انہوں نے میری گود کو ڈھانپ لیا۔ ان پرندوں کی چونچ زمر کی اور بازو یا قوت کے تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے جبابات بالکل دور فرمائیں۔ میں نے اس وقت دنیا کے مشارق و مغارب کا معائنہ کیا، میں نے دیکھا تین جھنڈے نصب کیے گئے۔ ایک مشرق اور دوسرا مغرب میں اور تیسرا کعبہ کی چھت پر نصب کیا۔ اس وقت مجھے دروزہ ہوا اور حضور نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے۔

ولادت کے بعد میں نے آپ ﷺ کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ سجدے کی حالت میں ہیں اور انگلیوں کو اس طرح اٹھائے ہوئے ہیں جیسے کوئی گریہ وزاری کرنے والا اٹھاتا ہے پھر میں نے سفید ابر دیکھا جو آسمان کی طرف سے آرہا تھا یہاں تک کہ اس نے آپ ﷺ کو مجھ سے روپوش کر لیا پھر وہ غائب ہو گیا، پھر میں نے ایک منادی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا:

”محمد (ﷺ) کو زمین کے مشرق و مغرب میں لے جاؤ اور سمندروں کی سیر کراؤ تا کہ وہ

سب آپ کے نام نامی، اوصاف گرامی اور صورت گرامی کو پہچان لیں اور جان لیں کہ

آپ ﷺ کا اسم گرامی اور نام نامی، دریاؤں میں ”ماحی“ رقم کیا گیا تھا کیونکہ شرک اور

اس کے لوازمات و اسباب کو آپ کے زمانے میں مٹا دیا جائے گا۔“

پھر وہ ابر جلد ہی آپ سے ہٹ گیا، اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ سفید اون کے کپڑے میں ملبوس ہیں اور آپ کے نیچے سبز حریر کا بچھونا ہے اور آپ آبدار موتیوں کی تین کنجیاں ہاتھ میں لیے ہوئے ہیں۔ اس وقت کہنے والے نے کہا: ”محمد (ﷺ) نے نصرت، غلبہ اور نبوت کی کنجیاں دست مبارک میں لے رکھی ہیں۔ اس کے بعد ایک اور ابر سامنے آیا۔ اس میں گھوڑوں کے ہنہانے اور پرندوں کے بازوؤں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

یہاں تک کہ اس نے بھی آپ ﷺ کو مجھ سے پوشیدہ کر دیا اور آپ میری نظر سے اوجھل ہو گئے۔

میں نے منادی کو ندا کرتے سنا کہ ”محمد ﷺ کو مشرق و مغرب اور انبیاء کرام علیہم السلام کی مولدات پر

لے جاؤ اور آپ کے حضور جن وانس اور حوش و طیور کی روحوں کو پیش کرو اور آپ کو حضرت آدم علیہ السلام کی صفاء، حضرت نوح علیہ السلام کی رقت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان، حضرت یعقوب علیہ السلام کی مسرت، حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال، حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز، حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر، حضرت یحییٰ علیہ السلام کا زہد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کرم عطا کرو اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے اخلاق حمیدہ اور فضائل جلیلہ سے آراستہ کر دو۔

اس کے بعد وہ ابرچھٹ گیا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو موجود پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹے ہوئے سبز حریر کو تھامے ہوئے تھے پھر کسی کو کہتے ہوئے سنا کہ خوشی ہے خوشی ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دنیا کو تھامے رکھا ہے اور کوئی مخلوق نہیں جو آپ کے حلقہ نبوت سے یاہر ہو۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ تین افراد ہیں۔ ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتاب، دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرہ کا طشت اور تیسرے کے ہاتھ میں سفید حریر تھا۔ اس نے اس حریر کا سر اٹھولا اور ایک انگوٹھی نکالی جس کی چمک سے آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں پھر اس آفتاب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سات مرتبہ غسل دیا اور دونوں شانوں کے درمیان اس انگشتری سے مہر لگائی اور حریر میں آپ کو لپیٹ دیا پھر آپ کو اٹھایا اور کچھ دیر اپنے بازوؤں میں رکھ کر میری طرف بڑھا دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ میرے بھائی عبداللہ جب پیدا ہوئے جو ہم سے چھوٹے تھے تو ان کا چہرہ اس قدر نورانی تھا گویا کہ وہ ایک آفتاب تھا، درخشاں اور تاباں دیکھ کر حضرت عبدالمطلب نے کہا: ”یہ فرزند عجیب شان والا ہوگا۔“ اور میں نے خواب میں دیکھا کہ ”ان کے نتھنے سے ایک سفید پرندہ نکل کر اڑ رہا ہے اور وہ مشرق و مغرب کی حدوں تک پہنچ کر واپس ہوا اور خانہ کعبہ پر آکر بیٹھا اور تمام قریش نے اس کے آگے سجدہ کیا پھر وہ آسمان و زمین کے درمیان فضا میں اور دور و دراز خلاء میں اڑتا رہا۔“ میں بنی مخزوم کی کاہنہ کے پاس گیا اور اس سے خواب بیان کیا۔ جس کو سن کر اس نے کہا اگر واقعی تمہارا خواب یہی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ عبداللہ کا فرزند پیدا ہوگا اور مشرق سے مغرب تک لوگ اس کی اتباع کریں گے۔ پھر جب حضرت آمنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تولید کیا تو میں نے ان سے پوچھا کہ

”تم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے موقع پر کیا کیا دیکھا؟“ انہوں نے جواب دیا مجھے دروزہ ہوا اور تکلیف زیادہ ہوگئی۔ اس وقت میں نے ایسی آوازیں سنیں جو آدمیوں کے کلام سے مشابہ تھیں اور میں نے ایک جھنڈا دیکھا جو یا قوت کی لکڑی پر تھا جسے زمین و آسمان کے درمیان نصب کر دیا گیا اور میں نے اس کے سرے پر ایک ایسا نور دیکھا جو آسمان تک پہنچ رہا تھا اور میں نے شام کے تمام محلات دیکھے جو مثل شعل آتش فروزاں تھے اور میں نے اپنے قریب قطاء کا غول دیکھا، جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کر رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے بازوؤں کو پھیلا رہا تھا اور میں نے سعیر الدیہ کی تابعہ جو کہتی گزری کہ تمہارے اس فرزند کی بدولت بت پرستی اور کہانت جاتی رہی اور یہ سعیرہ ہلاک ہوگئی۔ بتوں کی خرابی دور و رسوائی ہو۔ اور میں نے ایک جوان کو دیکھا جو قد کی درازی اور رنگ و روپ میں کامل ترین شخص تھا۔ اس نے مجھ سے بچہ کو

لیا اور اس کے منہ میں لعاب ڈالا۔ اس کے ساتھ سونے کا طشت تھا تو اس نے اس کے سینہ کو چاک کیا اور آپ کے قلب کو نکالا پھر قلب کو بھی چاک کیا اور ایک سیاہ نقطہ اس میں سے نکال کر پھینک دیا۔ اس کے بعد سبز حریر کی ایک تھیلی نکالی، اسے کھولا اور اس میں سے سفید سفوف سا نکالا اور آپ ﷺ کے دل میں بھر دیا، اس کے بعد سفید حریر کی تھیلی کھول کر اس میں مہر لگائی اور آپ کے دونوں شانوں کے درمیان انڈے کے مانند مہر کی اور آپ کو قمیص پہنا دی۔ یہ ہیں وہ عجیب و غریب امور جو میرے مشاہدے سے گزرے۔

﴿ ابو نعیم، بسند ضعیف ﴾

فائدہ:

مصنف کتاب، علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بیان اور پہلے دونوں بیانات میں تناقض موجود ہے اور میں نے اس کتاب میں اس سے زیادہ شدید منکر روایت کوئی بھی بیان نہیں کی ہے۔ بلاشبہ اس کو بیان اور نقل کرنے کیلئے میری طبیعت اور انقباض تھا لیکن میں نے اس موقع پر حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت کی ہے۔

شب ولادت حضرت آمنہ کا عجائبات دیکھنا:

حضرت حافظ ابوزکریا یحییٰ بن عابد رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کے سلسلے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیدہ آمنہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کے سلسلے میں بتایا کرتی تھیں کہ میں نے بہت سے عجائبات دیکھے ہیں۔

میں حیران اور متعجب ہی تھی کہ ایک مرتبہ تین اشخاص نمودار ہوئے۔ میں نے گمان کیا کہ ان کے چہروں کے درمیان آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔ ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتاب، دوسرے کے ہاتھ میں مشک نافہ، تیسرے کے ہاتھ میں سبز مرد کا طشت جس کے چار کونے تھے اور ہر کونے پر سفید موتی تھا۔ کسی کہنے والے نے یہ کہا یہ دنیا ہے اور یہ ان کی مشرق و مغرب اور خشکی و تری ہے۔ تو اے اللہ کے حبیب! اس کے جس کنارے کو آپ چاہیں تمام لیں۔ جناب آمنہ فرماتی ہیں: میں نے رخ پھیرا کہ دیکھوں حضور نبی کریم ﷺ نے کون سا کونا پکڑا ہے تو میں نے دیکھا کہ آپ نے اس کے وسط میں سے پکڑا ہے۔ اس وقت کسی نے کہا قسم ہے رب کعبہ کی! حضور نبی کریم ﷺ نے کعبہ کو پکڑا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ، بلاشبہ اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم ﷺ کیلئے کعبہ کو قبلہ اور برکت والا مسکن بنا چکا ہے۔ میں نے تیسرے شخص کے ہاتھ کو دیکھا اس پر حریر اسی طرح لپٹا ہوا تھا پھر اس نے اسے کھولا، تو اس میں سے ایسی مہر نکلی جس سے دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں پھر وہ میرے پاس آیا اور طشت والے شخص کو حرکت ہوئی اور اس نے حضور نبی کریم ﷺ کو آفتاب سے سات مرتبہ غسل دیا اور پھر حضور نبی کریم ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر لگائی اور حضور نبی کریم ﷺ کو اس حریر میں لپیٹا جس میں مشک اذخر کا ڈورا تھا

اور اٹھا کر ایک گھڑی اپنے بازو میں لیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ شخص رضوان محافظ جنت تھے اور انہوں نے آپ کے کان میں ایسی بات کہی جس کو حضرت آمنہ فرماتی ہیں: میں نہ سمجھ سکی اور کہا: ”اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو بشارت ہو، تمام نبیوں کے علوم آپ کو عطا کیے گئے۔ آپ اعتبارِ علم ان سے زیادہ اور بہ لحاظ شجاعت آپ ان سب سے اثناع ہیں۔ آپ کے ساتھ نصرت کی کنجیاں ہیں۔ بلاشبہ آپ کو خوف و رعب کا لباس پہنایا گیا ہے، جو ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنے گا اس کا قلب مضطرب ہو جائے گا اور اس کا دل خوف زدہ ہوگا۔ اے خلیفۃ اللہ! اگرچہ اس نے آپ کو نہ دیکھا۔“

﴿ ابن وحیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ”تنویر“ میں کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ ﴾

شب ولادت یہودی کا قریش کی مجلس کا اعلان:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی تاجر مکہ میں رہتا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شب ولادت اس یہودی نے قریش کی مجلس میں کہا: ”اے گروہ قریش! کیا آج رات تمہارے یہاں کوئی فرزند پیدا ہوا ہے؟“ قریش نے جواب دیا: ”ہمیں نہیں معلوم۔“ اس نے کہا دریافت کرو اور میں جو بات تمہیں بتاتا ہوں اسے یاد رکھنا۔

”آج رات اس آخری امت کا نبی پیدا ہونے والا ہے، اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک علامت ہے جس پر کثرت سے بال ہیں گویا کہ وہ گھوڑے کا ایال ہے۔ وہ بچہ دو راتوں تک دودھ نہ پیئے گا کیونکہ ایک عفریت جتی نے اس کے منہ میں انگلی ڈال دی ہے جس کی وجہ سے دودھ پینے سے روک دیئے گئے ہیں۔“

پھر قریش کی مجلس برخواست ہو گئی اور وہ لوگ یہودی کی باتوں پر متعجب تھے۔ وہ اپنے گھروں میں پہنچے تو تقریباً سب ہی نے اس بات کا گھر والوں سے تعجب اور حیرانی کے ساتھ ذکر کیا۔ اسی طرح ہر طرف چرچا ہونے کے بعد کسی نے بتایا کہ آج رات ایک لڑکا عبد اللہ مرحوم کے گھر پیدا ہوا ہے، اس کا نام انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا ہے پھر اہل قریش نے اس یہودی سے ملاقات کی اور اس کو بتایا یہودی نے کہا: میرے ساتھ چلو تاکہ میں اس بچہ کو دیکھ کر شناخت کروں۔ وہ آئے اور حضرت آمنہ سے عرض کیا کہ بچے کو دیکھیں گے۔ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی گود میں دے دیا۔ یہودی نے کپڑا اٹھا کر اس علامت کو دیکھا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا اور جب اس کی حالت درست ہوئی تو قریش نے کہا ہمیں تمہاری تکلیف پر افسوس ہے ہم پریشان ہیں کہ تمہیں اچانک کیا ہو گیا؟

یہودی نے کہا بنی اسرائیل سے نبوت جاتی رہی۔ اے قبائل قریش! کیا تم اس بچہ کی ولادت سے خوش ہو رہے ہو۔ خبردار ہو جاؤ کہ یہ فرزند تم پر اس طرح غلبہ کرے گا کہ آفاق میں تمہارے بجائے اس فرزند کا ہر طرف شہرہ ہوگا۔

دعوتِ عقیقہ:

ابوالحکم تنوخی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ۔ انہوں نے کہا: قریش میں دستور تھا کہ ان کے یہاں جب ولادت ہوتی تو صبح عورتیں نو مولود بچہ کے سر پر ہانڈی رکھتیں۔ اسی دستور کے مطابق جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو حضرت عبدالمطلب نے آپ کو عورتوں کے سپرد کر دیا گیا کہ وہ رسم کے مطابق ہانڈی رکھیں چنانچہ انہوں نے ہانڈی رکھی تو اس کے دو ٹکڑے ہو گئے اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ رخ اوپر کو ہے اور آسمان کی جانب نگاہیں اٹھی ہوئی ہیں۔ انہوں نے آکر حضرت عبدالمطلب سے کہا ہم نے ایسا بچہ نہیں دیکھا کہ جس کے ساتھ ایسی صورت واقع ہوئی ہو۔ حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا تم لوگ یاد رکھو اور مجھے امید ہے کہ یہ بچہ خیر و فلاح کو پہنچے گا۔ جب ساتواں روز ہوا اور حضرت عبدالمطلب نے (عقیقہ میں) قربانی کی اور برداری کو کھانے پر بلایا تو کھانے سے فراغت کے بعد انہوں نے کہا:

”اے سردار! آپ نے اپنے پوتے کا کیا نام رکھا ہے؟“ حضرت عبدالمطلب نے بتایا: ”میں نے اس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا ہے۔“ قریشی مہمانوں نے کہا: ”اپنے ہاں خاندانی ناموں سے آپ نے کیوں انحراف کیا؟“ فرمایا: ”میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں اس کی مدح فرمائے اور زمین پر مخلوق اس کی مدح کرے۔“

﴿بیہقی، ابو نعیم﴾

عیسیٰ راہب کی پیشین گوئی:

حضرت مسیب بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شام کے علاقہ میں بمقام مرا الظہر ان ایک راہب تھا جس کا نام عیسیٰ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے علم کثیر سے نوازا تھا۔ وہ مکہ آیا اور اس نے لوگوں سے ملاقات کے دوران کہا۔ عنقریب تمہاری سرزمین سے ایک فرزند پیدا ہوگا جس کی تمام عرب و عجم والے پیروی کریں گے تو جو لوگ اس کے عہد اور دعوت کو پائیں اور قبول کریں۔ وہ راہ یافتہ اور فلاح یاب ہوں گے اور جنہوں نے اس کی مخالفت کی اور رہنمائی سے گریز کیا۔ لاریب وہ خسران (گھائٹے) میں رہیں گے۔ میں دنیاوی راحت و آرام اور باطنی ماحول اور اپنی سرزمین کو چھوڑ کر محنت و تکلیف اور بھوک و پیاس اور اجنبی ماحول میں صرف اسی کی طلب و جستجو میں آیا ہوں۔ پھر اس کا یہ معمول بن گیا تھا کہ مکہ میں خاندان قریش کے اندر نو مولود بچہ ہوتا وہ اس کے بارے میں دریافت کرتا اور جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات نہ پاتا تو اکثر کہا کرتا، وہ فرزند جلیل ہنوز تشریف نہیں لایا۔ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ فرمائی ہوئی تو صبح حضرت عبدالمطلب عیسیٰ راہب کے صومعہ پر آئے اور آواز دی۔ اس نے نام پوچھا اور پھر نکل کر آیا اور کہا: اے حضرت عبدالمطلب! تم ہی اس فرزند ارجمند کے دادا ہو جس کی ولادت کے بارے میں، میں تم سے باتیں کیا کرتا تھا۔

وہ دو شنبہ کو پیدا ہوا، اسی دن بعثت کا اعلان کرے گا اور اسی دن اس جہان سے رحلت اور کوچ فرمائے گا۔

بلاشبہ آج رات ہی اس کا ستارہ طلوع ہوا ہے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ اس وقت درد میں ہے اور یہ شکایت تین دن رہے گی پھر وہ صحت مند ہو جائے گا، تم اپنے آپ کو قابو میں رکھنا، اس لیے کہ جس قدر حسد لوگ اس فرزند کیساتھ کریں گے اس کی مثال نہیں ملے گی اور جیسی مخالفت اور مزاحمت لوگ اس کے ساتھ کریں گے ویسی مخالفت کسی کے ساتھ نہ ہوئی ہوگی۔“ حضرت عبدالمطلب نے پوچھا: ”اس بچہ کی عمر کتنی ہوگی؟“ راہب نے جواب دیا: ”اس کی عمر کم ہو یا زیادہ ستر کو نہیں پہنچے گی۔ اس کی عمر کیلئے سالوں کی گنتی طاق پر ہوگی۔ انسٹھ، اکسٹھ یا تریسٹھ برس اس کی امت کی عمریں ہوں گی۔“ (عمیسی راہب کی یہ تمام پیشگوئیاں درست ثابت ہوئیں، اس نے انجیل کے مطابق یہ باتیں حضرت عبدالمطلب کو بتائیں)

راوی کا قول ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ عاشورہ محرم کے دن حمل میں آئے اور بارہ (۱۲) ربیع الاول پیر کے دن آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

﴿ابو نعیم، ابن عساکر﴾

نبی کریم ﷺ کی برکتیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ جب کوئی بچہ رات میں پیدا ہوتا تو اسے کسی برتن سے ڈھانپ دیتے تھے اور رات میں اس کو نہ دیکھتے، چنانچہ جب آپ ﷺ کی پیدائش ہوئی تو آپ ﷺ کو بھی ایک ہانڈی میں رکھ دی گیا۔ صبح ہونے پر دیکھا کہ ہانڈی کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے اور آپ ﷺ کی نگاہیں آسمان کی طرف ہیں، یہ دیکھ کر سب نے تعجب و حیرت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو بنی بکر کی ایک عورت کے پاس دودھ پلانے کیلئے بھیج دیا گیا جب عورت نے آپ کو دودھ پلایا تو اس کے یہاں ہر طرف سے خیر و برکت داخل ہو گئی۔ اس کے یہاں کسب معاش کیلئے بکریاں تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان میں برکت دی اور وہ بہت زیادہ ہو گئیں۔

﴿ابو نعیم﴾

زمانہ جاہلیت کی رسم اور ہانڈی کا ٹکڑے ہونا:

حضرت داؤد بن ابی ہند رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو تمام اونچے نیچے روشن ہو گئے اور جب آپ ﷺ کو زمین پر رکھا گیا تو آپ نے دونوں ہاتھوں سے زمین پر سہارا لیا اور آسمان کی طرف نگاہیں اٹھا کر دیکھنے لگے، جب آپ ﷺ پر ہانڈی لونی گئی تو وہ پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گئی۔

﴿ابو نعیم﴾

عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ دنیا میں تشریف فرما ہو گئے اور آپ ﷺ پر

ہانڈی لوٹی گئی تو اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں میں نے آپ ﷺ کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ آپ چشم مبارک کھولے آسمان کی طرف نظارہ کناں ہیں۔

﴿ابو نعیم﴾

شیطان کی خباث:

عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے تو ساری زمین نور سے منور ہو گئی اور ابلیس نے کہا کہ آج کی رات ایک فرزند ایسا پیدا ہوا ہے جو ہمارے کاموں کو خراب کر دے گا۔ اس پر اس کی ذریعات نے کہا جب تو اس کے پاس جائے تو اس کے فہم و دانش کو متاثر اور خراب کر دینا چنانچہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے قریب ہونے ہی والا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا۔ انہوں نے ٹھوکر رسید کی اور وہ ملک عدن میں جا گرا۔

﴿ابن ابی حاتم فی التفسیر﴾

آسمانوں پر شیطان کا داخلہ بند:

معروف بن خربوذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابلیس ساتوں آسمانوں میں چلا جایا کرتا تھا مگر جب حضرت عیسیٰ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو تین آسمانوں سے روک دیا گیا پھر وہ چار آسمانوں تک جاتا رہا لیکن جب رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے تو ساتوں آسمان سے روک دیا تھا۔

راوی حدیث معروف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر کے دن طلوع فجر کے وقت کے پیدا ہوئے۔

﴿زبیر بن بکار، ابن عساکر﴾

ایوان کسریٰ میں زلزلہ اور آتش کدہ ایران بجھ گیا:

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ حضرت ابو یعلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ کی شب ولادت آئی تو کسریٰ کے محل پر زلزلہ آیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے اور آتش کدہ ایران بجھ گیا، جس کی آتش ہزار سال سے زائد سے فروزاں اور مشتعل تھی اور دریائے ساوہ خشک ہو گیا، جب صبح ہوئی تو کسریٰ سخت پریشان اور متاثر تھا مگر اس نے اخفائے حال کیلئے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور اس عجیب و غریب واقعہ کے بعد بس اس نے اتنا کیا کہ تاج پہن کر تخت سلطنت پر بیٹھا اور تمام وزراء کورات کی وہ شدنی کیفیت بتائی۔ اسی اثناء میں ایک شخص خط لے کر آیا جس میں از خود آتش خانہ کے سرد ہو جانے کی اطلاع تھی۔ اس کے بعد کسریٰ کا فکر دو چند ہو گیا۔ اس کے علاوہ موبدان مجوسی عالم نے کہا: یزداں آپ کے ملک و سلطنت کو قائم و دوام رکھے۔ آج رات میں نے ایک خواب دیکھا کہ: ”سخت اونٹوں کو عربی گھوڑے کھینچ رہے ہیں اور دریائے دجلہ کٹ کر اپنے شہروں میں پھیل گیا ہے۔“

کسریٰ نے پوچھا: ”اے محترم موبدان! اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: عرب کے کسی گوشے سے کوئی غیر معمولی بات ہونے والی ہے۔ اس کے بعد کسریٰ نے نعمان بن المنذر کو خط لکھا کہ:

”میرے پاس کسی ایسے جاننے والے واقف کار کو بھیجو کہ اس سے جو کچھ میں چاہوں، دریافت کر سکوں۔“ نعمان نے اس کے پاس عبدالمسیح بن عمرو بن حسان غسانی کو بھیجا، جب وہ کسریٰ کے پاس پہنچا تو اس نے پوچھا: ”کیا تم ایک صاحب بصیرت شخص ہو؟ کہ میں تم سے سوال کروں؟“ عبدالمسیح نے جواب دیا: ”اے شہنشاہ فارس! دریافت کیجئے مجھے معلوم ہوا تو میں بتا دوں گا، ورنہ اس شخص کی نشاندہی کر دوں گا جو اسے جانتا ہوگا۔“

اس کے بعد بادشاہ نے سارا حال بیان کیا جس کو سن کر عبدالمسیح نے کہا: ”اس بارے میں صحیح علم میرے ماموں کو ہے جو شام میں پہاڑ کی چوٹی پر رہتا ہے اور جس کو سطح کاہن کہتے ہیں۔“ بادشاہ نے کہا: ”اچھا، اس کے پاس جاؤ اور دریافت کرو۔“ پس عبدالمسیح سفر دراز طے کر کے سطح کے پاس پہنچا، وہ ایک تخت پر پڑا ہوا تھا اور اس کی زندگی کے آخری لمحات تھے۔

عبدالمسیح نے اسے سلام کہا۔ اس نے سلام کی آواز سن کر سر اٹھایا اور کہا عبدالمسیح! تیز رفتار ناقہ پر سطح کے پاس اس حال میں آیا ہے کہ وہ مرنے کے قریب ہے۔ ساسانی بادشاہ نے اپنے قصر کے زلزلے ”آتش کدے کے بجھ جانے، موبدان کے خواب اور جملہ کے عرضی پھیلاؤ کے بارے میں معلوم کرنے کیلئے تجھے بھیجا ہے، جس وقت تلاوت کی کثرت ہوگی اور صاحب عصا کا ظہور ہوگا اور دریائے ساوہ خشک اور آتش کدہ بجھ جائے تو سطح کیلئے شام، شام نہ رہے گا اور بادشاہ مرد اور بادشاہ عورتوں کی حکومت کنگروں کے گرنے کی تعداد کے برابر ہوگی۔

یعنی یکے بعد دیگرے چودہ بادشاہوں کی حکومتیں ہوں گی اور جو کچھ ہونے والا ہے ہو کر رہے گا۔ سطح یہ بتا کر اسی وقت فوت ہو گیا۔

عبدالمسیح کسریٰ کے پاس واپس آیا اور اسے سارا حال بتایا۔ کسریٰ نے کہا جب تک ہمارے خاندان میں چودہ حکومتیں ہوں گی تو بہت سے امور پیش آئیں گے۔ اس کے بعد چار سال اس کی حکومت رہی اور باقی بادشاہوں نے خلافت فاروقی تک حکومتیں کیں۔

﴿یہی، ابو نعیم، ابن عساکر، خرائطی، ابو اتف﴾

قائدہ:

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مندرجہ بالا حدیث غریب ہے، ہم اس حدیث کو نہیں جانتے بجز مخزوم کی روایت کے جو وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابو ایوب یعلیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے منقرد بیان کیا ہے۔ اسی طرح ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ”تاریخ“ میں سطح کاہن کے تذکرے میں بیان کیا ہے اور عبدالمسیح کے تذکرے میں انہوں نے کہا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے روایت کو اسی طریق سے بیان کیا اور اسے معروف بن خربوذ رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے کہا ہے: ”جب ولادت رسول اللہ ﷺ کی شب آئی۔“ اس کے بعد اس کی مانند روایت بیان کی اور اسی سند سے صاحب ”کتاب الصحابة“ نے اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”الاصابة“ میں مرسل روایت کی ہے۔

شب ولادت بت اوندھے منہ گر گیا:

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک جماعت قریش جن میں ورقہ بن نوفل، زید بن عمرو بن نفیل، عبید اللہ بن جحش اور عثمان بن حوریش تھے ان لوگوں کا ایک مشترکہ بت تھا جس کے پاس جمع ہوتے تھے۔ ایک رات جب یہ اس بت کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ منہ کے بل اوندھا پڑا ہے۔ انہوں نے اس بات کو کوئی اہمیت نہ دی اور بت کو سیدھا کر کے اس کے مقام پر درست کر دیا، کچھ دیر گزری ہوگی کہ وہ بت پھر منہ کے بل گر گیا۔ انہوں نے دوبارہ پھر سیدھا کر کے درست کر دیا۔ تیسری مرتبہ پھر اسی طرح گر پڑا۔ اب عثمان نے کہا کہ کوئی خاص بات معلوم ہوتی ہے۔ یہ وہی رات تھی جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت یا سعادت ہوئی تھی۔ اس وقت عثمان نے یہ اشعار پڑھے:

ایاصنم العید الذی صف حوله صنا دید و لد من بعید و من قرب
تنکس مقلوبا فما ذاک قل لنا اذاک شی ام تنکس للغب
فان کان من ذنب اسانا فاننا ینوء باقرار و نلوی عن الذنب
وان کنت مغلوبا تنکست صاعرا فما انت فی الاوثان و بالسید الرب

ترجمہ: ”اے خوشی اور انبساط کے صنم! جس کے طواف کیلئے قریب و عبیدی سے بڑے بڑے لوگ آتے ہیں۔ تو منہ کے بل اوندھا ہوا تو ہمیں اس کی وجہ بتا، کیا یہ کسی خاص بات کی وجہ ہے یا یوں ہی تفریح طبع کے طور پر ہے۔ اور اگر تو ہمارے معاصی سے بیزار ہو کر اوندھا ہے تو ہم اعترافِ قصور کرتے ہیں اور معصیت سے اجتناب کا اقرار کرتے ہیں۔ اور اگر تو مغلوب ہو گیا اور ذلت و رسوائی نے تجھے منہ کے بل گرایا ہے تو جب تو بتوں میں سرداری اور معبود ہونے کے لائق نہیں۔“

❁ راوی کا بیان کہ انہوں نے پھر اس بت کو اٹھایا اور اس کی جگہ پر قائم کر دیا جب وہ سیدھا ہوا تو یہ حکم خداوندی کی جانب سے یہ کہتے سنا گیا:

تردی لمو لود انارت بنوره جمیع فجاج الارض بالشرق والغرب
و خرت له الاوثان طرا و اعدت قلوب ملوک الارض طرا من الرغب
و نار جمیع الفرس باخت و اظلمت وقد بات شاه الفرس فی اعظیم الکرب
و صدت عن الکھان بالغیب جنھا فلا منحبر منهم بحق ولا کذب
فیال ال قصی ارجعوا عن ضلا لکم وهبوا الی الاسلام و المنزل الرجب

ترجمہ: ”میرا اگر تا اس مولود کی وجہ سے ہے جس کے نور کے طفیل کرہ زمین کے مشرق و مغرب کے تمام راستے منور اور درخشاں ہو گئے ہیں۔ اور اس مولود کی وجہ سے تمام بت گر پڑے ہیں اور جہان آباد کے تمام بادشاہوں دل کے میں اس کے رعب سے لرزہ بر اندام ہو گئے۔ اور فارس کے تمام آتش کدے بجھ کر تاریک ہو گئے ہیں اور فارس کے اعلیٰ مرتبت بادشاہ کو شدید درد و تکلیف کا سامنا ہے۔ اور کاہنوں کے

پاس غیبی خبریں لانے والے جنات کو روک دیا گیا، ان کے پاس اب سچی خبر ہے نہ جھوٹی۔ تو اے اولادِ قصبی! تم راہِ ضلالت اور کجروی سے لوٹ کر اسلام کی راہ اور کشادہ منزل کی طرف دوڑ کر پہنچو۔“

﴿خرائلی الہوائف﴾

ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنی دادی اسماء بنت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل دونوں بتایا کرتے تھے کہ اصحابِ فیل کی ہلاکت کے واقعہ کے بعد ہم دونوں نجاشی شاہِ حبشہ کے پاس پہنچے تو اس نے ہم سے کہا: ”اے قریشی بزرگو! مجھے بتاؤ کیا تم لوگوں میں کوئی ایسا بچہ پیدا ہوا ہے جس کے باپ کو خدا کے نام پر ذبح ہونا تھا پھر قرعہ کے بعد وہ بیچ گئے اور ان کے عوض بہت سے اونٹ بطور دیت قربان کر دیئے گئے۔“

ہم نے جواب دیا: ہاں! ایسا ہی ہوا ہے۔ اس نے پوچھا: ”وہ پھر کہاں ہیں؟“ ہم نے بتایا: ”انہوں نے زہری قبیلہ کی ایک شریف زادی آمنہ سے نکاح کیا اور پھر کچھ ہی دنوں بعد اپنی بیوی کو حاملہ چھوڑ کر فوت ہو گئے۔“ اس نے کہا: ”تمہیں معلوم ہے کہ اس عورت کے فرزند پیدا ہوا، یا نہیں؟“ ورقہ نے جواب دیا: ”اے بادشاہ! میں ایک شب کا واقعہ عرض کرتا ہوں کہ ہم اپنے مخصوص بت کے قریب ہی بیٹھے تھے کہ اس کے اندر سے غیبی طور پر سنا گیا، وہ کہہ رہا تھا:

ولد النبی فذلک الا ملاک

و نای الضلال وادبر الا شرک

اس کے بعد وہ بت سر کے بل گر پڑا پھر زید نے کہا: ”اے عزت مآب بادشاہ! اسی نوعیت کی ایک اطلاع میرے پاس بھی ہے۔ میں اس رات گھر سے نکل کر جبلِ ابوقیس پر آیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص آسمان سے اتر رہا ہے اس کے دو ستر بازو ہیں وہ ابوقیس پر اتر کر ٹھہرا۔ پھر اس نے مکہ کی سمت رخ کیا اور کہا: ”شیطان رسوا ہوا، بت پرستی کا بطلان ہو گیا اور الامین آج پیدا ہو گیا، پھر اس نے اپنے کپڑے کو پھیلا یا جو اس کے ساتھ ہی تھا اور وہ از مشرق تا مغرب محیط ہو گیا اور پھر میں نے ایک ایسا تیز نور دیکھا کہ میں ڈرا کہیں یہ میری بصارت نہ سلب کر لے میں نے جو کچھ مشاہدہ کیا میں اس سے خوف زدہ ہو گیا پھر وہ شخص اپنے بازو پھیلا کر اڑا اور خانہ کعبہ پر اتر اور وہاں سے بھی روشنی اور نور پھیلا جس سے تہامہ کا وسیع علاقہ منور ہو گیا پھر اس نے کہا کہہ ارض پاک ہو گیا اور اس سے تاریکی اور ظلمت دور ہو گئی اور کعبہ میں جس قدر بت تھے اس نے ان کی طرف اشارہ کر کے دیکھا وہ سب کے سب گر پڑے۔“

نجاشی نے کہا: تمہارا بھلا ہو جو کچھ مجھے اس رات پیش آیا۔ اب اس کو میں تم سے بیان کرتا ہوں۔ اس رات میں جس کا تم ذکر کر رہے تھے۔ میں محل کے ایک کمرے میں بیٹھا تھا کہ دفعۃً میرے سامنے زمین کی طرف سے ایک مرگردن کے مقام تک ابھرا اور کہا: اصحابِ فیل پر ہلاکت نازل ہوئی۔ ان کو ابابیل نے ”بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیلٍ“ سے ہلاک کر دیا۔ اشرم جو مجرم و سرکش تھا مر گیا اور وہ نبی امی جو حرمی اور کمی ہے

پیدا ہو گیا تو جس نے اس کی دعوت کو قبول کیا وہ نجات یافتہ ہوا اور جس کسی نے انکار کیا وہ سراسر نقصان و زیاں میں ہے۔ اس کے بعد وہ غائب ہو گیا۔ پھر دوسرے دن کی صبح ہوئی اور میں نے بات کرنے کی کوشش کی مگر میں نے محسوس کیا کہ ”قوت ناطقہ“ مفقود ہے۔ میں نے کھڑے ہونے کی کوشش کی مگر نہ ہو سکا۔ اس کے بعد میرے پاس گھر والے آئے۔ میں نے ان سے کہا: ”جیش کے باشندوں کو میرے پاس نہ آنے دو۔“ تو انہوں نے لوگوں کو آنے سے روکا۔ اس کے بعد میری قوت گویائی اور قوت رفتار از خود بحال ہو گئے۔

﴿خرائطی الہدائف﴾

نبی کریم ﷺ کی بعض جسمانی خصوصیات

آپ ناف بریدہ اور مختون شدہ پیدا ہوئے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے رب کا مجھ پر جو انعام و اکرام ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں ختنہ شدہ پیدا ہوا اور میرے ستر کو کسی نے نہ دیکھا۔ ﴿اس روایت کو ”المختارہ“ میں ضیاء رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔﴾

﴿طبرانی، ابو نعیم، ابن عساکر﴾

یونس بن عطاء رحمۃ اللہ علیہ کو حکم ابن ابان رضی اللہ عنہ نے اور انہیں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اور انہیں بن عباس رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور انہوں نے اپنے والد حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عبدالمطلب بتاتے تھے کہ حضور نبی کریم ﷺ مختون و مسرور پیدا ہوئے اور اس حالت پر انہوں نے تعجب کیا اور فرمایا: یقیناً میرے اس فرزند کی بڑی شان ہوگی۔

﴿اس روایت کو بیہقی، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہم نے بھی بیان کیا ہے۔﴾

﴿ابن سعد﴾

ناف بریدہ:

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ناف بریدہ اور مختون شدہ پیدا ہوئے۔

﴿ابن عدی، ابن عساکر﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت ختنہ شدہ حالت میں ہوئی۔

﴿ابن عساکر﴾

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ناف بریدہ اور مختون شدہ پیدا ہوئے۔

﴿ابن عساکر﴾

مختون شدہ انبیاء کرام:

حضرت آدم علیہ السلام مختون شدہ پیدا ہوئے پھر ان کی اولاد میں سے بارہ انبیاء کرام مختون شدہ پیدا کیے گئے ان میں آخری نبی رسول اللہ ﷺ ہیں۔ وہ انبیاء کرام علیہم السلام جن کو بہ حالت مختون پیدا کیا گیا اور جن کی تعداد بارہ بتائی گئی ہے: مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت شیث علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت سام علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام۔ ان سب برگزیدہ انبیاء پر سلام ہو۔

﴿حاکم المستدرک﴾

حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کی ختنہ اسوقت کی جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر کی تطہیر کی تھی۔

﴿طبرانی، ابو نعیم، ابن عساکر﴾

نبی کریم ﷺ کا مہد میں چاند سے باتیں کرتے تھے:

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے تو آپ کی نبوت کی نشانیوں نے آپ کے دین میں داخل ہونے کی دعوت دی تھی۔ میں نے دیکھا کہ آپ گہوارے میں چاند سے باتیں کرتے اور اپنی انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے اور جس طرف اشارہ فرماتے چاند جھک جاتا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں چاند سے باتیں کرتا تھا اور چاند مجھ سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھے رونے سے بہلاتا تھا اور اس کے عرش الہی کے نیچے سجدہ کرتے وقت، میں اس کی تسبیح کرنے کی آواز کوسنا کرتا تھا۔

﴿بیہقی، صابونی المائتین، خطیب، ابن عساکر﴾

قائدہ:

بیہقی نے کہا ہے اس کی سند میں احمد بن ابراہیم جبلی ہے جو کہ منقرہ ہے اور مجہول بھی ہے اور صابونی رحمہ اللہ نے کہا ہے یہ حدیث غریب الاسناد ہے اور متن معجزات میں حسن ہے۔

نبی کریم ﷺ کا مہد میں گفتگو کرنا:

واقفی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اوائل عمر میں پیدا ہوتے ہی کلام فرمایا۔

﴿حافظ ابن حجر شرح بخاری﴾

نبی کریم ﷺ کے گہوارے کو فرشتے ہلاتے تھے اور سب سے پہلا کلام جو آپ نے کیا وہ یہ تھا:

”اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا.“

﴿ابن سبع الخصائص﴾

زمانہ رضاعت کے معجزات

حضرت حلیمہ کے گھر میں برکتیں:

عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ حلیمہ بنت حارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ ہیں۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا۔ وہ کہتی ہیں کہ میں بنی سعد بن بکر کی عورتوں کے ساتھ مکہ مکرمہ آئی۔ ہم سب عورتیں خشک سالی میں شیر خورانی کیلئے بچوں کی جستجو کرنے لگیں۔ میں ایک گدھی پر آئی اور میرے ساتھ ایک بچہ اور ایک اونٹنی بھی تھی اور وہ ایک قطرہ دودھ نہ دیتی تھی اور ہم تمام رات اس بچہ سمیت سونہ سکتے تھے اور میری چھاتی میں اتنا دودھ نہ تھا جس سے بچہ شکم سیر ہو سکتا، نہ اونٹنی کے دودھ تھا کہ جس سے مدد لے سکتے، ہم مکہ پہنچ گئے اور مجھے یقین ہے کہ خواتین سعدیہ میں سے ہر ایک کو موقع دیا گیا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلائے، مگر جب اسے پتہ چلتا کہ یہ بچہ یتیم ہے تو وہ دودھ پلانے سے انکار کر دیتی۔ حسن اتفاق سے میری ساتھی تمام عورتوں کو بچے مل گئے اور اب میرے لیے سوائے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی بچہ نہ تھا۔ میں نے اپنے شوہر سے کہا: ”میں اس بات کو ناپسند کرتی ہوں کہ تمام عورتیں دودھ پلائی کیلئے بچے لے کر لوٹیں اور میرے پاس کوئی بچہ ہی نہ ہو لہذا میں جاتی ہوں اور اس کو لیتی ہوں۔“

بہر حال میں گئی اور بلا تردد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اپنے پڑاؤ پر آ گئی۔ میری چھاتی میں جو کچھ بھی دودھ تھا میں نے بہر طور اپنا پستان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ میں دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیر ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی نے بھی پیا، وہ بھی سیر ہو گئے۔ میرے شوہر نے اونٹنی کا دودھ دوا اور ہم نے خوب سیر ہو کر پیا اور آرام سے رات بسر ہوئی پھر میرے شوہر نے کہا: ”حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے دودھ پلانے والی غیر عورت ثویبہ ابولہب کی کینز تھی جس شب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تولد ہوئے تو ثویبہ نے ابولہب کو خوشخبری سنائی کہ تمہارے بھائی عبداللہ کے گھر فرزند پیدا ہوا ہے۔ ابولہب نے اس مژدہ پر اس کو آزاد کر دیا اور اس نے جا کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا۔ شب دوشنبہ کو ابولہب پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر خوشی اور مسرت کے باعث عذاب کم ہو جاتا ہے ہر چند کہ وہ کافر تھا اور عذاب میں شدید مبتلا ہے لیکن چونکہ میلاد النبی پر خوش ہوا اور لوٹدی کو آزاد کر دیا اس لیے اس پر انعام ہوا۔“ اے حلیمہ! میں محسوس کرتا ہوں کہ تم بڑے خوش نصیب اور برکت والے صاحبزادے کو حاصل کر لائی ہو، کیا تم نے اندازہ نہیں کیا؟“ پھر ہمارا چھوٹا سا قافلہ اپنے علاقہ بنو سعد کے قریب کی طرف واپس ہوا۔ راہ سفر میں میری گدھی تو اتنی تیز رفتار ہو گئی کہ اس نے قافلہ کی تمام سوار یوں کو پیچھے چھوڑ دیا جس پر ساتھی عورتوں نے کہا کیا یہ وہی گدھی ہے جس پر آتے میں تم پر سوار تھیں؟ میں نے کہا ہاں یہ وہی گدھی ہے۔

انہوں نے کہا اب تو اس گدھی کی بڑی شان ہے۔ اب ہم اپنے قبیلے اور علاقہ میں آگئے اور ہم اپنے اس علاقہ کو سارے علاقوں سے خشک اور قحط زدہ جانتے تھے مگر اب یہ حال تھا کہ ہماری بکریاں چرنے جاتیں اور شام کو شکم سیر اور دودھ سے لبریز آتیں، ہم ان سے دودھ اپنی ضرورت کے مطابق نکال لیتے اور دوسرے لوگوں کی بکریوں کا یہ حال کہ وہ دودھ سے قحطی طور پر خشک، باوجود یہ کہ دونوں کی چراہ گاہ ایک تھی۔ وہ اپنے چراہوں سے کہتے کہ جہاں حلیمہ کی بکریاں چرتی ہیں، اس طرف کیوں نہیں چراتے؟ اس کے بعد وہ اپنی بکریوں کو میری بکریوں کے ساتھ ہی رکھتے مگر اس کے باوجود ان کی بکریاں بھوکی رہتیں اور دودھ نہ دیتیں۔ ہم اس خیر و برکت کو محسوس کرتے اور اس کی وجہ بھی جانتے تھے۔ اسی طرح دو سال گزر گئے اور نبی کریم ﷺ کی نشوونما دوسرے بچوں کے مقابلے میں زیادہ رہی اور دو سال کی عمر میں آپ کھانے پینے والے لڑکے ہو گئے اور پھر ہم آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس لائے اور جو خیر و برکت ہم کو نبی کریم ﷺ کی وجہ سے میسر ہوئی تھی اس کے اظہار و بیان میں ہم نے بخل کیا۔

ایک روز آپ ﷺ کی والدہ سے ہم نے کہا: ”اے بی بی! اجازت دو کہ ہم بیٹے کو اپنے ساتھ لے جائیں کیونکہ ہمیں اندیشہ ہے کہ شہر مکہ کی وبان پر اثر انداز نہ ہو جائے۔“ ہمارا اصرار جاری رہا اور اس کا نتیجہ وہی ہوا جو ہمیں مطلوب تھا اور محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہاتھ واپس لے جانے کی اجازت دے دی۔

شق صدر:

ہم نبی کریم ﷺ کو لے کر واپس آگئے۔ دو یا تین ماہ گزرے ہوں گے۔ ایک روز ہمارے مکان کے پیچھے آپ ﷺ اور رضاعی بھائی بکریوں کے ساتھ تھے کہ دفعۃً آپ ﷺ کا ساتھی برادر رضاعی دوڑتا بھاگتا اور بدحواسی کے عالم میں آیا۔ اس نے کہا:

”قریشی بھائی کے پاس سفید کپڑے پہنے، دو آدمی آئے اور انہوں نے لٹا کر ان کا سینہ چاک کر دیا۔“ یہ سن کر میں اور حضور نبی کریم ﷺ کے رضاعی والد دوڑ کر پہنچے تو ہم نے نبی کریم ﷺ کو کھڑا ہوا پایا۔ آپ ﷺ کا رنگ فق تھا، آپ کے رضاعی والد نے نبی کریم ﷺ کو سینے سے لگا لیا اور دریافت کیا کہ اے بیٹے! تمہارا کیا حال ہے؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”میرے پاس سفید کپڑے پہنے دو آدمی آئے پھر انہوں نے مجھ کو لٹا کر سینہ چاک کیا اور اس میں سے کوئی چیز نکال کر پھینک دی اور پھر ویسا ہی کر دیا جیسا کہ پہلے تھا۔“ ہم نبی کریم ﷺ کو گھر پر لے آئے۔

پھر ان کے رضاعی والد نے کہا: ”اے حلیمہ! مجھے تو ڈر ہو گیا کہ محمد (ﷺ) کو کوئی مصیبت نہ پہنچ جائے لہذا میرے خیال میں انہیں ان کے گھر والوں کے پاس پہنچا دینا چاہیے۔“ حضرت حلیمہ کہتی ہیں ہم آپ ﷺ کو مکہ میں آپ ﷺ کی والدہ کے پاس لے آئے۔ سیدہ آمنہ نے کہا تم انہیں کس وجہ سے لے آئیں؟ باوجود یہ کہ تم ان کو اپنے پاس رکھنے کی بڑی مشتاق تھیں؟

میں نے جواب دیا کہ ہمیں ان کے تلف ہو جانے اور کسی نئی بات کے رونما ہونے کا خوف ہے؟ انہوں نے پوچھا: ”کیا بات ہوئی؟ ٹھیک ٹھیک پوری بات بتاؤ؟“ ہم نے ساری صورت حال کہہ سنائی۔ انہوں نے کہا: شاید تمہیں اندیشہ لاحق ہوا کہ نبی اللہ (ﷺ) پر شیطان کا اثر ہوا ہے۔ واللہ! شیطان کا ہاتھ آپ تک نہیں پہنچ سکتا۔ میرا بیٹا بڑی شان والا ہے۔ وہ بات میں تمہیں بھی بتا دوں جس کی خبر مجھ کو دے دی گئی ہے؟ ہم نے کہا ضرور بیان کیجئے تب انہوں نے کہنا شروع کیا:

”میں اسی بچہ کیلئے حاملہ ہوئی تو دورانِ حمل کسی طرح کی گرانی اور بدمزگی محسوس نہ کی اور خواب میں دیکھا کہ میرے جسم سے نور برآمد ہوا ہے جس کی روشنی سے محلاتِ شام روشن ہو گئے اور آپ ﷺ کی پیدائش ایک نادرہ روزگار ہے اور عجیب شان سے ہوئی ہے۔ آپ ﷺ ہاتھوں پر ٹیک لگائے ہوئے آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔“

﴿ابن اسحاق، ابن راہویہ، ابویعلیٰ، طبرانی، ابو نعیم، بیہقی، ابن عساکر﴾

رسول اللہ ﷺ کا سب سے پہلا کلام:

محمد بن زکریا غلابی رحمۃ اللہ علیہ، یعقوب بن جعفر بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سے، انہوں نے حضرت علی بن عبد اللہ بن عباس رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے اپنے والد اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی کہ حضرت حلیمہ سعدیہ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بولنا شروع کیا تو آپ ﷺ کا سب سے پہلا کلام:

”اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، الْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا، وَ سُبْحَانَ اللَّهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا“

تھا اور جب چلنے پھرنے کی عمر میں آئے تو باہر جاتے مگر بچوں کے ساتھ کھیلنے سے اجتناب فرماتے۔ ایک دن آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا:

”اے امی! کیا وجہ ہے کہ میں دن بھر بھائی کو موجود نہیں پاتا۔“ میں نے جواب دیا: ”جان من! وہ بکریاں چرا نے اندھیرے سے جاتے ہیں اور رات کو واپس آتے ہیں۔“ آپ نے ارشاد فرمایا: ”مجھے ان کے ساتھ کیوں نہیں بھیجا کرتیں؟“ اس کے بعد آپ ﷺ بکریاں چرانے کیلئے جانے لگے۔

ایک مرتبہ آدھا دن گزرنے کے بعد میرا لڑکا ضمیرہ روتا پیٹتا اور دوڑتا ہوا آیا۔ اس کی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا تھا۔ اس نے پکارا: ”اے ابو! اے امی! محمد (ﷺ) قریشی بھائی کے پاس جلد جاؤ۔ وہ مرجائیں گے۔“ ہم نے پوچھا محمد (ﷺ) کو کیا ہوا؟ تو اس نے بتایا کہ ہم کھڑے تھے کہ اچانک ایک شخص نظر آیا اس نے محمد (ﷺ) کو پکڑا اور پہاڑ پر لے گیا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ اس نے سینہ چاک کیا پھر آپ کو خبر دینے آ گیا ہوں۔ اس کے بعد میں اس کے باپ دونوں دوڑے، ہم نے دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پہاڑ پر بیٹھے ہیں، نظر اوپر آسمان کی طرف ہے اور تبسم فرما رہے ہیں۔ پھر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر جھکی اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور کہا میری جان تم پر فدا ہو تمہیں کیا مصیبت پہنچی؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

اے امی! بالکل خیریت ہے پھر فرمایا: اس وقت ہم کھڑے تھے کہ تین اشخاص نمودار ہوئے ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ، دوسرے کے ہاتھ میں سبز مرد کا طشت برف سے لبریز تھا۔ انہوں نے پکڑا اور اس پہاڑ کی بلندی پر لے آئے اور مجھے نرمی کے ساتھ سیدھا لٹا دیا، پھر میرا سینہ ناف تک چیرا۔ میں ان کو دیکھتا رہا، مجھ کو کوئی گھبراہٹ ہوئی نہ درد و تکلیف، اس کے بعد انہوں نے اپنا ہاتھ میرے پیٹ میں داخل کیا اور آنتوں کو نکال کر برف سے انہیں غسل دیا، اس کے بعد جسم میں اپنے مقام پر رکھ دیا۔ دوسرا شخص میرے قریب آیا اور اپنا ہاتھ ڈال کر میرے دل کو نکالا۔ شق کیا اور اس کے اندر سے خون آلودہ گوشت کا سیاہ نقطہ نکال کر پھینک دیا اور کہا:

”اے حبیب! یہ آپ کے دل میں شیطان کا حصہ تھا۔“ پھر اسے اس چیز سے بھرا جو اس کے پاس تھی اور اس کی جگہ پر رکھ دیا اور نور کی انگشتی سے اس پر مہر لگا دی۔ اس وقت بھی میں اس مہر کی ٹھنڈک اور طراوت اپنے جسم میں محسوس کرتا ہوں۔ اس کے بعد وہ تیسرا شخص جو کھڑا تھا اس نے کہا: ”اب تم ہٹ جاؤ، تم کو خدا نے جو حکم دیا تھا اسے تم نے پورا کر لیا۔“

اب وہ میرے قریب آیا اور اس نے اپنے ہاتھ کو میرے سینہ کے جوڑے سے ناف تک پھیرا اور کہا: آپ کو آپ ﷺ کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو۔ تو انہوں نے مجھ کو وزن کیا اور ان دس پر وزنی رہا پھر کہا انہیں چھوڑ دو، اگر تم ان کو ساری امت کے ساتھ وزن کرو گے تو یقیناً حضور نبی کریم ﷺ سب سے بھاری رہیں گے۔

اس کے بعد انہوں نے مجھے نہایت نرمی کے ساتھ پکڑا کر اٹھایا اور وہ سب مجھ پر جھک پڑے اور میرے سر اور پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا: ”اے اللہ کے حبیب ﷺ! آپ خوف نہ کریں، اگر آپ کو ادراک ہوتا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر کس درجہ مہربان ہے تو بے شک آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔“ انہوں نے مجھے اس جگہ بیٹھا چھوڑ دیا اور خود فضا میں اڑتے اور بلند ہوتے رہے حتیٰ کہ آسمان کی پہنائیوں میں مستور ہو گئے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ یہ فرماتی ہیں پھر آپ ﷺ کو اٹھا کر بنی سعد کی بستی میں لے آئی۔ لوگوں نے مشورہ دیا کہ ان کو کاہن کے پاس لے جاؤ تا کہ وہ دیکھ بھال کر کے اس مرض کا علاج وغیرہ کرے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس خیال کے پیش نظر تم یہ مشورہ دے رہے ہو، وہ حالت اس میرے واقعہ میں نہیں ہے میں ہر لحاظ سے ٹھیک ہوں۔ کچھ دوسرے لوگوں نے کہا ان کو ضرور اذیت پہنچی ہے یا کسی جن کا اثر ہے۔

غرض کہ لوگوں کی رائے میرے کہنے پر غالب رہی اور میں محمد (ﷺ) کو کاہن کے پاس لے کر پہنچی اور اس سے سارا ماجرا بیان کیا۔ اس نے کہا: ”خاتون! آپ خاموش رہیں میں بچہ سے سننا چاہتا ہوں اس لیے کہ یہ اپنے معاملہ سے زیادہ واقف ہے۔“

اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے از اول تا آخر پوری بات بیان کیا جس کو سن کر کاہن اچھلا، کھڑا ہوا، اور بہ آواز بلند کہنے لگا:

”اے اہل عرب! ”مِنْ شَرِّ قَدِ اقْتَرَبَ“ تم اس بچہ کو قتل کر دو اور اس کے ساتھ ہی مجھے

بھی قتل کر دو، کیونکہ اگر تم نے اس کو زندہ چھوڑا تو یہ تم لوگوں کے فہم و فراست کو رسوا کر دے گا اور تمہارے ادیان کی تکذیب کرے گا اور تم کو ایسے خدا کی طرف بلائے گا جس کا تم نہیں جانتے اور ایسے دین کی دعوت دے گا جس کا تمہیں علم نہیں۔“

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب میں نے اس کی یہ باتیں سنیں تو میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ہاتھ کاہن کی گرفت سے چھڑا لیا اور کسی قدر زور الفاظ میں، میں نے کاہن سے کہا: ”تو خاصہ پاگل ہے اگر میں جانتی کہ تو ایسی بکو اس کرے گا تو میں ہرگز اپنے بچے کو تیرے پاس نہ لاتی، تو کسی اور کو اپنے قتل کیلئے بلا لے۔ میں ہرگز محمد ﷺ کو قتل نہ ہونے دوں گی۔“ پھر میں حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے گھر پر لے آئی۔

اس کے بعد میں آپ ﷺ کو قبیلہ سعد کے گھروں میں لے جاتی اور آپ کے جسم سے مجھ کو مشک کی طرح خوشبو آتی اور روزانہ دو شخص گورے رنگ کے آپ کے پاس آسمان سے اترتے اور آپ کے کپڑوں میں غائب ہو جاتے، ظاہر نہ ہو ہوتے جب کچھ لوگ واقف ہوئے تو انہوں نے مشورہ دیا: ”اے بی بی حلیمہ! محمد ﷺ کو ان کے دادا کے پاس پہنچا دو اور تم اپنی امانت سے سبکدوش ہو جاؤ۔“ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں جب میں نے اس مشورہ پر عمل کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے کسی منادی کو پکارتے ہوئے سنا:

”اے سرزمین مکہ! آج تمہیں مبارک ہو، آج تم پر نور، دین، عزت، حرمت اور کمال بخشا جا رہا ہے، جو تمہیں حاصل تھا مگر اب دوامی حیثیت سے حاصل رہے گا۔ حضرت حلیمہ بیان کرتی ہیں میں نے یہ سارا ماجرا حضرت عبدالمطلب سے بیان کیا تو انہوں نے جواب دیا اے حلیمہ! بلاشبہ میرا یہ فرزند بڑی شان والا ہے اور میری آرزو ہے کہ میں اس کے اس زمانہ کو پاؤں جس میں اس کی شان و شوکت کا ظہور ہو۔“

﴿بیہقی، ابن عساکر﴾

زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے دادا حضرت عبدالمطلب کی آغوش میں تھے تو بنی سعد کی ایک عورت نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا اور وہ عورت حضور نبی کریم ﷺ کو ”سوقِ عکاظ“ میں لے کر پہنچی۔ ایک کاہن کی نظر آپ ﷺ پر پڑ گئی، اس نے بہ غور دیکھا اور پھر بولا:

اے عکاظ والو! اس بچے کو قتل کر دو، کیونکہ یہ ایک انقلاب کا بانی ہوگا۔ حلیمہ نے جب یہ سنا تو پھرتی کے ساتھ کاہن سے دور لے گئیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس کے شر سے بچا لیا۔

حضور نبی کریم ﷺ حلیمہ کے ہاتھوں پلتے بڑھتے رہے، حضرت حلیمہ کی لڑکی شیماء آپ کو کھلایا کرتی تھیں۔ ایک دن اس رضاعی بہن نے آکر کہا: ”اے اماں جان! میں نے دیکھا چند آدمی اترے اد انہوں نے قریشی بھائی کو پکڑا اور پیٹ پھاڑ ڈالا۔ حضرت حلیمہ شور و بکا کرتی ہوئی دوڑتی بھاگتی حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں۔ آپ ﷺ بیٹھے تھے اور چہرہ کا رنگ فق تھا اور کوئی پاس نہ تھا۔ وہ اب نبی کریم ﷺ کو لے کر سیدہ آمنہ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں۔ آپ اپنے بچے کو اپنے پاس ہی رکھئے کیونکہ مجھ اس کے بارے میں اندیشہ معلوم ہوتا ہے۔“

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نہیں، نہیں جس چیز سے تم اندیشہ کرتی ہو وہ میرے بچے پر نہیں ہے۔ ایام حمل میں بہ کثرت اچھی خوابیں میں دیکھتی رہی ہوں اور وہ اس شان سے پیدا ہوا کہ آپ اپنے ہاتھوں پر سہارا لیے اور نظریں آسمان پر جمائے ہوئے تھیں۔ پھر عبدالمطلب نے آپ ﷺ کو واپس لے لیا اور اس کے کچھ عرصہ بعد آپ کی والدہ محترمہ وفات پا گئیں اور آپ کیلئے صرف دادا کی آغوشِ تربیت باقی رہ گئی۔

نبی کریم ﷺ حضرت عبدالمطلب کی کفالت میں:

زمانہ خور و سالی میں آپ ﷺ آتے اور دادا جان کی مسند پر بیٹھ جاتے اور وہ آپ ﷺ کیلئے جگہ دے دیتے جب بڑے ہوئے تو خادم یا لونڈی جو دادا کے ساتھ ہوتی تو کہتی: رسول اللہ ﷺ دادا کی مسند سے ہٹ جائیے۔ حضرت عبدالمطلب اس کی یہ بات سن کر کہتے میرے بیٹے سے کچھ نہ کہو، کیونکہ اس کو کوئی خیر و بھلائی کا شعور ہے کچھ عرصہ بعد آپ ﷺ کے دادا کا بھی انتقال ہو گیا۔ حضرت ابوطالب نے آپ ﷺ کی کفالت اپنے ذمہ لے لی۔ رسول اللہ ﷺ کے جوانی کے زمانہ میں ابوطالب تجارت کیلئے شام کی طرف روانہ ہوئے تو آپ ﷺ کو بھی ساتھ لیا۔

اثنا عشر میں جب مقام حیمار پر اترے تو ایک یہودی عالم نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر ابوطالب سے پوچھا: ”کیا یہ تمہارا فرزند ہے؟“ انہوں نے جواب دیا: ”یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے۔“ اس نے پوچھا: ”کیا آپ اس پر بہت مہربان ہیں؟“ ابوطالب نے جواب دیا: ”ہاں۔“ اس نے کہا: ”اگر تم اس کو شام لے گئے تو مجھے اندیشہ ہے کہ یہود اس کو قتل کر دیں گے کیونکہ وہ ان (علامات کے حامل شخص) کے دشمن ہیں۔“ اس کے بعد ابوطالب نبی کریم ﷺ کو لے کر مکہ واپس آ گئے۔

﴿بہتی﴾

بچپن کے حالات زبانِ نبوت سے:

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو عامر کے ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ آپ کے بارے میں حقیقت امر کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری شان کی ابتداء یہ ہے کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور اپنے بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کا اکلوتا فرزند ہوں۔ میری پیدائش کے سلسلے میں جب والدہ حاملہ ہوئیں تو طریقہ عام کے مطابق بوجھ محسوس نہیں کیا، نہ اپنی سہیلیوں سے اس کی شکایت کیا کرتی تھیں۔ پھر انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ حمل ایک نور ہے۔ وہ بیان کرتیں کہ میں اپنی نگاہوں کو اس نور کے پیچھے دوڑاتی تھی مگر وہ نور میری نگاہ سے آگے بڑھتا رہا یہاں تک کہ مجھ پر زمین کے مشرق و مغرب روشن ہو گئے پھر انہوں نے مجھے تولد کیا اور میں نشوونما پانے لگا جب میں کچھ بڑ ہوا تو مجھے قریب میں قریش کے جو بت تھے، برے معلوم ہونے لگے اور شعر گوئی سے مجھے نفرت ہو گئی۔ اس وقت میں بنی لیث بن بکر میں دودھ پیا کرتا تھا۔

اسی زمانے میں ایک دن میں اپنے گھر سے دور ہم عمر بچوں کے ساتھ صحرا میں تھا کہ یکا یک تین اشخاص نمودار ہوئے ایک کے ہاتھ میں سونے کا طشت برف سے بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے میرے ساتھیوں

کے درمیان سے مجھے پکڑ لیا۔ پھر ان میں سے ایک شخص نے نرمی کے ساتھ مجھے زمین پر لٹا دیا۔ اس کے بعد سینہ کے جوڑے ناف تک چیرا، میں اس عمل کو دیکھ رہا تھا اور مجھے کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ اس نے میرے پیٹ سے ہر شے کو باہر نکال کر برف کے پانی سے غسل دیا۔ اس نے جسمانی نظام کو حسب سابق درست کر دیا پھر دوسرے کھڑے ہوئے شخص نے اس سے کہا: اب تم ہٹ جاؤ پھر اب اس نے ہاتھ ڈال کر میرے دل کو نکالا، میں دیکھ رہا تھا کہ میں اس نے دل کو چیر کر سیاہ گوشت کے لوتھڑے کو نکال کر پھینک دیا۔

اس کے بعد اس نے دونوں طرف دیکھا جیسے وہ کسی شے کا متلاشی ہو۔ وقعت میں نے اس کے ہاتھ میں انگٹھی دیکھی، بڑی چمکدار اور منور تھی، اس نے اس کے ذریعہ دل پر مہر کی اور اسے نور سے بھر دیا پھر دل کو اس کے خاص مقام پر رکھ کر بڑی ہی چابکدستی سے سی دیا۔

اس کے بعد تیسرا شخص آگے بڑھا اور اس نے اپنا ہاتھ سینے کے جوڑے ناف تک پھیرا تو شگاف بھر کر بے نشان ہو گیا۔ اس کے بعد میرا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دیا گیا۔ پھر کہا آپ ﷺ کا وزن ان کی امت کے دس افراد سے کرو، چنانچہ کیا گیا اور میں دسوں پر بھاری رہا پھر کہا سو آدمیوں کے وزن کے ساتھ کرو، وزن کیا گیا اور میں پھر بھی بھاری رہا۔ اس کے بعد اس نے کہا چھوڑو اگر تم ساری امت کے ساتھ بھی وزن کرو گے جب بھی آپ ﷺ ہی بھاری رہیں گے پھر انہوں نے مجھ کو اپنے سینہ سے لگایا اور میری آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا یا حبیب اللہ ﷺ! آپ خوف نہ کریں اگر آپ ﷺ کو معلوم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو یقیناً آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں، پھر میں قبیلہ میں آیا اور ان کو خبر دی۔ قبیلہ کے کچھ لوگوں نے کہا اس بچہ کو یا تو اذیت پہنچی ہے یا جن کا اثر ہوا ہے لہذا ان کو کاہن کے پاس لے جاؤ تا کہ وہ مداوا کرے۔ میں نے کہا جس بات کا تم اندیشہ کر رہے ہو وہ نہیں ہے۔ میں تندرست ہوں اور میرا دل درست ہے۔ یہ سن کر میرے رضاعی باپ نے کہا: غور کرو یہ کس قدر صحیح بات کہہ رہا ہے اور میری خواہش ہے کہ بیٹے کو کوئی زحمت نہ پہنچے پھر قبیلے کے لوگ مجھے کاہن کے پاس لے گئے اور میرے ساتھ جو کچھ گزرا تھا اس کو بیان کیا۔

کاہن نے ان لوگوں سے کہا: ”میں اس بچے کو پیش آمدہ حالات اور قلبی واردات خود اس کی زبانی سنا ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ وہ اس کی آپ بیتی کیفیت ہے اور وہ دوسروں سے زیادہ بہتر طور پر جانتا ہے۔“ اس کے بعد میں نے سارا قصہ بیان کیا جب میں اپنی باتیں ختم کر چکا تو کاہن جسٹ لگا کر کے میری طرف آیا اور اپنے سینہ کی طرف مجھ کو کھینچا اور پھر یہ آواز بلند کہنے لگا:

”اے گروہ عرب! اے اولادِ سعد! اس بچہ کو قتل کر دو۔ قسم ہے لات و عزیٰ کی، اگر تم نے

اس کو زندہ چھوڑ دیا اور تمہاری عمریں اس کے عہد تک رہیں تو یہ ضرور تمہارے دین و

مذہب کو بدل دے گا یہ تم کو اور تمہارے اسلاف کو بے وقوف بتائے گا اور ایک ایسا دین

لائے گا جو بالکل ہی انجانا غیر عرفی طریقوں پر مشتمل ہوگا۔“

میری رضاعی ماں نے مجھے کاہن کی گرفت سے چھڑایا اور کہنے لگیں تو فاتر العقل معلوم ہوتا ہے۔

کاش میں تیرے پاس نہ آتی، وہ مجھے واپس لے آئیں اور پھر مکہ میں مجھے والدہ کے پاس پہنچا گئیں۔
﴿ابو یعلیٰ، ابو نعیم، ابن عساکر﴾

فائدہ:

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ حضرت آمنہ نے کہا میں نے حمل کا بوجھ محسوس کیا حالانکہ دوسرے آثار میں اس کی نفی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ استقرار حمل کے ابتدائی دونوں میں گرانی اور بوجھ محسوس کیا اور استمرار حمل یا بعد ایام میں خفت محسوس کی ہو اور یہ دونوں حالتیں عرف و عادت سے خارج ہیں۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی سعد میں شیر خوارگی کے زمانے میں تھے۔ حضرت آمنہ نے حلیمہ سے کہا: ”میرے بیٹے کا خیال اور نگہداشت کرنا اس لیے کہ میں نے دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بطن سے شہاب کے مانند برآمد ہوئے جس سے ساری فضا روشن ہو گئی۔ یہاں تک کہ میں نے شام کے محلات دیکھے۔“ مگر جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر کا معاملہ پیش آیا تو آپ کو حلیمہ کا ہن کے پاس لے گئیں اور لوگ کاہن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کرنے لگے تو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور قمیص پکڑ کر کہنے لگا:

”اے لوگو! اسے قتل کر دو۔“ حلیمہ کہتی ہیں کہ میں جلدی سے گئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بانہوں میں لے لیا اور ہمارے ساتھ جو لوگ گئے تھے وہ کاہن سے جھگڑتے رہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر واپس آ گئے۔

﴿ابو نعیم﴾

یحییٰ بن یزید سعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ بنی سعد بن بکر کی دس عورتیں دودھ پلائی کیلئے بچے لینے آئیں، تو سب عورتوں کو بچے مل گئے صرف حلیمہ کو بچہ نہ ملا۔ ان کے پیش نظر اب صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ وہ سوچتی تھیں اگر میں اس بچہ کو لے لوں تو وہ بے باپ کا ہے اور اس کی ماں بے چاری مجھ کو کیا صلہ دے سکے گی؟ حلیمہ کے شوہر نے کہا تم اسی بچہ کو لے لو، شاید اللہ تعالیٰ ہمیں اس میں برکت دے تو انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے لیا اور اپنی چھاتی آپ کے منہ پر دی، جس سے آپ نے اور آپ کے رضاعی بھائی نے بھی دودھ پیا، حالانکہ اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی دودھ کی کمی کی وجہ سے سوتے تک نہ تھے۔

حضرت آمنہ نے کہا: ”اے حلیمہ! اس بچہ کے بارے میں اطمینان رکھ، یہ برکتیں اور سعادتیں ساتھ لانے والا ہوگا۔“ اور جو واقعات دیکھ چکی تھیں اور جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے سلسلے میں کہا گیا تھا، ان کو بیان کیا اور یہ بھی بتایا کہ مجھ سے تین راتوں سے کہا جا رہا ہے کہ اپنے فرزند کو بنو سعد بن بکر کے ابو ذویب کی اولاد سے دودھ پلوانا۔ حلیمہ نے کہا:

”میرے ہی باپ کا نام ابو ذویب ہے۔“ پھر وہ گدھی پر اور ان کا شوہر اونٹنی پر سوار ہوا اور دونوں وادی سرور میں اپنے ہمراہیوں میں آئے۔ وہ لوگ تفریح میں مشغول تھے اور یہ دونوں پہنچ گئے۔ عورتوں

نے پوچھا: حلیمہ! کیا تجھ کو کوئی بچہ ملا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے ایسی خیر و برکت والا بچہ لیا ہے جو فقید المثل ہے، ہم ابھی پڑاؤ ہی پر تھے کہ میں نے دیکھا کچھ عورتیں حسد کرنے لگی ہیں۔

﴿ابن سعد، ابو نعیم، ابن عساکر﴾

عبدالصمد بن محمد سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ مجھ سے حلیمہ سعدیہ کے پڑوسی اور ساتھی چرواہوں نے بیان کیا کہ وہ حلیمہ کی بکریوں کو اس طرح چرتے دیکھتے کہ وہ سر نہ اٹھاتیں اور ہماری بکریوں بیٹھی رہا کرتیں اور خشک ڈاب تک نہ پاتیں جس سے وہ پیٹ بھر لیں۔

عبدالصمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ حلیمہ کی رضاعت میں دو سال سے رہے پھر دودھ چھوٹ گیا۔ اس وقت آپ ﷺ کی جسامت سے دو گنی عمر کا اندازہ ہوتا۔ اسی زمانے میں وہ آپ ﷺ کو والدہ کے پاس ملانے کیلئے مکہ لے گئیں۔

اشاء راہ میں جب وادی صدر میں پہنچیں تو حبشہ کے کچھ لوگ مل گئے اور حلیمہ ان کے ہم سفر ہو گئیں۔ ان لوگوں نے خاص توجہ سے حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھا۔ حالات پوچھے شانوں کے درمیان مہربوت اور آنکھوں میں سرخ ڈوروں کو دیکھ کر حلیمہ سے پوچھا کہ ان کی آنکھوں میں کچھ تکلیف ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ ان کی آنکھوں میں یہ ڈورے اور یہ کیفیت قدرتی اور دائمی ہے۔ یہ جواب سن کر انہوں نے کہا یقیناً یہ بچہ نبی ہوگا پھر انہوں نے مکہ پہنچ کر آپ ﷺ کو والدہ سے ملایا اور پھر واپس لے آئیں۔

ایک دن ذی الحجاز کی طرف ان کا گزر ہوا وہاں ایک عراف تھا جس کے پاس لوگ بچوں کو دکھانے کیلئے لاتے تھے جب اس عراف نے آپ ﷺ کو چشمان مبارک کی سرخی اور مہربوت کو دیکھا تو چیخ پڑا اور کہنے لگا: اے عرب کے لوگو! اس بچہ کو قتل کر دو، یہ تمہارے دین والوں کو قتل کرے گا، تمہارے بتوں کو توڑ دے گا اور اس کے عقائد تم سب کو ماننے پڑیں گے۔ اس کی چیخ و پکار سن کر حلیمہ فوراً ہی آپ کو وہاں سے کہیں دور لے گئیں۔ ان حالات کے پیش نظر نبی کریم ﷺ کو کسی کے روبرو لانے سے پرہیز کرنے لگی تھیں۔

ایک مرتبہ ان کے قبیلہ میں اتفاقاً عراف آ کر ٹھہرا۔ قبیلہ کے لوگ بچوں کو اس کے پاس لے گئے، مگر حلیمہ نے حضور نبی کریم ﷺ کو لے جانے سے انکار کیا۔ ایک روز آپ ﷺ جھگی سے باہر تھے کہ عراف کی نظر پڑ گئی۔ اس نے آپ ﷺ کو بلایا مگر آپ ﷺ نہ گئے اور اندر حلیمہ کے پاس آ گئے۔ عراف نے دیکھنے اور ملنے کی خواہش کی مگر حلیمہ نے انکار کر دیا۔ عراف نے بتایا مجھ کو اس بچہ میں نبوت کی علامات نظر آ رہی تھیں۔

﴿ابو نعیم﴾

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ نے جب نبی کریم ﷺ کو رضاعت میں لے لیا تو نبی کریم ﷺ کی والدہ نے ان سے کہا: تمہیں معلوم ہے کہ تم نے کس قدر عالی شان بچہ کو لیا ہے؟ واللہ! جب یہ حمل میں آیا تو مجھ پر کوئی بھی کیفیت حمل کی طاری نہیں ہوئی۔ ایک روز کسی آنے والے نے بتایا تم جلد ہی ایک فرزند پیدا کرو، گی، وہ سید العالمین ہے۔ اس کا نام تم احمد رکھنا پھر

جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو آپ نے دونوں ہاتھوں پر ٹیک لگا کر آسمان کی طرف نگاہیں اٹھادیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو حلیمہ اپنے شوہر کی قیام گاہ پر لے کر آئیں، سارے حالات بیان کیے تو وہ خوش ہوئے پھر ہم اپنے علاقہ کی طرف لوٹنے کے خیال سے گدھوں اور اونٹوں کی طرف آئے تو ہماری اونٹنی میں دودھ اتر آیا تھا تو ہم اس سے صبح و شام دودھ نکالا کرتے اور حضرت حلیمہ کا کہنا ہے کہ پہلے میرا بچہ دودھ کم ہونے کی وجہ سے رات میں مجھے سونے نہ دیتا مگر حضور نبی کریم ﷺ کے دودھ میں شریک ہونے کے بعد وہ اور نبی کریم ﷺ دونوں خوب سیر ہو جاتے۔ میرا خیال ہے کہ اگر ان دونوں کے علاوہ ایک تیسرا بچہ اور ہوتا تو وہ بھی میرے دودھ پر پل جاتا۔ بنی ہزریل میں ایک عراف تھا۔ حلیمہ اس کے پاس گئیں، جب اس نے آپ ﷺ کو دیکھا تو بلند آواز سے کہنے لگا: ”اے عرب والو! اس بچہ کو قتل کر دو، ورنہ یہ تمہارے تمام ہم عقیدہ لوگوں سے جہاد کرے گا، بتوں کو توڑے گا اور اس کی جماعت غالب ہو جائے گی۔“ اس کے بعد حلیمہ نہ رکیں اور حضور نبی کریم ﷺ کو لے کر چلی آئیں۔“

﴿ابن سعد، حسن بن طرح کتاب الشعراء﴾

گستاخ پاگل ہو کر مر گیا:

عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ شیخ الہذلی، بنی ہذیل اور ان کے بڑے بت کے آگے فریاد کرتا اور کہتا تھا کہ یہ بچہ آسمان سے کسی بات کے نازل ہونے کا انتظار کر رہا ہے اور اس طرح وہ حضور نبی کریم ﷺ کی طرف سے لوگوں کو بدگمان کرتا اور آپ کے پیغمبرانہ مستقبل سے ان کو ڈراتا تھا مگر کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ یہ شیخ الہذلی دماغی توازن کھو بیٹھا، پاگل اور فاقر العقل ہو کر بہ حالت کفر مر گیا۔

﴿ابن سعد، ابن طرح کتاب الشعراء﴾

اسحاق عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ نے جب آپ ﷺ کو حلیمہ سعدیہ کے سپرد فرمایا تو ان سے کہا میرے بچے کی حفاظت کرنا اور گزشتہ حالات بہ تفصیل تمام و کمال ان سے بیان کر دیئے تھے۔ حلیمہ سعدیہ بچے کو لے کر جب اپنے قبیلہ کی طرف واپس ہوئیں تو ان کا گزر یہود کی بستیوں کے قریب سے ہوا تو یہودیوں سے کہا: مجھے میرے اس نو مولود بچے کے بارے میں بتاؤ اور حضرت آمنہ کی زبانی سنے ہوئے حالات اپنی ذات کی طرف منسوب کر کے بیان کر دیئے اور واقعات کو سننے کے بعد یہودی آپ ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ تیار کرنا چاہتے تھے کہ ان کو کچھ خیال آیا اور انہوں نے سوال کیا تمہارے اس بچے کا باپ فوت ہو چکا ہے؟ حلیمہ نے کہا: ”نہیں! وہ ہے اس کا باپ اور میں اس کی ماں ہوں۔“ حلیمہ کا یہ جواب سن کر انہوں نے کہا: ”اگر یہ بچہ یتیم ہوتا تو ہم اسے ضرور قتل کر دیتے۔“

﴿ابن سعد، ابن طرح کتاب الشعراء﴾

ابراہیم کا سایہ کرنا:

عطاء بن ابی رباح، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حلیمہ نبی کریم ﷺ پر نظر رکھتی تھیں کہ کہیں فاصلہ پر نہ نکل جائیں۔

ایک مرتبہ وہ اتفاقاً غافل ہو گئیں اور نبی کریم ﷺ اپنی رضاعی بہن شیماء کے ساتھ دوپہر کو چراگاہ چلے گئے حلیمہ تلاش میں نکلیں اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کو رضاعی بہن کے ساتھ موجود پایا۔ انہوں نے شیماء سے کہا: ان کو ایسی گرمی میں لے کر یہاں آگئی؟ شیماء نے جواب دیا: ”امی جان! بھائی کو گرمی نہیں لگتی۔ میں نے دیکھا ہے کہ ابر کا ایک ٹکڑا آپ ﷺ پر سایہ کیے رہتا ہے اور آپ ٹھہرتے ہیں تو وہ ابر بھی رک جاتا ہے اور جب آپ ﷺ چلنے لگتے ہیں تو وہ بھی آگے بڑھنے لگتا ہے، اسی کے سائے میں اس وقت بھی وہ یہاں تک آئے ہیں۔ حلیمہ نے کہا: ”اے بیٹی! کیا توجیح کہہ رہی ہے؟ اس نے جواب دیا: ”ہاں میں سچ کہہ رہی ہوں۔“

﴿ابن سعد، ابو نعیم، ابن عساکر، ابن طرح کتاب الشعراء﴾

زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ نبی ہوازن کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کے رضاعی چچا ابو نزدان بھی تھے۔ انہوں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آپ ﷺ کو دودھ پیتا بھی دیکھا ہے اور میں نے آپ ﷺ سے بہتر کسی دودھ پیتے بچہ کو نہیں دیکھا پھر میں نے آپ کو جوان دیکھا اور کسی جوان کو بھی میں نے آپ سے بہتر نہیں دیکھا۔ اس میں شبہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ میں تمام خوبیاں جمع کر دی ہیں۔ بے شک آپ ﷺ کا دنیا سے پردہ فرمانا بھی ایک بہتر فال ہی میں ہوگا۔“

﴿ابن سعد﴾

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی پرکیف لوری

ابن طراح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ محمد بن معلیٰ ازدی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں دیکھا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا جس شعر کو گنگنا کر وہ رسول اللہ ﷺ کو بہلایا کرتی تھیں۔ وہ یہ ہے:

یا رب اذا اعطيتہ فابقہ واعلہ الی العلاء وارقہ

وادحض اباطیل العدی بحقہ

ترجمہ: ”اے پروردگار کائنات! جب تو نے مجھ کو (حضور نبی کریم ﷺ جیسا بچہ) عطا فرما دیا ہے تو اس عطیہ کو دوام و بقاء بھی عطا فرما اور (آپ ﷺ کے درجات و مقامات اعلیٰ میں مزید) ترقی فرما کر بلند یوں کی انتہائی منزل پر فائز کر دے اور دشمنوں کے کید (سازش اور معاندانہ رویہ) کو آپ ﷺ کی سچائی، راست بازی اور حق کی تاثیر سے بے اثر، لایعنی اور باطل بنا دے۔“

﴿ازدی کتاب الترقیص﴾

مہر نبوت کا ذکر

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کی طرف کھڑا ہوا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان چکور کے انڈے کی مانند مہر نبوت کو دیکھا۔

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان کبوتر کے انڈے کی مانند مہر نبوت کو دیکھا، اس کا رنگ آپ کے جسم اقدس کے مشابہ تھا۔

﴿ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو کبوتر کے انڈے "سرخ غدہ" کے الفاظ سے بیان کیا ہے۔﴾

﴿مسلم، بیہقی﴾

حضرت عبداللہ بن سر جس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت پر نظر ڈالی تو اسے بائیں شانے کی ہڈی کی چپنی پر ہتھیلی کے برابر بھری ہوئی مسوں کے مانند دیکھا۔"

﴿احمد، بیہقی﴾

حضرت ابورمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں اپنے والد کے ساتھ نبی کریم کے پاس پہنچا تو میری نظر آپ کے دونوں شانوں کے درمیان ایک مسہ نما چیز پر پڑی۔

(ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں سبب نما آیا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں کبوتر کے انڈے کی مانند آیا ہے۔)

﴿ابن سعد، بیہقی﴾

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ مہر نبوت جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان تھی، وہ ایک ابھرا ہوا گوشت تھا۔

﴿ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں روایت کی ہے کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر گوشت کا ابھار تھا۔" اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ سے روایت کی کہ "دونوں شانوں کے درمیان بلند گوشت تھا۔"﴾

﴿تاریخ بخاری، بیہقی﴾

﴿تاریخ بخاری، بیہقی﴾

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر اٹھادی اور فرمایا: "اسے دیکھ لو جس کی بابت تم سے کہا گیا ہے، تو میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان کبوتر کے انڈے کی مانند مہر نبوت ہے۔"

﴿بیہقی﴾

ہرقل کے قاصد تنوخی سے روایت ہے۔ اس نے کہا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے تنوح کے بھائی! جس بات کا تجھ سے حکم دیا گیا ہے تو اس کی بجا آوری کر، تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کی طرف آیا تو میں نے شانے کے غضروف پر بچھنے لگی ہوئی جگہ کی مانند مہر نبوت کو دیکھا۔

ہشام کہتے ہیں راوی کا مطلب یہ ہے کہ جسم پر بند سنکھی کے استعمال سے ابھری ہوئی شکل بن جاتی ہے۔ اسی طرح مہر نبوت ابھری ہوئی تھی۔

﴿ احمد، بیہقی ﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کا ذکر فرماتے ہوئے کہا ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔

﴿ ترمذی، بیہقی ﴾

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مہر نبوت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شانے کے نچلے حصہ کے غضروف (غضروف گوشت کے اس حصہ کو کہتے ہیں جس کے نیچے پتلی ہڈی ہوتی ہے۔) میں سب کی مانند تھی

﴿ ترمذی ﴾

علباء بن احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو زید سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے قریب آؤ اور پشت پر ہاتھ پھیرو تو میں پاس آیا اور آپ کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور انگلیوں کو مہر نبوت پر رکھ دیا تو لوگوں نے پوچھا: مہر نبوت کیسی تھی؟ تو انہوں نے بتایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانے کے پاس بہت سے بالوں کا گچھا تھا۔

﴿ احمد، ترمذی، حاکم، ابویعلیٰ، طبرانی ﴾

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنے شانے کے غضروف کے پاس انڈے کے مانند مہر نبوت تھی اور اس کا رنگ وہی تھا جو سارے جسم کا رنگ تھا۔

﴿ بیہقی ﴾

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھالیا تو میں نے اپنے چہرے کو مہر نبوت پر رکھ دیا، جس کی مشک جیسی خوشبو سے میں محفوظ ہوا۔

﴿ ابن عساکر ﴾

حضرت ابو زید بن اخطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر مہر نبوت کو دیکھا جو چھپنے لگے ہوئے ابھرے گوشت کی طرح تھی اور ایک روایت میں ہے کہ گویا انسان نے اپنے ناخن سے اس پر مالش کی ہے گویا مہر لگائی ہے۔

﴿ طبرانی، ابن عساکر ﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر بادام کے مثل مہر نبوت تھی اس کی سطح گوشت پر تحریر تھا:

”محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)“

﴿ ابن عساکر، حاکم تاریخ، نیشاپور ﴾

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان بیضہ کبوتر کے مانند ابھارتھا۔ باطنی سطح پر ”اللہ و وحدہ لا شریک لہ و محمد رسول اللہ“ لکھا ہوا تھا اور اس کے ظاہر پر

لکھا تھا: "تَوَجَّهَ حَيْثُ شِئْتَ فَإِنَّكَ الْمَنْصُورُ".

حضرت عباد بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مہر نبوت بائیں شانے کے کنارے پر تھی گویا کسی گوسفند کا کارسہ زانو تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (بوجہ حیا) مہر نبوت دکھانے کو پسند نہ فرماتے تھے۔

﴿ طبرانی، ابو نعیم المعروف ﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیاہ مسہ کی مانند مہر نبوت تھی جس میں زردی کی جھلک تھی اور اس کے گرد گھنے بال تھے۔ جیسے کہ گھوڑے کی ایال۔

﴿ ابن ابی خثیمہ فی التاریخ ﴾

فائدہ:

مصنف کتاب امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علمائے کرام اس سلسلہ میں کہ مہر نبوت کی ہیئت و مقام وغیرہ میں راویوں کا اختلاف ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس اختلاف کو بنظر غائر اگر دیکھا جائے تو مابین اختلاف کوئی بنیادی فرق موجود نہیں ہے، مختلف روایتوں میں صرف تشبیہات یا امثال کا فرق ہے۔ ایک راوی نے اس کو بیضہ کبک سے تشبیہ دی۔ ایک نے ایسے گوشت سے جس کو گودا کیا گیا یا چھلا گیا ہے سے مشابہہ بتایا۔ تیسرے راوی نے بیضہ کبوتر سے مشابہہ اس کو ٹھہرایا۔ کسی نے سیب سے تشبیہ دی اور کسی نے دل دار گوشت کے ابھار کو اس کا ہمشکل بتایا۔ بالوں کا اظہار بھی چونکہ ساتھ ساتھ مقصود تھا لہذا ہمیش کے کاسہ زانو سے تشبیہ دی گئی۔ بایں ہمہ اختلافات روایات و تمثیلات و تشابہہ کا مقصد صرف ایک ہے کہ لوگوں کے ذہن میں مہر نبوت کا تصور پیدا کر دیا جائے تاکہ لوگ تشبیہ سے اس کا اندازہ اور قیاس کر لیں اور اس کی ہیئت کے تصور سے محروم نہ رہیں۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احادیث ثابتہ اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ مہر نبوت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں شانہ مبارک کے نیچے سرخ رنگ کی ایک ابھری ہوئی چیز تھی جن راویوں نے اس کی ہیئت کا چھوٹا پن ظاہر کیا تو انہوں نے اسکو بیضہ کبوتر سے مشابہہ ہونا بیان کیا اور جس راوی نے اس کی جسامت کی بزرگی بیان کی ہے تو اس کو مٹھی کی جسامت کا سہارا لینا پڑا اور مٹھی کو اس کا مشبہہ قرار دیا۔

﴿ امام قرطبی المہتمم ﴾

سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ مہر نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں شانے کی نرم ہڈی کے پاس تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وسوسہ شیطان سے محفوظ تھے اور یہ جگہ شیطان کے داخل ہونے کی تھی۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ مہر نبوت آپ کی پیدائش کے وقت موجود تھی یا بعد ولادت دیکھی گئی؟ قائلین نے دوسرے قول کے ساتھ تمسک کیا۔ ان کا استدلال اس حدیث سے ہے جو رضاعت کے باب میں شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور یہ بھی روایت میں آیا کہ مہر نبوت وفات کے وقت اٹھالی گئی جس کا ذکر بیان وفات میں ہم کریں گے۔

حضرت وہب بن معبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اس شان کے ساتھ مبعوث

فرمایا کہ ان کے داہنے ہاتھ میں مہربوت ہوتی تھی۔ بجز ہمارے نبی کریم ﷺ کے کیونکہ آپ ﷺ کی مہربوت آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان تھی۔

﴿ حاکم مستدرک ﴾

آنکھوں کے معجزات

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ﴿ سورة النجم ﴾

ترجمہ: ”آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔“

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ تاریکی میں اس طرح دیکھتے تھے جس طرح تمام لوگ روشنی اور نور میں دیکھتے ہیں۔

﴿ ابن عدی، بیہقی ﴾

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ اندھیری اور سیاہ رات میں اسی طرح دیکھتے جیسے روشنی میں دیکھا جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”کیا تمہارا خیال ہے کہ میں صرف سامنے ہی دیکھتا ہوں؟ خدا کی قسم! تمہارے رکوع اور سجدے مجھ سے مخفی نہیں ہیں، بیشک میں پشت سے بھی تم کو دیکھتا ہوں۔“

﴿ بخاری، مسلم ﴾

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں، تم مجھ سے پہلے رکوع اور سجدوں میں سبقت نہ کرو، بلاشبہ میں آگے اور پیچھے دونوں طرف سے دیکھتا ہوں۔“

﴿ مسلم ﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”بے شک میں اپنی پشت کی طرف سے ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسا کہ سامنے سے دیکھتا ہوں۔“

﴿ عبدالرزاق، حاکم، بیہقی ﴾

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”میں اپنی پشت کی طرف سے بھی تم کو دیکھتا ہوں۔“

﴿ ابونعیم ﴾

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے آیت کریمہ ”الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ وَ تَقْلُبَكَ فِي السُّجُودِ“ ﴿سورہ النمل﴾ کی تفسیر میں بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ اپنے پیچھے کی صفوں کو ایسے ہی دیکھتے جیسے اپنے سامنے کی طرف دیکھتے تھے۔

﴿ ابن منذر فی التفسیر، بیہقی ﴾

فائدہ:

علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ ہمہ جہتی بصارت دراصل ایک حقیقی مشاہدہ کی صلاحیت تھی جو بطور معجزہ آپ کو ودیعت فرمادی گئی تھی۔ اہل سنت و جماعت کا اس پر اجماع ہے کہ مشاہدہ کیلئے باعتبار روایت، مقابل ہونا ناگزیر اور لازمی نہیں ہے۔ اس نکتہ سے علمائے کرام نے اس پر بھی اتفاق کیا ہے کہ ”آخرت میں روایت الہی وقوع پذیر ہوگی اور رویت الہی محال و ناممکن نہیں ہے۔“

ایک قول یہ بھی ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ اپنی چشم پشت سے مشاہدہ کرتے تھے جو اہل جہاں کی نظروں سے پنہاں تھی۔ ایک دوسرا یہ قول یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان دو آنکھیں سوئی کے ناکہ کے مانند تھیں اور ان کے عمل دید میں کوئی کپڑا مانع تھا، نہ کوئی دوسری چیز۔

نبی کریم ﷺ کے دہن اور لعابِ دہن کے معجزات

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ڈول میں پانی لایا گیا۔ آپ نے اس کا پانی پیا پھر کنویں میں کلی فرمادی جس کے بعد کنویں سے مشک جیسی خوشبو آنے لگی۔

﴿احمد، ابن عساکر، بیہقی، ابو نعیم﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے گھر کے کنویں میں دہن مبارک کا لعاب ڈال دیا، جب سے مدینہ طیبہ میں اس کنویں سے زیادہ شیریں پانی کسی جگہ کا نہ تھا۔

﴿ابو نعیم﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی باندی رزینہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم یوم عاشورہ مکہ کے شیرخوار بچوں کو اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شیرخوار بچوں کو بلایا اور ان کے دہنوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور ان کی ماؤں سے فرمایا: رات تک انہیں دودھ تک نہ پلانا، گویا ان کو رات تک دودھ کی ضرورت نہ ہوگی۔

﴿بیہقی، ابو نعیم﴾

حضرت عمیرہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ خود اور ان کی بہنیں نبی کریم ﷺ کے پاس بیعت کیلئے حاضر ہوئیں اور ہم پانچ بہنیں تھیں، تو انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو قید (یعنی سکھایا ہوا گوشت) کھاتے پایا۔ آپ نے چبایا ہوا تھوڑا سا قید مجھ کو عنایت فرمایا۔ ہم سب نے اس میں سے بانٹ کر کھالیا، بجز میرے وہ سب بہنیں اگرچہ وفات پا چکی ہیں کسی کے منہ میں کبھی بدبو نہ پائی گئی۔

﴿طبرانی﴾

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک بد زبان عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی۔ حضور نبی کریم ﷺ اس وقت قید تناول فرما رہے تھے۔ اس عورت نے کہا: کیا آپ عنایت

فرمائیں گے؟ نبی کریم ﷺ نے اپنے برتن میں سے لے کر اس کی طرف بڑھایا۔ عورت نے کہا: یہ مجھے نہ چاہیے بلکہ منہ کے اندر سے دیجئے لہذا حضور نبی کریم ﷺ نے دیا۔ اس نے منہ میں رکھا اور نگل گئی۔ اس کے بعد کبھی ناشائستہ بات اس عورت کی زبان سے کسی نے نہ سنی۔

﴿طبرانی﴾

حضرت عمرو بن شیبہ رضی اللہ عنہ کی سند کے ساتھ ابو عبید نخوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عامر بن کریم اپنے پانچ سالہ بیٹے عبداللہ کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا جس سے ایسی کرامت ان کو ملی کہ وہ جس پتھر پر ضرب لگاتے پانی نکل آتا۔

﴿بیہقی﴾

حضرت محمد بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد نے جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی کو چھوڑ دیا تھا اور محمد بن ثابت ان کے حمل میں تھے جب محمد کی ولادت ہوئی تو جمیلہ نے قسم کھائی کہ وہ بچہ کو دودھ نہ پلائے گی۔ نبی کریم ﷺ نے نومولود محمد کو منگا کر لعاب دہن اس کے منہ میں ڈال دیا اور روزانہ لانے کی ہدایت کی اور فرمایا اللہ اس کا رازق ہے۔

لہذا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ان کو دوسرے یا تیسرے دن لایا جاتا۔ اچانک عرب کی ایک خاتون ثابت بن قیس کو دریافت کرتی ہوئی آئی۔ میں نے اس سے مقصد دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ آج رات میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں ثابت کے بچے کو جس کا نام محمد ہے، دودھ پلا رہی ہوں۔ ثابت نے اسے بتایا کہ یہ میرا ہی نام ہے اور یہ میرا بچہ محمد ہے۔

﴿بیہقی﴾

حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس حضرت حسن رضی اللہ عنہ موجود تھے کہ انہیں پیاس لگی اور تشنگی بڑھتی ہی گئی، پانی اس وقت موجود نہ تھا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں دے دی۔ انہوں نے اس کو چوسا حتیٰ کہ وہ سیراب ہو گئے اور تشنگی رفع ہو گئی۔

﴿ابن عساکر﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ہمراہ جا رہے تھے کہ راستے کے ایک طرف سے حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے رونے کی آواز سنی۔ وہ دونوں اپنی ماں کے ساتھ تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ تیز چل کر ان کے قریب پہنچے اور فرمایا یہ کیوں رورہے ہیں؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا پیاس ہے پھر آپ نے پانی منگایا لیکن کہیں سے دستیاب نہیں ہوا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے ایک بچہ کو مانگا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بموجب ارشاد ایک بچے کو آپ کی گود میں دے دیا۔ آپ نے لے کر سینہ سے چمٹایا مگر وہ برابر چیختے رہے اور خاموش نہ ہوئے۔

بعد ازاں آپ نے زبان مبارک ان کے منہ میں دے دی، وہ چوسنے لگے اور قرار آ گیا۔ اس کے بعد دوسرے بچے کو نبی کریم ﷺ نے طلب فرمایا اور ان کے ساتھ وہی عمل کیا حتیٰ کہ دوسرا فرزند بھی خاموش ہو گیا۔

﴿طبرانی، ابن عساکر﴾

نبی کریم ﷺ کے دندان مبارک

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے کے دونوں دانت کشادہ تھے، دوران کلام ان کے درمیان سے نور نکلتا محسوس ہوتا تھا۔

﴿ مسند داری، ترمذی، بیہقی، طبرانی، ابن عساکر ﴾

حضرت ابی قرصافہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اور میری ماں اور خالہ نے نبی کریم ﷺ سے بیعت کی، جب ہم لوٹ رہے تھے تو میری ماں اور خالہ نے کہا: ”اے بیٹے! ہم نے نبی کریم ﷺ سے بہتر کسی شخص کو نہ دیکھا، آپ نظافت جسم، لطافت لباس، شیریں گفتار ہیں، باتیں کرتے وقت دہن مبارک سے گویا نور نکلتا ہے۔“

﴿ طبرانی ﴾

نبی کریم ﷺ کا چہرہ انور

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے: اے میرے حبیب (ﷺ)! میں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کو کرسی کے نور کا لباس پہنایا۔

﴿ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ سند مجہول ہے اور یہ حدیث منکر ہے۔ ﴾

﴿ ابن عساکر ﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں سحری کے وقت سی رہی تھی میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی۔ بہت تلاش کی مگر نہ ملی۔ اتنے میں نبی کریم ﷺ داخل ہوئے تو آپ کے چہرہ انور کی روشنی سے سوئی نظر آگئی پھر میں نے اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا۔ آپ نے فرمایا: اے حمیرا! افسوس ہے، پھر فرمایا: افسوس ہے۔ (تین مرتبہ فرمایا) اس شخص پر جس نے نظر کو میرے چہرے کی طرف دیکھنے سے حرام کیا۔

﴿ ابن عساکر ﴾

نبی کریم ﷺ کی بغل مبارک:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دعا کے وقت اس قدر ہاتھ اٹھائے دیکھا ہے کہ آپ کی بغل مبارک کی سفیدی نظر آگئی تھی۔

﴿ بخاری، مسلم ﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب سجدہ کرتے تو آپ کے بغل کی سفیدی

نظر آ جاتی۔

﴿ ابن سعد ﴾

رسول اللہ ﷺ کی خصوصیتوں میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کے بغل کا رنگ جسم کے دوسرے رنگ سے مختلف نہ تھا حالانکہ تمام انسانوں کا مختلف ہوتا ہے۔

﴿طبرانی﴾

﴿قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسا ہی بیان کیا ہے اور اتنا اضافے کے ساتھ کہ اس میں بال نہ تھے۔﴾

نبی کریم ﷺ کی فصاحت و بلاغت کا ذکر:

حضرت بریدہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا وجہ ہے کہ آپ ﷺ ہم سے زیادہ فصیح ہیں۔ باوجود یہ کہ آپ ﷺ ہمارے درمیان سے کہیں تشریف بھی نہیں لے گئے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حضرت اسماعیل علیہ السلام کی لغت پرانی ہو کر ذہنوں سے محو ہو چکی تھی، اس کو حضرت جبرئیل علیہ السلام لائے اور مجھے یاد کرا گئے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے بعض روایتوں میں منقول ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا۔ ”یا رسول اللہ ﷺ!..... تا آخرت حدیث“ اور اس حدیث کو علمائے حدیث نے مسند بریدہ رضی اللہ عنہ سے گردانا ہے۔

﴿ابو احمد، ابن سعد، ابو نعیم، ابن عساکر﴾

محمد ابراہیم تمیمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے آپ سے زیادہ کسی کو فصیح نہ دیکھا، اس کا کیا سبب ہے؟ ارشاد فرمایا: میرے لیے کون سی چیز فصاحت سے مانع ہو سکتی ہے جبکہ صورتحال یہ ہے کہ قرآن حکیم میری زبان اور ”عربی بسین“ کے ساتھ مجھ پر نازل ہوا۔

﴿شعب الایمان، ابن ابی الدنیا کتاب المطر، ابن ابی حاتم، خطیب کتاب النجوم، ابن عساکر﴾

محمد بن عبدالرحمن زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! ”أَيُّدَالِكِ الرَّجُلِ إِمْرَأَةٌ“ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”نَعَمْ إِذَا كَانَ مُلْفَجًا“ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس شخص نے آپ سے کیا کہا؟ اور آپ نے کیا جواب دیا؟ ہم نہیں سمجھ سکے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس نے دریافت کیا: ”أَيُّمَا طَلُّ الرَّجُلِ أَهْلُهُ“ (ترجمہ: ”شوہر اپنی بیوی کا کسی وقت قرض دار ہوتا ہے؟“) تو میں نے جواب دیا: ”نَعَمْ إِذَا كَانَ مُلْفِسًا“ (ترجمہ: ہاں جب وہ نادار ہو۔) (جس کی بنا پر ان کے حقوق ادا کرنے میں تاخیر کرے۔)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں عرب کے اکثر علاقوں میں گیا ہوں اور بڑے بڑے مدعیان فصاحت کے کلام سنے ہیں مگر کسی کا کلام بھی آپ ﷺ کی طرح فصیح میں نے نہیں سنا۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میرے رب نے مجھے سکھایا اور بنو سعد بن بکر میں میری ابتدائی پرورش اور تربیت ہوئی۔“

﴿ابن عساکر﴾

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عربوں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں۔ میں قریش کی ایک محترم شاخ میں پیدا ہوا اور پھر بنو سعد میں میری پرورش ہوئی، تو ظاہر ہے کہ میرے کلام میں سقم، عامیاناہ انداز اور سبکی کہاں سے راہ پائے گی۔

﴿طبرانی﴾

شرح صدر

﴿اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:﴾

﴿سورہ الم نشرح﴾

ترجمہ: ”کیا ہم نے آپ کا شرح صدر نہیں فرمایا؟“

ابراہیم بن طہمان رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے کہ میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے ارشاد پاری تعالیٰ: ”الْم نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ“ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن کو آپ کے سینہ اقدس سے اسفل بطن تک چیر کر اس سے قلب اطہر کو نکالا گیا پھر اسے سونے کے طشت میں غسل دیا گیا اور اسے ایمان و حکمت سے بھر کر اس کی جگہ واپس رکھ دیا گیا۔

﴿بیہقی﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دن حضرت جبرئیل رضی اللہ عنہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ سیاحت فرما رہے تھے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر لٹا دیا، قلب کے پاس سے سینہ کو کھول کر دل نکالا اور پھر اس میں شگاف دیا اور جما ہوا کچھ خون نکالا اور کہا یہ آپ میں شیطان کا حصہ تھا، پھر سونے کے طشت میں آب زمزم کے ساتھ اسے غسل دیا پھر اسے درست کر کے اس کے مقام پر رکھ دیا۔ آپ کے ساتھی بچے دوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ والدہ حضرت حلیمہ کے پاس آئے اور کہا: ”محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا گیا۔“ یہ سن کر وہ آئیں تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ فق تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس پر شگاف کی سلائی کا اثر دیکھا تھا۔

﴿احمد، دارمی اور حاکم نے روایت کی اور حاکم رضی اللہ عنہ نے اسے صحیح کہا۔﴾

﴿احمد، مسلم﴾

حضرت عقبہ بن عبد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قبیلہ بنو سعد میں زیر پرورش تھا تو میں اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ چراگاہ گیا، ہم کھانا لے کر نہیں گئے تھے چنانچہ میں نے بھائی سے کہا والدہ سے کھانا لے آؤ۔ وہ چلا گیا اور میں بکریوں کے پاس ٹھہرا رہا، کچھ دیر کے بعد میرے سامنے گدھ کی مانند دو سفید پرندے آئے۔

ایک نے دوسرے سے پوچھا: ”کیا یہ وہی ہے؟“ اس نے جواب دیا: ”ہاں۔“ اب وہ دونوں بہت ہی نزدیک آگئے اور جھپٹ کر مجھے پکڑ لیا اور شانے کے بل مجھے لٹا دیا، میرا پیٹ چاک کیا، دل کو نکالا

اور اسے بھی چیرا اور اس سے دو سیاہ گوشت کے ٹوٹھڑے نکالے اور ایک نے دوسرے سے کہا برف کا پانی لاؤ۔ انہوں نے برف سے میرے پیٹ کو دھویا پھر ٹھنڈے پانی سے میرے دل کو غسل دیا، پھر سیکینہ میرے دل پر چھڑکا، پھر اسی کو سی دیا اور مہر نبوت اس پر لگا دی، پھر مجھ کو امت کے ایک ہزار آدمیوں سے وزن کیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اونچے ہیں اور خیال ہوا، ان میں سے کوئی مجھ پر نہ گر پڑے، گویا میں ان سب سے زیادہ وزنی تھا، اس کے بعد دونوں نے کہا:

”اگر آپ ﷺ کا ساری امت کے ساتھ وزن کیا جائے تو یقیناً آپ ﷺ ان سب پر

بھاری رہیں گے اور آپ کا ہی وزن زیادہ ہوگا۔“

اس کارروائی کے بعد وہ دونوں چلے گئے اور مجھ کو ڈرا اور خوف کی حالت میں چھوڑ گئے، میں اپنی رضاعی ماں کے پاس پہنچا اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا جس کو سن کر وہ پریشان ہو گئیں۔ انہوں نے دیکھا کہ میرے حالات عجیب و پہلو اختیار کر رہے ہیں۔ انہوں نے میرے لیے خدا سے پناہ مانگی، اونٹ پر کجاوہ رکھا، سوار ہوئیں، مجھے اپنی آغوش میں آگے بٹھایا اور ہم مکہ میں والدہ کے پاس پہنچ گئے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

”میں آپ کی امانت سے دست کش ہوتی ہوں۔“ اور تمام روداد جو مجھ پر ہوتی تھی، سنائی جس کو میری والدہ سن کر کچھ بھی متاثر نہ ہوئیں۔ انہوں نے فرمایا: ”بلاشبہ میں نے دیکھا ہے کہ مجھ سے نور برآمد ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔“

﴿بیہقی، طبرانی، ابونعیم﴾

حضرت معاذ بن معاذ بن ابی کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! امور نبوت میں کیا بات سب سے پہلے آپ ﷺ کو پیش آئی؟ ارشاد فرمایا: میں دس برس کی عمر میں صحرا کی طرف جا رہا تھا کہ یکا یک دو آدمیوں کو میں نے اپنے سر کے اوپر دیکھا، انہوں نے آپس میں پوچھا یہ وہی ہیں؟ دوسرے نے کہا: ہاں تو اس نے مجھ کو پکڑ لیا۔ اور آہستہ سے لٹالیا پھر میرے لطن کو چاک کیا، اس کو غسل دیا پھر میرے سینے کو کھولا مگر مجھے قطعاً درد یا تکلیف محسوس نہ ہوئی پھر میرے قلب کو شکاف دیا گیا اور کہا اس کے اندر سے حسد و کینہ کو نکال دو۔ تو دوسرے شخص نے اس میں سے ایک ٹوٹھڑا نکال کر پھینک دیا۔ آواز آئی! رافت و رحمت کو بھردو تو انہوں نے چاندی کی مانند کوئی چیز داخل کی پھر ایک سفوف اس پر چھڑک دیا۔ اس کے بعد میرے انگوٹھے کو بجایا اور کہا جاؤ چنانچہ میں اس حال میں واپس ہوا کہ بچپن میں میرے دل کے اندر غایت درجہ رحمت اور بڑا ہو جانے کے بعد بحد کمال رافت کے جذبات موجود تھے۔

﴿ابونعیم نے اس مذکورہ بالا حدیث کے بارے میں کہا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اپنے آباء سے روایت کرتے ہیں اور نیز سن کے بیان میں منفرد ہیں۔ یعنی دس سال کی عمر صرف حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔﴾

﴿زوائد المسند، حاکم، ابن حبان، ابونعیم، ابن عساکر، انبیاء، المختارہ﴾

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں؟ فرمایا: میں بطحائے مکہ میں تھا کہ دو آنے والے آئے اور ان میں ایک تو زمین پر اتر گیا اور دوسرا زمین و آسمان کے درمیان رہا۔ ایک نے دوسرے سے کہا: ان کو ایک شخص کے ساتھ وزن کیا کرو تو اس نے میرا وزن کیا اور میں ان پر بھی وزنی رہا پھر کہا ان کو سو آدمیوں کے ساتھ وزن کرو تو اس نے میرا وزن کیا اور میں ان پر بھی وزنی رہا پھر کہا ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ وزن کرو تو اس نے وزن کیا اور میں ان پر بھی بھاری رہا اور جو لوگ میرے ساتھ تولے گئے تھے وہ ترازو کے پلڑے سے مجھ پر گرنے لگے پھر ایک نے دوسرے سے کہا: ان کا بطن چاک کرو، تو اس نے میرا بطن چاک کیا اور اس میں سے شیطان کے دخل کی چیز اور خون کا لوتھڑا نکال پھینکا، پھر کہا ان کے بطن کو اس طرح دھوؤ، جیسے برتن کو دھوتے ہیں اور ان کے قلب کو اس طرح غسل دو جیسے چادر کو دھوتے ہیں پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کے بطن کو سی دو، تو اس نے سی دیا اور میرے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت لگائی، جیسا کہ اس وقت موجود ہے اور دونوں چلے گئے اور گویا کہ میں مہر نبوت کو معائنہ کر رہا ہوں۔

﴿ مسند دارمی، ہزار، ابو نعیم، ابن عساکر ﴾

یونس بن مسیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتہ سونے کا طشت میرے پاس لایا اور اس نے میرے بطن کو چاک کیا اور اس کو دھویا پھر سفوف چھڑک دیا اور کہا اب یہ دل مضبوط ہے اور جو چیز اس میں اترے گی اسے محفوظ رکھے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں دیکھتی اور کان سنتے ہیں اور آپ محمد رسول اللہ المقفی اور الحاشر ہیں۔ آپ کا قلب سلیم ہے۔ آپ کی زبان صادق، نفس مطمئن، تخلیق مستحکم ہے اور آپ بہت بخشش کرنے والے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

﴿ ابو نعیم ﴾

ابن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ کا بطن اقدس چاک کیا اور کہا یہ دل مضبوط ہے اس کا میں دوکان ہیں جو سنتے ہیں، دو آنکھیں جو دیکھتی ہیں۔ محمد اللہ کے رسول، المقفی، الحاشر ہیں۔ آپ کی تخلیق مستحکم، آپ کی زبان صادق اور نفس مطمئن ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

﴿ مسند دارمی، ابن عساکر ﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے گھر پر تھا کہ فرشتہ آیا اور چاہہ زمزم پر لا کر میرا شرح صدر کیا، پھر آب زمزم سے غسل دیا پھر سونے کا طشت لائے جو ایمان و حکمت سے لبریز تھا پھر ان دونوں چیزوں کو میرے سینے میں داخل کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ شرح صدر کا اثر دکھایا کرتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر مجھے وہ فرشتہ آسمان دنیا کی طرف لے گیا اور پھر معراج کی حدیث بیان فرمائی۔

﴿ مسلم ﴾

قائدہ:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہو سکتا ہے کہ شرح صدر ایک سے زیادہ مرتبہ ہوا ہو۔ ایک حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں شیر خوارگی میں، دوسری مرتبہ بعثت کے وقت، تیسری مرتبہ شب معراج میں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شرح صدر کا واقعہ بہ زمانہ شیر خوارگی بہت سی سندوں کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے اور بعثت و اسراء کی حدیثوں میں بھی آئے گا کہ ان حدیثوں کی جمع و تحقیق سے یہی مستنبط ہوتا ہے کہ متعدد بار واقع ہوا ہے یعنی تین مرتبہ ہوا ہے اور جن علماء کرام نے دو مرتبہ واقع، ہونا بیان کیا ہے ان میں سہیلی، ابن وحید اور ابن المنیر رحمہم اللہ ہیں اور جنہوں نے تین مرتبہ واقع ہونے کی تصریح کی ہے، ان میں ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور انہوں نے اس کی توجیہ کے سلسلے میں لطیف معنی پیدا کیے ہیں۔ وہ یہ کہ تین کی تطہیر میں مبالغہ مقصود ہے جس طرح شریعت میں تین مرتبہ دھونا شروع ہے اور اسے تین مختلف اوقات کے ساتھ مختص کرنا اس وجہ سے ہے تاکہ عہد طفولیت میں نشوونما و ارتقاء کے دور میں وساوسِ خناس سے محفوظ رکھا جائے اور بعثت کے وقت شرح صدر اس لیے تھا کہ وحی کا لینا، اس کا پھیلانا اور زندگی کیلئے رہنما بنانا رسول اللہ ﷺ کیلئے آسان ہو جائے اور اسرار کے وقت شرح صدر کا مقصد مناجات کیلئے مستعد کرنا ہے۔ علماء کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ شرح صدر کی خصوصیت آپ کیلئے تھی یا یہ عمل کسی اور نبی کیلئے بھی ہوا ہے؟

ابن منیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ”حضور نبی کریم ﷺ کیلئے شرح صدر ایک ابتلاء کی قبیل سے ہے جس طرح سیدنا حضرت اسمعیل ذبیح اللہ ﷺ آزمائے گئے بلکہ نبی کریم ﷺ کا شق صدر بار بار ہونے اور اپنی حقیقی نوعیت سے آپ ﷺ پر طاری ہونے نیز ماحول اور سن اور اجنبی نو واردوں کے ذریعہ انشقاق ہونے کے اعتبار سے بہت ہی اہم ہو جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ جماہی سے محفوظ تھے:

یزید بن الاصم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو کبھی جماہی نہیں آئی۔

﴿ تاریخ بخاری، ابن ابی شیبہ فی التصنیف، ابن سعد ﴾

ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مسلمہ بن عبد الملک بن مروان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے کبھی جماہی نہیں لی۔

سماعت مصطفیٰ ﷺ:

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے، تم آسمان کے چہرے کی آواز نہیں سنتے اور آسمان کا چہرہ انا درست ہے کیونکہ اس میں چند انگل بھی ایسی جگہ نہیں ہے، جہاں فرشتہ پیشانی رکھے سجدہ نہ کر رہا ہو۔

﴿ ترمذی، ابن ماجہ، ابونعیم ﴾

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز صحابہ کرام کے درمیان تشریف فرما تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم سنتے ہو جس آواز کو میں سن رہا ہوں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم تو کوئی آواز نہیں سن رہے ہیں۔ فرمایا: میں آسمان کے چرچرانے کی آواز کو سن رہا ہوں اور چرچرانے میں اس کو ملامت نہیں کیونکہ آسمان میں بالشت بھر جگہ ایسی نہیں جس پر فرشتے قیام و سجود نہ کر رہے ہوں۔

﴿ ابو نعیم ﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک:

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا تو آپ کے اس خطبہ کو تمام اجتماع کے آخر میں پس پردہ عورتوں نے سنا

﴿ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک اس دور دراز جگہ پر پہنچ گئی جہاں عورتیں بیٹھی تھیں۔ ﴾

﴿ بیہقی، ابو نعیم ﴾

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھانے کے بعد رخ انور پھیر کر وعظ فرمایا تو اس وعظ کو بہت دور پس پردہ بیٹھی ہوئی عورتوں نے بھی سنا۔

﴿ ابو نعیم ﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت ہمارے پاس تشریف لائے اور ایسی آواز سے ہمیں خطبہ دیا کہ پیچھے پردہ نشین عورتوں نے سنا۔

﴿ ابو نعیم ﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف لائے اور لوگوں سے فرمایا: بیٹھے جاؤ تو آپ کی آواز حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے سنی، ابھی وہ بنی غنم میں تھے تو وہ وہیں بیٹھ گئے۔

﴿ بیہقی، ابو نعیم ﴾

حضرت عبدالرحمن بن معاذ تمیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منیٰ میں خطبہ دیا تو ہمارے کان کھل گئے۔

ایک روایت میں اسی طرح آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے کان کھول دیئے تو جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ہم اپنے گھروں میں بلا شک و شبہ اسے سنتے تھے۔

﴿ ابن سعد، ابو نعیم ﴾

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم آدھی رات کو خانہ کعبہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرأت کی آواز کو سنا کرتے تھے اور ہم اپنے مکانوں میں خاصے فاصلے پر ہوتے تھے۔

﴿ ابن ماجہ، بیہقی ﴾

نبی کریم ﷺ کی عقل مبارک:

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اکہتر کتابیں پڑھی ہیں۔ ان سب میں، میں نے پایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں یعنی کل مخلوق و بنی آدم کو رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں، ایک ذرہ حقیر کے برابر فہم و دانش عطا فرمائی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ نبی کریم ﷺ کی عقل و حکمت میں سب سے زیادہ ہیں۔

﴿ ابو نعیم حلیۃ الاولیاء، ابن عساکر ﴾

نبی کریم ﷺ کا پسینہ مبارک:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے اور قیلولہ فرمایا: جب آپ کو پسینہ آیا تو میری والدہ ایک شیشی لائیں اور اس کو پونچھ کر جمع کرنے لگیں، اسی دوران آپ ﷺ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ نے پوچھا: اے ام سلیم! تم یہ کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: میں آپ ﷺ کے پسینہ کو جمع کر رہی ہوں تاکہ ہم خوشبو کے طور پر استعمال کریں، کیونکہ یہ سب خوشبوؤں میں سب سے زیادہ لطیف خوشبو ہے۔

﴿ مسلم ﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں جا کر قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔ وہ حضور نبی کریم ﷺ کیلئے بستر بچھا دیتیں اور حضور نبی کریم ﷺ کو پسینہ بہت آتا، ام سلیم رضی اللہ عنہا اس کو جمع کر لیا کرتیں۔

ایک روز حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اے ام سلیم (رضی اللہ عنہا)! کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں پسینہ کو خوشبو کیلئے جمع کر رہی ہوں۔“

﴿ مسلم ﴾

حضرت محمد سیرین رضی اللہ عنہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ میرے ہاں چمڑے کے بستر پر قیلولہ فرمایا کرتے تھے جب آپ ﷺ کو پسینہ آتا تو میں اس کو سکہ (چند خوشبوؤں کا مرکب) میں ملا لیتی تھی۔

﴿ ابو نعیم ﴾

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ میں چند مخصوص علامتیں تھیں جب کوئی راستہ حضور نبی کریم ﷺ طے فرماتے تھے تو وہ جسم اطہر کی خوشبو سے مہک جاتا اور لوگ جان لیتے کہ آپ اس راہ سے گزرے ہیں اور کسی پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتے تو وہ سجدہ کرتے۔

﴿ مسند داری، بیہقی، ابو نعیم ﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے آنے سے پہلے ہی، خوشبو سے ہم آپ کو پہچان لیتے تھے۔

﴿ ابن سعد، ابو نعیم ﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ کے راہ گیر راستوں کی خوشبو سے جان لیتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گزرے ہیں۔

﴿بزار، ابویعلیٰ﴾

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کورات کی تاریکی میں ہم ان کی خوشبو سے پہچان لیتے تھے۔

﴿مسند داری﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں سوت کات رہی تھی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جوتہ کو سی رہے تھے۔ آپ کی پیشانی پر پسینہ آ گیا، اس سے ایسا نور پیدا ہوا کہ میں حیران ہو گئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بشرہ سے اندازہ کر کے حیرانی کی وجہ سے پوچھی تو میں نے پسینہ اور نور کی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ابو کبیر ندلی کا یہ شعر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتا ہے۔

و مبرا من کل غبر حیضة و فساد مر ضعة و داء مغیل
و اذا نظرت الی اسرة و جھہ برقت بروق العارض المتھلل
ترجمہ: ”وہ ہر بچے ہوئے حیض اور دودھ پانے والی کے فساد اور جلد ہلاک کرنے والے
مرض سے پاک ہے۔ اور جب تم اس کے چہرے کی شکنوں کو دیکھو گے تو وہ یوں چمکیں
گی جیسے برسنے والے پادل کی بجلی چمکتی ہے۔“

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے جوتہ رکھ کر کھڑے ہوئے اور میرے پاس آ کر میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا: ”اللہ تعالیٰ تمہارا بھلا کرے مجھے یاد نہیں کہ مجھے کبھی ایسی خوشی ہوئی ہو، جیسی اس وقت ہوئی ہے۔“

﴿حضرت ابویعلیٰ صالح بن محمد بغدادی رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ سے کوئی حدیث روایت کی ہو لیکن میں سمجھتا ہوں یہ حدیث حسن ہے کیونکہ حضرت محمد بن اسماعیل بخاری رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو قبول کیا ہے۔﴾

﴿خطیب بغدادی، ابن عساکر، ابو نعیم، دیلمی، بخاری﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ حسین و خوب رو تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں نورانی کیفیت تھی، اسی لیے صفت خواں ہمیشہ ماہِ کامل سے آپ کے چہرے کو تشبیہ دیتے، آپ کے چہرے کا پسینہ موتی کے مانند اور خوشبو میں مثل مشک ختن تھا۔

﴿ابو نعیم﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنی بیٹی کی شادی کر رہا ہوں، آپ اس میں میری مدد فرمائیں۔ آپ نے کہا اس وقت تو کچھ موجود نہیں ہے، لیکن تم کھلے منہ کی شیشی اور درخت کی ٹہنی لاؤ، وہ دونوں چیزیں لایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کلاسیوں سے پسینہ پونچھ کر شیشی کو بھر دیا۔ آپ نے فرمایا اپنی بیٹی کو دو اور کہو کہ یہ لکڑی

شیشی میں، ڈبو کر خوشبو لگائے چنانچہ لڑکی نے ایسا ہی کیا اور اس وجہ سے اس کے گھر کی شہرت ”بیت
الطیبین“ (خوشبوؤں کا گھر) کے نام سے ہو گئی۔

﴿ ابو یعلیٰ، طبرانی، ابن عساکر ﴾

بنی حریش کے ایک شخص سے روایت ہے کہ جب میں نے ماغر بن مالک کو سنگسار ہوتے دیکھا تو
خوف کی بنا پر میں لرزنے لگا، جب نبی کریم ﷺ کی نظر پڑی تو آپ نے مجھے چمنا لیتا اور آپ کے بغل کا
پسینہ جو مشک کی خوشبو کی مانند تھا مجھ پر بہنے لگا۔

﴿ مسند دارمی ﴾

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا کہ آپ نے
فرمایا: میرے قریب آؤ، تو میں قریب ہو گیا اور ایسی تیز مہک اور لطیف خوشبو آپ کے جسم سے خارج ہو
رہی تھی کہ مشک و عنبر کی خوشبو بھی ایسی نہ ہوتی۔

﴿ بزار ﴾

قد زیبائے رسول ﷺ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نہ طویل القامت
تھے، نہ پستہ قد، لیکن جب لوگوں کے ہمراہ ہوتے تو آپ ﷺ کا قد ان سب پر طویل اور اونچا معلوم ہوتا،
اکثر آپ کے دونوں جانب طویل القامت اشخاص ہوتے مگر بایں ہمہ آپ ﷺ ان سے اونچے نظر آتے۔
مذکورہ بالا حدیث کو ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ نے ”الخصائص“ میں اس قدر اضافہ کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ
نبی کریم ﷺ کا شانہ مبارک مجلس میں تمام بیٹھنے والوں سے اونچا نظر آتا۔

﴿ ابن ابی خثیمہ فی تاریخ، بیہقی، ابن عساکر ﴾

نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر کا سایہ نہ تھا:

حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا سایہ دھوپ میں بنتا تھا نہ شعاع ماہ میں۔

﴿ ترمذی ﴾

ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی خصوصیات کے بیان میں کہا کہ آپ کا سایہ دھوپ اور
چاندی دونوں میں اس وجہ سے نہ ہوتا کہ آپ ﷺ سر تا پا نور تھے۔

بعض علماء کرام نے کہا اس کی شاہد یہ حدیث شریف ہے جس میں نبی کریم ﷺ کی اس دعا کا ذکر
ہے: ”وَاجْعَلْنِي نُورًا“ (ترجمہ: اے رب! مجھ کو سراپا نور بنا دے۔)

نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر پر مکھی نہیں بیٹھی تھی:

نبی کریم ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے جسم اقدس پر مکھی نہ بیٹھی تھی۔

﴿ کتاب الشفاء، غزنی المولد ﴾

حضرت ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ان لفظوں سے بیان کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے کپڑوں پر مکھی

کبھی نہ بیٹھتی تھی اور نبی کریم ﷺ کے خصائص میں اتنا زیادہ کیا کہ جوں آپ ﷺ کو نہ کاٹی تھی۔ (یعنی کپڑوں میں جوں نہ پڑتی تھی۔)

﴿ابن سبع الخصائص﴾

نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک:

عبدالحمید بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جنگ یرموک کے موقع پر ٹوپی اوڑھے ہوئے تھے۔ (اتفاق سے وہ کہیں گر گئیں۔) آپ نے اسے تلاش کر کے حاصل کیا اور فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے عمرہ کر کے حلق کیا تو لوگوں نے بالوں کے حاصل کرنے میں جلدی کی اور میں ان کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ ان بالوں کو میں نے اس ٹوپی میں محفوظ کر لیا تھا اور تمام جہادوں میں اس ٹوپی کو استعمال کیا حتیٰ کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے ہر حالت اور ہر موقع پر فتح و نصرت عطا فرمائی۔

﴿سعید بن منصور فی السنن، ابو یعلیٰ، حاکم، بیہقی، ابونعیم﴾

نبی کریم ﷺ کا خون اطہر:

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ کچھ لگوار ہے تھے، جب فارغ ہوئے تو فرمایا: اے عبداللہ! اس خون کو لے جاؤ اور کسی ایسے مقام پر رکھ دو کہ کوئی نہ دیکھے۔ میں خون کو لے گئے اور پی لیا۔ واپس آیا تو آپ نے دریافت کیا: عبداللہ! خون کا کیا کیا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے ایسی پوشیدہ جگہ رکھا ہے کہ وہ ہمیشہ لوگوں سے مخفی رہے گا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے جواب دیا: میرا خیال ہے تم نے اسے پی لیا ہے۔ میں نے عرض کیا: ہاں۔ ارشاد فرمایا: تم سے لوگوں کیلئے افسوس ہے اور لوگوں سے تمہارے لیے افسوس ہے۔ (صحابہ کرام کا خیال تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طاقت و قوت کا سبب یہی خون رسول اللہ ﷺ ہے۔)

﴿بزار، ابو یعلیٰ، طبرانی، حاکم، بیہقی﴾

نبی کریم ﷺ کے قدم مبارک:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ زمین پر پورا قدم رکھ کر چلتے اور آپ ﷺ کا نقش قدم ناتمام نہ رہتا۔

﴿بیہقی﴾

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا نقش قدم ناتمام نہ رہتا کیونکہ آپ ﷺ پورا قدم رکھ کر چلتے۔

﴿ابن عساکر﴾

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے قدم مبارک کی انگشت کو چک (چھوٹی انگلی) دوسری انگلیوں سے بلند تھی۔

﴿بیہقی﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قریش ایک کاہن کے پاس گئے اور اس سے کہا: ہمیں بتاؤ کہ ہمارے اندر کون شخص صاحب نبوت ہو سکتا ہے؟ اس نے جواب دیا: زمین کو اپنی چادر سے صاف اور بے نشان کر کے اس پر چلو میں نقش قدم کو دیکھ کر بتا دوں گا تو انہوں نے زمین کو صاف کیا پھر اس پر چلے تو کاہن نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نشان قدم کو دیکھ کر کہا یہ شخص نبوت کا زیادہ مستحق ہے۔ اس کے بعد وہ انتظار کرتے رہے چنانچہ تقریباً بیس سال بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا۔

﴿ مسند احمد ﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کا اعجاز:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور میں ایک جنازے کے ساتھ جا رہے تھے جب میں قدم بڑھاتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول مجھ سے سبقت لے جاتے، میرے برابر جو شخص چل رہا تھا میں نے اس سے کہا: بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نیچے زمین لپٹی جاتی ہے۔

﴿ ابن سعد ﴾

حضرت یزید بن مرثد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار تیز ہوتی حتیٰ کہ آپ کے پیچھے لوگ دوڑنے پر مجبور ہو جاتے۔

﴿ ابن سعد ﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب اور سونے کی کیفیت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے محو خواب ہو جاتے ہیں۔ جواب دیا: اے عائشہ! میری آنکھیں بند ہوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

﴿ بخاری، مسلم ﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری آنکھ سوتی اور میرا دل جاگتا رہتا ہے۔

﴿ ابو نعیم ﴾

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم نے فرمایا: انبیاء کرام علیہم السلام کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کا دل جاگتا ہے۔

﴿ بخاری، مسلم ﴾

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گروہ انبیاء کی آنکھیں سوتی ہیں اور ہمارے دل بیدار رہتے ہیں۔

﴿ ابن سعد ﴾

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری آنکھ سوتی تھی اور میرا دل نہیں سوتا۔

﴿ ابن سعد ﴾

حضرت جابر عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم مبارک سویا کرتی اور دل بیدار رہا کرتا تھا۔

﴿ابو نعیم﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہودیوں کی ایک جماعت آئی تو اس نے فرمایا: میں تمہیں اس رب کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی، کیا تم شناخت کرتے ہو، یہ نبی ہیں ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ”بخدا! درست ہے۔“ فرمایا: اے خدا تو شاہد رہنا۔

﴿ابو نعیم﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم ہائے مبارک سوتی تھیں اور آپ کا قلب اطہر جاگتا تھا۔

﴿حاکم﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت مبارکہ:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دن اور رات کی ایک ساعت میں تمام ازواج مطہرات پر دورہ کر لیتے تھے اور ان کی تعداد گیارہ تھی۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ میں اتنی طاقت تھی؟ انہوں نے جواب دیا: ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی۔

﴿بخاری﴾

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی سلمیٰ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شب میں نوازواج پر دورہ فرمایا کرتے تھے۔

﴿ابن سعد﴾

عبید اللہ بن موسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے انہوں نے حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس ایک ہانڈی لائے، میں نے اس میں سے کھایا تو مجھ کو چالیس مردوں کے برابر قوت مجامعت مل گئی۔ (اس روایت کو غیر صحیح کہا گیا ہے۔)

﴿ابن سعد﴾

ابن عدی رضی اللہ عنہ نے بہ روایت حضرت سلام بن سلیمان رضی اللہ عنہ نے روایت کی۔ انہوں نے حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کی لیکن سند مرسل ہونے کے باوجود بہتر ہے اور یہ سند کمزور ہے۔

موسیٰ بن محمد رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے ذریعہ بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ میں عام لوگوں سے طاقت مجامعت کم تھی پھر اللہ تعالیٰ نے (بذریعہ فرشتہ) ایک ہانڈی کے گوشت کے ذریعہ وہ قوت عطا فرمادی کہ جب میں ارادہ کرتا ہوں تو اس قوت کو محسوس کرتا ہوں۔

﴿ابن سعد، واقدی﴾

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہمیں واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی اور انہوں نے ایک سلسلہ رواۃ کے ناموں کے بعد اسی (مذکورہ بالا) حدیث کی مانند روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس ہانڈی لائی گئی، میں نے اس میں سے کھایا یہاں تک کہ میں سیر ہو گیا اور جب سے کھایا ہے جس گھڑی چاہتا ہوں ازواج کے پاس جاتا ہوں۔

﴿ابن سعد﴾

حضرت مجاہد اور حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو چالیس مردوں کے برابر طاقت مجامعت دی گئی تھی۔

﴿ابن سعد﴾

حارث بن ابوامامہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو کچھ اوپر چالیس جنت کے مردوں کے مساوی قوت دی گئی اور حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ گرفت اور نکاح میں چالیس مردوں کی طاقت مجھے دی گئی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”مجھے پہلے لوگوں پر چار باتوں میں فضیلت دی گئی۔ داؤد ہاشق، شجاعت، کثرت جماع اور دشمن پر قابو پانا۔“

﴿طبرانی، اسماعیلی مجمع، ابن عساکر﴾

نبی کریم ﷺ احتلام سے محفوظ تھے:

عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ بہ سند مجاہد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو کبھی احتلام نہیں ہوا چونکہ احتلام شیطان کے دوسے سے ہوتا ہے۔

﴿طبرانی، دینوری مجالست﴾

نبی کریم ﷺ کے بول و براز کا بیان:

حسین بن علوان رحمۃ اللہ علیہ، ہشام رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عروہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو اس کے فوراً ہی بعد میں وہاں جاتیں تو بجز پاکیزہ خوشبو کے کچھ بھی نہ پاتی۔ میں نے اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: ”تم واقف نہیں ہو، ہمارے اجسام کی نشوونما جنتی ارواح پر ہوتی ہے اور جو چیز ہمارے جسموں سے خارج ہوتی ہے اسے زمین نکل لیتی ہے۔“

﴿بیہقی نے کہا یہ حدیث ابن علوان رحمۃ اللہ علیہ کی موضوعات میں سے ہے۔﴾

﴿بیہقی﴾

فائدہ:

مصنف کتاب حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال درست نہیں کیونکہ یہ حدیث ایک اور سند سے بھی روایت ہے۔ جو اسماعیل، عتبہ، محمد، ام سعد رحمہم اللہ چار سلسلہ

رواۃ کے ذریعہ بیان ہوئی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ رفع حاجت کیلئے تو جاتے ہیں مگر میں بول و بزاز کا اثر نہیں دیکھتی؟ ارشاد فرمایا: ”تم کو کیا خبر کہ انبیاء علیہم السلام کا اخراج زمین نکل لیتی ہے، اس کے نظر آنے کا سوال ہی نہیں۔“

✽ (اس حدیث کو اسی سند کے ساتھ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔)

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس حدیث کی ایک تیسری سند اور بھی ہے جو محمد، علی، زکریا، شہاب، عبدالکریم اور ابو عبد اللہ رحمہم اللہ اور (باندی عائشہ رضی اللہ عنہا) کے لیلے سات واسطوں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تک پہنچتی ہے۔ متن اس حدیث کا بھی وہی ہے۔

اسی متن سے ملتی جلتی روایت وہ ہے۔ جس کو حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ”متدرک“ میں بیان کیا ہے اور یہ چوتھی سند ہے جو مخلد، محمد، موسیٰ، ابراہیم، المنہال رحمہم اللہ اور (باندی عائشہ رضی اللہ عنہا) لیلے رضی اللہ عنہا چھ واسطوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تک پہنچتی ہے۔ اس کا متن بھی الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ وہی ہے۔ یعنی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم قضائے حاجت کیلئے داخل ہوئے، اس کے بعد میں گئی تو میں نے وہاں کچھ نہ دیکھا البتہ مشک کی خوشبو پائی۔ اس پر میں نے عرض کیا: یا نبی اللہ ﷺ! میں نے تو بیت الخلاء میں کچھ نہ دیکھا؟ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ہمارے یعنی گروہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں زمین کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اسے چھپالے۔“

اس حدیث کی پانچویں سند اور ہے وہ یہ ہے کہ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الافراد“ میں کہا کہ ہم سے حضرت محمد بن سلیمان باہلی رحمہ اللہ نے، ان سے حضرت محمد بن حسان اموی رحمہ اللہ نے، ان سے حضرت عبدہ بن سلیمان رحمہ اللہ نے، ان سے حضرت ہشام بن عروہ رحمہ اللہ نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آپ ﷺ کو بیت الخلاء جاتے دیکھا پھر آپ کے بعد میں گئی تو میں نے خارج ہونے والی چیز کا کوئی نشان تک نہ دیکھا؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! تم نہیں جانتیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے جو فضلہ خارج ہو، وہ اسے کھا جائے۔ سند کے اعتبار سے یہ حدیث اعلیٰ ہے۔

ابن وحیہ رحمۃ اللہ علیہ نے الخصائص میں اس سند کو لانے کے بعد فرمایا: یہ سند ثابت ہے۔ محمد بن حسان بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ثقہ اور صالح الشخص ہیں اور عہدہ رحمۃ اللہ علیہ شیخین (بخاری و مسلم) کے راویوں میں سے ہیں۔

✽ اس حدیث کی چھٹی سند مرسل بھی ہے۔ وہ یہ کہ حکم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے عبد الرحمن بن قیس زعفرانی رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے ساتھ عبد الملک بن عبد اللہ بن ولید رحمہ اللہ سے، انہوں نے حضرت ذکوان رحمہ اللہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ آفتاب میں دیکھا جاتا نہ چاند کی روشنی میں اور قضائے حاجت کا نشان بھی نہ ہوتا تھا۔

﴿ اس حدیث کے ساتویں سند بھی ہے جو جنات کے وفد کے باب میں آئے گی۔ ﴾

نبی کریم ﷺ کے بول سے شفا ئے امراض:

حسن بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم رات میں گھر کے ایک گوشے میں رکھے ہوئے پیالے کی جانب گئے اور اس میں بول فرمایا: پھر رات میں مجھے پیاس لگی، میں اٹھی اور پیالے میں جو کچھ تھا، پی لیا۔ صبح کو اتفاقات کی بات کا میں نے ذکر کیا، جس پر آپ ﷺ نے تبسم فرمایا اور فرمایا: آج سے تمہارے پیٹ میں کوئی بھی بیماری یا شکایت نہ ہوگی۔

﴿ ابو یعلیٰ، حاکم، دارقطنی، ابو نعیم ﴾

عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ نبی کریم ﷺ لکڑی کے پیالے میں پیشاب کرتے تھے پھر اسے چار پائی کے نیچے رکھ دیا جاتا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور دیکھا کہ پیالے میں کچھ نہیں ہے، تو آپ نے برکت نامی عورت سے فرمایا: (یہ عورت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھی اور اس کو وہ اپنے ساتھ حبشہ سے لائی تھی۔) پیالہ کے اندر کا پیشاب کیا ہوا؟ اس نے بتایا میں نے پی لیا۔

آپ نے فرمایا: تم ہمیشہ کیلئے صحت مند ہو گئیں، اے ام یوسف! (اس خادمہ کی کنیت تھی۔) تو وہ کبھی بیمار نہ ہوئیں، صرف مرض الموت ان کو لاحق ہوا۔ ابن وحیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ واقعہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کے علاوہ ہے۔

حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت براء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ حسین و خوب رو اور مخلوق میں سب سے احسن اور میانہ قد تھے۔

﴿ بخاری، مسلم ﴾

حضرت براء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ان سے کسی نے دریافت کیا: نبی کریم ﷺ کا چہرہ انور شمشیر کی مانند تھا؟“ حضرت براء رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: نہیں بلکہ قمر کی مانند تھا۔

﴿ بخاری ﴾

حضرت جابر بن سمرہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ ان سے کسی نے پوچھا: ”کیا نبی کریم ﷺ کا چہرہ انور طویل تھا؟“ کہا نہیں بلکہ چاند و سورج کی مانند مستدیر تھا۔

﴿ مسلم ﴾

حضرت جابر بن سمرہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو چاندنی راتوں میں دیکھا ہے۔ آپ ﷺ سرخ لباس میں تھے تو کبھی میں آپ کو دیکھتا اور کبھی چاند کو تو بلاشبہ آپ میری آنکھوں کو

چاند سے زیادہ حسین معلوم ہوئے۔

﴿ مسند داری، بیہقی ﴾

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تو چہرہ انور چمک اٹھتا گویا کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہے اور ہم اس بات کو آپ کی شادمانی کی علامت سمجھتے۔

﴿ بخاری ﴾

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چاند کی مانند اور (یعنی گول) تھا۔

﴿ ابو نعیم ﴾

ابو اسحاق رضی اللہ عنہ نے ایک ہمدانی عورت رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت کیسی تھی؟ اس نے جواب دیا: چودھویں رات کے چاند کے مانند، میں نے کسی کو آپ کی مانند پہلے دیکھا نہ بعد میں۔

﴿ بیہقی ﴾

ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ براہ کرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان فرمائیے۔ انہوں نے کہا اگر تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو کہتے کہ سورج نے طلوع کیا ہے۔

﴿ مسند داری، بیہقی، طبرانی، ابو نعیم ﴾

حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ان سے کسی نے پوچھا: ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ بتائیے۔ انہوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفید اور لیح چہرے والے تھے۔

﴿ مسلم ﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں میانہ قد تھے، کھلتا ہوا رنگ، سیاہ نہ سفید، موئے مبارک گھنے تھے نہ چھدرے، لٹکے ہوئے تھے نہ گھونگر یا لے بلکہ ایسے تھے جیسے کنگھی کر کے بنائے گئے ہوں۔

﴿ بخاری، مسلم ﴾

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے صبح تھے کہ اس میں سرخی کی جھلک تھی۔

﴿ بیہقی ﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہ دیکھا۔ محسوس ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور میں آفتاب رہ رہا ہے اور میں نے رفتار میں کسی کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تیز نہ دیکھا گویا کہ زمین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے لپستی تھی۔ ہم آپ کے ساتھ چلنے کے دوران کوشش کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عام رفتار بے پروائی کے ساتھ ہوتی۔

﴿ ابن سعد، ترمذی، بیہقی ﴾

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہر نبی کو حسن خلق، حسن صورت اور حسن آواز کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حسن اخلاق، جمال صورت اور دل پذیر آواز سے نوازا۔

﴿ابن سعد، ابن عساکر﴾

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی نبی کو مبعوث نہ فرمایا مگر یہ کہ وہ خوب رو، صاحب حسب و نسب اور خوش آواز ہوتا اور بلاشبہ تمہارے نبی صبیح و وجیہہ، نجیب و شریف اور دل نشین آواز والے تھے اور یہ تمام خوبیاں آپ میں بدرجہ کمال موجود تھیں۔

﴿ابن عساکر﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بہادر، سخی اور خوبصورت نہیں دیکھا۔

﴿مسند داری﴾

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہن کشادہ، چشمان مبارک میں سرخی کی جھلک اور پیروں کی دونوں ایڑیوں پر گوشت اور بھری ہوئی تھیں۔

﴿مسلم﴾

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم ہائے مبارک بڑی بڑی تھیں۔ جن میں سرخی کی جھلک تھی اور آپ کی مڑگاں (پلکیں) درواز تھیں۔

﴿بیہقی﴾

حلیہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد تھے، سر کے بال نہ کھنکریا لے نہ لٹکے ہوئے، چہرے کا گوشت نرم اور لٹکا ہوا نہ تھا اور چہرے میں گولائی تھی۔ رنگ نکھرا ہوا، کشادہ پیشانی، مڑگاں سیاہ و راز، جسم و اندام کی ہڈیاں چوڑی پر گوشت، شانے چوڑے، جسم پر بال نہ تھے البتہ سینہ تاناف ایک بالوں کی لکیر تھی، دونوں ہتھیلیاں اور قدم قوی و مضبوط تھے، انگلیاں فریبہ تھیں، پورا قدم رکھ کر قوت کے ساتھ چلتے گویا فراز سے نشیب میں آرہے ہیں، التفات بے دلی سے نہ ہوتا اور یہ دونوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔

﴿ترمذی، بیہقی﴾

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور سند کے ساتھ انہی سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک چوڑی اور پلکیں لمبی تھیں۔ (طیالسی اور ترمذی رحمہم اللہ نے اسے روایت کر کے صحیح کہا ہے۔)

﴿بیہقی﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طویل القامت تھے، نہ پستہ قد، آپ کا سر مبارک بڑا اور ریش مبارک بھی بڑی تھی، ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں فریبہ اور جوڑ مضبوط تھے

اور ہڈیوں کے سرے یعنی گھٹنے، کہنی اور موٹھ سے چوڑھے اور مضبوط تھے۔

﴿بیہقی﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی کلاسیاں چوڑی اور دونوں شانوں کے درمیان فاصلہ تھا اور آپ کی مڑگاں دراز تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازاروں میں شور مچانے والے نقش گو اور لغویات کہنے والے نہ تھے۔ کسی کے روبرو ہوتے یا پشت پھرتے دونوں صورتوں میں پوری طرح عمل فرماتے تھے۔

﴿طیالسی، احمد، بیہقی﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی داڑھی مبارک سیاہ تھی اور اندان مبارک حسین تھے۔

﴿بیہقی﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑھاپا آیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: ”اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑھاپے کا عیب نہ لگایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک میں بس سترہ یا اٹھارہ بال سفید تھے۔

﴿بیہقی﴾

حضرت براہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قد میانہ اور دونوں شانوں کے درمیان فاصلہ تھا اور سر کے بال کانوں کی لوتک پہنچتے تھے۔ بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین میں نے کسی کو نہ دیکھا۔

﴿بخاری، مسلم﴾

محرش کعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام جعرانہ سے رات کے وقت عمرہ کی نیت کی، اتفاقاً میری نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر پڑی تو وہ گویا ایک سیم پارہ تھا۔ (یعنی چاندی کی ڈلی کی طرح روشن)

﴿احمد، بیہقی﴾

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم مبارک کو (بہ غور) نہیں دیکھا مگر مجھے یاد ہے کہ وہ کاغذ کی تہوں کی مانند تھا۔ (یعنی بہت زیادہ شکنیں پڑی ہوئی تھیں۔)

﴿طیالسی، ابن سعد، طبرانی، ابن عساکر﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے صبح تھے گویا چاندی سے بنائے گئے تھے اور آپ کے بال گھونگر والے تھے نہ لٹکے ہوئے، شکم ہموار، شانوں کی ہڈیاں چوڑی اور چلنے کے دوران قدم رکھ کر چلتے، مخاطب کے سلسلے میں پورے طور پر روبرو ہوتے اور جب رخ تبدیل فرماتے تھے تو پورے طور پر فرماتے تھے۔

﴿ترمذی، بیہقی﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک اور پائے مبارک بزرگ

(بڑے) اور کف ہائے دست (ہتھیلیاں) کشادہ تھے۔

﴿بخاری﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بڑے اور چہرہ زیبا ایسا تھا کہ میں نے کسی دوسرے کا نہ دیکھا۔

﴿بخاری﴾

حضرت میمونہ بنت کزوم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور میں پیر کے انگوٹھے سے متصل انگلی کی درازی کو نہیں بھولی ہوں۔

﴿طبرانی، بیہقی﴾

بلعدویہ کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوبصورت متناسب جسم، چوڑی پیشانی، کھڑی بلند ناک اور ملی ہوئی عمدہ ابرو والے شخص تھے اور میں نے دیکھا تھا کہ آپ کی گردن کے پاس سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی۔

﴿بیہقی﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ طویل القامت تھے نہ پستہ قد بلکہ قدرے درازی مائل جسم تھا اور ہاتھوں اور پیروں کی انگلیاں بھری ہوئی، سینہ سے ناف تک بالوں کی لکیر تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ موتی کے مانند ہوتا اور جب چلتے تو جھکے ہوئے معلوم ہوتے گویا چڑھائی سے اتر رہے ہیں۔

﴿بیہقی﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم طویل قامت نہ تھے اور نہ درمیانہ قد سے نیچے نہ تھے مگر لوگوں کے ساتھ ہوتے تو دراز قد نظر آتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گورا رنگ اور سر مبارک بڑا تھا، رنگ دروپ روشن و چمکدار تھا، پلکیں باریک اور ابرو کشادہ، ہاتھ، پیر کی انگلیاں بھری ہوئیں اور دراز تھیں۔ روانگی کے دوران قوت سے قدم بڑھاتے جیسے نشیب میں اتر رہے ہوں، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیشانی پر پسینہ موتیوں کی مانند ہوتا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے سے پہلے یا بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسرہ دیکھا۔

﴿احمد، بیہقی﴾

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا رنگ شفاف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ موتی کی مانند تاباں تھا، آپ جس وقت چلتے تو اس طرح چلتے کہ جھکے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔

﴿مسلم﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد کے لوگوں میں حسین ترین تھے، قد مائل بہ طول تھا، دونوں شانوں کے درمیان فاصلہ تھا، رخسار مبارک نرم و دراز، بال خوب سیاہ، آنکھیں سرگیں، پلکیں دراز تھیں، قدم پورا رکھتے، پیروں کے تلوؤں میں گڑھانہ تھا، جب

شانوں پر چادر ڈال لیتے تو پھر آپ ﷺ کا سراپا، جسم سیمس (یعنی چاندی کی مثل) معلوم ہوتا۔ تبسم سے دیواریں روشن ہو جاتیں اور میں نے آپ ﷺ کو دیکھنے سے قبل یا بعد کسی کو حضور کا ہمسرہ نہ پایا۔

﴿بزاز، بیہقی﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم ملائم، ریشم و دیا کو بھی نہ پایا اور رسول اللہ ﷺ کی پاکیزہ خوشبو سے زیادہ مشک و عنبر کی خوشبو کو بھی نہ سونگھا۔

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے میرے رخساروں پر دست مبارک پھیرا تو میں نے آپ کے ہاتھ کی لطیف خنکی اور خوشبو کو محسوس کیا جیسے کہ آپ نے خوشبودان سے اپنا دست مبارک نکالا ہو۔

﴿مسلم﴾

حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک مجھے دیا تو میں نے آپ کے ہاتھ میں برف سے زیادہ ٹھنڈک اور مشک سے زیادہ خوشبو محسوس کی۔

﴿بیہقی﴾

مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور میں نے آپ ﷺ کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لے لیا تو وہ برف سے زیادہ سرد اور حریر (ریشم) سے زیادہ نرم تھا۔

﴿طبرانی﴾

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں مکہ میں بیمار ہوا اور نبی کریم ﷺ عیادت کیلئے تشریف لائے، اپنا دست مبارک میری پیشانی پر رکھا اور میرے چہرے، سینے اور پیٹ پر پھیرا تو میں آج تک سرور کائنات ﷺ کے دست مبارک کی اس خنکی کو محسوس کرتا ہوں جو اس وقت میں نے محسوس کی تھی۔

﴿احمد﴾

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ سرخی مائل گورے تھے۔ انگلیوں کے پورے بھرے ہوئے، طویل القامت تھے، نہ پستہ قد، بال گھٹکر یا لے نہ لٹکے ہوئے جب آپ ﷺ چلتے تو لوگ ہمراہی قائم رکھنے کیلئے دوڑتے اور میں نے آپ کے مانند کسی کو نہ دیکھا۔

﴿ابن سعد، ابن عساکر﴾

حضرت ام بن عبد حضرت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا اور آپ کے بعد میں نے کسی کو آپ ﷺ کی مانند نہ دیکھا۔

﴿ابوموسیٰ مدنی کتاب الصحابہ﴾

حضرت عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ قدم مبارک میں احسن البشر تھے۔

﴿ابن سعد﴾

(یعنی آپ کے قدم مبارک سب سے خوبصورت تھے۔)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ نے بیان کیا نبی کریم ﷺ کا رنگ سرخ سفید، پتلیاں سیاہ، سینہ سے ناف تک بالوں کا خط، ناک بلند، رخسار دراز و بلند داڑھی گھنی اور بال کان کی لوتک تھے۔ گردن مبارک گویا چاندی کی صراحی تھی۔ پیشانی پر پسینہ موتیوں کی مانند چمکتا تھا اور پسینہ کی خوشبو مشک سے زیادہ پاکیزہ اور لطیف تھی۔

﴿ابن سعد، ابن عساکر﴾

حضرت علیؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تو بس ایک دن لوگوں کو خطاب کر رہا تھا اور احبار یہود ہاتھ میں کتاب لیے کھڑے تھے اور اس کی عبارت کی مقام سے دیکھ رہے تھے پھر انہوں نے میری طرف دیکھ کر کہا:

”ابوالقاسم ﷺ کا وصف بیان کیجئے۔“

میں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم طویل القامت ہیں نہ پست قد، بال نہ گھنگریالے ہیں نہ لمبے ہوئے، سیاہ رنگ کے ہیں، سر مبارک بڑا، آپ کا رنگ مائل بہ سرخی ہے، مضبوط اندام، اٹکیاں ری ہوئیں، حلق سے ناف تک بالوں کی سیدھی لکیر ہے، پلکیں دراز دونوں ابرو ملی ہوئیں، پیشانی رُبی اور دونوں شانوں کے درمیان فاصلہ ہے۔ ”ان کی رفتار کے دوران جسم میں جھکاؤ سا معلوم ہوتا، جیسے بلندی سے اتر رہے ہوں۔“

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے نبی کریم ﷺ کے یہ اوصاف بیان کیے تو ایک دی نے کہا کہ ہماری کتاب میں بھی یہی اوصاف موجود ہیں پھر یہودی عالم نے کہنا شروع کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ جب آنکھ کھولتے ہیں تو اس میں سرخ ڈورے نظر آتے ہیں، ریش مبارک اور دہنوں خوبصورت اور دونوں کان مکمل ہیں اور جب مخاطب فرماتے تو پوری طوڑ پر متوجہ ہو جاتے اور جب اطمینان ہو جاتا ہے یعنی رابطہ اور میل کے بعد تو پھر (سنگن لینے کی خاطر) توجہ اور نظر نہیں رکھتے۔“

حضرت علی المرتضیٰؓ نے فرمایا: ہاں! یقیناً حضور نبی کریم ﷺ کی یہی شان ہے۔ یہودی عالم کہا: ایک بات اور ہے۔ میں نے کہا وہ کونسی؟ اس نے کہا آپ ﷺ میں خمیدگی ہے۔ میں نے کہا یہ وہ ہے جو میں نے تم سے بیان کر دی ہے کہ آپ ﷺ چلتے وقت جھکے معلوم ہوتے ہیں کہ جیسے نشیب تر رہے ہیں۔ یہودی عالم نے کہا میں نے نبی کریم ﷺ کے یہ اوصاف اپنے اسلاف کی کتابوں میں دیکھے ہیں اور ہم نے پڑھا ہے کہ آپ خدا کے گھر میں اس کے حرم، مقام امن سے مبعوث ہوں اور آپ اس حرم کی طرف ہجرت کریں گے جس کو آپ نے حرم قرار دیا ہوگا۔ اس کی حرمت ایسی ہی ہے اللہ تعالیٰ کے حرم کی۔ اس نئے حرم کے لوگ جہاں آپ ہجرت کر کے پہنچیں گے آپ کے انصار گے اور وہ لوگ عمرو بن عامر کی نسل سے ہوں گے جو باغات اور زمینوں کے مالک ہوں گے اور ان پہلے یہود ان چیزوں کے مالک ہوں گے۔

حضرت علی المرتضیٰ نے کہا یہی صورت واقعہ ہے۔ یہودی عالم نے کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ نبی برحق ﷺ ہیں اور پوری نوع انسانی کی طرف ان کی ہدایت کیلئے آئے ہیں۔

﴿ابن سعد، ابن عساکر﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ چند یہودی آئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے کہا: ”ہمیں اپنے چچا کے بیٹے کے اوصاف بتائیے۔“ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

محمد ﷺ نہ طویل القامت تھے نہ پست قد آپ کا رنگ و روپ سرخی مائل گورا تھا۔ آپ کے بال گھنگریالے تھے مگر بالکل پیچیدہ نہ تھے۔ سر کے ابرو ملے ہوئے، مڑگاں دراز اور بنی شریف باریک اور درمیان میں انھی ہوئیں۔ حلقوم سے ناف تک بالوں کی سیدھی لکیر تھی، سامنے کے دانت چمکدار اور ریش مبارک گھنی تھی۔ گردن گویا چاندی کی صراحی تھی اور آپ کی ہنسلوں میں گویا سونا رواں تھا۔ مذکورہ جگہوں کے علاوہ باقی جسم پر کہیں بال نہ تھے اور دونوں شانوں کے درمیان ماہ کامل کی مانند ایک دائرہ تھا جس میں نورانی حروف میں دو سطریں تحریر تھیں۔

اوپر کی سطر میں ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ اور نیچے کی سطر میں ”مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ (ﷺ)

﴿ابن عساکر﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بیت المقدس کے علما یہود میں سے کوئی ایک عالم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے کہا نبی کریم ﷺ کے ذاتی اوصاف مجھ سے بیان فرمائیے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا:

”سنو! حضور نبی کریم ﷺ طویل القامت تھے نہ پستہ قد، رنگ سرخی مائل گورا، بال قدرے رخسار کی لوتک، پیشانی کشادہ، رخسار واضح، ابرو ملے ہوئے، پتیلیاں سیاہ، پلکیں دراز، ناک باریک درمیان سے قدرے انھی ہوئی، سینہ سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی، سامنے کے دانت چمکدار اور ریش مبارک گھنی تھی، گردن شریف گویا چاندی کی صراحی اور حلقوم میں سونا بہتا معلوم ہوتا تھا، پیشانی پر پیہ موتیوں کی مانند معلوم ہوتا تھا، ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں فربہ تھیں، حلقوم سے ناف تک بالوں کی لکیر۔ سواجوشاخ کی مانند تھی آپ کے جسم پر اور کہیں بال نہ تھے۔ آپ کے جسم سے مشک سے زیادہ خوشبو مہکا تھی، کھڑے ہوتے تو دوسرے لوگوں سے اونچے نظر آتے اور جب چلتے تو گویا پتھر سے ہیرا اکھاڑ رہے ہیں، جب کسی کی جانب رخ انور پھیرتے تو پورے گھوم جاتے اور جب پلٹتے تو پوری طرح پلٹتے تھے۔“

یہودی نے کہا: ”آپ نے تمام اوصاف صحیح بیان کیے اور میں تو ریت میں آپ ﷺ کے اوصاف پاتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا دین سچا اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔“

﴿ابن عساکر﴾

مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجی کہ تم میرے ادا امر (احکام) کے اجراء میں پوری جدوجہد کرو اور مذاق کرنے والوں کو برداشت نہ کرو۔

اے کتواری پاک بتول کے فرزند! میرا حکم سنو اور اس کے مطابق عمل کرو۔ میں نے تم کو بغیر مرد کے پیدا کیا اور سارے جہان کیلئے اپنی قدرت کا تم کو نشان بنایا۔ پس میرا ہی حکم مانو اور مجھ ہی پر بھروسہ رکھو اور اہل سوران کی طرف جا کر ان کو میرے احکام پہنچا دو کہ میں وہ خدائے حی القیوم ہوں جسے کبھی زوال نہیں اور اس نبی امی کی تصدیق کرو جو عربی شتریان (اونٹ) اور عمامہ والا ہے، وہ نبی موصوف نعلین پہنے گا اور ہاتھ میں عصا رکھے گا۔ اس کا سر بڑا ہوگا، پیشانی چوڑی، بھنویں ملی ہوئی، پتیلیاں سیاہ، آنکھیں سوجسین و کشادہ، مژدگاں دراز، ناک باریک اور درمیان سے اٹھی ہوئی، رخسار واضح طور، ریش مبارک گھنی، پیشانی پر پسینہ موتیوں کی مانند ہوگا جس سے خوشبو مہک جائے گی، اس کی گردن گویا صراحی سبکی اور حلقوم میں سونا بہتا معلوم ہوگا اور از سینہ تا ناف بالوں کی لکیر ہوگی مگر اس کے کہیں بال نہ ہوں گے، ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں فرہ ہوں گی، وہ لوگوں کے درمیان سب سے بلند نظر آئے گا، چلنے کے دوران قدموں کی نشست و برخاست کچھ اس انداز پر ہوگی جیسے وہ قدموں سے پتھروں کی ناہمواری کو ملتا چل رہا ہے اور ایک صاحب قوت نشیب کی طرف پہنچ رہا ہے، اس محترم و محسن عالم کی رفتار کڑی کمان کے تیر کی طرح تیز ہوگی۔

﴿بیہقی، ابن عساکر﴾

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا اور وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرنے میں مشہور تھے۔ انہوں نے اس طرح حالات بیان کیے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صاحب عظمت لوگوں میں برگزیدہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی ماہ تمام کی مانند چمکتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد زیادہ درمیانہ قامتی سے کسی قدر متجاوز مگر طویل قامتی سے کم تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر بڑا اور بال قدرے خمیدہ تھے جو اکثر کانوں کی لو سے متجاوز ہوتے، رنگ نکھرا ہوا چمکدار، پیشانی کشادہ، ابرو باریک اور بڑی جن میں بالوں کی کثرت تھی اور دونوں ابرو کے درمیان رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر آتی، ناک باریک درمیان سے اٹھی ہوئی اور نورانی تھی۔ ریش مبارک گھنی، آنکھوں کی پتیلیاں سیاہ، رخسار دراز، دہن مبارک فراخ، دانت آبدار اور سامنے کے کشادہ تھے۔ سینہ پر بالوں کی لکیر تھی، گردن ہاتھی دانت یا چاندی کی طرح صاف تھی، تمام اعضاء میں تناسب اور حسن تھا، فرہ اور قوی تھے، پیٹ اور سینہ ہموار تھا، سینہ چوڑا بھرا ہوا تھا۔ اندام قوی تھے کل جسم پر نور تھا، سینہ پر بالوں کے علاوہ کہیں بال نہ تھے، کلاسیاں لمبی اور ہتھیلیاں چوڑی، تمام انگلیاں فرہ تھیں۔ تلوؤں میں گڑھانہ تھا، دونوں تلوے صاف رہتے پھٹے نہ ہوتے پانی پڑنے پر فوراً بہہ جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قدرے جھک کر متانت اور وقار کے ساتھ چلتے، رفتار میں تیزی اور سرعت تھی، ایسا محسوس ہوتا کہ ایک صاحب قوت شخص اپنے جوتوں سے پتھروں کی ناہمواری کو ملتا ہوا نشیب کی طرف اتر رہا ہے جب التفات فرماتے تو پوری توجہ کے ساتھ نگاہیں نیچی سوئے زمین رہتیں، دیکھنے کا انداز گوشہ چشم سے تھا، اپنے اصحاب کے پیچھے چلتے اور ہمیشہ لوگوں سے

السلام علیکم کہنے میں سبقت فرمایا کرتے۔

اس کے بعد میں نے حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: براہ کرام! اب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی گفتار کے بارے میں کچھ بیان کیجئے تو انہوں نے کہا: ”حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حزن و ملال کی کیفیت دائمی تھی، ہمیشہ فکر مند رہتے، کسی لمحہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو چین و انبساط نہ تھا بغیر ضرورت کلام نہ فرماتے، خاموشی طاری رہتی۔ خوش کلامی سے کلام کی ابتداء کرتے اور خوش کلامی ہی پر اختتام فرماتے، گفتگو ٹھوس با مقصد، چچا تلا انداز، سوچی سمجھی رائے، جامعیت اور اختصار کے ساتھ ہوتی تھی اس میں تشکی رہتی اور نہ غیر ضروری الفاظ ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نعمت کی قدر اور شکر کرتے اگرچہ وہ قلیل ہو، کھانے کی اشیاء کی نہ برائی کرتے نہ تعریف میں مبالغہ کرتے۔ حق کی مدافعت کیلئے غضبناک ہوتے تو باطل پرست تاب برداشت نہ رکھتا، اپنی ذات کیلئے کبھی ترش رو اور خفا نہ ہوتے نہ اپنے کارناموں پر داد و تحسین کو پسند کرتے نہ گوارا فرماتے جب اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے مکمل طور پر اشارہ کرتے، اظہار حیرت کیلئے ہاتھ کو پلٹ کر اشارہ فرماتے۔ کبھی دوران گفتگو میں ہاتھ کو ملا لیتے اور سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارتے۔ بری اور نازیبا بات کو دیکھ کر یا سن کر اعراض فرماتے جس سے لوگوں کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ناپسندیدگی اور ناراضگی کا فوراً انداز ہو جاتا۔ مسرت و انبساط کے وقت نگاہیں جھکا لیتے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ہنسی تبسم سے زیادہ نہ ہوتی۔ تبسم کے دوران دندان مبارک اولوں کی مانند صاف اور چمکدار نظر آجائے۔

﴿ ابن سعد، ترمذی، بیہقی، طبرانی، ابونعیم، ابن السکین المعروف، ابن عساکر ﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صفاتی نام

بعض علماء کا قول ہے کہ نبی کریم کے ایک ہزار نام ہیں۔ کچھ قرآن کریم میں مذکور ہیں اور کچھ احادیث اور کتب سابقہ میں ہیں۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ہے۔ آپ نے فرمایا میرے بہ کثرت نام ہیں۔ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماجی ہوں کہ میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ کفر کو ناپید کرے گا۔ میں وہ حاشر ہوں کہ میرے قدموں پر لوگ قبروں سے اٹھیں گے اور میں عاقب ہوں اس وجہ سے کہ میں سب سے پیچھے آیا ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔

﴿ بخاری، مسلم ﴾

حضرت جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا: میں محمد، میں احمد، میں حاشر، میں ماجی اور خاتم و عاقب ہوں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

﴿ مسند احمد، مسند طیالسی، ابن سعد، حاکم، بیہقی ﴾

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں محمد، میں احمد، میں حاشر اور ماجی ہوں۔ (علیہ السلام)

﴿ طبرانی، ابو نعیم ﴾

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بہت سے نام بتائے۔ ان میں سے کچھ تو ہمیں یاد ہیں اور کچھ یاد نہیں رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں محمد، میں احمد و مقفی، حاشر، نبی التوبہ، اللحمہ اور نبی الرحمہ ہوں۔ (علیہ السلام)

﴿ احمد، مسلم ﴾

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے مدینہ کے ایک کوچہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ملاقات کی، آپ نے فرمایا: میں محمد، احمد، میں نبی الرحمہ، میں نبی التوبہ، میں المقفی، میں الحاشر اور نبی الملام ہوں۔ (علیہ السلام)

﴿ احمد، ابن ابی شیبہ، ترمذی ﴾

حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب کے نزدیک میرے دس نام ہیں: میں محمد، میں احمد، فاتح، خاتم، ابو القاسم، حاشر، عاقب، ماجی، یسین اور طہ ہوں۔ (علیہ السلام)

﴿ ابو نعیم، ابن مردویہ فی التفسیر، دیلمی، مسند الفردوس ﴾

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں محمد، احمد، رسول الرحمہ، رسول اللحمہ، المقفی اور الحاشر ہوں۔ مجھے جہاد کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے۔ (علیہ السلام)

﴿ ابن سعد ﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: قرآن پاک میں میرا نام محمد، انجیل، میں احمد، توریت میں احید ہے۔ میرا نام احید اس لیے رکھا گیا کہ میں اپنی امت کو جہنم کی آگ سے دور کرتا ہوں۔ (علیہ السلام)

﴿ ابن عدی، ابن عساکر ﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کتب سابقہ میں احمد، محمد، ماجی، مقفی، نبی الملام، حمطایا، فارقلیطا اور ماؤماؤ کے ناموں سے مخاطب کیا جاتا تھا۔ (علیہ السلام)

﴿ ابو نعیم ﴾

ابن فارس رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: توریت میں میرا نام ”احمد الضحوک القتال“ ہے جو اونٹ پر سواری کرے گا، علامہ باندھے گا اور کاندھے پر تلوار لٹکائے گا۔ (علیہ السلام)

مصنف کتاب، حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے شریفہ کی شرح میں ایک کتاب مرتب کی ہے جس میں تین سو چالیس، ناموں کو قرآن کریم، احادیث نبوی اور کتب سابقہ سے اخذ کر کے بیان کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے ناموں کا اسمائے الہی سے انتساب

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تقریباً اپنے تیس ناموں سے مخصوص فرمایا وہ اسماء حسب ذیل ہیں:

”(۱) الاکرام، (۲) الامین، (۳) الاول، (۴) الآخر، (۵) البشیر، (۶) الجبار، (۷) الحق، (۸) الخبیر، (۹) ذوالقوہ، (۱۰) الرؤف، (۱۱) الرحیم، (۱۲) الشہید، (۱۳) الشکور، (۱۴) الصادق، (۱۵) العظیم، (۱۶) العفو، (۱۷) العالم، (۱۸) العزیز، (۱۹) الفاتح، (۲۰) الکریم، (۲۱) المبین، (۲۲) المہیمن، (۲۳) المؤمن، (۲۴) المقدس، (۲۵) المولیٰ، (۲۶) الولیٰ، (۲۷) النور، (۲۸) الہادی، (۲۹) طہ اور (۳۰) یسین۔“

علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ان تیس ناموں کے سوا اور بھی بہت سے اسماء قرآن کریم میں ملتے ہیں۔ جو یہ ہیں:

”(۱) الاحد، (۲) الاصدق، (۳) الاحسن، (۴) الاجود، (۵) الاعلیٰ، (۶) الامر، (۷) الناہی، (۸) الباطن، (۹) البر، (۱۰) البرہان، (۱۱) الحاشر، (۱۲) الحافظ، (۱۳) الحفیظ، (۱۴) الحسیب، (۱۵) الحکیم، (۱۶) الحلیم، (۱۷) الحی، (۱۸) الخلیفہ، (۱۹) الدعی، (۲۰) الرفیع، (۲۱) الواضیع، (۲۲) رفیع، (۲۳) الدرجات، (۲۴) السلام، (۲۵) السید، (۲۶) الشاکر، (۲۷) الصابر، (۲۸) الصاحب، (۲۹) الطیب، (۳۰) الطاہر، (۳۱) العدل، (۳۲) العلی، (۳۳) الغالب، (۳۴) الغفور، (۳۵) الغنی، (۳۶) القائم، (۳۷) القریب، (۳۸) الماجد، (۳۹) المعطی، (۴۰) الناسخ، (۴۱) الناشر، (۴۲) الوفی، (۴۳) حم، (۴۴) اور نون۔“

نبی کریم ﷺ کے ناموں کا اسمائے الہی سے اشتقاق:

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی مدح میں حسب ذیل اشعار پڑھے:

اغر علیہ للنبوۃ خاتم من اللہ من نور یلوح و یشہد
وضم الالہ اسم النبی الی اسمہ اذا قال فی الخمس المؤذن اشہد
و شق لہ من اسمہ لیجملہ فذو العرش محمود و هذا محمد

ترجمہ: آپ حسین ہیں، آپ پر مہر نبوت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، وہ مہر نور ہے، چمکدار ہے اور گواہی دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا نام اپنے نام کے ساتھ ملایا، جب مؤذن

پانچوں وقت ”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کہتا ہے تو اس کے ساتھ ہی ”أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ“ کا بھی اظہار و اعلان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام سے محمد ﷺ کا نام نکالا تاکہ آپ کی عزت و عظمت کا اظہار ہو تو مالک عرش کا نام محمود ہے اور آپ کا نام محمد (ﷺ)۔

حضرت علی بن زید بن جدعان رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: لوگوں نے ایک اجتماع میں مذاکرہ کیا کہ عرب میں کون سا شاعر بہتر ہے اور اس کے کلام میں وہ کون سا بہترین شعر ہے جو اس نے حضور نبی کریم ﷺ کی منقبت میں کہا ہے؟ چنانچہ متفقہ طور پر کہا گیا کہ ”وَشَقُّ لَهٗ مِنْ اسْمِهِ“ الخ سب سے بہتر ہے۔

﴿یحییٰ، ابن عساکر﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب پیدا ہوئے تو حضرت عبدالمطلب نے ایک دنبہ کا عقیقہ کیا اور نبی کریم ﷺ کا نام محمد رکھا۔ اس موقع پر کسی نے ان سے کہا: ”اے ابوالحارث! کیا وجہ ہے کہ آپ نے بچے کا نام محمد (ﷺ) رکھا اور اپنے آباؤ اجداد کے ناموں پر نام نہ رکھا؟“ حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا: ”میں نے چاہا کہ آسمانوں میں اللہ تعالیٰ میرے پوتے کی مدح فرمائے اور زمین پر ساکنانِ خاک آپ کی تعریفیں کریں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالمطلب کی اس آرزو کو اس طرح پورا کر دیا کہ آج آفاق اس نام نامی سے گونج رہا ہے۔“

﴿ابن عساکر﴾

بچپن میں مدینہ منورہ میں قیام

زہری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عاصم بن عمرو بن قتادہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اس روایت میں مختلف احادیث کے الفاظ خلط ملط ہو گئے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا جب نبی کریم ﷺ چھ سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ ماجدہ اپنی بہنوں سے ملنے کیلئے مدینہ منورہ میں بنی عدی اور بنی نجار آئیں، پہلے نابغہ کے گھر اتریں اور ان کے یہاں ایک ماہ تک قیام کیا، ان کے ہمراہ آپ اور ام ایمن رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ نبی کریم ﷺ کو جب کبھی اس مکان کو دیکھنے کا اتفاق ہوتا تو آپ کو اپنے زمانہ قیام کی یاد تازہ ہو جاتی۔ آپ ﷺ فرماتے: میں اپنی والدہ کے ہمراہ یہاں ٹھہراتھا اور میں نے بنی عدی کے حوض میں تیرنا شروع کیا تھا۔ یہود کی نگاہیں جب آپ ﷺ پر پڑتیں تو وہ بغور آپ ﷺ کو دیکھتے۔

ام ایمن کا کہنا ہے میں نے سنا ایک شخص کہہ رہا تھا: ”یہ بچہ اس امت کا نبی ہے اور یہ مقام اس کی ہجرت گاہ ہے۔“ میں نے ان باتوں کو یاد رکھا، کچھ عرصہ کے بعد آپ ﷺ والدہ کے ساتھ مکہ واپس آ رہے تھے کہ آپ ﷺ کی والدہ کا مقام ابواء پہنچنے پر انتقال ہو گیا۔

﴿ابن سعد﴾

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے واقدی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے ان کے مشائخ اور راویوں سے مذکورہ حدیث کی مانند روایت کی اور یہ مزید کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اس زمانے میں اس یہودی کو میں نے نظر بھر کر دیکھا جو بار بار میری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا: ”اے نبی! تمہارا نام احمد ہے؟“ میں نے جواب دیا: ”میرا نام احمد ہے۔“ پھر اس نے میری پشت کی طرف دیکھا تو میں نے سنا وہ یہودی کہہ رہا تھا: ”یہ اس امت کا نبی ہے۔“ پھر میں اپنی والدہ کی بہنوں کے پاس آیا اور ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ انہوں نے والدہ کو بتایا کہ تو وہ میرے بارے میں اندیشہ کرنے لگیں اور پھر مجھ کو ساتھ لے کر مکہ روانہ ہو گئیں۔

ام ایمن رضی اللہ عنہا ہمیں بتایا کرتی تھیں کہ دوپہر کے وقت میرے پاس مدینہ کے قیام کے دوران دو یہودی آئے اور انہوں نے کہا: ”ہم احمد (ﷺ) کو دیکھیں گے۔“ میں نے دکھا دیا پھر اوندھا کر کے پیٹھ دیکھی پھر انہوں نے آپس میں کہا: ”یہ اس امت کا نبی ہے اور یہ شہر اس کی ہجرت کا مقام ہے۔ عنقریب اس شہر میں قتل و غارت، قید و بند اور دوسرے اہم امور ظہور میں آنے والے ہیں۔“ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے ان کے یہ الفاظ یاد رکھے۔

﴿ابو نعیم﴾

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا وصال

زہری رحمۃ اللہ علیہ ام ساعدہ بنت ابی رہم سے اور انہوں نے اپنی امہات (ماؤں) سے روایت کی کہ میں نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس مرض کے زمانے میں جس میں ان کی وفات ہوئی، موجود تھی اور نبی کریم ﷺ جن کی عمر صرف پانچ سال تھی، بالیں پر بیٹھے تھے اور مریضہ ماں اپنے صاحبزادے کو دیکھ رہی تھیں، پھر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے یہ اشعار پڑھے:

بارک اللہ فیک من غلام	یا ابن الذی من حومة الحمام
نجابون الملک المنعم	فودی غداة الضرب بالسہام
بما نة من ابل سوام	ان صح ما ابصرت فی المنام
فانت مبعوث الی الانام	من عندی ذی الجلال والاکرام
تبعث فی الحل و فی الحرام	تبعث بالتحقیق والسلام
دین ابیک البرابرا اہام	فاللہ انہاک عن الاصنام

ان لا تو الیہامع الا قوام

ترجمہ: ”اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت دے، اے اس شخص کے فرزند جو (میرا شوہر ہے اور وہ) وفات پا چکا ہے۔ جس نے انعام و اکرام کرنے والے خدا کی مدد سے اس وقت نجات

پائی تھی، جب قرعہ اندازی میں ان کا نام نکلا۔ پھر ان کی دیت میں چھوڑے ہوئے سواونٹ ذبح کیے گئے اور جو خواب میں، میں نے دیکھا ہے اگر وہ صحیح ہے تو۔ یقیناً آپ لوگوں کی طرف عظمت و جلالت والے خدا کی جانب سے مبعوث ہوں گے۔ آپ صل و حرم میں مبعوث ہوں گے، بلاشبہ اسلام کے ساتھ آپ ﷺ کی بعثت ہوگی۔ اسلام، بلاشبہ تمہارے نیکو کار و والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے۔ اب اللہ تعالیٰ آپ کو بتوں سے محفوظ رکھے کہ آپ لوگوں کے ساتھ ان کی پیروی نہ کریں۔“

ان اشعار کے بعد حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”ہر جینے والے کو مرنا ہے، ہر جدید کو قدیم اور ہر بڑھاپے کیلئے موت ہے۔ اب میں مرنے والی ہوں مگر میری یاد باقی رہنے والی ہے۔ بے شک میں نے آپ کو خیر کے ساتھ چھوڑا اور عظمت و طہارت کے ساتھ تولید کیا پھر وہ وفات پا گئیں اور ہم نے جنات کو ان پر روتے سنا اور ہم نے ان کے لوح کے چند اشعار یاد رکھے، جو یہ ہیں:

نبکی الفتاة البرة الامينة ذات الجمال العفة الرزينة
 زوجة عبد الله و القرينة ام نبی الله ذی السکينة
 و صاحب المنبر با المدينة صارت لدى حفرتها رهينة
 ترجمہ: ”ہم اس جوان محترمہ عورت کی موت پر روتے ہیں، جو نیکو کار، امانت دار، صاحب جمال، عقیقہ اور وقار والی ہے۔ وہ حضرت عبد اللہ کی بیوی محترم اور ان کی رفیقہ حیات اور صاحب سکینہ اللہ کے نبی کی اولاد ماجدہ ہیں۔ وہ نبی ﷺ مدینہ طیبہ میں صاحب منبر ہوگا، ان کی والدہ اپنی قبر میں مدفون ہو گئیں۔“

﴿ابو نعیم﴾

حضرت عبدالمطلب کے وسیلہ سے اہل مکہ کی طلبِ بارش کیلئے دعا:

مخزمہ بن نوفل نے اپنی والدہ رقیقہ سے جو کہ عبدالمطلب کی ہم عمر تھیں، روایت کی کہ قریش کو مسلسل خشک سالی کا سامنا کرنا پڑا جس کی بنا پر بے چاروں کی ہڈیاں تک چب گئیں، چنانچہ میں ایک روز سورہی تھی یا عنودگی کی حالت تھی کہ دفعۃً ایک غیبی آواز سنی کہ:

”اے گروہ قریش! وہ نبی جو تمہارے درمیان مبعوث ہونے والا ہے، اس کے ظہور کا زمانہ قریب آ گیا ہے، تم لوگ بارش اور خوش حالی کیلئے دعا کیوں نہیں مانگتے لہذا تم ایسے شخص کو مخصوص کرو جو حسب و نسب میں بہتر اور جسامت میں عظیم، رنگ میں صاف و سفید اور جلد میں نازک و لطیف ہو، اس کی پلکیں دراز و کثیر اور رخسار شاداب و حسین ہوں اور اس کی ناک سونتی ہوئی درمیان سے مرتفع ہو، اسے وہ فخر حاصل ہے کہ اس پر لوگوں کی حاجتیں موقوف ہیں۔ اس قحط اور خشک سالی سے نجات کا یہ طریقہ ہے کہ مذکورہ علامات کا حامل شخص اس کے بیٹے، پوتے دعاؤں کیلئے مخصوص ہو جائیں اور تمام قبائل عرب سے ایک ایک فرد ان کے ساتھ آ کر شریک ہو اور تمام افراد پانی سے غسل کریں، خوشبو ملیں، رکن کعبہ کو بوسہ دیں، سات مرتبہ طواف کعبہ کریں پھر سب لوگ جبل ابوقبیس پر چڑھیں۔ بعد ازاں وہ مذکورہ علامات کا

حامل شخص اللہ تعالیٰ سے بارش کیلئے التجاء و دعا کرے، باقی تمام لوگ آمین کہیں، اس کے بعد تم لوگوں کو حسب ضرورت سیراب کیا جائے گا۔“

میں بیدار ہوئی تو صبح تھی اور میرا دل خوف زدہ اور اندام لرزاں، دماغ چکرا رہا تھا، میں نے اپنے خواب کا ذکر کیا اور کئی خانوادوں میں آئی، ہر شخص نے یہی کہا کہ جو علامات تم بیان کر رہی ہو وہ سردار عبدالمطلب کے سوا کسی میں نہیں، تو اہل قریش اور دیگر قبیلوں میں سے ایک ایک فرد بہ طور نمائندہ مجتمع ہو کر حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں آئے، غسل کیے خوشبو لگائیں، استلام کے بعد طواف کیا پھر جبل ابوالقیس پر آئے، حضرت عبدالمطلب پہاڑ کی چوٹی پر پہلو میں کمن پوتے یعنی رسول اللہ ﷺ کو لے کر کھڑے ہوئے۔ پھر حضرت عبدالمطلب نے ان الفاظ میں دعا کیلئے لب کشائی کی:

اللهم ساد الخلة و كاشف الكربة انت عالم غير معلم و مسئول غير

مبخل و هذه عبد اؤك و اماؤك بعدرات حرمك يشكون اليك

سنتهم اذ هبت الخف و الظلف اللهم فامطرن غيثا صغدا و مريعا

ترجمہ: ”اے ہمارے خدا! ہماری حاجت کو پورا فرمانے والے اور ہمیں غموں سے نجات دینے والے! تجھے بلا بتائے سب خبر ہے اور سب تجھ سے سوالی ہیں، عطا نہ فرمانا تیری عادت نہیں ہے تیرے قلم میں تیرے بندے حاضر ہیں، خشک سالی کی وجہ سے ہمارے مویشی اور زمین تباہ حال ہے، اے معبود برحق! ہم پر اپنی بارش فرما جو ہر طرف سرسبزہ کر دے۔“

دعا کے بعد وہ ابھی لوٹے بھی نہیں تھے کہ آسمان ابر آلود ہوا، بارش ہونے لگی اور پوری وادی اور نالے بھر گئے۔ میں نے دو بوڑھے قریشیوں کو کہتے سنا: ”اے عبدالمطلب! اے ابوالبطحا! یہ استجاب مبارک ہو کیونکہ اس کے سبب اہل بطحا میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔“ اس موقع پر رقیقہ نے حسب ذیل اشعار کہے:

بشبية الحمد اسقى الله بلدتنا لما فقدنا الحياء و اجلو ذالمطر

فجاء بالماء جونی له سيل سحا فعاشت به الانعام والشجر

منا من الله بالميمون طائره و خير من بشرت يوما به مضر

مبارك الامر يستسقى الغمام به ما في الا نام له عدل ولا حنظل

ترجمہ: ”یعنی شیبۃ الحمد عبدالمطلب کے وسیلے سے اللہ نے ہمارے شہروں کو پانی بخشا جبکہ

ہماری زندگیاں خشک سالی کے سبب تنگی میں تھیں۔ تو موسلا دھار بارش ہوئی جس سے دریا

اور نالے بھر گئے، چوپائے اور درخت زندہ ہو گئے۔ ہم سب کی سیرابی اللہ تعالیٰ کا احسان

ہے یہ اس کے وسیلے سے ہے جس کا نصیبہ برکت والا ہے اور وہ اس سے بہتر ہے جس کی

بشارت ایک دن مضر نے دی تھی۔ بابرکت ہے وہ نام جس کے وسیلے سے بادل کے ذریعہ

پانی مانگا گیا وہ ایسی ذات ہے جس کی ہمسرا اور تمام مرتبہ ذات لوگوں میں کوئی نہیں۔“

﴿ ابن سعد، ابن ابی الدنیا، بیہقی، طبرانی، ابو نعیم، ابن عساکر ﴾

نبی کریم ﷺ اپنے دادا کی مدد کرتے تھے:

ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کندیر بن سعید رضی اللہ عنہ کی سند سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں زیارت بیت اللہ کو میرا جانا ہوا میں نے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ایک شخص کو دیکھا جو یہ پڑھ رہا تھا:

رد الی راکبی محمددا

یا رب رده و اصطنع عندی یدا

ترجمہ: ”اے میرے رب! مجھ پر سوار کرنے والے محمد کو مجھے لوٹا دے، اے میرے

رب! اسے پلٹا دے اور میرے ہاتھ مضبوط کر دے۔“

میں نے دریافت کیا یہ کون شخص ہے جو مناجات کر رہا ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ حضرت عبدالمطلب ہیں۔ انہوں نے اپنے فرزند (محمد ﷺ) کو تلاش شتر کیلئے بھیجا ہے اور وہ عبدالمطلب کے جس کام کی انجام دہی کیلئے جاتے ہیں اس کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیتے ہیں۔ اس وقت ان کو واپسی میں کچھ دیر ہو گئی ہے جس کی وجہ سے وہ دعا کر رہے ہیں۔ اس بات کو زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ نبی کریم ﷺ اونٹ لے کر آ گئے۔

﴿تاریخ بخاری، ابن سعد، ابویعلیٰ، طبرانی، ابن عدی، حاکم، بیہقی، ابونعیم﴾

حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (میرے جد امجد) حیدہ نے عہد جاہلیت میں عمرہ کیا۔ انہوں نے ایک بوڑھے شخص کو طواف کے دوران یہ دعا کرتے سنا:

رد الی راکبی محمددا

یا رب رده و اصطنع عندی یدا

میں نے دریافت کیا یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ سردار قریش حضرت عبدالمطلب ہیں۔ ان کے بہت سے اونٹ ہیں جب ان میں سے کوئی گم ہو جاتا ہے تو اپنے بیٹے کو بازیابی کیلئے بھیجتے ہیں اور جب بیٹے تلاش میں ناکام ہو جاتے ہیں تو پھر اپنے پوتے کو روانہ کرتے ہیں۔ اس وقت انہوں نے اپنے پوتے کو روانہ کیا ہوا ہے کیونکہ ان کے بیٹے اونٹ کی تلاش میں ناکام ہو چکے تھے۔ اس گفتگو کو کچھ زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ نبی کریم ﷺ اونٹ کو لے کر آ گئے۔

﴿بیہقی، ابن عدی﴾

حضرت عبدالمطلب مقام نبی ﷺ سے واقف تھے:

عبداللہ بن عباس بن معبد رضی اللہ عنہ نے اور ان سے ان کے بعض گھر والوں نے حدیث بیان کی کہ حضرت عبدالمطلب کیلئے سایہ خانہ کعبہ میں مسند لگائی جاتی اور مسند پر کوئی بھی ان کی اولاد میں سے نہ بیٹھتا مگر جب نبی کریم ﷺ تشریف لاتے تو آپ اسی مسند پر بیٹھ جاتے، کوئی چچا جب یہ دیکھ لیتا اور نبی کریم ﷺ مسند ہٹنے کیلئے کہتا تو پھر حضرت عبدالمطلب فرماتے: ”میرے بیٹے سے کچھ نہ کہو۔“ پھر آپ ﷺ کی پشت پر شفقت اور پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے فرماتے: ”بلا شک میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہے۔“

جب حضرت عبدالمطلب کی وفات ہوئی تو نبی کریم ﷺ آٹھ سال کے تھے۔ حضرت عبدالمطلب نے وفات سے پہلے نبی کریم ﷺ کیلئے ابوطالب کو وصیت کر دی تھی۔

﴿ابن اسحاق، بیہقی، ابو نعیم﴾

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی کے مانند روایت کی۔ البتہ اس میں اس قدر زیادہ ہے کہ ”میرے بیٹے کو چھوڑ دو کہ وہ مسند پر بیٹھا رہے، وہ اپنی ذات کے بارے میں شعور اور معرفت رکھتا ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ ایسے مرتبہ اعلیٰ پر پہنچے گا کہ نہ اس سے پہلے کوئی پہنچا نہ بعد میں پہنچ سکے گا۔“

﴿ابو نعیم﴾

زہری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت نافع بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مسند حضرت عبدالمطلب پر بیٹھ جایا کرتے، کوئی بچا آتا اور آپ ﷺ سے ہٹ جانے کو کہتا۔ تو حضرت عبدالمطلب فرماتے: ”میرے بیٹے کو کچھ نہ کہو کیونکہ اس میں شاہانہ صفات ہیں۔“

﴿ابن سعد، ابن عساکر﴾

بنی مدج نے حضرت عبدالمطلب سے کہا: ”آپ محمد (ﷺ) کی حفاظت کیجئے کیونکہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نشان قدم کے مشابہ (جو مقام ابراہیم میں ہے۔) کسی کا قدم نہیں دیکھا مگر حضرت محمد (ﷺ) کا نشان قدم اس سے بہت مشابہ ہے۔“ حضرت عبدالمطلب نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”اے کثیر! اس فرزند سے بے پروا نہ ہونا، اس لیے اہل کتاب میرے اس بیٹے کو نبی بتاتے ہیں۔“

مشائخ واقدی سے روایت ہے کہ ہم ایک روز حجر اسود کے قریب حضرت عبدالمطلب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور نجران کا پادری جو ان کا دوست تھا، ان سے باتیں کر رہا تھا کہ ہم ایک نبی کی خبر پاتے ہیں، جو بنی اسماعیل سے ہوگا یہ شہر مکہ اس کی ولادت گاہ ہے اور اس کی یہ علامات ہیں۔ اتفاقاً اسی وقت نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے۔ پادری نے آنکھوں، پشت اقدس اور قدم شریف کو بغور دیکھا اور کہنے لگا وہ نبی یہی ہیں۔ اس نے پوچھا: آپ کا ان سے کیا رشتہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا:

”یہ میرا فرزند ہے۔“ پادری نے کہا: ”نہیں! ان کے بارے میں ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس نبی کے والد حیات نہ رہیں گے۔“ حضرت عبدالمطلب نے کہا:

”دراصل یہ میرا پوتا ہے اور اس کے باپ نے اس وقت وفات پائی جبکہ یہ حمل میں تھے۔“ پادری نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ اس کے بعد حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹوں کو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حفاظت کیلئے ہدایت فرمائی۔

﴿ابو نعیم﴾

سیف بن ذی یزن کا اوصاف نبی بتانا:

عفیر بن زرعہ رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے روایت ہے کہ جب سیف بن ذی یزن کا تسلط حبشہ پر ہوا۔ (یہ

واقعہ نبی کریم ﷺ کی ولادت کے دو سال بعد ہوا تھا۔) تو عرب کے وفود اسے مبارکباد دینے آئے جن میں قریش کے وفد کے سربراہ حضرت عبدالمطلب بھی تھے، ان سے سیف نے کہا:

”اے عبدالمطلب! میں اسرار علمی کی ایک بات تم سے بیان کرتا ہوں اس کا ایک تعلق تم سے بھی ہے جو اس کے وجود کا تعلق ہے مگر میرا بیان اس شرط پر ہوگا کہ آپ اسے بدون حکم خداوندی کسی پر ہرگز ظاہر نہ کریں گے۔ اس میں کچھ لوگوں کیلئے خیر اور کچھ کیلئے خطرہ ہے۔ اس میں دنیا کی فلاح اور آخرت کی نجات ہے اور جس کے اثرات کا دائرہ وسیع ہے۔“

حضرت عبدالمطلب نے پوچھا: ”ایسی کون سی بات ہے؟“ سیف نے کہا: ”اس زمانہ میں تہامہ کی سرزمین پر ایک بچہ پیدا ہوا ہے جس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک دائرہ ہے، اس فرزند جلیل کو شرف امانت و ہدایت حاصل ہے اور تم سب اور ساری نوع انسانی کیلئے اس کی پیشوائی اور ہدایات قیامت تک کیلئے مخصوص ہے۔ اس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا یہی وہ زمانہ ہے جس میں اس کو پیدا کو ہونا ہے، یا وہ پیدا ہو چکا ہے، نام اس کا محمد ﷺ ہے۔“

اس کے والدین فوت ہو جائیں گے اور اس کے دادا اور اس کے چچا کفالت کریں گے، اس کا حکم غالب ہو کر رہے گا اور ہم میں سے اس کیلئے مددگار پیدا ہوں گے۔ اس کے ذریعہ دشمن دوست بنیں گے اور سچائی کے مخالفوں کو ذلیل و خوار کریں گے، ہلاکت کے گہرے غاروں سے لوٹ کر لوگ سلامتی کی راہ پر گامزن ہوں گے، ان کیلئے مادی وسائل فراہم کرنا آسان ہوگا، وہ زمین کے خزانوں سے اپنے ارادہ کی قوت باہر نکالیں گے۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور طاغوت کی قوت اور سرکشی کو توڑ دیں گے۔

آتش کدے سرد اور بتکدے تباہ ہوں گے، اس کے عدل و انصاف گستری کا انعام خویش و بیگانہ سب کو پانی، ہوا اور سورج کی شعاع کی طرح یکساں ملے گا۔ اے عبدالمطلب! تم اس کے دادا ہو، یہ بات جھوٹ نہیں ہے، تو اے خوش قسمت بوڑھے سردار! اور پاسبان حرم! تو کیا تم نے سمجھ لیا جو میں کہہ رہا تھا۔“ انہوں نے کہا: ”ہاں اے واقف حال بادشاہ! میں نے اپنے محبوب ترین فرزند کا نکاح ایک شریف خاندان، شریف خصلت زہری خاتون سے کیا ہے جس کے بطن سے لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمد ﷺ رکھا گیا۔ بچے کے والدین وفات پا گئے، لہذا میں اور اس کا چچا اب اس کے کفیل ہیں۔“ سیف نے کہا: ”میری باتوں کو یاد رکھنا، بچے کو یہودیوں سے محفوظ رکھنا کیونکہ وہ اس کے دشمن ہیں، اگرچہ ان کی رسائی بچے تک نہیں ہوگی۔ بیشک میرے زمانہ اقتدار میں وہ مبعوث ہو جاتے ہیں تو میں سوار اور پیادوں سے ان کی مدد کرتا۔“

﴿یہی، ابو نعیم، ابن عساکر﴾

ابوصالح رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے جو مندرجہ بالا حدیث ہی کے مطابق ہے۔

﴿ابو نعیم، خرائطی، ابن عساکر﴾

حضرت عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے میری قوم کے بزرگوں نے ذکر کیا کہ

ایک مرتبہ حضرت عبدالمطلب کی حیات میں ہم اپنے علاقہ سے عمرہ کیلئے روانہ ہوئے۔ تمام کا ایک یہودی

بغرض کاروبار تجارت ہمارے ساتھ ہو گیا۔ مکہ پہنچ کر اس نے حضرت عبدالمطلب کو دیکھا تو اس نے کہا کتب سماوی میں ہے کہ اس شخص سے ایک نبی پیدا ہوگا جو ہماری قوم کو عادی طرح قتل کرے گا۔

﴿واقدی، ابو نعیم﴾

حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک کاہن مکہ آیا۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عبدالمطلب کے ہمراہ دیکھ کر کہا: ”اے قریش! اس بچہ کو مار ڈالو، یہ تمہارے طریقوں کو ختم کرے گا اور تمہاری مزاحمت بے سود اور بے نتیجہ رہے گی۔“

﴿ابن سعد﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کی کفالت میں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوطالب کے بچے عام بچوں کی طرح گندے منہ اور آنکھوں کے ساتھ سو کر اٹھتے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صاف اور ستھرے، ابوطالب سب کے سامنے کھانا لاتے تو وہ بے صبری اور حرص اور طلب زیادتی کا مظاہرہ جیسے بچوں کی عادت ہوتی ہے کرنے لگتے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وقار طریقہ پر خاموش بیٹھے رہتے۔ ابوطالب نے یہ صورت حال دیکھ کر ان سے علیحدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظام کر دیا۔

﴿ابن سعد، ابو نعیم، ابن عساکر﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوطالب اور ان کے دوسرے اہل خانہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دسترخوان پر کھانا تناول فرماتے تو شکم سیری اور لطف محسوس کرتے۔ اتفاقاً کھانے کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہ ہوتے تو ابوطالب گھر والوں سے کہتے: ”ٹھہر جاؤ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آجانے کے بعد شروع کریں گے۔ اگر غذا میں دودھ ہوتا تو پھر ابوطالب شیر نوشی کی ترتیب اس طرح رکھتے کہ پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پلاتے پھر دوسرے گھر والوں کو اور بعد میں خود لیتے، اکثر کہا کرتے میرا یہ بیٹا بڑی برکت والا ہے۔“

﴿ابن سعد، ابو نعیم، ابن عساکر﴾

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھوک یا پیاس کی شکایت کی ہو، صبح کو اٹھ کر تھوڑا آب زمزم پی لیتے اور صبح کو ناشتے میں کچھ نہ لیتے۔

﴿ابو نعیم، واقدی﴾

﴿ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو دوسری سند سے ”طبقات“ میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن اور بڑھاپے میں کبھی بھوک اور پیاس کی شکایت نہ کی۔﴾

ابن قطیبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوطالب کیلئے بڑا تکیہ بنایا جاتا تھا اور وہ حسب عادت اس پر ٹیک لگا لیتے تھے۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور تکیہ کو کھول کر بچھا دیا اور اس پر دراز ہو گئے، کچھ دیر بعد ابوطالب آئے اور دیکھ کر کہنے لگے: ”حل جاکے قسم! میرا یہ بھتیجا ذوق نعمت رکھتا ہے۔“

﴿ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا ہی ایک اثر عمرو بن سعید رحمۃ اللہ علیہ سے بھی روایت کیا ہے۔ ﴾

﴿ ابن سعد ﴾

حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ابوطالب اہل مکہ کیلئے کھانا تیار کر رہے تھے اور ضروری سامان کے پاس بیٹھے تھے، جب انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے دیکھا تو کچھ چیز پہلو کے نیچے کر لی، مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم والہ وسلم چچا کے اس اخفاء کو سمجھ لیا۔ ابوطالب نے کہا میرا یہ بھتیجا بذریعہ کرامت معلوم کر لیتا ہے۔

﴿ طبرانی ﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر شام اور بحیر راہب کی پیشین گوئی اور چچا کو مشورہ:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب ابوطالب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے چند دوسرے بوڑھے افراد کے ساتھ شام کے سفر پر روانہ ہوئے۔ اور ایک مقام پر پڑاؤ کیا، اس پڑاؤ پر ایک راہب آیا حالانکہ اس سے قبل ان کے پاس کبھی کوئی راہب ملنے نہیں آیا تھا۔ یہاں پہنچ کر راہب کی نظریں کسی کو تلاش کرنے لگیں، پھر یکبارگی اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم والہ وسلم کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لے لیا اور کہنے لگا کہ یہ فرزند! سارے جہانوں کا سردار ہے۔ یہ رب العالمین کا رسول ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ رحمت اللعالمین بنا کر مبعوث فرمائے گا۔ یہ سن کر قریش کے بڑے بوڑھوں نے کہا کہ تم کو یہ سب کس طرح معلوم ہوا؟ راہب نے کہا کہ تمہاری جماعت جب گھاٹی سے نمودار ہوئی تو میں نے دیکھا کہ اس فرزند کے سامنے ہر پتھر اور ہر درخت سجدے میں گر جاتا تھا اور یہ نبی کے سوا کسی غیر نبی کو سجدہ نہیں کرتے، میں نے ان کو شناخت اس طرح کیا کہ ان کے شانوں کے نچلے حصہ میں سب کی طرح مہر نبوت ہے۔ راہب نے اس جماعت کیلئے کھانے کا بندوبست کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بادلوں کا سایہ کرنا خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ قریش کے قیام کے دوران بحیر الایار تاکید کرتا رہا کہ اس بچے کو روم نہ لے جاؤ کیونکہ ان مخصوص علامات کو دیکھ کر وہاں کے لوگ پہچان لیں گے اور اندیشہ ہے کہ قتل نہ کر دیں۔ حسن اتفاق سے نوروی اشخاص نمودار ہوئے۔ بحیرا جا کر ان سے ملا اور مقصد سفر دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا:

”ہم اس نبی کی تلاش میں آئے ہیں جو عنقریب مبعوث ہوا چاہتا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ

اس کے ظہور سے پہلے قتل کر دیا جائے۔“

بحیرانے ان سے کہا: ”تم نے کبھی سنایا دیکھا ہے کہ حکم خداوندی اور ارادہ باری کو ٹالنے اور روکنے

کی کوشش کسی نے کی ہو اور وہ کامیاب ہوا ہو؟“ انہوں نے جواب دیا: ”شائبہ دیکھا۔“

راہب نے مشورہ دیا: ”تم کو چاہیے کہ اس نبی کی اطاعت کرو اور اس کے کاموں میں شریک بن

جاؤ۔“ بحیرا راہب اس کے بعد قریشیوں کے پاس آیا اور کہا کہ آپ لوگوں میں ان (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا اصل

والی کون ہے؟ لوگوں نے ابوطالب کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ہیں ان کے والی! بحیرانے حضرت ابوطالب

کو نزاکت حال سے آگاہ کیا اور ان نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو حضور کے ہمراہ جانے پر آمادہ کر لیا، روانگی کے وقت زیتون کے کاک بطور توشہ ساتھ کر دیئے۔

﴿بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ اہل مغازی کے نزدیک بہت مشہور ہے۔﴾

﴿بیہقی، ابو نعیم، خرائط، الہوائف﴾

فائدہ:

مصنف کتاب، علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس واقعہ کے متعدد شواہد ہیں، جن کو آگے بیان کروں گا اور جو اس کی صحت پر دلالت کرتے ہیں۔ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اس قول کی بنا پر ضعیف کہا کہ ”حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھیج دیا۔“ وجہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت تک نہ تو متاہل تھے اور نہ ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خریدتا تھا اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”الاصابہ“ میں فرمایا: اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس میں کوئی منکر بھی نہیں ہے۔ بجز اس فقرے کے، تو اس فقرے کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ یہ خلط الفاظ کا نتیجہ ہے۔ گویا ہم سند دوسری حدیث کے الفاظ اس حدیث سے مخلوط ہو گئے ہیں۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب قافلہ کے ہمراہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے۔ دوران سفر بصری پر پڑاؤ کیا وہاں بحیرا راہب اپنی خانقاہ میں مقیم تھا۔ اس کی علمائے نصاریٰ میں بڑی قدر تھی۔ اس خانقاہ کی موروثی الہامی کتاب راہبوں کے سردار کے پاس منہی اعتبار سے پشت سے چلی آ رہی تھی۔

بحیرا بھی اس کا عالم تھا۔ عرب اور قریشی قافلے اسی منزل پر ٹھہرتے اور گزرتے رہتے مگر راہب قطعی طور پر التفات نہ کرتا۔ اس مرتبہ قافلے کے ٹھہراؤ کے بعد اس نے مہمانی کیلئے کھانے تیار کرائے۔ اس نے اپنے صومعہ سے دیکھا کہ قافلہ پر سفید ابرسا یہ فلکن ہے۔

پھر یہ قافلہ اور نزدیک پہنچ کر ایک درخت کے سایہ میں فروکش ہوا تو دیکھا کہ وہ سفید ابر درخت کے اوپر سایہ کر رہا ہے اور درخت کی شاخیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھکی ہوئی ہیں جب بحیرا نے یہ منظر دیکھا تو وہ خانقاہ کی چھت سے اتر اور کھانا تیار کرنے کا حکم دیا اور کہلوا یا:

”اے گروہ شعب قریش! میری خواہش ہے کہ آپ تمام حضرات میری مہمانی میں کھانا کھائیں۔“ قرشیوں میں سے کسی ایک نے کہا: ”بحیرا سے کہو آپ نے آج خلاف عادت نوازش فرمائی اور پورے قافلہ کو دعوت طعام نہ دی ہے۔ بحیرا نے جواب میں دوبارہ کہلایا، آپ لوگوں نے صحیح کہا، مگر یہ پیشکش پر خلوص ہے اور آپ کے احترام میں ہے“ چنانچہ معزز بحیرا جو کہ علم و فضل، و عبادت و زہد اور بصری کے مشہور خانقاہ کا متولی ہونے کی وجہ سے احترام رکھتا تھا، قرشی مسافر اس کی دعوت کیسے مسترد کر سکتے تھے، وہ سب خانقاہ جانے لگے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قیام گاہ پر حفاظت سامان کے خیال سے چھوڑ گئے۔

بحیرا نے سب مہمانوں پر نظر ڈالی مگر وہ علامات نہ دیکھیں، تب اس نے کہا: ”اے محترم قریشی

مہمانو! میں سمجھ رہا ہوں کہ آپ سب لوگ تشریف لائے ہوں گے اور مجھے سب کی مہمانی کا شرف مل رہا ہے؟“ مہمانوں میں سے ایک نے کہا: ”ہم اپنی عزت افزائی کیلئے شکر گزار ہیں، ہم سب حاضر ہیں، بجز ایک لڑکے کے اور اس کو مستقر پر سامان کے پاس چھوڑ دیا ہے۔“

بھیرا نے کہا یہ تو میری خواہش کے خلاف ہے۔ بھیرا کے اس پر خلوص التفات کو دیکھ کر ایک شخص نے کہا: ”قسم لات و عزئی کی! ہمارے لیے غیرت و شرم کی بات ہے کہ ہم سے محترم میزبان کو بار بار کہنے کی ضرورت پڑے۔“ اب ہم میں سے کسی کو مستقر پر جا کر محمد ﷺ کو اس دعوت میں لے آنا چاہیے۔

راوی کا بیان ہے وہ شخص اٹھا اور جا کر نبی کریم ﷺ کو لے آیا۔ بھیرا حضور نبی کریم ﷺ کو بغور دیکھتا رہا۔ حتیٰ کہ لوگ کھانے سے فارغ ہوئے۔ بھیرا نے حکمت عملی سے نبی کریم ﷺ کو ساتھیوں سے تھوڑا الگ لے جا کر عرض کیا: ”اے فرزند ارجمند! میں آپ ﷺ کو لات و عزئی کی قسم دے کر چند باتیں پوچھتا ہوں، آپ مجھے ان کا جواب دیں۔“

بھیرا نے بتوں کا نام لے لیا تھا کہ قریش ان کی پرستش کرتے تھے مگر بتوں کا نام نبی کریم ﷺ کو بہت ہی ناگوار گزرا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے گفتگو میں بتوں کا نام نہ لیجئے، میں ان سے نفرت کرتا ہوں اور میں بت پرستی سے بیزار ہوں۔ بھیرا نے کہا:

”میں خدا کو درمیان میں لا کر کہتا ہوں کہ آپ میرے سوالات کا جواب دیں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں! آپ کی امید پوری ہوگی۔“ چنانچہ خانقاہ بصری کا یہ عابد و عالم آپ کی عام حالت، بیداری اور خواب، آپ کے خیالات اور وجدانیات کے بارے میں پوچھتا اور جواب پاتا رہا پھر اس نے پشت پر مہربوت کو دیکھا اور ملاقات کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔

راوی ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ اس کے بعد بھیرا راہب، ابوطالب کے پاس آیا اور پوچھا کہ: ”کیا یہ تمہارا لڑکا ہے؟“ ابوطالب نے جواب دیا: ”جی ہاں۔“ بھیرا نے کہا: ”میرا خیال تو یہ ہے کہ ان کے والد فوت ہو چکے ہیں۔“ ابوطالب نے کہا: ”یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے۔“

بھیرا نے پوچھا کہ ”وہ کہاں ہیں؟“ ابوطالب نے جواب دیا: ”وہ لڑکے کی ولادت سے کچھ پہلے ہی فوت ہو چکے۔“ اب بھیرا نے کہا: ہاں! یہ درست ہے پھر اس نے ابوطالب سے کہا تم اپنے اس بھتیجے کو وطن واپس لے جاؤ اور یہودیوں کے شر سے بچاؤ، وہ اس کو مخصوص علامات سے شناخت کر سکتے ہیں اور یہ بات خطرے کی وجہ بن سکتی ہے۔ اسکے بعد ابوطالب نے جلد جلد معاملات اور ضروریات سفر کو نمٹایا اور مکہ لوٹ آئے۔ واپس آ کر تمام واقعات سفر، بھیرا کے مشورے اور یہود کے تجسس و تلاش وغیرہ کے تمام بیٹے حالات پر غور کیا، ایک ایک کر کے تمام باتیں آپ کو یاد آئیں اور اس تاثیر کے تحت ابوطالب نے یہ چند محبت بھرے اشعار نعت میں کہے:

فما راجعوا حتیٰ رأوا من محمد احادیث تجلو غم کل فواد
حتیٰ رأوا احبار کل مدینة سجودا له من عصبه و فراد

زبیرا و تماما و قد کان شاهدا
فقال لهم قولا بحیرا و ایقنوا
دریسا و هموا کلهم بفساد
له بعد تکذیب و طول بعد
کما قال للرهط الذین تھو دوا
و جاھد ہم فی اللہ کل جھاد
فقال و لهم یترک له النصح رده
فان له ارضاد کل مصاد
فانی اخاف الحاسدین و انه
لقى الکتب مکتوب بکل مداد

ترجمہ: ”وہ یہود اس وقت تک نہ لوٹے جب تک کہ انہوں نے محمد ﷺ میں وہ باتیں نہ دیکھ لیں جن سے دلوں کا غم غلط ہوتا ہے۔ انہوں نے یہاں تک دیکھا کہ ہر شہر کے اہل علم جمع ہو کر اور فرداً فرداً ان کو سجدہ کرتے ہیں۔ زبیر اور تمام لوگ جو ان کے ساتھ تھے دریس وغیرہ ان سب نے برائی کا قصد کیا۔ بحیرا نے ان سے ایک بات کہی جس کی تکذیب اور طویل بحث کے بعد انہوں نے ان کو تسلیم کر لیا۔ جس طرح بحیرا نے یہودیوں سے پر زور گفتگو کی اور بحیرا نے اللہ تعالیٰ کیلئے ان کے ساتھ جدوجہد کی کہ اس کا حق ادا کر دیا۔ تو بحیرا نے آپ کی خیر خواہی میں سب ہی کچھ کہا اور کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا کیونکہ ہر گھات میں ان کیلئے خطرہ ہی خطرہ تھا۔ بحیرا نے کہا میں حاسدوں سے ڈرتا ہوں، کیونکہ آپ کی (علامات اور) رفعت شان کتب آسمانی میں درج ہے۔“

﴿بیہقی﴾

واقدمی رحمۃ اللہ علیہ۔ سے روایت ہے کہ بحیرا مرتاض نبی کریم ﷺ کی سرخی چشم کے باعث بار بار چہرہ مبارک کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے قریش سے پوچھا آپ کی آنکھیں ہمیشہ سرخ رہتی ہیں یا کبھی ٹھیک ہو جاتی ہیں؟ ابوطالب نے جواب دیا: یہ پیدائشی حالت ہے کوئی آشوب یا مرض کی علامت نہیں ہے۔ بحیرا راہب نے نیند کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا تو فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں، مگر دل بیدار رہتا ہے۔

﴿ابونعیم﴾

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوطالب، چند قریشیوں کے ساتھ شام کے سفر پر روانہ ہوئے نبی کریم ﷺ بچے تھے اور آپ ﷺ کو بھی ساتھ لے لیا، گرمیوں کی تپتی دوپہر میں بصری کے مقام پر پہنچنے ہی والے تھے کہ خانقاہ کی چھت پر سے بحیرا کی نظروں نے بہ عجوبہ دیکھا کہ ایک چھوٹا سا قافلہ آگے بڑھ رہا ہے اور ان میں سے ایک فرد پر بادل سایہ کیے ہوئے ہے، تو بحیرا نے کھانا بنوایا اور مسافران نوار کو خانقاہ کے دسترخوان پر بلایا جب نبی کریم ﷺ صومعہ میں داخل ہوئے تو وہ منور ہو گیا۔ بحیرا نے کہا یہی وہ نبی مذکور ہیں جن کی تمام دنیا کیلئے عرب سے عنقریب بعثت ہوگی۔

﴿ابونعیم﴾

عبداللہ بن محمد بن عقیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوطالب شام کی طرف روانہ ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہمراہ تھے۔

پھر وہ ایک دیر کے قریب اترے، دیر کے راہب نے پوچھا: ”اے اجنبی عرب مسافر! یہ بچہ تمہارا ہے؟“ ابوطالب نے جواب دیا: ”اے راہب اعظم! یہ میرا بیٹا ہے۔“ راہب نے کہا: ”اے عرب مسافر! یہ تمہارا بیٹا نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ بات انہونی اور بعید از قیاس ہے کہ اس کا باپ ہنوز زندہ ہو۔“

بھیرہ راہب، واقف اسرار تھا، کہنے لگا: ”یہ چہرہ ایک نبی کا چہرہ اور یہ آنکھ ایک نبی کی آنکھ ہے۔“

ابوطالب نے پھر سوال کیا: ”نبی کون ہوتا ہے؟“ راہب نے جواب دیا: ”نبی وہ ہوتا ہے جس کی آسمان سے رہنمائی ہوتی ہے، فرشتہ ہدایت لے کر پہنچتا ہے اور وہ اس ہدایت کو انسانوں تک پہنچاتا ہے۔“

ابوطالب نے کہا: ”خدا ہی برتر ہے، تم کیسی باتیں کرتے ہو؟“ آخر میں راہب نے متنبہ کیا کہ لڑکے کو یہودیوں کے شر سے بچانا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ راوی نے بیان کیا۔ اس کے بعد وہ ایک اور راہب کی خانقاہ پر اترے اس کا پہلا سوال یہی تھا: ”یہ بچہ کس کا ہے؟“ انہوں نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ راہب نے کہا: ”نہیں! یہ تمہارا بیٹا نہیں ہو سکتا، یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس کا باپ زندہ ہو؟“

ابوطالب نے پوچھا: یہ کس لیے ہے؟ راہب نے جواب دیا اس لیے کہ اس کا چہرہ نبی کا چہرہ اور اس کی آنکھ نبی کی آنکھ ہے۔ انہوں نے کہا: سبحان اللہ! اللہ ہی برتر ہے جو تم بیان کرتے ہو۔ پھر ابوطالب نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا: ”اے میرے بھتیجے! تم سن رہے ہو؟ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟“ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ”اے چچا انکار نہ کیجئے اللہ کی بڑی قدرت ہے۔“

﴿ابن سعد، ابن عساکر﴾

سعید بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک راہب نے ابوطالب سے کہا: اپنے بھتیجے کو آگے نہ لے جائیے کیونکہ یہودی جس امت سے دشمنی رکھتے ہیں، یہ اسی امت کا نبی ہے اور چونکہ یہ بنی اسرائیل سے نہیں ہے، اس لیے یہود اس کے ساتھ شدید تعصب سے پیش آئیں گے۔

﴿ابن سعد﴾

ابی مجاز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوطالب نے شام کا سفر کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمراہ لے لیا تو وہ ایک منزل پر قیام کیلئے اترے، وہاں ایک راہب ان کے پاس آیا اور کہا تمہارے اندر کوئی برگزیدہ ہستی ہے۔ پھر کہا اس بچے کا ولی کون ہے؟ ابوطالب نے کہا: میں، موجود ہوں۔ اس نے کہا اس بچے کی حفاظت کیجئے اور اسے شام نہ لے جائیے کیونکہ یہود حسد کرتے ہیں اور میں ان سے خوف زدہ ہوں تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس بھیج دیا۔

﴿ابن عساکر، ابن سعد﴾

ابن مندہ رضی اللہ عنہ بہ سند ضعیف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ اٹھارہ سال کی عمر سے رہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عمر بیس سال تھی۔

دونوں حضرات بہ غرض تجارت شام کیلئے سفر پر روانہ ہوئے، سفر کے دوران ایک منزل پر پیری کے درخت کے سائے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھیرا راہب کے پاس چلے گئے۔ بھیرا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا: درخت کے سایہ میں کون شخص بیٹھا ہے؟“ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ”وہ حضرت محمد ابن عبد اللہ بن عبد المطلب (ﷺ) ہیں۔“

اس نے کہا: ”یقیناً وہ نبی ہوں گے اور اس درخت کے سائے میں حضرت عیسیٰ مسیح (ﷺ) کے بعد بجز اس حضرت محمد (ﷺ) کے کوئی نہ بیٹھا۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”الاصابہ“ میں فرمایا اگر یہ تاثر صحیح ہے تو پھر یہ دوسرا سفر ہوا، ابوطالب کے سفر شام کے بعد۔

نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے ابوطالب کا بارش کی دعا مانگنا:

جلہمہ بن عرفطہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں مکہ مکرمہ آیا تو اہل مکہ شدید قحط میں مبتلا تھے۔ ایک روز قریش نے مجاور حرم ابوطالب سے کہا: ”وادیاں خشک ہو گئیں اور لوگ بھوک سے مر رہے ہیں، آؤ چلو بارش کیلئے دعا کریں۔“ چنانچہ ابوطالب نے اپنے ساتھ ایک بچے کو لے کر روانہ ہوئے۔ مطلع صاف اور آفتاب روشن تھا۔ ابوطالب نے بچے کا ہاتھ تھاما اور اس کی پشت خانہ کعبہ سے ملا دی اور اپنی انگلیوں سے بچے کو تھام لیا۔ دفعۃً افق سے بادل اٹھے اور برسنے لگے، اتنی موسلا دھار بارش ہوئی کہ وادی اور نالے بھر گئے۔ اس موقع پر ابوطالب نے آپ کی ثناء میں حسب ذیل اشعار کہے:

وابیض یستسقی الغمام بوجہہ

ثم الیتامی عصمة للا رامل

یلو ذبہ الہلاک من ال ہاشم

فہم عندہ فی نعمۃ و فواضل

ترجمہ: ”آپ ﷺ ایسے حسین و جمیل ہیں کہ بادل آپ کے چہرہ انور سے پانی مانگتا

ہے اور آپ یتیموں اور بیواؤں کے پناہ گاہ ہیں۔ ہلاک ہونے والے ہاشمیوں کی

اولاد آپ کے دامن میں پناہ کی تلاش کرتی ہے تو وہ لوگ آپ ﷺ کے دامن میں

نعمتوں اور برکتوں سے مستفید ہیں۔“

﴿تاریخ ابن عساکر﴾

نبی کریم ﷺ کو دیکھ کر ابوطالب کے پاس سے یہودی فرار:

ابن عون عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ یہودی ابوطالب کے پاس سامان خرید

آئے تھے کہ اتنے میں رسول اللہ ﷺ کم سنی میں اپنے چچا کے پاس آگئے جب یہود کی نظر آپ ﷺ پر پڑی تو وہ خریداری چھوڑ کر فرار ہو گئے۔

ابوطالب نے تعاقب میں ایک شخص کو روانہ کیا اور کہا جب ان تک پہنچ جاؤ تو تالی بجا کر کہنا۔ ہم نے تمہارے طرز عمل میں عجیب بات دیکھی، پھر سننا کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ وہ شخص گیا اور ایسا ہی کیا۔

یہود نے جواب دیا: ہم نے جو کچھ دیکھا وہ اس سے کہیں زیادہ عجیب ہے۔ اس نے پوچھا تم نے کیا دیکھا؟ یہود نے کہا ہم نے محمد ﷺ کو چلتے پھرتے دیکھ لیا۔

﴿ابولہب﴾

ابولہب کے دل میں نبی کریم ﷺ کی طرف سے کینہ پیدا ہونے کی ابتداء:

ابوالزناد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ابوطالب اور ابولہب کے درمیان کشتی ہوئی تو ابولہب نے ابوطالب کو پچھاڑ دیا اور ان کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔

یہ دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے ابولہب کی زلفوں کو پکڑ کر کھینچا۔ ابولہب نے کہا: اے لڑکے! ہم دونوں تمہارے چچا ہیں پھر تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ آپ نے جواب دیا: اس لیے کہ میں ان سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔

﴿ابن عساکر﴾

حضرت ابوطالب کی وفات:

عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے عبدالمطلب کے بیٹوں کو بلایا اور کہا: تم لوگ ہمیشہ خیر و برکت میں رہو گے جب تک حضرت محمد ﷺ کی بات سنو گے اور ان کے حکم کی پیروی کرو گے۔

﴿ابن سعد﴾

حضرت ابوطالب کے بارے میں اقوال:

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے ابوطالب کو کچھ نفع پہنچایا ہے؟ کیونکہ انہوں نے ہمیشہ آپ کی مدافعت کی اور آپ کو ان کی حمایت اور تعاون حاصل رہا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے رب سے ہر خیر اور کرم کی امید رکھتا ہوں۔

﴿مسلم﴾

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ بے شک میرے دل میں ابوطالب کیلئے خیر خواہی ہے اور جب تک

مجھے روکا نہ گیا، میں ان کے لیے استغفار کروں گا۔

﴿ابن عساکر﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن اپنے ماں، باپ، چچا ابوطالب اور اپنے بھائی جو زمانہ جاہلیت میں فوت ہوئے شفاعت کروں گا۔
 ﴿تمام کی اس روایت کی سند میں ولید بن سلمہ ہے جو منکر الحدیث ہے۔﴾

﴿ابن عساکر﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے ان لوگوں کیلئے استغفار کی ہے یعنی اپنے والدین، ابوطالب اور رضاعی بھائی۔ امید ہے یہ لوگ پریشان حال نہ ہوں گے۔

﴿خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو سند ضعیف اور ساقط بتایا ہے۔﴾

﴿خطیب، ابن عساکر﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوطالب کیلئے استغفار کی ممانعت:

حسن بن عمارہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قبر ابوطالب پر گئے تاکہ ان کیلئے استغفار کریں۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ

﴿سورہ التوبہ﴾

ترجمہ: ”نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ایمان والوں کو یہ لائق نہیں کہ وہ مشرکوں کی بخشش چاہیں۔“

ابوطالب کا کفر کی حالت میں مرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت شاق گزرا، تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ

﴿سورہ القصص﴾

ترجمہ: ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس کو چاہیں (یعنی ابوطالب وغیرہ کو) اسے راہ ہدایت پر نہیں لا

سکتے، لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے، راہ ہدایت پر لے آتا ہے۔“

﴿ابن عساکر﴾

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب ابوطالب فوت ہو گئے تو ایک بد بخت قریشی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی اچھالی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی آئیں، وہ مٹی صاف کرتیں اور روتی جاتیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے بیٹی! نہ رو کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کا مدافعت کرنے والا

اور محافظ ہے۔

﴿ابن عساکر﴾

نبی کریم ﷺ قبل بعثت تمام جاہلانہ رسوم سے محفوظ رہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ تعمیر خانہ کعبہ کیلئے پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے اور تہبند باندھے ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اپنے تہبند (ازار) کو کھول کر کندھے پر رکھ لو تا کہ کندھا چھلنے سے محفوظ رہے چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جیسے ہی یہ عمل کیا حضور نبی کریم ﷺ زمین پر آ رہے اور آپ کی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھ گئیں اور آپ رضی اللہ عنہ نے اسی حالت میں فرمایا: ”میرا تہبند کہاں ہے؟“ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے تہبند جب آپ کو دیا اور آپ نے اسکو باندھ لیا تب آپ زمین سے اٹھے۔ اس موقع کے علاوہ آپ کبھی بھی عریاں نہ ہوئے۔
﴿بخاری، مسلم﴾

تعمیر کعبہ میں معاونت:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں اور میرا بھتیجا کندھوں پر رکھ کر پتھر لا رہے تھے اور ہم نے تہبند پتھر اور کاندھے کے درمیان رکھ لیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آگے اور میں پیچھے تھا۔ جوں ہی آپ نے تہبند کاندھے پر رکھا کہ زمین پر گر پڑے۔ میں اٹھانے دوڑا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں آسمان پر جمی تھیں، میں نے پوچھا آپ کا کیا حال ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھ کر تہبند باندھا اور پھر فرمایا مجھے عریاں ہو کر چلنے سے ممانعت فرمائی گئی ہے مگر میں نے اس بات کو اس خوف سے پوشیدہ ہی رکھا کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون نہ کہیں۔

﴿بہقی، ابونعیم﴾

روایت ہے کہ جب قریش نے خابہ کعبہ کی تعمیر کی تو وہ نواحی پہاڑوں سے پتھر لاتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم والہ وسلم بھی سنگ برداری میں مصروف تھے۔ آپ کا ستر کھل گیا تو آپ کو غیب سے ندا آئی: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ستر پوشی کیجئے، یہ ندائے اولین تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کی گئی اور اس سے پہلے یا بعد میں آپ کا ستر نہیں دیکھا گیا۔ (بند صحیح)

﴿حاکم، بہقی، ابونعیم﴾

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوطالب چاہ زمزم کی مرمت کر رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پتھر اٹھا کر لا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کم سن تھے تو انہوں نے تہبند اتار کر پتھر کے نیچے شانے پر جسم کو رگڑ سے محفوظ کرنے کیلئے رکھ دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے، ہوش آنے پر ابوطالب نے پوچھا تو فرمایا: سفید لباس میں ایک فرشتہ نمودار ہوا، اس نے مجھ سے کہا ستر ڈھکنے۔

﴿ابن سعد، ابن عدی، حاکم، ابونعیم﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والہ وسلم کا ستر کبھی نہیں دیکھا۔

﴿ابن سعد﴾

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں جاہلیت کی رسوم بد اور لہو و لعب کی طرف کبھی بھی متوجہ نہیں ہوا۔ بجز دو راتوں کے اور ان دو راتوں میں اللہ تعالیٰ نے مجھے خطا اور معصوم رکھا۔

ایک رات کا واقعہ تو یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کے چند نوجوان اور میں اپنے گھر کی بکریوں کے ریوڑ میں تھے۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا: ”ذرا میری بکریوں کی نگرانی کرنا تاکہ میں مکہ جا کر نوجوانوں کا شغل دیکھوں۔ اس نے کہا اچھا، پھر میں آبادی کی طرف آیا اور پہلے ہی گھر میں موسیقی کی آواز میں نے سنی۔ پوچھا یہ کیسی آواز ہے؟ کسی نے بتایا کہ شادی کا سلسلہ ہے۔ میں موسیقی سننے کیلئے بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے کانوں کو تھپتھپایا اور میں سو گیا حتیٰ کہ دوسرے روز سورج کی آمد پر اس کی شعاعوں نے مجھے بیدار کیا۔ میں اٹھ کر ساتھی کے پاس گیا۔ اس نے پوچھا اتنے لمبے وقت تک کیا کرتے رہے؟ میں نے اس کو پوری آپ بتی سنائی۔“

دوسری رات پھر میں نے ساتھی سے کہا کہ میری بکریوں کا خیال رکھ تاکہ میں جا کر کچھ شغل کروں، اس نے اقرار کر لیا اور میں مکہ شہر کی طرف روانہ ہو گیا، یہاں آ کر میں نے موسیقی کی ویسی آواز سنی جیسی کہ میں نے گزشتہ رات سنی تھی۔ میں دیکھنے کیلئے بیٹھ گیا، پھر قدرت نے میرے کانوں کو تھپتھپایا اور میں سو گیا یہاں تک کہ دوسرے دن دھوپ نے مجھے جگایا، پھر میں لوٹ کر اپنے ساتھی کے پاس آیا۔ اس نے پوچھا: کیا کیا؟ میں نے کہا کچھ بھی نہیں اور اسے ساری صورتحال بتائی۔

اس کے بعد میں نے نہ کبھی ایسا ارادہ کیا اور نہ ہی مجھے رغبت ہوئی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت سے سربلند و سرفراز فرمایا۔

﴿ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند متصل اور اس کے تمام راوی، عدالت، صداقت اور حفاظت میں معتبر ہیں۔ ﴾

﴿ مسند ابن راہویہ، ابن اسحاق، بزار، بیہقی، ابو نعیم، ابن عساکر ﴾

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ نے ایامِ جاہلیت میں عورتوں کے کھیل تماشے میں حصہ لیا تھا؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ البتہ میں نے دو مرتبہ اس کا ارادہ کیا تھا جس میں ایک مرتبہ تو نیند مجھ پر غالب آگئی اور دوسری مرتبہ میرے اور ان کے درمیان قومی واقعات کی کہانی حائل ہو گئی۔

﴿ طبرانی، ابو نعیم، ابن عساکر ﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیہ کریمہ: ”وَإِنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ“ ﴿سورۃ الشعراء﴾ نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے ایک ایک خاندان کو بلایا اور پھر ان کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”اے برادرانِ قریش! اگر میں آپ لوگوں سے کہوں کہ اس پہاڑ کے عقب سے سواروں

کی ایک جماعت تم پر حملہ کرنے والی ہے، تو کیا تم میری اطلاع پر یقین کرو گے؟“
سب نے کہا: ہاں! کیونکہ ہم نے آپ سے کبھی جھوٹی بات نہیں سنی۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تو میں تمہیں پیش آنے والے عذاب شدید سے ڈراتا ہوں۔“
ابولہب نے کہا: ”تیا لک“ کیا اسی لیے آپ ﷺ نے ہمیں جمع کیا ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ
”تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ“ ﴿سورہ تبت یذ﴾ نازل فرمائی۔

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے زید بن
عمر و بن نفیل (موحد) سے جب سے سنا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے نام پر ذبح کیے جانے
والے جانور کو نادرست کہتے ہیں تو میں نے کسی استھان پر ذبح کیے ہوئے جانور کا گوشت کبھی نہ چکھا یہاں
تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسالت سے سرفراز فرمایا۔

﴿ابونعیم﴾

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے کسی نے دریافت کیا: ”کیا
آپ نے کبھی بت کی پرستش کی ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: کبھی نہیں۔ پوچھا: ”کبھی شراب پی ہے؟“
ارشاد فرمایا: ”کبھی نہیں۔“ اور فرمایا میں جانتا تھا کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ کافر ہیں، حالانکہ مجھے معلوم
نہ تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟

﴿ابونعیم، ابن عساکر﴾

میلہ میں شرکت سے انکار:

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ مجھ سے
ام ایمن رضی اللہ عنہا نے کہا کہ بوانہ میں ایک بت کدہ تھا جہاں قریش سال کے سال جایا کرتے تھے۔
ابوطالب بھی اپنے خاندان اور قوم کے ساتھ جایا کرتے تھے چنانچہ ایک بار ابوطالب نے نبی کریم ﷺ سے
بوانہ کی عید میں شرکت کیلئے کہا مگر نبی کریم ﷺ نے صاف انکار کر دیا حتیٰ کہ ابوطالب ناراض بھی ہوئے۔
حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس روز آپ کی تمام پھومھیاں بھی بہت شدت
سے آپ پر ناراض ہوئیں اور شدید خفگی کا اظہار کیا اور کہا کہ اے برادر زادے! ہمیں ڈر ہے کہ
ہمارے معبودوں کی بیزاری سے تم پر کوئی آفت نہ آئے، تم آخر کوئی وجہ بتاؤ کہ تم ہمارے قومی تہوار
میں شرکت کیوں نہیں کرتے؟ ان کے اس اصرار پر نبی کریم ﷺ بت کدہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن
اللہ تعالیٰ نے آپ کو راستہ ہی سے جب تک چاہا غائب رکھا اور آپ گھر پر کسی کو نظر نہیں آئے، جب
چند روز کے بعد آپ واپس ہوئے تو آپ ﷺ کے سارے جسم پر لرزہ طاری تھا پھومھيوں نے
پوچھا: اے برادر زادے! تم کو یہ کیا ہو گیا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں ڈرتا ہوں کہ مجھے کوئی صدمہ نہ پہنچ جائے۔ انہوں نے کہا کہ تم

ایسے نہیں کہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ذریعہ تم کو آزمائش میں ڈالے، تمہارے کردار کی تادیر و مخصوص خوبیاں ہیں۔ آخر یہ بتاؤ کہ صدمہ پہنچنے کا احساس تم کو کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب میں صنم کدہ میں ایک بت کے قریب گیا تو ایک گوری شکل کے طویل القامت شخص نے زور سے مجھ سے کہا کہ اے محمد ﷺ! اس کو نہ چھوؤ۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ متذکرہ بالا واقعہ کے بعد نبی کریم ﷺ بوانہ کے تہوار پر کبھی نہ گئے، یہاں تک آپ ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا۔

﴿ ابن سعد، ابو نعیم، ابن عساکر ﴾

عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنے چچا زاد بھائیوں کے ساتھ اساف کے قریب کھڑے ہوئے اور ایک ساعت خانہ کعبہ کی دیوار پر نظر ڈال کر لوٹ آئے۔ بھائیوں نے پوچھا: اے محمد ﷺ! کیا بات ہوئی کہ آپ لوٹ آئے؟ فرمایا: مجھے اس بت کے پاس کھڑے ہونے سے منع کیا گیا ہے۔

﴿ ابو نعیم، ابن عساکر ﴾

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تانبے کا ایک بت تھا جس کا نام اساف یا نائلہ تھا اور جس کو مشرکین طواف کے وقت چھوا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے طواف کیا اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا جب میں اساف کے سامنے سے گزرا تو اسے چھوا۔ یہ دیکھ کر حضور نبی کریم ﷺ نے چھونے سے منع فرمایا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے ساتھ طواف جاری رکھا اور سوچا میں ضرور ہاتھ لگاؤں گا تا کہ دیکھوں کیا ہوتا ہے، لہذا میں نے اسے چھوا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے اس کو چھونے سے تمہیں منع نہیں کیا؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی! جس نے حضور نبی کریم ﷺ کو منصب نبوت پر سرفراز کیا اور آپ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی۔ میں نے اسے نہ چھوا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو اس سے مکرم بنایا جس سے آپ مکرم ہوئے اور آپ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی۔

﴿ ابو نعیم، بیہقی ﴾

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہمسائے نے حدیث بیان کی کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا:

”اے خدیجہ (رضی اللہ عنہا)! خدا کی قسم! میں لات کو کبھی نہ پوجوں گا اور عزیٰ کی کبھی پرستش نہ کروں گا۔“ (مسند احمد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ مشرکین کے کسی اجتماع میں تشریف لے گئے تھے، وہاں آپ نے دو فرشتوں کو کہتے سنا: ”چلو نبی کریم ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوں۔“ دوسرے نے جواب دیا: یہ کیسے ممکن ہے جبکہ ان کی نیت اسلام اصنام کے قریب ہے۔ اس کے بعد نبی

کریم ﷺ مشرکوں کے کسی مذہبی اجتماع میں نہیں گئے۔

﴿ابو یعلیٰ، ابن عدی، بیہقی، ابن عساکر﴾

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو زمانہ جاہلیت میں دیکھا۔ اپنی قوم کے آگے اونٹ پر سوار تھے، عرفات میں توقف فرمایا اور بس ان کے ساتھ لوٹ آئے یہ توفیق الہی تھی جس کے باعث نبی کریم ﷺ نے یہ عمل فرمایا۔

﴿ابن اسحاق، بیہقی، ابو نعیم﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قریش اور چند ان کے ہم مذہب دوسرے لوگ اور دوسرے قبیلوں کے افراد مزدلفہ میں ٹھہرے وہ کہتے تھے کہ ہم اہل حرم ہیں۔

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت ربیعہ بن جرش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو بعثت سے قبل عرفات میں کھڑا دیکھا ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امر کی توفیق اور ہدایت اپنے فضل و کرم سے آپ ﷺ کو دی ہے۔

﴿مسند حسن بن سفیان، معجم بغوی، مادر وی الصحابہ﴾

بعثت اور اعلان نبوت سے قبل اہل مکہ آپ ﷺ کی تعظیم کرتے تھے:

یعقوب بن سفیان، ابن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قریش نے جب خانہ کعبہ کی تعمیر کی اور حجر اسود کو اپنی جگہ نصب کرنے کا وقت آیا تو لوگوں میں نزع شروع ہو گیا۔ ہر قبیلہ کا سردار یہی چاہتا کہ میں نصب کروں۔ چنانچہ انہوں نے اس پر اتفاق کیا کہ جو شخص اب ہمیں سب سے پہلے نظر آئے وہ اس معاملہ میں ہمارا حکم ہوگا۔

پس نبی کریم ﷺ نظر پڑے حالانکہ آپ صغیر السن تھے تو ان سب نے آپ ﷺ کو حکم مان لیا۔ نبی کریم ﷺ نے حجر اسود کو چادر میں رکھا اور چاروں کو نے مختلف چادروں سے پکڑوا کر اس کی جگہ پر لائے پھر آپ ﷺ نے خود اٹھا کر اس کو نصب فرمادیا۔

﴿بیہقی﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور محمد بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ نے رکن کو نصب فرمادیا تو ایک نجدی شخص آگے بڑھا اور چاہا کہ آپ ﷺ کو پتھر دے تاکہ حجر اسود کو مستحکم کر سکیں مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا اور خود قریب جا کر پتھر دے دیا، پھر آپ ﷺ نے مستحکم کر کے اس کو جما دیا۔ اس پر نجدی نے اعتراض کیا کہ تجربہ کار بوڑھے اور قبائل کے دانشور سردار ہوتے ہوئے ایک کم حیثیت نو عمر لڑکے کو اس قدر آگے بڑھا دیا گیا ہے۔ متنبہ ہو جاؤ، یہ تم پر سبقت کر کے تمہارے اتحاد کو ختم کر دے گا۔

﴿کہا جاتا ہے یہ نجدی شخص کے روپ میں ابلیس ملعون تھا۔﴾

﴿ابو نعیم، ابن سعد﴾

حضرت داؤد بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ متفقہ طور پر ہر ایک کو اعتراف تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم میں اس طرح جوان ہوئے کہ مروت میں ان سے افضل، اخلاق میں ان سے احسن، میل جول میں ان سے اکرم، رفاقت میں ان سے اچھے، حلم میں ان سے اعظم، امانت و دیانت میں ان سے اصدق اور فنش اور بری بات کہنے سے بالکل پاک تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی حالت میں کبھی نہ دیکھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے ساتھ جنگ و جدال، خصومت اور دشنام طرازی کی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری قوم ”امین“ کہتی تھی۔

﴿ ابن سعد، ابن عساکر ﴾

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے میرے مولیٰ عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ میں زمانہ جاہلیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا (کاروبار میں) شریک تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم نے مجھے پہچانا؟“ میں نے عرض کیا: ”ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے شریک تجارت تھے اور آپ کی شراکت بہت ہی مفید اور معتبر تھی۔“

﴿ ابو نعیم ﴾

تین دن انتظار میں کھڑے رہے:

حضرت عبداللہ بن ابی الحکم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم والہ وسلم سے قبل بعثت خرید و فروخت کا ایک معاملہ کیا اور میرے ذمہ کچھ باقی رہ گیا تو میں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذرا یہیں ٹھہریں میں ابھی لا کر دیتا ہوں لہذا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہیں چھوڑ کر چلا گیا اور بالکل بھول گیا، تیسرے دن مجھے یاد آیا تو میں پہنچا، آپ اسی مقام پر میرا انتظار فرما رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بس اتنا فرمایا کہ ”تمہارے سبب مجھے بہت تکلیف پہنچی۔“

﴿ ابو داؤد، ابو یعلیٰ، ابن مندہ المعروف، خرائطی مکارم الاخلاق ﴾

حضرت ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبل اسلام، جاہلیت میں لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمات کا فیصلہ کرانے آتے تھے۔

﴿ ابن سعد ﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا میسرہ کے ہمراہ سفرِ شام:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سرمایے سے تجارت کی پیشکش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کر لی اور ان کے غلام میسرہ کو ہمراہ لے کر شام پہنچے، درخت کے سایہ میں آرام فرمایا، وہیں ایک صومعہ تھا۔ جس کا راہب میسرہ کے پاس آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعارف کرانے کی درخواست کی۔

میسرہ نے کہا: ”اہل حرم اور قریشی ہیں۔“ اس کے بعد راہب نے کہا: ”اس درخت کے سائے میں کبھی غیر نبی نے قیام نہیں کیا۔“ جب دوپہر ہوئی، سورج سر پر آیا اور دھوپ کی تمازت بڑھ گئی تو دو فرشتوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیے ہوئے دیکھا۔

جب تجارتی کاروبار سے فارغ ہو کر مکہ آئے اور اسباب تجارت کی فروخت کے بعد منافع کا

حساب کیا گیا تو وہ غیر معمولی تھا۔ پھر میسرہ نے راہب کی باتیں اور فرشتوں کی سایہ افکنی کا تمام ماجرا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بتایا۔ یہ تمام باتیں سن کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بہت متاثر ہوئیں اور ان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ آپ ﷺ کی رقیقہ حیات بن جائیں۔

﴿ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ہی سے روایت کیا ہے۔ ﴾

﴿ بیہقی ﴾

یعنی بن مدیہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہمیشہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی عمر شریف پچیس سال ہو گئی تھی، اس زمانہ میں بھی اہل مکہ عموماً آپ ﷺ کو ”الامین“ ہی کہتے۔ اسی دوران آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال تجارت لے کر شام روانہ ہوئے، ساتھ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام میسرہ بھی تھا۔ دوران سفر بصریٰ میں ایک درخت کے زیر سایہ پڑاؤ کیا۔ نسطورا راہب نے میسرہ سے ملاقات کی اور کہا کہ اس درخت کے نیچے نبی کے سوا کوئی اور شخص نہیں بیٹھتا،

پھر میسرہ غلام سے راہب نے پوچھا: ”کیا ان کی چشم مبارک میں سرخی ہے؟“ میسرہ نے جواب دیا: ”ہاں ان کی چشم مبارک میں سرخی ہے؟“ راہب نے اس علامت کو پار کر کہا: ”وہ نبی ہیں، اور آخر الانبیاء ہیں۔“

شام میں پہنچ کر حضور نبی کریم ﷺ نے مال فروخت کیا۔ اسی دو ان ایک شخص الجھ پڑا اور نبی کریم ﷺ سے کہا: آپ لات وعزویٰ کی قسم کھائیے۔ فرمایا: میں نے کبھی لات وعزویٰ کی قسم نہیں کھائی ہے اور میں تجھے بھی مشورہ دیتا ہوں کہ ان کی قسمتوں سے پرہیز کر۔

اس شخص نے کہا: آپ کا مشورہ دست ہے، پھر اس نے میسرہ سے کہا کہ یقیناً یہ نبی آخر الزماں ہیں، ہمارے علماء نے آسمانی کتابوں میں آپ کے یہ اوصاف پڑھے ہیں اور ہم کو یہ اوصاف بتائے ہیں۔ جب دوپہر کا وقت ہوا اور سورج کی تمازت میں اضافہ ہوا تو میسرہ نے مشاہدہ کیا کہ دو فرشتے اپنے پروں سے آپ ﷺ پر سایہ کیے ہوئے ہیں، اسی طرح جب آپ ﷺ تجارت سے فارغ ہو کر مکہ واپس تشریف لائے تو اتفاق سے دوپہر کا وقت تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے مکان کے بالائی حصے پر تھیں، انہوں نے دیکھا کہ محمد (ﷺ) اونٹ پر تشریف لارہے ہیں اور ان کو تمازت آفتاب سے محفوظ رکھنے کیلئے دو فرشتے اپنے پروں سے آپ پر سایہ لگن ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دوسری عورتوں کو بھی اس حال کا مشاہدہ کرایا، وہ عورتیں بھی حیران رہ گئیں، پھر میسرہ نے اپنے تمام مشاہدات اور روداد سفر اور تفصیل کے ساتھ سارے حالات اپنی معزز مالکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بتائے۔

﴿ ابن سعد، ابن عساکر ﴾

نبی کریم ﷺ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا غیبی حکم:

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مکہ کی عورتوں کے درمیان

عید میں اختلاف ہو گیا، رجب میں ان کی عید ہوتی تھی۔ وہ عورتیں ایک بت کے روبرو فیصلہ کے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کے سامنے مرد کی صورت میں فرشتہ نمودار ہوا اور بہ آواز بلند ان کو مخاطب کر کے کہا:

”اے تیرا کی عورتو! عنقریب تمہارے شہر میں ایک نبی کی بعثت ہوگی، جس کا نام احمد

ﷺ ہے، اللہ تعالیٰ اپنی رسالت کے ساتھ اسے مبعوث فرمائے گا، تو تم میں جو کوئی

استطاعت رکھے اس کی زوجہ بن جائے اور نکاح کر لے۔“

یہ سن کر اکثر خواتین اس کو کنکریاں مارنے اور برا بھلا کہنے لگیں لیکن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سکوت اختیار کیا اور ناگواری کا اظہار نہ کیا۔

﴿ابن سعد﴾

قبل بعثت معجزات اور وحی کا نزول:

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کیلئے از قبیل وحی جو بات سب سے پہلے معرض ظہور میں آئی، وہ روایئے صادقہ تھیں۔ رات میں آپ ﷺ جو کچھ خواب کی حالت میں دیکھتے وہ دن میں ظہور میں آجاتا۔ آپ ﷺ گوشہ نشینی کو پسند کرنے لگے۔ غار حراء میں تشریف لے جاتے مسلسل کئی دن اور راتیں وہاں عبادت میں گزار دیتے اور مدت قیام کیلئے کھانا ہمراہ لے جاتے۔ سامان خورد و نوش ختم ہو چکنے پر پہاڑ سے اتر آتے پھر بیوی صاحبہ توشہ تیار کر دیتیں اور آپ ﷺ پھر چلے جاتے، حتیٰ کہ آپ پر وحی الہی کا نزول ہوا۔ نبی کریم ﷺ حسب معمول غار حراء میں تھے کہ فرشتے نے آکر کہا:

”اقْرَأْ“ (یعنی پڑھئے) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے فرشتے سے کہا: ”مَا آتَا بَقَارِي“ (یعنی میں پڑھا لکھا نہیں ہوں۔) پھر اس نے مجھے پکڑا اور اپنے ساتھ چمٹایا، یہاں تک کہ مجھے شدت گرفت محسوس ہوئی، اس کے بعد اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ ”اقْرَأْ“ یعنی پڑھئے۔ میں نے اس سے کہا: میں پڑھا لکھا نہیں ہوں، پھر اس نے مجھے دوبارہ پکڑا، اپنے ساتھ چمٹایا، یہاں تک کہ مجھے شدت گرفت محسوس ہوئی۔ اس کے بعد اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ ”اقْرَأْ“ یعنی پڑھئے۔ میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں۔ پھر اس نے مجھے تیسری مرتبہ پکڑا، اپنے ساتھ چمٹایا۔ یہاں تک کہ مجھے شدت محسوس ہوئی۔ اس کے بعد مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھو:

”اقْرَأْ بِسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝“

﴿سورۃ العلق﴾

ترجمہ: ”پڑھو! اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا پڑھو اور تمہارا رب وہی سب سے بڑا ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدمی کو سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔“

اس کے بعد نبی کریم ﷺ اس سورت کو لے کر واپس آئے۔ آپ ﷺ کا دل کانپ رہا تھا۔ آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا: ”زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي“ یعنی مجھے چادر اڑھاؤ، مجھے چادر اڑھاؤ۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو چادر اڑھائی، حتیٰ کہ وہ خوف جاتا رہا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ساری کیفیت بتائی اور کہا کہ مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہے۔ اس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ”آپ ہرگز خوف نہ کیجئے، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ہرگز بے سہارا نہ چھوڑے گا کیونکہ آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے، سچی بات فرماتے اور مصیبتیں برداشت کرتے ہیں، مہمانوں کو کھانا کھلاتے، حق دار کو اس کا حق دلانے میں امداد فرماتے ہیں۔“

اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ وہ عہد جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے۔ انجیل کی عربی میں کتابت کرتے تھے، جس قدر خدا نے چاہا، انہوں نے لکھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا: ”اے برادرِ عم! مہربانی کر کے اپنے بھتیجے کی بات سنو۔“ ورقہ نے پوچھا: ”آپ ﷺ نے کیا دیکھا؟“ حضور نبی کریم ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا، اسے بیان کیا۔ ورقہ نے پورے بیان کو بغور سننے کے بعد کہا:

”یہ وہ ناموس اکبر ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں آتا تھا، کاش کہ میں اس

وقت جوان ہوتا، یا اس موقع تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو نکالے گی۔“

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت کیا: ”کیا وہ مجھے نکالیں گے؟“ ورقہ نے جواب دیا: ”ہاں“ آپ کی طرح جو کوئی بھی ہدایت و اصلاح کا پروگرام لے کر آیا ہے، اس سے ضرور دشمنی کی گئی اگر میں نے آپ کے عہد نبوت کو پایا تو میں ضرور آپ کی امکان بھرم دکروں گا۔“ اس کے بعد ورقہ زیادہ عرصہ زندہ نہ رہے اور وفات پا گئے۔

﴿بخاری، مسلم﴾

زہری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اسی کے مانند روایت کی ہے۔ اس روایت کے آخر میں اتنا زیادہ ہے کہ ”اس کے بعد عرصہ تک سلسلہ وحی بند رہا اور فترت وحی سے نبی کریم ﷺ کی طبیعت پر بڑا حزن و ملال طاری رہتا۔“

﴿احمد، بیہقی﴾

بعض روایتوں میں یہاں تک آیا ہے کہ چند بار نبی کریم ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ خود کو پہاڑ کی چوٹی سے گرا دیں مگر جب بھی آپ اس ارادہ سے پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے اور خود کو گرانے کا ارادہ فرمایا: معا حضرت جبرئیل علیہ السلام ظاہر ہوتے اور کہتے: ”اے محمد ﷺ! یقیناً آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں۔“ اس نداء سے آپ کو صبر و قرار آ جاتا اور آپ واپس تشریف لے آتے، پھر سلسلہ انتظار وحی طویل ہوتا پھر پہاڑ سے گرنے کا ارادہ فرماتے اور ایسی ہی شہادت آمیز نداء من کر نبی کریم ﷺ طمانیت حاصل کر لیتے۔

فائدہ:

بعض علماء کرام نے بیان کیا ہے کہ بھینچنے اور چمٹانے کا جو عمل نبی کریم ﷺ کے ساتھ نزول وحی کے پہلے موقع پر ہوا ہے، وہ صرف آپ ﷺ ہی کی خصوصیت ہے کیونکہ کسی نبی کے حالات میں اس طرح

کا واقعہ مذکور نہیں ہے جیسا کہ ابتدائے وحی کے وقت آپ ﷺ کو پیش آیا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ وحی کے علاوہ ہر طرف سے توجہ ہٹ جائے اور شدت و سختی کا احساس دے کر اس امر سے آگاہ کرنا ہے کہ جس چیز کا تم پر نزول فرمایا جا رہا ہے وہ تم پر بھاری ذمہ داری ڈالنے والے احکام ہیں۔

بعض کا کہنا ہے کہ تخیلات اور وساوس کو رفع کرنا مقصود تھا کیونکہ تخیل اور وساوس مادی اجسام کے

عوام ہیں۔

﴿ حافظ ابن حجر شرح بخاری ﴾

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فترت وحی کے بارے میں ارشاد فرما رہے تھے کہ میں جا رہا تھا، دفعۃً آسمان سے ایک آواز سنی۔ میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ وہ فرشتہ جو میرے پاس غار میں آیا تھا، آسمان وزمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر میرا دل کانپ گیا اور فوراً گھر پر لوٹ آیا۔ میں نے کہا مجھے چادر اڑھا دو۔ پس اس وقت اللہ تعالیٰ نے سورۃ المدثر کی یہ آیات نازل فرمائیں:

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبُّكَ فَكَبِيرٌ وَثِيَابُكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجُزَ فَاهْجُرْ ۝

﴿ سورۃ المدثر ﴾

ترجمہ: ”اے پاپوش اوڑھنے والے کھڑے ہو جاؤ پھر ڈر سناؤ اور اپنے رب ہی کی بڑائی

بولو اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور بتوں سے دور رہو۔“

اسکے بعد مسلسل نزول وحی ہونے لگا۔

﴿ بخاری، مسلم ﴾

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم والہ وسلم پر چالیس سال کی عمر میں وحی نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ساتھ تین سال تک حضرت اسرافیل علیہ السلام رہے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چند کلمے اور کوئی چیز سکھاتے تھے۔ قرآن نازل نہیں ہوتا تھا۔ جب تین سال گزر گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ساتھ حضرت جبرئیل علیہ السلام رہے اور آپ کی زبان میں قرآن نازل ہوا۔ دس سال مکہ مکرمہ میں اور دس سال مدینہ طیبہ میں۔

﴿ احمد، ابن سعد، بیہقی ﴾

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے رویائے صادقہ عطا

ہوئے تھے۔ آپ جو کچھ خواب میں دیکھتے ویسا ہی حقیقت میں ظہور پذیر ہوتا۔

﴿ ابو نعیم ﴾

حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو چیز سب سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کو

ودیعت ہوئی وہ سچے خواب تھے جب ان کے دل متحمل ہو جاتے تو وحی نازل ہوتی۔

﴿ ابو نعیم ﴾

موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ، ابن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: سب سے

پہلے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کو روایا دکھائے اور آپ ﷺ پر بہت شاق گزرے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: ”آپ کو مبارک ہو، اللہ تعالیٰ آپ کیلئے بھلائی فرمائے گا۔“ اس کے بعد آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے اٹھ کر آئے مگر پھر واپس ہوئے اور ان کو بتایا کہ ”میں نے دیکھا ہے کہ میرا پیٹ چاک کیا گیا ہے اور پھر صاف کر کے اسے غسل دیا گیا ہے۔ اس کے بعد درست کر کے حالت سابقہ کی مانند کر دیا گیا ہے۔“

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: ”یہ اچھا خواب ہے آپ کو مبارک ہو۔“ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام ظاہری طور پر یعنی بے حجابانہ صورت میں آئے۔ انہوں نے آپ کو ایک عجیب و غریب عزت بخش مسند پر بٹھایا۔

نبی کریم ﷺ فرماتے تھے کہ مجھے درنوک یعنی ریشمی جھالروالے فرش پر بٹھایا۔ اس فرش میں موتی اور یاقوت جڑے تھے۔ مجھے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بشارت رسالت دی۔ اور آپ سے کہا پڑھئے، آپ نے کہا کیسے پڑھوں؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا:

”اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (الْی قَوْلِهِ) مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝“

﴿سورہ العلق﴾

اس طرح آپ منصب رسالت سے سرفراز ہو کر واپس لوٹے۔ راہ کے شجر و حجر آپ ﷺ کو سلام پیش کرتے تھے۔ آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا جس خواب کے بارے میں، میں نے تم سے ذکر کیا تھا وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے وہ بلا حجاب میرے روبرو منصب رسالت لے کر آئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ خیر و بھلائی ہی فرمائے گا۔ مبارک ہو کہ یقیناً آپ رسول برحق ہیں۔ اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام کے پاس آئیں جس کا نام عداس اور مذہب نصرانی تھا۔ خاتون اعظم زوجہ نبی مکرّم ﷺ نے کہا:

”اے عداس! میں تجھے خدا کو یاد دلاتی ہوں، یعنی قسم دیتی ہوں، مجھے بتا کیا تیرے پاس

حضرت جبرئیل علیہ السلام کا علم ہے؟“

عداس نے جواب میں کہا: ”قدوس، قدوس! حضرت جبرئیل علیہ السلام کی یہ شان نہیں کہ بت پرستوں کے علاقے میں اس کا ذکر کیا جائے۔“ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ علم تجھے ہے وہ کم و کاست میرے سامنے بیان کر دے۔“

عداس نے کہنا شروع کیا: ”بلاشبہ وہ خداوند تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان امین ہے اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خلوت نشین ہے۔“ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا واپس آگئیں اور پھر ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور سارے حالات اور پیش آمدہ عجائبات کو بیان کیا جن کو بغور سننے کے بعد ورقہ نے کہا:

”ہو سکتا ہے کہ تمہارے شوہر ہی وہ نبی ہوں جن کا انتظار اہل کتاب کر رہے ہیں اور جن

کا تذکرہ وہ کتب سماوی توریت و انجیل میں پڑھتے ہیں۔“
اس کے بعد ورقہ بن نوفل نے اللہ کی عظمت و جلال کی قسم کھا کر کہا:

لئن ظهر دعاءہ وانا حی لا بلین اللہ فی طاعة رسولہ و حسن موازرتہ
فمات ورقہ

ترجمہ: ”اگر آپ ﷺ کی جانب سے اعلان نبوت پہنچا اور میں بقید حیات ہوا تو اطاعت کروں گا اور مزاحمت کرنے والوں کے مقابلے میں آپ ﷺ کی بھرپور مدد کروں گا۔“
مگر نیک دل ورقہ نے وفات پائی۔

﴿بیہقی، ابو نعیم﴾

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مذکورہ بالا واقعہ کی مانند روایت ہے کہ جس کے شروع میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ مکہ مکرمہ میں ہیں۔ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کی چھت پر آیا اور اس نے ایک ایک کر کے کڑی نکالی، جب سوراخ ہو گیا تو اس نے چاندی کی ایک سیڑھی لگائی اور اس کے ذریعہ وہ شخص آپ کے پاس اترے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے ارادہ کیا کہ کسی کو مدد سیلئے پکاروں تو اس نے بات کرنے سے روک دیا پھر ایک شخص میرے سرہانے اور دوسرا پہلو میں بیٹھ گیا۔ اس کے بعد اس نے اپنا ہاتھ میرے پہلو میں داخل کیا اور میری دو پسلیاں نکال لیں۔

پھر اس نے ہاتھ میرے پیٹ میں داخل کی تو اس نے میرے قلب کو نکال کر اپنی ہتھیلی پر رکھا اور اپنے ساتھی سے کہا کہ مرد صالح کا کس قدر اچھا دل ہے پھر دل کو اس کی جگہ پر رکھ کر وہ دونوں پسلیاں لگا دیں۔ اس کے بعد وہ دونوں اوپر چلے گئے اور سیڑھی اٹھالی، جب میں بیدار ہوا تو چھت اپنے حال پر تھی۔ میں نے خواب کا ذکر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ بھلائی ہی فرمائے گا پھر میں ان کے پاس سے باہر گیا اور پھر لوٹ کر آیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ اس نے تو میرا پیٹ چاک کیا پھر غسل و صفائی کے بعد اس کو درست کر دیا۔ روایت مذکورہ بالا کی مانند یہ مسأروایت بھی ہے۔

البتہ آخر میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے زمین سے چشمہ جاری کیا اور وضو کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے رہے۔ انہوں نے اپنا چہرہ، کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھوئے، سر کا مسح کیا اور دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے پھر وضو کے بعد قبلہ کی طرف رخ کر کے دو سجدے کیے، سمت قبلہ کی نہ تھی، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا۔“

﴿بیہقی، ابو نعیم﴾

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے تیسری سند سے بہ روایت زہری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی روایت کو اضافہ آخر میں کے ساتھ بیان کیا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کرامت اور نبوت سے سرفراز فرمایا تو آپ جس شجر و حجر کے

پاس سے گزرتے، وہ سلام کرتا۔ آپ ﷺ یہ اعلیٰ کلماتِ سلامتی بن کر ہر طرف دیکھتے مگر وہاں کوئی بھی نہ ہوتا۔ وہ منصبِ نبوت کو خطاب کے ساتھ اس طرح پیش کرتے:

”السلام علیک یا رسول اللہ (ﷺ)“

نبی کریم ﷺ ہر سال غارِ حرا میں ایک ماہ کیلئے تشریف لے جاتے اور وہاں عبادت کرتے۔ بالآخر وہ زمانہ، وہ وقت، وہ سال اور وہ مہینہ آیا جس کو رمضان المبارک کہتے ہیں تو نبی کریم ﷺ حسب معمول تشریف لے گئے حتیٰ کہ قیامِ حراء کے دوران منصبِ رسالت کی ذمہ داری سونپے جانے کا وقت مقررہ آ گیا۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں میں سو رہا تھا کہ ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کہا: ”اقراء“ یعنی پڑھو۔ میں نے جواب دیا: ”ما اقراء“ یعنی میں پڑھنا نہیں جانتا۔ اس کے بعد فرشتے نے مجھ کو اپنے ساتھ اس شدت سے چمٹایا کہ مجھ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں میری جان نہ نکل جائے پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور پھر کہا: ”پڑھو“ میں نے جواب دیا: میں نہیں پڑھ سکتا۔ اس نے پھر پہلے کے مانند چمٹایا پھر چھوڑ دیا اور کہا: ”پڑھو“ میں نے جواب دیا میں نہیں پڑھ سکتا۔ اس کے بعد اس نے کہا:

”اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (الْحَى قَوْلِهِ) مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝“

فرشتہ اب چلا گیا اور میں بھی نیند سے بیدار ہو گیا میں نے دل میں کہا، اس واقعہ کو قریش سے بیان نہ کروں گا۔ میں اپنے کو پہاڑ سے گرا کر ہلاک کر دوں گا تو میں اس ارادہ سے روانہ ہوا میں ایسا کرنے ہی والا تھا کہ میں نے سنا کہ کوئی کہہ رہا تھا: ”اے محمد ﷺ! تم اللہ کے رسول ہو اور میں جبرئیل علیہ السلام ہوں۔“ یہ سن کر میں نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک مرد کی صورت میں کھڑے ہیں اور ان کے دونوں قدم آسمان کے افق میں ہیں۔ میں ہلاکت کے ارادہ سے رک گیا، مجھ پر ایک طرح کا سکتہ اور سکوت طاری ہو گیا اور حیرت، اس لیے میرے اندر آگے بڑھنے یا پیچھے ہٹنے کی مجال نہ رہی۔ دیر زیادہ ہو چکی تھی اور دن ڈھل چکا تھا، میں اپنے گھر لوٹ آیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے قریب بیٹھ گیا۔

انہوں نے سوال کیا: ”آپ ﷺ اتنی دیر سے کہاں تھے؟“ میں نے کہا: ”یہ تو ناممکن ہے کہ میں شاعر یا مجنون ہوں؟“ انہوں نے میرے بات سن کر کہا: ”اس بات میں آپ ﷺ کیلئے خدا سے پناہ مانگتی ہوں، کہ خدا آپ کے ساتھ ایسا کرے، البتہ میں خوب جانتی ہوں کہ آپ اعلیٰ درجہ کے راست باز، بڑے امانت دار، بہت ہی پاکیزہ اخلاق اور دائمی طور پر صلہ رحمی فرمانے والے ہیں۔“ (التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلٰوٰتُ وَالطَّيِّبٰتُ، السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ)

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے پورا واقعہ ان کو سنایا جس کو توجہ اور ہمدردی سے سن کر انہوں نے کہا: ”اے ابن عم! میں یہ سب حقائق سننے کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں خوشخبریاں اور تہنیت و مبارکبادیاں پیش کرتی ہوں، میں آپ سے ان حالات، مستقبل کے واقعات اور پیش آمدہ مشکلات کے مقابلے میں صبر و ثبات کی توقع رکھتی ہوں۔ (خود فریبی کی بناء پر نہیں، بلکہ ضمیر و روح کی ہم آہنگی سے انسان پر جو حقیقت منکشف ہوتی ہے اس کی بنیاد پر عرض کرتی ہوں کہ) آپ اللہ

کے رسول ﷺ ہیں۔“ پھر حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ورقہ بن نوفل کے پاس پہنچیں، سارا حال سنایا جس کو سن کر انہوں نے کہا:

”اگر تم نے واقعات کا اندازہ، مشاہدہ اور میرے سامنے نقل کرنے میں غلطی نہیں کی ہے تو یقیناً محمد (ﷺ) اس امت کے نبی ہیں، ان کے پاس آنے والا فرشتہ وہ ناموس اکبر ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتا تھا۔“

﴿ بیہقی، ابن اسحاق ﴾

حضرت ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ سے کہا: ”اے ابن عم! چونکہ آپ ﷺ صبر و استقامت رکھنے والے ہیں، کیا آپ کیلئے ممکن ہے کہ جب وہ آپ ﷺ کے پاس آنے والا آئے تو مجھے بھی بتائیے؟“ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ہاں“ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے تو آپ نے ام المومنین رضی اللہ عنہا کو بتایا۔ انہوں نے پوچھا: آپ ﷺ ان کو دیکھ رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ”ہاں۔“

پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے داہنے پہلو میں بٹھا کر پوچھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں“ میں اب بھی دیکھ رہا ہوں۔“ اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو بائیں پہلو میں بٹھا کر دریافت کیا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ہاں نظر آ رہے ہیں۔“ اس کے بعد مشیر رسول حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سر سے دوپٹہ اتارا، بال بکھیر دیئے اور نبی کریم ﷺ سے ہی سوال کیا، اب آپ ﷺ نے انکار میں جواب دیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: یہ شیطان نہیں ہے بلکہ فرشتہ ہے۔ آپ ﷺ مطمئن اور ثابت قدم رہے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم ﷺ پر اسی وقت ایمان لے آئیں۔

﴿ بیہقی، ابن اسحاق ﴾

ابو میسرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”میں تنہائی کے موقعوں پر غیبی نداء سنا کرتا ہوں اس وجہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی خاص بات وقوع پذیر نہ ہو۔“ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ ”خدا کی پناہ! اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرے گا کیونکہ آپ ﷺ امانت میں دیانت کرنے والے، صلہ رحمی کرنے اور راست گوئی سے کام لینے والے ہیں۔“ ایک روز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے حضور نبی کریم ﷺ کا حال بیان کیا اور درخواست کی کہ آپ نبی کریم ﷺ کو ورقہ کے پاس لے جائیں، لہذا دونوں حضرات ورقہ کے پاس گئے اور انہیں سارا حال سنایا۔ نبی کریم ﷺ نے بیان کیا:

”اے بزرگ! جب میں خلوت میں ہوتا ہوں تو مجھے پیچھے سے آواز آتی ہے اے محمد

ﷺ! اے محمد ﷺ! یہ سن کر میں زمین پر دوڑا چلا جاتا ہوں۔“

ایک مرتبہ جبکہ نبی کریم ﷺ خلوت میں تھے تو کہنے والے نے کہا: ”یا مُحَمَّدُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا

اللَّهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ“ اس کے بعد اس نے کہا پڑھے: ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.“ (تا آخر سورہ) ”وَ اِلَّا لَصٰلِحِیْنَ“ پھر اس نے کہا پڑھے: ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“
آپ پھر ورقہ کے پاس آئے اور ان سے سارا حال بیان کیا۔ ورقہ نے کہا:

”آپ ﷺ کو بشارت ہو اور مبارک ہو، میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ وہی نبی ہیں
جس کی بشارت حضرت عیسیٰ ابن مریم ﷺ نے دی ہے۔ آپ بے شک نبی ہیں اور
یقیناً آپ کو جلد ہی جہاد کا حکم دیا جائے گا اگر مجھ کو وہ دن میسر آگئے تو میں انشاء اللہ ضرور
آپ کی کوششوں میں شریک ہو کر جہاد میں حصہ لوں گا۔“

جب ورقہ کی وفات ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے ورقہ کو دیکھا وہ حریر کا لباس
زیب تن کیے ہوئے ہیں، اس لیے کہ وہ نیک بہادر بزرگ مجھ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کی۔“
﴿بیہقی، ابو نعیم﴾

عبداللہ بن شداد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ورقہ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا:
کیا تمہارے شوہر نے اپنے صاحب یعنی فرشتہ کو سبز لباس میں دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں، ورقہ نے
کہا: جب تو مجھے یقین ہے کہ آپ کے شوہر نبی ہیں اور جلد ہی لوگ ان کو مصائب میں مبتلا کر دیں گے۔
﴿ابو نعیم﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جب
ورقہ سے فرشتہ کا ذکر کیا تو ورقہ نے کہا: ”سُبُوْحٌ سُبُوْحٌ“ جبرئیل کی یہ شان نہیں کہ ایسی سر زمین میں
ان کا ذکر کیا جائے کہ جس میں بتوں کو پوجا جاتا ہے۔ حضرت جبرئیل ﷺ تو اللہ تعالیٰ کے امین ہیں جو
خدا اور اس کے رسولوں کے درمیان ذریعہ ہیں۔ اے اچھی خدیجہ! اپنے شوہر کو اس جگہ لے جاؤ جہاں
انہوں نے یہ سب کچھ دیکھا مگر جب آئندہ وہ ان کو نظر آئے تو تم اپنے سر سے چادر اتار دینا، اگر وہ
اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو پھر وہ ان کو نظر نہ آئے گا۔ انہوں نے ورقہ کی ہدایت پر عمل کیا وہ کہتی ہیں
کہ جب میں نے سر سے دوپٹہ اتارا تو حضرت جبرئیل ﷺ غائب ہو گئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ
علیہ والہ وسلم کو نظر نہ آئے پھر میں ورقہ کے پاس آئی اور انہیں بتایا تو انہوں نے کہا: یقیناً ان کے پاس
”ناموس اکبر“ آیا ہے۔ اس کے بعد ورقہ اعلان نبوت اور دعوت اسلام کا انتظار کرنے لگے۔ ورقہ
نے مندرجہ ذیل اشعار اس سلسلے میں کہے ہیں:

لججت و كنت في الذكرى لجوجا لهم طال ما بلغ النسيجا
ووصف من خديجة بعد و صف فقد طال انتظاري يا خديجا
بطن المكتين على رجائي حديثك ان اري منه خووجا
بما اخبرتنا من قول قس من الرهبان اكره ان يعوجا
بان محمدا سيسود قوما و يخصم من يكون له حجيجا

و بظہر فی البلاد ضیاء نور تقام بہ البریة ان تعوجا
 فیلقى من یحاد بہ خسارا و یلقى من یسا لہم فلوجا
 فیا لیتنی اذا ما کان ذاکم شهدت و کنت اولہم و لوجا
 ولو جا فی الذی کرہت قریش ولو عجت مبکثہا عجیجا
 ارجی بالذی کرہوا جمیعا الی ذی العرش ان سلفوا عروجا
 وهل امر السفاہة غیر کفر یختار من سحک البروجا
 فان یقوا وابق تکن امورا یضج الکافرون لها فجیجا
 و ان اهلك فکل فتی سیلقى من الاقدار متلفة خروجا

ترجمہ: ”میں نے تکرار کی اور میں ذکر میں تکرار کرنے کا عادی تھا، ان سے یہ تکرار جب کی جبکہ میرا گلا گھٹنے کے قریب پہنچ گیا۔ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یکے بعد دیگرے اوصاف بیان کیے، تو اے خدیجہ رضی اللہ عنہا میرے انتظار نے طول کھینچا۔ میرا انتظار شہر مکہ میں صرف اس امید پر تھا کہ جو بات اے خدیجہ رضی اللہ عنہا تم نے کہی، میں اس کے ظہور کو دیکھ لوں۔ مجھ کو یہ انتظار تمہاری اس بات کے بتانے سے ہوا جو تم نے راہوں میں سے ایک قس کا قول کہا تھا اور میں اچھا نہیں سمجھتا کہ اس قس کی بات الٹی ہو۔ اس قس نے کہا تھا کہ محمد ﷺ قوم کے سردار ہوں گے اور جو شخص بھی ان کی طرف جائے گا، لوگ اس سے جھگڑا کریں گے، حضور نبی کریم ﷺ کے ذریعہ آبادیوں میں نور اور روشنی کی تابانی ہوگی اور لوگ آپ ﷺ کے ذریعہ کجروی چھوڑ کر صراطِ مستقیم پر آجائیں گے۔ جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ جنگ کرے گا وہ خسارے میں رہے گا اور جو صلح و آشتی سے رہے گا، وہ کامیاب و کامران رہے گا۔ کاش میں اس مرحلے پر موجود ہوتا جب لوگ آپ ﷺ سے برسرِ پیکار ہوں گے اور میں مدد کرنے والوں میں سب سے پہلے ہوتا۔ میں (پوری عزیمت کے ساتھ) بالیقین ان لوگوں میں شامل ہوتا جسے قریش برا جانتے ہیں اگرچہ وہ کتنا ہی ہنگامہ کرتے اور شور مچاتے۔ میں اس سے امید وابستہ کرتا ہوں جس کو سب برا سمجھتے ہیں، مجھ کو سہارا اور امید عرش والے خدا سے ہے اگرچہ تانہجار لوگ کتنا ہی مادی عروج حاصل کر لیں۔ اس شخص کیلئے جس نے اس ذات کو اختیار کیا کہ جس نے برجوں کو بلند کیا، کفر کے سوا کسی بات میں حماقت نہیں ہے۔ اگر وہ لوگ زندہ رہے اور میں بھی باقی رہا تو بے شک ایسے امور ہوں گے جن کی (تاب برداشت) نہ لا کر کافر لوگ دہائی دیں گے۔ اور اگر میں فوت ہو گیا تو (ذہن نشین کر لو کہ) ہر جوان کو ان اقدار کا سامنا کرنا ہوگا۔ (جن سے کسی انقلابی تحریک کا) ظہور و نمود وابستہ ہوتا ہے۔“

تیسرے شعر میں جو ”بَطْنِ الْمَكْتَبِينَ“ مذکور ہے۔ اس سلسلے میں عینی رحمۃ اللہ علیہ ”شواہد الکبریٰ“ میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مکہ کے دونوں یعنی اعلیٰ اور اسفل حصے مراد ہیں۔

﴿الْبُؤْسِ﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نذر مانی کہ آپ ﷺ

اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دونوں غارِ حرا میں اعتکاف کریں گے تو یہ اتفاق ماہِ رمضان میں ہوا۔ ایک رات نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے تو آپ نے ”السَّلَامُ عَلَیْكَ“ کی آواز سنی۔ آپ کا گمان ہوا کہ یہ جن کی آواز ہے اور تیزی کے ساتھ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آگئے۔ انہوں نے پوچھا کیا بات ہے۔ آپ نے حال بیان کیا۔ انہوں نے کہا آپ کو مسرور ہونا چاہیے کیونکہ ”السلام“ خیر کا کلمہ ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ کچھ دیر بعد میں دوسری مرتبہ باہر آیا تو اچانک میں نے دیکھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آفتاب پر کھڑے ہیں اور ان کا ایک بازو مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں۔ میں منظر دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا اور جلدی سے واپس ہوا تو میرے اور دروازے کے درمیان حائل ہو گئے اور انہوں نے مجھ سے کلام کیا۔ یہاں تک کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے مانوس ہو گیا۔

اس کے بعد انہوں نے مجھ سے ایک جگہ ملنے کا وعدہ کیا تھا کہ دفعۃً میری اوپر نگاہ ہوئی، میں نے دیکھا حضرت جبرئیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام آسمان و زمین کے درمیان موجود رہے، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے پکڑ کر زمی کے ساتھ شانے کے بل لٹا دیا اور سینہ کو چاک کر کے دل نکالا اور مشیت خداوندی کے بموجب اس سے کوئی شے خارج کی۔ بعد ازاں آپ زمزم سے اس کو دھویا، پھر اسے سینہ میں رکھ کر شگاف زدہ حصہ درست کر دیا۔

بعد ازاں پشت پر مہرِ نبوت ثبت کر دی۔ اس کے بعد حلق کے قریب میری گردن کو پکڑا۔ اور کہا پڑھئے: میں امی تھا، اس لیے نہ پڑھا سکا، دوبارہ کہا پڑھیئے۔ میں نے جواب دیا: میں نہیں پڑھ سکوں گا۔ پھر انہوں نے کہا: ”اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي“ اور پانچ آیتیں پوری کیں۔

اس کے بعد مجھے ایک شخص کے ساتھ وزن کیا اور میں اس پر وزنی رہا، پھر دو آدمیوں کے ساتھ اور اسی طرح میرے ساتھ تلنے والوں کی تعداد بڑھاتے گئے حتیٰ کہ سو آدمیوں کے ساتھ مجھے وزن کیا اور میں وزنی رہا پھر حضرت میکائیل علیہ السلام نے کہا: ان کی امت نے ان کی متابعت کر لی۔ اس کے بعد تو یہ عام ہو گیا کہ میرا گزر جس درخت اور پتھر کے قریب سے ہوتا، اس میں سے آواز آتی:

”السَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ“

﴿طیالی، ابو نعیم﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: میں ایک آواز سنتا ہوں اور ایک روشنی دیکھتا ہوں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس کا ذکر ورقہ سے کیا تو انہوں نے کہا: ”یہ وہ ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوتا تھا۔ اب اگر محمد ﷺ مبعوث ہوئے اور میں اس وقت تک زندہ رہا تو ان کے فرائض منصبی کی انجام دہی میں ان کی مدد کروں گا۔“

﴿احمد، ابن سعد، ابو نعیم﴾

حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کو ورنوک کی مانند ایک فرش پر بٹھایا جس میں موتی اور یاقوت کی مرصع کاری تھی۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا:

” اِقْرَأِ بِسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ “

﴿سورۃ العلق﴾

اس کے بعد کہا: اے محمد ﷺ! آپ خوف نہ کیجئے، اس لیے آپ اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ) ہیں۔ پھر آپ لوٹ آئے، راہ میں شجر و حجر کہتے: ”السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ“ اس صورتحال کے بعد آپ ﷺ مطمئن ہو گئے اور خوف جاتا رہا۔

﴿ابو نعیم﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب ورقہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: ”آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام کس طرح آتے ہیں؟“ آپ نے جواب دیا آسمان کی طرف سے آتے ہیں۔ ان کے دونوں بازو موتیوں کے ہیں اور ان کے پاؤں کے تلوے سبز رنگ کے ہیں۔

﴿طبرانی، ابو نعیم﴾

زہری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ حراء میں تشریف فرما تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام دیباچ کا کپڑا لائے جس پر تحریر تھا:

” اِقْرَأِ بِسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (الْحَى قَوْلِهِ) مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ “

﴿ابن رستہ کتاب المعادف﴾

ابن رستہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک کپڑا لائے اور کہا پڑھئے! حضور نبی کریم ﷺ نے جواب دیا: میں پڑھا لکھا نہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ” اِقْرَأِ بِسْمِ رَبِّكَ “

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اجیاد میں اپنی حالت عبودیت میں مستغرق تھے کہ آپ ﷺ نے فرشتہ کو دیکھا کہ وہ افق آسمان میں ایک پاؤں کو دوسرے پر رکھے ہوئے کہہ رہا ہے: ”اے محمد ﷺ! میں حضرت جبرئیل علیہ السلام ہوں۔“ حضور نبی کریم ﷺ اس عجیب و غریب آواز اور خطاب کو سن کر بہت متاثر ہوئے اور کئی بار فضا میں نگاہ اٹھا کر ملاحظہ فرمایا: ہر بار فضا میں ایک فرشتہ کو موجود پایا۔ آپ ﷺ یہاں سے اٹھ کر اپنی نمگسار اور رفیقہ حیات کے پاس تشریف لائے اور صورتحال بیان فرمائی۔ مزید فرمایا کہ:

”اے خدیجہ رضی اللہ عنہا! اللہ تعالیٰ شاہد و علیم ہے کہ میں نے بتوں اور کاہنوں سے

ہمیشہ نفرت کی ہے اور اب مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں کاہن نہ بن جاؤں۔“

انہوں نے جواب دیا: (لجج اور الفاظ دونوں میں اعتماد و صدامت کی وجہ سے زور و اثر پیدا ہو گیا تھا۔) ”ہرگز نہیں۔ اے محترم! آپ اس طرح سوچئے، یقیناً خدا آپ کے ساتھ اسی طرح ہرگز بھی نہ ہونے دے گا، کیوں؟ اس لیے کہ آپ صلہ رحمی کرتے، راست بازی اختیار کرتے اور امانت میں دیانت اور حفاظت

کرتے ہیں، آپ کا اخلاق اور کردار حسن و پاکیزگی کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے، بھلا خدا ایسے شخص کو ضائع کرے گا۔“
نبی کریم ﷺ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پھر اپنے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، حالات بیان کیے، ورقہ نے کہا: ”واللہ! یہ صادق ہیں اور یہ رسالت کے ابتدائی مراحل ہیں اور وہ آنے والا ناموس اکبر ہے۔“ جو سابقہ پیغمبروں پر نازل ہوتا رہا ہے، اے خدیجہ رضی اللہ عنہا! محمد ﷺ سے کہہ دو، وہ خیر کے سوا کچھ نہ سوچیں۔

﴿ ابن عباس کر ﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ پر جب غار حرا میں وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ چند روز وہیں پر مقیم رہے، مگر حضرت جبرئیل علیہ السلام نظر نہ آئے۔ اس وجہ سے آپ ﷺ کو شدید طور پر حزن و ملال ہوا جس نے ایک بے چینی اور اضطراب کی صورت اختیار کر لی، آپ کبھی جبل خیبر پر جاتے اور کبھی جبل حراء پر اور کبھی ارادہ کرتے کہ خود کو ان پہاڑوں کی بلندی سے گرا دیں۔ ایک موقع پر ایسے ہی ارادہ پر عمل کرنے ہی والے تھے کہ ایک آواز کا احساس ہوا، نظر اٹھائی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نظر آئے، وہ کہہ رہے تھے:

”اے محمد (ﷺ)! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔“ یہ ندائے شہادت سننے کے بعد آپ ﷺ واپس آگئے۔ دل کو سکول حاصل ہو چکا تھا اور اس کے بعد سلسلہ احکام و وحی شروع ہو گیا۔

﴿ ابن سعد ﴾

ورقہ بن نوفل کی عقیدت اور نعت مصطفیٰ ﷺ:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جو نبی کریم ﷺ کے حالات ورقہ سے بیان کرتی تھیں، ان سے متاثر ہو کر اس موحد عالم و کاتب انجیل و تورات نے یہ اشعار کہے:

يا للرجال و صرف الدهر و القدر	و ما لشيء قضاء الله من غير
حتى خديجة تدعوني لا خبرها	و ما لها بخفي الغيب من خبر
جاءت لتسا لني عنه لا خبرها	اصرا اراه سياتي الناس من اخر
و خبرتني بامر قد سمعت به	فيما مضى من قديم الدهر و العصر
بان احمد يا تيه و يخبره	جبرئيل انك مبعوث الى البشر
فقلت على الذي ترجين ينجزه	لك الا له فرجي الخير و انتظري
وارسلته الينا كي نسائله	عن امره ما يري في النوم و المهر
فقال حين اتانا منطلقا عجا	يقف منه اعالي الجلد و الشعر
اني رايت امين الله واجهني	في صورة اكلت من اهيب الصور
ثم استمر فكان الخوف يدعوني	مما يسلم ما حولي من الشجر
فقلت ظني وما ادري ايصدقني	ان سوف تبعت تتلو منزل السور
و سوف آتيك ان اعلنت دعوتهم	من الجهاد بلا من ولا كدر

ترجمہ: ”لوگوں کا، حوادثِ زمانہ کا اور قضاء و قدر کا عجیب اور حیرت فزا حال ہے حالانکہ کسی بھی شے کیلئے اللہ تعالیٰ کی قضاء میں تبدیلی نہیں ہے۔ حتیٰ کہ (حضرت سیدہ ام المومنین) خدیجہ رضی اللہ عنہا مجھے بتاتی ہیں کہ میں ان کو بتا دوں، دراصل انہیں غیب کی خبر کی کچھ بھی خبر نہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا میرے پاس اس مقصد سے آئیں کہ میں ان کو اس بارے میں بتاؤں جو کہ حضور نبی کریم ﷺ نے دیکھا، عنقریب وہ نبی آخر کی حیثیت سے آئیں گے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مجھے ایسے امر کی اطلاع دی، جس کو میں زمانہ قدیم سے سنتا آرہا ہوں۔ مجھے (حضرت) خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کی خبر دی کہ (حضور) احمد ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام یعنی ناموس اکبر آئے ہیں اور یہ کہ آپ تمام کائنات (مخلوق) اور تمام انسانوں کی طرف رسول ہیں۔ میں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا جس چیز کی تم امید رکھتی ہو، اللہ تعالیٰ تمہارے لیے پوری کر دے گا تو تم بھلائی کی امید رکھو اور انتظار کرو۔ اور خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ کو ہمارے پاس بھیجا تا کہ ہم ان سے وہ احوال دریافت کریں جو آپ خواب اور بیداری میں دیکھتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ جب ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ نے ایسی عجیب بات سنائی، جس سے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ (رسول اللہ ﷺ) نے فرمایا: میں نے اللہ کے امین کو سامنے دیکھا، ایسی صورت میں جو ہیبت ناک صورتوں میں کامل تھی۔ پھر وہ اللہ کا امین مجھے مسلسل نظر آتا رہا اور ارد گرد کے درختوں کے سلام کرنے سے میں خوف و ہراس کھاتا رہا۔ میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: میرا گمان ہے اور میں جانتا ہوں وہ میری تصدیق کرتی ہے کہ عنقریب آپ مبعوث ہوں گے اور نازل شدہ سورتوں کی تلاوت کریں گے۔ اور میں نے کہا عنقریب میں آپ کے پاس حاضر ہوں گا اور اگر آپ نے جہاد کا اعلان کیا، میرا آنا بغیر احسان اور بغیر کدورت کے ہوگا۔“

﴿حاکم، ابن اسحاق﴾

پتھر کا نبی کریم ﷺ کو سلام کرنا:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مکہ مکرمہ میں ایک پتھر ہے جس رات میں مبعوث ہوا وہ پتھر مجھے سلام کرتا تھا۔ بے شک میں اس کو پہچانتا ہوں، جب میں اس کے پاس سے گزرتا ہوں۔

﴿طیالسی، ترمذی، بیہقی﴾

مسلم رحمہ اللہ نے اس طرح روایت کی ہے کہ میں مکہ مکرمہ میں ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو مجھ کو بعثت سے پہلے سلام کرتا تھا اور میں اب بھی اسے پہچان سکتا ہوں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ میں تھے۔ آپ ایک روز نواحی علاقہ میں تشریف لے گئے تو جو چٹان، پتھر اور درخت ہم کو قریب راہ ملتا وہ آپ ﷺ سے ”السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ“ کہتا۔

﴿طبرانی، ابو نعیم﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل فرمائی تو میں جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتا، اس سے آواز آتی:

”السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ.“

﴿بزاز، ابو نعیم﴾

بنت ابی تجرأة رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو منصب نبوت عطا فرمایا۔ اس زمانے میں قضاء حاجت کیلئے آپ ﷺ درود شریف لے جاتے، تو راہ کے درختوں اور پتھروں سے آپ ﷺ یہ کلمات سنتے:

”السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ.“

﴿ابن سعد، ابو نعیم﴾

اغیار کی زبان سے بعثت رسول اللہ ﷺ کی خبریں:

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ایک اور سند سے بھی روایت کیا ہے جس کے آخر میں مزید یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کو جواب سلام ”وعلیک السلام“ کے الفاظ سے عنایت فرماتے۔ یہ جواب آپ ﷺ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سکھایا تھا۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں بصرہ کے بازار میں گیا ہوا تھا وہاں کے صومعہ کے راہب کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا: ”ان نو وارد سودا گروں سے پوچھو کہ ان میں کوئی حرم مکہ کا رہنے والا ہے؟“ میں (یعنی طلحہ) نے جواب دیا: ”جی ہاں! میں حرم کا رہنے والا ہوں۔“ راہب نے پوچھا: ”کیا سر زمین حرم میں احمد نے ظہور کیا ہے؟“ میں نے راہب سے وضاحت چاہی کہ: ”احمد کون؟“ راہب نے بتایا:

”ابن عبد اللہ بن عبد المطلب، کیونکہ یہی وہ مہینہ ہے جس میں ان کا ظہور ہوتا ہے اور وہ آخری نبی ہیں۔ ان کے ظہور کا مقام حرم اور ہجرت کی جگہ نخلستانی، پتھر لی اور شور کی زمین ہے۔ تم کو چاہیے کہ ان پر ایمان لانے میں سبقت کرو۔“

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے مجھ پر راہب کی بات کا اثر ہوا میں مکہ آ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا راہب نے بصرہ میں جو کچھ بیان کیا تھا انہیں بتایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے ساتھ ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور نبی کریم ﷺ سے طلحہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ من کر مسرور ہوئے اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ نوفل بن عدویہ کو معلوم ہوا تو اس نے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر اس رسی سے دونوں کو باندھ دیا۔ اسی وجہ سے ان دونوں حضرات گرامی کا لقب عام طور پر ”قرنینین“ پڑ گیا۔

﴿ابن سعد، بیہقی﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں ایک قافلہ کے ساتھ بغرض تجارت

یمن گیا۔ اس قافلہ میں ابوسفیان بن حرب بھی تھے تو ایک خطہ حظلہ بن ابوسفیان کا پہنچا، جس میں لکھا تھا:
 ”محمد (ﷺ) ابلیح میں کھڑے ہوئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول (ﷺ)
 ہوں اور تم سب کو اللہ کی توحید کی طرف بلاتا ہوں۔“

یہ اطلاع اب پورے یمن میں پھیل گئی، جس کو سن کر ایک یہودی عالم میرے پاس آیا اور اس نے
 کہا: ”مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے قافلے میں اس شخص کا چچا ہے جس نے حرم میں نبوت کا دعویٰ کیا
 ہے۔“ حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) نے جواب دیا: ہاں، میں اس کا چچا ہوں۔ اس کے بعد یہودی عالم نے کہا:
 ”میں تم کو قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تمہارے بھتیجے میں جوانی کی خود سری یا عقل و دانش کی کمی ہے؟“ میں
 نے جواب دیا: ”واللہ! بالکل بھی نہیں، وہ نہ جھوٹے ہیں، نہ خائن، اسی وجہ سے تمام قریش ان پر اعتماد
 کرتے ہیں اور ”الامین“ کہہ کر پکارتے ہیں۔“

پھر یہودی نے سوال کیا: ”کیا وہ لکھنا جانتے ہیں؟“ حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں میرا ارادہ ہوا
 کہ میں کہہ دوں کہ لکھنا جانتے ہیں مگر پھر خیال ہوا ابوسفیان نے گا: کہیں مجھے جھٹلانا نہ دے۔
 اس لیے میں نے جواب دیا: ”نہیں، وہ لکھنا نہیں جانتے۔“ میرے جواب کو سن کر وہ یہودی
 اچھل پڑا اور اپنی ردا چھوڑ کر تیزی سے روانہ ہو گیا۔ وہ کہتا جاتا کہ اب یہودی قتل کر دیئے جائیں گے۔
 پھر جب ہم اپنے گھروں کو واپس ہوئے تو ابوسفیان نے کہا: ”اے ابوالفضل! یہودی تو تمہارے بھتیجے پر
 مرعوب ہیں۔“ میں نے کہا: تم نے دیکھ ہی لیا۔ تو کیا ابوسفیان! بہتر نہ ہوگا کہ تم ان پر ایمان لاؤ، کیونکہ اگر
 وہ حق پر ہیں تو تم قبول حق میں سبقت لے جاؤ گے اور اگر وہ باطل پر ہیں تو تمہارے ساتھ اور بھی لوگ
 ہوں گے جو انجام ان کا ہوگا، وہی تمہارا ہوگا۔“

ابوسفیان نے کہا: ”میں تو محمد (ﷺ) پر اس وقت تک ایمان نہ لاؤں گا جب تک میں مقام کداء میں
 گھوڑے نمودار ہوتے نہ دیکھ لوں گا۔“ میں نے کہا: ”تم کہہ رہے ہو؟“
 ابوسفیان نے جواب دیا: ”کچھ نہیں، یہ کلمہ تو میری زبان پر یونہی آ گیا، ورنہ میں خوب جانتا ہوں
 کہ اللہ تعالیٰ ہرگز کداء پر گھوڑے نہیں نمودار ہونے دے گا۔“

حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) (جو اس حدیث کے راوی ہیں) بیان کرتے ہیں۔ فتح مکہ کے روز ہم نے
 دیکھا کہ گھوڑے مقام کداء پر نمودار ہو رہے تھے، چنانچہ میں نے حضرت ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) سے کہا تمہیں اپنی
 وہ بات یاد ہے؟ ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) نے جواب دیا: ہاں! اسی کو یاد کر رہا ہوں۔

﴿البونعم﴾

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) اپنے والد حضرت ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور امیہ بن
 ابی الصلت شام گئے تو امیہ نے مجھ سے کہا: نصرانی علماء میں سے کسی کو تم جانتے ہو کہ جو علوم کتب سماویہ کا
 ماہر ہو؟ تاکہ ہم اس سے مل کر کچھ سوالات کریں۔ میں نے جواب دیا کہ مجھے تو ان باتوں سے کوئی دلچسپی
 نہیں۔ امیہ میرا جواب کمرن کر چلا گیا اور پھر واپس آ کر اس نے مجھ سے کہا:

”میں فلاں عالم کے پاس گیا تھا اور میں نے اس سے بہت سی باتیں پوچھیں اور میں نے اس سے ”نبی منتظر“ کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا وہ عربی نژاد ہے، میں نے پھر سوال کیا: ”وہ عرب کے کس علاقے سے ہوگا؟“ اس نے جواب دیا: ”وہ ساکنان حرم قریشیوں میں سے ہوگا۔“ پھر میں نے نبی منتظر کے اوصاف بیان کرنے کو کہا تو اس نے بتایا: ”وہ ہنوز نوجوان ہیں جب کہولت (ادھیڑ عمر) میں داخل ہوں گے تو نبوت و بعثت سے سرفراز ہوں گے۔ وہ مظالم و محارم سے بیزار ہوں گے۔ حسن عمل اور صلہ رحمی ان کا مشرب ہوگا، نسا نجیب الطرفین ہوں گے اور ان کو تائید و نصرت خداوندی حاصل ہوگی۔“

میں نے کہا: ”ان کے ظہور و بعثت کے آثار کیا ہوں گے؟“ اس نے بتایا: ”جب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا سے گئے ہیں، ملک شام میں تیس زلزلے آچکے ہیں جن میں ہر زلزلہ ایک بڑی مصیبت تھی۔ اب صرف ایک زلزلہ باقی ہے جس کے اثرات عام ہوں گے۔“

ابوسفیان رضی اللہ عنہ راوی حدیث کہتے ہیں کہ میں نے امیہ سے کہا: ”یہ سب باتیں افسانہ اور غلط ہیں اور ان پر یقین کر لینا سادہ لوحی ہے۔“ امیہ نے جواب دیا: ”قسم ہے اس ذات کی کہ جس کی سوگند اور قسم کھائی جاتی ہے۔ یہ باتیں وقوع پذیر ہوئی ہیں اور جن کا تعلق آنے والے دنوں سے ہے وہ رونما ہو کر رہیں گی۔“ پھر ہم واپس آنے لگے تو اچانک ہمارے پیچھے ایک سوار یہ کہتا ہوا آیا کہ تمہارے بعد شام میں ایسا زلزلہ آیا کہ اہل شام ہلاک ہو گئے اور ایک ابتلائے عام میں گرفتار ہیں۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ امیہ میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ تم نے نصرانی کی بات کو کیا پایا؟ میں نے کہا: واللہ! اس کی بات حق ہے۔ جب سامان تجارت فروخت کے مکہ واپس آیا تو لوگ میرے پاس آئے اور سب سے پہلے اپنے مال کے بارے میں انہوں نے استفسار کیا پھر میرے پاس حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، مجھے خوش آمدید کہا میرے سفر اور قیام کے بارے میں دریافت کیا لیکن اپنے مال تجارت کے بارے میں کچھ نہ پوچھا جس پر مجھے حیرت ہوئی۔ میں نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا کہ مجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تعجب ہے کہ انہوں نے اپنے مال کے بارے میں کچھ نہ پوچھا۔ ہندہ نے کہا کہ تم ان کی شان کو نہیں جانتے وہ گمان کرتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ہندہ نے یہ باتیں کچھ اس طرح کہیں کہ میں قائل سا ہو گیا۔ اس وقت مجھے اس نصرانی کی بات یاد آگئی۔ میں نے ہندہ سے کہا کہ محمد گمان سے زیادہ عاقل ہیں، کہ وہ یہ فرمائیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ہندہ نے کہا کہ ہاں واللہ! وہ یہی کہتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ درازی عمر کے حسن و قبح کے سلسلہ میں امیہ اور میرے درمیان بات چھڑی ہوئی تھی۔ امیہ نے کہا: ”ابوسفیان! قطع کلام نہ کرو، میری بات تمام ہونے دو، ہاں! تو میں نے اپنی کتاب میں ایک نبی کا ذکر پڑھا ہے جو ہمارے علاقہ میں پیدا ہوگا اور ہمیں مبعوث ہوگا میرا گمان خود اپنے بارے میں بھی تھا کہ شاید یہ منصب مجھ کو مل جائے۔ میں نے پھر مزید معلومات اور تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ نبی اولاد عبدمناف

سے ہوگا پھر میں ان سب کا پوری احتیاط سے فرداً فرداً جائزہ لیا تو میری نظر سب برادری پر سے گزرتی ہوئی عتبہ بن ربیعہ پر ٹھہری۔ اب جب تم نے عتبہ کی عمر کے بارے میں وضاحت کی تو میں نے سمجھ لیا کہ وہ نبی عتبہ بھی ہو سکتا، اس لیے کہ اس کی عمر چالیس سے زیادہ ہو چکی ہے۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا جب میں واپس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ میں امیہ کے پاس پہنچا اور استہزاء کے طور پر کہا جس نبی کے بارے میں تم ذکر کرتے تھے وہ ظاہر ہو گیا ہے۔ امیہ نے جواب میں کہا: آگاہ ہو جاؤ وہ نبی برحق ہے، اس کی پیروی کرو اور گواہ رہو کہ میں اس کی پیروی کرتا ہوں۔

﴿ابونعیم﴾

حضرت عکرمہ بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے دنوں میں قریش کے کچھ لوگ سمندری سفر پر تھے، طوفانی ہواؤں نے کشتی کو ساحل جزیرہ پر لگا دیا۔ جزیرہ کے ایک شخص نے اہل کشتی سے پوچھا: تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے بتایا: ”ہم قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے ہیں۔“ اس نے پوچھا: قریش کون لوگ ہیں؟ اہل کشتی نے جواب دیا: ساکنانِ حرم، جب اس نے پہچان لیا تو کہا: ”اہل حرم تو ہم ہیں، تم اہل حرم نہیں ہو سکتے۔“ اس وقت معلوم ہوا کہ وہ قدیم قوم جرہم سے تعلق رکھتا تھا جو اس وادی غیر ذی زرع کے اولین آبادکار تھے۔ اس نے کہا تم جانتے ہو کہ کس وجہ سے گھوڑوں کا نام اجیاد رکھا گیا؟ پھر خود ہی کہا اس لیے کہ وہ تیز رفتار تھے۔

اس کے بعد قریشیوں نے اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا کہ ہم میں ایک شخص اس طرح دعویٰ نبوت کرنے لگا ہے۔ جرہمی شخص نے کہا کہ تم سب اس کی پیروی کرو اگر میں اس قدر بوڑھا نہ ہوتا تو ان کی خدمت میں ضرور پہنچتا۔

﴿مسند حارث بن ابی اسامہ﴾

حضرت معمر حمیری کی عقیدت اور نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

عبدالرحمن بن حمید رحمۃ اللہ علیہ کے دادا سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے سال اول میں یمن کا سفر کیا اور عسقلان حمیری کے پاس قیام کیا۔ وہ بہت بوڑھا اور کمزور تھا اور ثقلِ سماعت بھی تھا۔ اس کی اولاد در اولاد کا سلسلہ طویل تھا۔ صبح کو مسند پر اس کو بٹھایا گیا اور سب بیٹے پوتے اور پرپوتے وغیرہ سلیقہ کے ساتھ اس کے روبرو بیٹھے۔ مجھ کو بھی مہمان کی حیثیت سے بٹھایا گیا۔ حمیری بزرگ نے مجھ سے کہا: ”قریشی مہمان! اپنا نسب بیان کرو۔“ میں نے دوبارہ سلام کیا اور کہا: ”میرا نام عبدالرحمن ہے اور میں عوف بن عوف بن عبدعوف بن عبدالمحارث بن زہرہ کا بیٹا ہوں۔“ اس نے کہا: ”اے معزز زہری مہمان! بس کافی ہے کیونکہ باقی سے میں واقف ہوں کیا میں تم کو ایک ایسی اچھی خبر نہ دوں جو تمہارے لیے تجارت کے فائدوں سے زیادہ نفع بخش ہے؟“ میں نے کہا: ”ضرور بتائیے۔“ اس نے کہا میں تم کو تعجب میں ڈالنے والی اور رغبت و شوق پیدا

کرنے والی بشارت سناتا ہوں۔“ گزشتہ ماہ تمہاری قوم میں ایک نبی مبعوث ہوا ہے، جس کے خصائل پسندیدہ ہیں اور اس پر کتاب نازل ہوئی ہے اور اس کیلئے ثواب مقرر کیا گیا ہے، وہ بت پرستی سے روکتا ہے اور اسلام کی طرف بلاتا ہے، حق کی تلقین کرتا ہے اور اس پر عمل پیرا رہتا ہے۔“

میں نے دریافت کیا: ”وہ کس قبیلہ سے ہے؟“ انہوں نے کہا: ”وہ بنی ہاشم سے ہے اور تم لوگ اس کے ”نانہالی“ ہو تو حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ تم قیام کو مختصر کر دو اور جلد لوٹ جاؤ، جا کر اس کے کاموں میں تعاون کرو اور اس کی تصدیق کرو اور ان اشعار کو لے جا کر ان کی بارگاہ میں پیش کرو۔

اشهد بالله ذی المعالی و فائق اللیل والصبح
انک فی السرو من قریش یا ابن المفدی من الذباح
ارسلت تدعو الی یقین ترشد للحق و الفلاح
اشهد بالله رب موسیٰ انک ارسلت بالبطاح
فکن شفیع الی ملیک یدعو البرایا الی الفلاح

ترجمہ: ”میں اس اللہ کی گواہی دیتا ہوں جو بلند یوں اور سلسلہ روز و شب کا قائم رکھنے والا ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ان مردی میں قریش ہیں اور اس شخص کے فرزند جس کا ذبیحہ سے فدیہ دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور (تذیب و ریب سے نکال کر) یقین کی منزل کی طرف لے جاتے ہیں اور حق و فلاح کی راہ دکھاتے ہیں۔ میں اس اللہ تعالیٰ کی گواہی دیتا ہوں جو حضرت موسیٰ کا رب ہے، بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بطحا میں رسول اللہ ہو کر تشریف لائے ہیں۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ بارگاہ خداوندی میں میری شفاعت فرمائیے، کیونکہ حق تعالیٰ لوگوں کو فلاح کی طرف بلاتا ہے۔“

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان اشعار کو (جن میں ”شہادت رسالت، مدح نبوت نکاح کی دعوت اور منصب شفاعت کا مضمون بے پناہ ارادت اور جذبہ اخلاص کے ساتھ نظم کیا گیا تھا۔) یاد کر لیا اور اپنی ضروریات جلد از جلد پوری کر کے مکہ لوٹ آیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات اور تبادلہ خیال کیا۔ انہوں نے کہا وہ محمد بن عبد اللہ ہیں تم ان کی خدمت میں حاضر ہو۔

چنانچہ میں بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مجھ پر پڑی تو آپ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ ”میں ایک خوش اخلاق شخص کے چہرے کو دیکھ رہا ہوں اور میں اس کیلئے خیر کی امید رکھتا ہوں، جسے تم پیچھے چھوڑ کر آئے ہو۔“ میں نے عرض کیا: ”اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون سی بات ہے؟“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تم میرے لیے ایک امانت لے کر آؤ، کسی بھیجنے والے نے تم کو میرے پاس ایک پیام کے ساتھ بھیجا ہے، وہ جو کچھ ہے بیان کرو۔“ پھر مجھے اپنے میزبان اور بوڑھے حمیری کا پیام یاد آ گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کے ارادت مند اشعار جو دراصل اس کے والہانہ جذبات

تھے جو شعر و نغمہ میں اپنی پرزور کیفیت کی وجہ سے ڈھل گئے تھے، سنائے اور میں نے اسلام قبول کیا۔
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت معمر حمیری رضی اللہ عنہ خاص مومنین میں سے ہے چونکہ ایسے لوگوں کی تعداد جنہوں نے اپنی چشم سر سے مجھے نہ دیکھا مگر میری تصدیق کی، مجھ پر ایمان لائے اور انہوں نے میری محبت میں آنکھوں کو پرہیز اور دلوں کو داغدار کر لیا، وہ لوگ میرے سچے بھائی ہیں۔

﴿ابن عساکر﴾

مذہب و پچھڑے کا بعثت نبوی کی شہادت دینا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس سے ایک خوبصورت شخص کا گزر ہوا جو چہرے اور بشرے سے نیک اور ذہین معلوم ہوتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو روک کر اس کا حال دریافت کیا، تو اس نے بتایا زمانہ جاہلیت میں وہ عرب کا کاہن تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تمہاری جدیہ (جنسی) سب سے زیادہ عجیب اور غیر متوقع کون سی خبر لے کر تمہارے پاس آئی؟ اس نے بتایا کہ ایک روز میں بازار مکہ میں تھا تو وہ جدیہ مجھ سے ملی۔ میں نے اس کو پریشان حال میں دیکھ کر اس سے پوچھا کیا بات ہے؟ تو اس نے کہا:

الم ترا الجن و ابلاسها و یاسها من بعد انکا سها
و لحو قها بالقلاص و احلابها

ترجمہ: ”تم نے جنوں کو اور ان کی حالت بے خبری کو نہیں دیکھا اور ان کو اوندھا ہونے کے بعد ان کی محرومی کو اور ان کو اوندھوں اور پالانوں کے پاس ہونا نہیں دیکھا۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو، میں بھی ایک روز عرب کے اصنامی معبودوں کے پاس ہی محو خواب تھا کہ ایک شخص گائے کا پچھڑا لے کر آیا جس کو اس نے ذبح کیا ہی تھا کہ اس نے ایک بہت بڑی اور غیر معمولی چیخ ماری، میں نے اس قدر پرزور آواز کبھی نہیں سنی تھی۔ اس کے کلمات یہ تھے:

”یا جلیحُ امرٌ نَجیحُ رَجُلٌ نَصیحُ یقولُ لا اِلهَ الا اللهُ“

ترجمہ: ”یعنی اے جلیح! یہ امر نجات بخش ہے اور وہ شخص سچا خیر خواہ ہے جو اس حقیقت کا ابلاغ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔“

لوگ دنگ رہ گئے اور پھر راہ فرار اختیار کی۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اس وقت تک نہ جاؤں گا، جب تک یہ معلوم نہ کر لوں کہ اس کے بعد کیا ہوتا ہے۔ اس کے بعد دوسری بار پھر اس نے وہی کلمات اسی آواز سے کہے اور پھر تیسری بار اور اس واقعہ نداء کے بعد کچھ ہی مدت گزری تھی کہ اعلاء کلمتہ اللہ کیلئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے۔

﴿بخاری﴾

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ قبیلہ غفار کے لوگ اپنے بتوں پر چڑھاوے کیلئے ایک گائے کو لائے ابھی وہ گائے بت پر ذبح ہونے کی وجہ سے پجاریوں کے نزدیک تبرک بنی کھڑی ہوئی تھی۔

کہ اس نے یہ بانگ دہل کہا:

”يَا لَدْرِیْحُ اَمْرٌ نَجِیْحٌ صَانِعٌ یَصِیْحُ لِسَانٌ فَصِیْحٌ یَدْعُو بِصَكَّةٍ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ“

یہ سن کر لوگ اس کے قربان گاہ پر بھیٹ چڑھانے میں توقف کرنے لگے اور وہاں سے نل گئے، اس کے کچھ عرصہ بعد ہی وہ نبوت محمدی ﷺ سے کفر کے ماحول میں ہلچل کی خبریں سننے لگے۔

﴿ابن سعد، بیہقی﴾

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ہم سے ایک بوڑھے نے حدیث بیان کی، اس نے کہا میں اپنے گھر والوں کی گائے کو ہانک رہا تھا تو میں نے اس کے پیٹ میں سے یہ آواز سنی:

”يَا لَدْرِیْحُ قَوْلٌ فَصِیْحٌ رَجُلٌ یَصِیْحُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ“

اس کے بعد ہم مکہ آگئے تو ہم کو معلوم ہوا کہ محمد ﷺ نبوت سے سرفراز ہو گئے ہیں۔

﴿احمد، بیہقی﴾

جن کی زبانی بعثت نبی ﷺ کی شہادت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”تم کو اسلام قبول کرنے کی ترغیب یا تحریک کس طرح ہوئی؟“ حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے کہا: ”میرا ایک جن تھا۔ میں ایک رات میں سو رہا تھا کہ وہ جن میرے پاس آیا اور اس نے کہا: اٹھو اور سمجھو اور جان لو اگر تم میں کچھ عقل ہے کہ لوئی بن غالب کی اولاد سے رسول اللہ مبعوث ہو چکے۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے:

عجبت للجن و انجاسها و شدھا العیس با حلاسها

تھوی الی مکة تبغی الھدی مامو منوها مثل ارجاسها

فانھض الی الصفوة من ہاشم واسم بعینیک الی رأسها

ترجمہ: ”مجھے جنات اور ان کی نجاستوں اور ان کے اپنے اونٹوں پر کجاوے کئے پر

تعجب ہے۔ کہ وہ جنات مکہ کی طرف آ کر ہدایت کے خواستگار ہو رہے ہیں اور

جنات میں جو صاحب ایمان ہیں وہ ناپاک جنات کی طرح نہیں ہیں۔ لہذا تم بنی

ہاشم کے صاحب پاک سیرت کی خدمت میں پہنچو اور اولاد ہاشم کے سردار کی جانب

ذرا جائزہ گیر نگاہ سے تو دیکھو۔“

پھر اس نے مجھے بیدار کر کے اور خوف زدہ کر دیا اور کہا: ”اے سواد بن قارب، اللہ تعالیٰ نے

اپنے نبی کو مبعوث فرما دیا ہے تو تم اس کے پاس پہنچو اور رشد و ہدایت حاصل کرو۔ دوسری رات میں وہ

جن پھر آیا اور مجھے خواب سے بیدار کر کے یہ اشعار سنانے لگا۔

عجبت للجن و لطلابها و شدھا العیس با قتابها

تھوی الی مکة تبغی الھدی ماصاد قوا الجن ککذابها

فارحل الی الصفوة ہاشم لیس قدامها کاذنا بها

ترجمہ: ”مجھے جنات اور ان کی طلب اور ان کے اپنے اونٹوں پر کجاوے کسنے پر حیرت ہوتی ہے۔ جنات مکہ کی طرف سفر کے رشد و ہدایت کے طالب ہیں اور گروہ جنات میں جو صدق صفا کے حامل ہیں۔ وہ کذب و افترا کے خوگر جنوں کی طرح کیسے ہو سکتے ہیں۔ تو تم بنی ہاشم کے پاک سیرت شخص کے پاس سفر کر کے پہنچو ان کے اگلے لوگ، ان کے پچھلے لوگوں کی مانند نہیں ہیں۔“

پھر جب تیسری رات آئی تو وہ جن میرے پاس آیا اور اس نے مجھ کو بیدار کر کے، حسب ذیل اشعار سنائے:

عجبت للجن و تجسارها و شدھا العیس باکوارها
تھوی الی مکة تبغی الهدی لیس ذو والشر کا خیارها
فانھض الی الصفوة من ہاشم مامو منو الجن ککفارها
ترجمہ: ”میں، جنات پر اور ان کی جسارت پر اور اونٹوں پر کجاوے باندھنے پر تعجب کرتا ہوں وہ جنات مکہ پہنچ کر ہدایت و رہنمائی کی جستجو میں ہیں اور برے جنات ان کے اچھے جنوں کی مانند ہرگز نہیں ہیں۔ تو تم بنی ہاشم کے پاس سیرت شخص کی خدمت میں حاضر ہو اور صاحب ایمان جن، کافر جنوں کے مانند نہیں ہیں۔“

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے کہا: جب میں نے مسلسل تین راتوں تک یہ وعظ سنا تو میرے دل میں اسلام کی محبت اور عظمت جا نشین ہو گئی۔ میں روانہ ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اے سواد بن قارب! مرحبا ہم جانتے ہیں کہ کس نے تم کو بھیجا ہے۔“ میں نے گزارش کی: ”اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے واردات اور تاثرات کو اشعار کے قالب میں بھالا ہے، براہ لطف و کرم اجازت دیجئے کہ بیان کر کے قلب کو سکون دوں، پھر میں نے عرض کیا:

اتانی رنی بعد لیل و ہجعة و لم یک فیہا قد بلوت بکاذت
ثلاث لیل قولہ کل لیلۃ اتاک رسول من لوی بن غالب
فشمرت عن ساقی الا زارو وسط بی الذعلب الوجناء عند السباسب
فاشهد ان اللہ لا رب غیرہ و انک مامون علی کل غائب
وانک ادنی المرسلین شفاعۃ الی اللہ یا ابن الاکرمین الاطائب
فمرنا بما یا تیک یا خیر من مشی وان کان فیما جاء شیب الذ وائب
و کن لی شفیعاً یوم لا ذو شفاعۃ سواک بمغن عن سواد بن قارب
ترجمہ: ”میرے پاس میرا جن رات کو سونے کے بعد آیا اور میں نے جس بارے میں بھی اس کی آزمائش کی وہ جھوٹا ثابت نہیں ہوا۔ تین راتوں میں وہ آیا اور ایک ہی بات اس نے کہی کہ

تیرے قرین لوی بن غالب کی اولاد سے پیغمبر ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔ پھر میں نے پنڈلی سے اپنا تہبند اونچا کیا، تیز رفتار اور بڑے چہرے والی اونٹنی پر سوار ہو کر قطع مسافت کر کے حاضر ہو گیا۔ اب میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ ہے، اس کے سوا کوئی رب نہیں اور بلاشبہ آپ ﷺ ہر غائب پر مامون ہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور میں تمام رسولوں سے زیادہ مقرب و شفیع ہیں۔ اے صاحبان کرامت اور پاکوں کے فرزند۔ اے افضل الخلاق! جو امر آپ لائے ہیں اس کا ہمیں حکم دیجئے اگرچہ وہ اس قدر دشوار ہو کہ آدمی بوڑھا ہو جائے۔ مگر آپ میری اس دن شفاعت فرمائیں جس دن کوئی صاحب شفاعت آپ ﷺ کے سوا، سواد بن قارب کو چھڑانے والا نہ ہوگا۔“

﴿تہمتی، بزار﴾

بت کا بعثت نبوی کی شہادت دینا اور مازن طائی کا ایمان لانا:

ہشام بن محمد کلبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ مجھ سے طی کے مشائخ میں سے ایک شیخ نے حدیث بیان کی کہ حضرت مازن طائی رضی اللہ عنہ سرزمین عمان میں تھا، وہ اپنے گھرانے کے بتوں کا خدمتگار تھا اور اس کا ایک بت تھا جس کا نام ناجز تھا۔

ایک روز اس بت پر بھینٹ چڑھائی، توبت سے آواز آئی: اے مازن! ایک خبر صادق سنو، جس سے تم بے خبر ہو۔ وہ یہ کہ ایک نبی کی بعثت اور اس پر نزول کلام ہوا ہے تم ان پر ایمان لا کر اس عذاب آتش سے بچ سکتے ہو، جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ مازن نے کچھ دنوں بعد ایک اور ذبیحہ قربان کیا تو پھر آواز آئی: ”اے مازن! تو مسرور ہوگا، خیر ظاہر اور بدی ناپید ہوگئی، مضر سے ایک نبی دین الہی کی اشاعت کیلئے مبعوث ہو چکا ہے توبت پرستی چھوڑ دے تاکہ عذاب جہنم سے بچ سکے۔“ مازن نے دل میں سوچا یہ تو حیرت ناک طریقہ پر ہدایت کی گئی جو میری بھلائی کی خاطر ہے۔

اسی اثناء میں مازن کا کہنا ہے کہ حجاز سے ایک شخص میرے پاس آیا۔ میں نے اس سے پوچھا: اپنے علاقے کی کوئی خاص خبر سناؤ۔ اس نے بتایا تہامہ میں ایک شخص ظاہر ہوا ہے جو خود کو دین الہی کا داعی بتاتا ہے اور اس کا نام احمد ہے۔ میں نے خیال کیا: واللہ! یہ تو وہی اطلاع مل گئی جسکی مجھے خبر دی گئی ہے۔ اس کے بعد جلد ہی سفر کر کے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور نبی کریم ﷺ کی دعوت دین کو قبول کیا۔

پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں موسیقی، شراب اور عورتوں سے والہانہ فریفتگی رکھتا ہوں اور سالوں سے ہم قحط سالی میں مبتلا ہیں، جس کی وجہ سے ہمارے اموال تباہ ہو گئے، ہمارے بچے، عورتیں اور مرد بھوکوں سے کمزور ہو گئے اور میرا کوئی لڑکا بھی نہیں ہے۔ میں ان باتوں کیلئے آپ سے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ ان کی درخواست پر اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا فرمائی:

اللَّهُمَّ اَبْدَلْهُ بِالطَّرْبِ قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ وَبِالْحَرَامِ الْحَلَالَ وَابْتِهَ بِالْحَيَاءِ وَهَبْ لَهُ وَالِدًا
ترجمہ: ”اے پروردگار کائنات! اس کے ذوق موسیقی کو قرآن قرآن سے اور حرام کو حلال

سے بدل دے اور بارش کیلئے حکم فرمادے اور اس کو فرزند زینہ عطا فرما۔“
مازن رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ اس دعا مستجاب کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہماری تمام پریشانیاں رفع فرما دیا
اور ہمارا سارا علاقہ عمان سرسبز و شاداب ہو گیا۔ میں نے چار خواتین سے نکاح کیا اور اللہ نے مجھے حیان
جیسا لائق فرزند عطا فرمایا۔

﴿ اس روایت کو طبرانی اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا۔ ﴾

﴿ بیہقی ﴾

ایک جن کی بعثت نبوی کی تصدیق:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سب
سے پہلے یہ خبر آئی کہ مدینہ کی ایک عورت کے تابع جن تھا۔ ایک روز جن پرندے کی صورت میں اس کے
گھر کی دیوار پر بیٹھ گیا۔ عورت نے اس سے کہا نیچے اتر آ۔ تو اس نے جواب دیا: ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم
میں جو نبی مبعوث ہوا ہے اس نے ہر طرح کی بد اخلاقی کو منح اور زنا کو حرام کر دیا ہے۔

﴿ ابن سعد، احمد، طبرانی، بیہقی، ابو نعیم ﴾

ارطاة بن منذر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ضرم رضی اللہ عنہ سے سنا
ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں ایک عورت پر جن آتا تھا پھر وہ غائب رہا اور ایک عرصہ تک نہیں
آیا۔ کافی دنوں کے بعد وہ اس طریق پر جو اس کے سابقہ معمول کے خلاف تھا آیا۔ عورت نے پوچھا پہلے
تیری عادت تو یہ نہ تھی؟ اس نے جواب دیا کہ مکہ مکرمہ میں اللہ تعالیٰ کے نبی مبعوث ہوئے ہیں اور میں
نے ان کی ہدایت میں ”حرمت زنا“ کو معلوم کر لیا ہے لہذا اب میرا تجھ کو سلام ہے۔

﴿ ابو نعیم ﴾

حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل شام کی
طرف روانہ ہوئے جب باب شام پر پہنچے تو وہاں ایک کاہنہ تھی، اس نے بتایا میرا جن آیا اور مکان کے
دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا اندر کیوں نہیں آیا؟ جن نے جواب دیا: اب اس کی کوئی صورت نہیں
اس لیے کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو گیا ہے اور انہوں نے اس سلسلہ میں قطعی ممانعت کر دی ہے۔ یہ بتا کر وہ
کاہنہ چلی گئی جب میں مکہ واپس پہنچا تو اہل مکہ نے بتایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے ہیں اور قریش کو اللہ
تعالیٰ کے دین فطرت کی دعوت دے رہے ہیں۔

﴿ ابو نعیم ﴾

ابن ابی سبرہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ انہوں نے بتایا کہ مجھ سے حضرت ذباب بن حارث رضی اللہ عنہ
نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابن وقشہ رضی اللہ عنہ کا ایک جن تابع تھا جو اس کو مستقبل کے بارے میں بتاتا
تھا۔ ایک دن آیا اور اس نے کوئی خبر ابن وقشہ رضی اللہ عنہ کو دی اور پھر بغور دیکھ کر کہا کہ آج میں تجھے بڑی تعجب
خیز بات سناتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بارے میں ”نبی اللہ“ ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں اور لوگوں کو دعوت

اسلام دے رہے ہیں مگر لوگ اعتناء نہیں کر رہے ہیں، بلکہ انکار اور سرتابی پر اتر آئے ہیں۔ اس کی بات سن کر میں نے کہا: ”یہ ایک عجیب اور انوکھی خبر ہے؟“ جن نے کہا: ”میں اس سے زیادہ نہیں جانتا۔“ ابن وقشہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کچھ ہی عرصہ بعد میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور تحریک دین کی خبریں معتبر لوگوں سے سنیں اور اسلامی جماعت اور پیروان رسول میں شامل ہو گیا۔

﴿ ابن شاہین، ابن مندہ، المعانی، دلائل النبوة، الجلیس ﴾

عمر بن شہبہ رضی اللہ عنہ، جموح بن عثمان غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا زمانہ جاہلیت میں اپنے گھروں میں تھے تو رات کے وقت ایک شخص کے چیخنے کی آواز سنی اور اس نے چھ اشعار کہے۔ دوسری تیسری راتوں میں بھی ایسی ہی آوازیں سنیں، پھر کچھ ہی دنوں کے بعد ہمارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر پہنچی۔

غیبی آواز اور نبی کے مبعوث ہونے کا اعلان:

سفیان ہذلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک مرتبہ سفر شام کیلئے روانہ ہوئے تھے، دوران سفر ہمارے قافلے نے زرقاء اور معان کے درمیان پڑاؤ کیا۔ یکا یک ہم نے ایک سوار کو کہتے سنا: ”اے لذت خواب کے دل دادگان اٹھو! یہ خواب راحت کا وقت نہیں۔ بحکم خداوندی بے شک مکہ میں عبدالمطلب کے گھرانے میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور فرمایا ہے اور جنات ہر طرح سے راندہ کر دیئے گئے ہیں اور ان کو دھتکار دیا گیا ہے۔ اس آواز سے ہم سب لوگ کانپ گئے اگرچہ ہم لوگ قوی ہمت اور جوان تھے، ہمارے گروہ میں کوئی ایسا نہ تھا جس نے یہ آواز نہ سنی ہو۔

بحر حال جب ہم اس سفر شام سے واپس اپنے اپنے گھر کو ہوئے تو ہم نے مکہ مکرمہ میں نبی کے ظہور کے سلسلہ میں مختلف انخیال اور متضاد آراء کو موجود پایا۔ لوگوں کو ہم نے ہر جگہ اور ہر طرف یہی ذکر کرتے سنا کہ قریش میں عبدالمطلب سے ایک چالیس سالہ شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اس شخص کا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ مکہ میں اس نبی کی دعوت کے سلسلہ میں دو گروہ پیدا ہو گئے ہیں، ایک گروہ اہل شرک کا ہے اور ایک جماعت علمبرداران حق کی ہے۔

﴿ ابن سعد، ابن عساکر ﴾

طلحہ تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: تو کا ہن ہے اور اپنی صاحبہ کے ساتھ تو نے عہد کیا تھا؟ اس نے جواب دیا: اسلام سے پہلے ایک دن وہ آئی اور سلام کہہ کر اس نے کہا: ”الحق المبین والخیر الدائم غیر حلم النائم اللہ اکبر“ پھر وہ چلی گئی۔ اس موقع پر ایک مسلمان نے کہا: ”اے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ! اسی طرح کی ایک بات میں آپ سے عرض کرتا ہوں: ”ہم ایک لوق ووق بیابان جا رہے تھے اس میں بجز اپنے قدموں کی چاپ کے ہم کچھ نہ سنتے تھے کہ دفعۃً ہم نے سامنے سے ایک سوار دیکھا اور اس نے ”یا احمد، یا احمد اللہ اعلیٰ و امجد، اتاک ما وعدک من الخیر یا احمد“ پھر وہ چلا گیا، پھر

ایک انصاری نے کہا: ایک واقعہ میں بھی عرض کرتا ہوں۔ شام کے سفر کے دوران ہم بادیہ نوردی (بے آب گیاہ آبادی) میں تھے کہ ہاتف غیبی کو گاتے سنا۔ اشعار یہ تھے:

قد لاح نجم فاضاء مشرقہ یخرج من ظلماء عسوف موبقہ
 ذاک رسول مفلح من صدقہ اللہ اعلمی امرہ و حققہ
 ترجمہ: ”بلاشبہ ایک ستارے نے طلوع فرمایا جس نے اپنی ضو سے مشرق کو جگمگا دیا،
 ہلاکت خیز اندھیروں سے وہ مخلوق کو نکالتا ہے۔ وہ ستارہ ایک رسول (ﷺ) ہے، جس
 نے اس کی تصدیق کی، پس اس نے فلاح پائی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے امر کو بلند کیا اور
 اسے ثابت کر دیا۔“

﴿ابو نعیم﴾

ایک گستاخ جن کو عاشق رسول ﷺ جن نے قتل کیا:

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک جن نے جبل ابوقیس پر جو مکہ میں ہے یہ
 آواز دی کہ:

قبح اللہ رأی کعب بن فہر ما ارق العقول والاحلام
 دینہا انہا یعنف فیہا دین آبانہا الحماة الکرام
 حالف الجن حن یقضی علیکم ورجال النخیل والعام
 یوشک النخیل ان تراہا تہادی تقتل القوم فی البلاد العظام
 هل کریم منکم له نفس حر ماجد الوالدین و الا عمام
 ضارب ضربة تکون نکالا ورواحا من کربة و اعتمام

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کعب بن فہر کی رائے کو برا کرے، وہ کتنا کم عقل اور نادان ہے۔ ان کا دین ان کے
 برگزیدہ آباء کی حمایت کرنے والوں کا دین ہے اور (پھر بھی) وہ اس دین میں ملامت کیے جاتے ہیں۔ جب
 ان کو حکم دیا جائے گا تو جنات اور برنخلستان اور ریگ زار زمین کے رہنے والے لوگ ان کی حمایت کریں گے۔
 عنقریب سبک خرام سواروں کو تم دیکھو گے، جبکہ بڑے بڑے شہروں میں لوگ قتل کیے جائیں گے۔ کیا تم میں
 کوئی جان ایسی ہے جو آزاد اور باعزت ہے اور جس کے والدین پر پچھلا لائق احترام سمجھے جاتے ہیں۔ وہ عزت
 والا شخص خواری کی مار لگانے والا ہے اور سختی و مصیبت سے خوشی کی جانب لے جانے والا ہے۔“

جب صبح ہوئی تو یہ بات تمام مکہ میں پھیل گئی اور مشرکین آپس میں ان شعروں کو مزاحیہ انداز میں
 گنگاتے اور مہذب و باوقار مسلمانوں کی جانب اشارے و کنایے کرتے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے اس
 طرز عمل کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ یہ شیطان کی آواز ہے جو بتوں کے ذریعہ لوگوں سے ”ہرزہ سرائی“
 کرتا ہے اس کا نام مسعر ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذلیل و خوار کرے۔ اس کے تین دن بعد اچانک جبل
 ابوقیس پر ہاتف کو کہتے سنا:

نحن قتلنا مسعرا لما طغى واستكبرا
و سفه الحق و سن المنكرا فنعته سيفا جروفا مبترا
بشتمه نبينا المطهرا

ترجمہ: ”ہم نے مسعر شیطان کو قتل کر ڈالا جبکہ اس نے سرکشی کی اور تکبر کیا۔ مسعر نے حق کو سبک ٹھہرایا اور بری بات کو نعمت قرار دیا۔ مسعر کو اسی تلوار سے قتل کیا جو بنیادوں کو کھودنے والی ہے۔ مسعر کا قتل اس بناء پر ہے کہ اس نے ہمارے نبی پاک ﷺ کے ساتھ دشنام طرازی کی۔“
اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنات میں وہ عفریت ہے جس کا نام کحج ہے۔ اس نے مسعر کو قتل کیا۔ میں نے کحج کا نام عبداللہ رکھ لیا ہے کیونکہ وہ مجھ پر ایمان لے آیا اور اس نے مجھے بتایا کہ وہ مسعر کی تلاش میں کئی روز سے تھا۔

﴿ابو نعیم﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ہم ابتدائے اسلام کے وقت مکہ مکرمہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ اچانک ہم نے مکہ کے ایک پہاڑ پر سے نداء سنی ”اس میں لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا گیا تھا۔“ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ شیطان ہے اور جس شیطان نے کسی نبی ﷺ کے خلاف علانیہ لوگوں کو ابھارا، اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا کچھ عرصہ کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے اس شیطان کو جنات کے اس عفریت کے ذریعہ قتل کر دیا جس کا نام کحج ہے اور میں نے اس کا نام عبداللہ رکھ دیا ہے۔“ پھر جب غروب آفتاب کا وقت ہوا تو میں نے ایک نداء کرنے والے کو اسی جگہ ندا کرتے سنا:

نحن قتلنا مسعرا لما طغى واستكبرا
و صغر الحق و سن المنكرا بشتمه نبينا المطهرا

﴿فاکہی، اخبار مکہ﴾

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبوت محمدی ﷺ کا جب اعلان و اظہار ہوا تو ایک جن نے جس کا نام مسعر تھا جبل ابوقیس پر کھڑے ہو کر کہا:

قبح الله راى كعب بن فهر

جب صبح ہوئی تو قریش کہنے لگے کہ تم نے اس قدر سستی دکھائی کہ جن تم کو ابھارنے پر مجبور ہو گئے۔

پھر جب دوسری رات آئی تو ای جگہ ایک جن جس کا نام کحج تھا، کھڑے ہو کر کہا:

نحن قتلنا مسعرا لما طغى واستكبرا
بشتمه نبينا المطهرا اور دته سيفا جروفا مبترا

انا نذود من اراد البطرا

ترجمہ: ”ہم نے مسعر کو قتل کر دیا جب اس نے سرکشی اور تکبر کیا۔ ہم نے اس لیے قتل کیا کہ اس نے ہمارے پاک نبی کے ساتھ گستاخی کی، میں اس پر ایسی تلوار لایا جو جڑ اور بنیاد کو کھود ڈالے۔ ہم اسے دور کرتے ہیں جو غیر مکروہ کو برا جانے۔“

﴿ابونعیم، فاکہی، اخبار مکہ﴾

حضرت جندل بن نھلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا: ایک جن میرا ساتھی تھا وہ اچانک میرے پاس آیا ہے اور اس نے ڈراتے ہوئے کہا:

ہب فقد لاح سراج الدین لصادق مہذب امین
فارحل علی ناجیۃ امون تمشی علی الصحیح والحزون
ترجمہ: ”اٹھ! دین کا چراغ روشن ہو گیا، اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو صادق، مہذب اور امین ہے۔ اور تو ایسی اونٹنی پر سوار ہو جو مضبوط ہے اور وہ ترم و سخت ہر جگہ پر چلتی ہے۔“
میں خوف زدہ ہو کر بیدار ہو گیا۔ میں نے حقیقت حال دریافت کی تو اس نے کہا:

و ساطح الارض و فارض الفرض، لقد بعث محمد فی الطول و العرض،
نشاء فی الحرمات العظام و ہاجر الی طیبۃ الامینۃ
ترجمہ: ”قسم ہے مسطح زمین اور فرض کرنے والے کی! یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم طول و عرض میں مبعوث ہو گئے، انہوں نے مکہ مکرمہ میں نشوونما پائی اور مدینہ طیبہ کی جانب ان کی ہجرت ہوگی۔“
یہ سن کر میں خوش ہو گیا اور جانے لگا تو اچانک میں نے ہاتھ نیچی کو کہتے سنا:

یا الراكب المزجی مطیئہ
نحو الرسول لقد و فقت للرشد

ترجمہ: ”اے ساربان! جو سوار ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں رواں دواں ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تو نے ہدایت کی توفیق پالی۔“

﴿ابوسعید شرف المصطفیٰ﴾

حابس بن دغنه کا تصدیق نبوت کرنے کا عجیب طریقہ:

ابن کلبی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا قبیلہ بن کلب کا ایک مزدور تھا جس نام حابس بن دغنه تھا۔ ایک دن وہ اپنے مکان کے صحن میں تھا کہ وہ بھاگ کر، خوف زدہ حالت میں میرے پاس آیا اور کہنے لگا: ”آپ اپنے اونٹوں کو سنبھال لیجئے۔“

میں نے پوچھا: ”تو کس وجہ سے اس قدر خوف زدہ اور لرزاں و ترساں ہے۔“ تو اس نے جواب دیا کہ: ”میں فلاں وادی میں تھا کہ میں نے ایک بوڑھے کو پہاڑ کی گھاٹی سے نمودار ہوتے دیکھا۔ اس کا سر رخمہ (یعنی گدھ) کی مانند تھا پھر وہ آگے کی طرف بڑھتے ہوئے ایسی جگہ اتر جہاں پر عقاب تک پھسل جائے، مگر وہ قطعی بے خوف لڑکا ہوا تھا۔ میں دیکھتا رہا حتیٰ کہ اس کے قدم زمین پر جم گئے۔ اس کے بعد

میں نے جو کچھ دیکھا بہت ہی عجیب ہے۔ اس نے کہا:

یا حابس بن دغنة یا حابس لا تعرضن الیک الوسوس
 هذا سنا النور بکف القابس فاجنح الی الحق ولا توالس
 ترجمہ: ”اے حابس بن دغنة! تو اپنے دل میں کسی نوح کا خوف و ہراس اور کسی طرح کا
 خدشہ نہ لا، یہ روشنی دراصل تیرے نور بکف ہونے کی بناء پر ہے تو حق اور سچائی کی طرف
 مائل ہو اور فریب میں مبتلا نہ ہو۔“

✽ حابس نے بتایا وہ بوڑھا یہ کہہ کر غائب ہو گیا اور میں نے اونٹوں کو وہاں سے ہانک کر دوڑا ایک
 دوسری جگہ پر چڑھنے چھوڑ دیا اور میں لیٹ گیا اور پھر کسی کے ٹھوکہ مارنے سے میری آنکھ کھلی، دیکھا تو وہی
 بوڑھا ہے۔ اس نے کہا:

یا حابس اسمع ما اقوال ترشد لیس ضلول حائر کا لمہتدی
 لا تترکن نہج الطريق الا قصد قد نسخ الدین بدین احمد
 ترجمہ: ”اے حابس! میرے قول پر دھیان دینے سے تو ہدایت یافتہ ہو جائے گی، گمراہ
 شخص ایک ہدایت یافتہ شخص کی طرح نہیں ہو سکتا۔ اے حابس! تو اعتدال اور میانہ رویہ
 کی راہ کو نہ چھوڑ۔ بے شک دین احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تمام ادیان منسوخ ہو گئے۔“
 حابس نے بتایا میں اس کے بعد بے ہوش ہو گیا اور بہت دیر کے بعد مجھے ہوش آیا۔ بلاشبہ اللہ
 تعالیٰ نے اسلام کیلئے میرے دل کا امتحان لیا۔

نور کا ظہور اور ایک گستاخ کی موت:

حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حج کے ارادہ سے نکلا۔ میں نے خواب میں
 دیکھا دریاں حال یہ کہ میں مکہ میں تھا کہ کعبہ سے ایک نور چمکا اور پھر مدینہ کی پہاڑیاں مجھے نظر آنے لگیں،
 اور میں نے نور سے آواز سنی کوئی کہتا تھا:

انْقَشَعَتِ الظُّلَمَاءُ وَ سَطَعَ الضِّيَاءُ وَ بُعِثَ خَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ

ترجمہ: ”تاریکی چھٹ گئی، نور روشن ہو گیا اور حضرت خاتم الانبیاء معبود ہو گئے۔“

پھر میں نے دوبارہ نور کو روشن ہوتے دیکھا اور اس کی چمک میں، میں نے حیرہ کے محلات اور
 ابیض المدائن دیکھ لیے۔ پھر میں نے سنا کہ

”ظَهَرَ الْإِسْلَامُ وَ كَسِرَتِ الْأَصْنَامُ وَ وُصِلَتِ الْأَرْحَامُ“

ترجمہ: ”اسلام ظاہر ہوا اور بتوں کو توڑا اور صلہ رحمی کا دور، دورہ ہو گیا۔“

پھر میں خوف زدہ ہو کر بیدار ہو گیا اور میں نے اپنے علاقے کے لوگوں سے کہا: میرا خیال ہے کہ قبیلہ
 قریش میں کوئی غیر معمولی بات رونما ہو گئی ہے اور پھر میں نے ان لوگوں سے اپنے خواب کو بیان کیا حتیٰ کہ
 جب ہم اپنے علاقے میں واپس پہنچے تو ہمیں معلوم ہوا کہ مکہ میں ایک نبی مبعوث ہوا ہے۔ میں یہ اطلاع

پاکرمہ آیانبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر خواب کو بیان کیا اور حلقہ اسلام میں داخل ہو کر نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنے قبیلے میں جا کر دعوت اسلام دوں۔ آپ نے اجازت دے دی۔ لہذا میں نے تبلیغ اسلام کی جس کے نتیجے میں سب لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ مگر ایک پختہ خوشنفس مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ اس نے عصبیت کے پرزور جذبہ کے ساتھ کہا: ”اے عمرو بن عمرہ! تیری زندگی خراب ہو، کیا تو ہمیں یہ حکم دیتا ہے کہ ہم اپنے مبعودوں کو چھوڑ دیں اور دین اسلام کے مخالف ہو جائیں۔ اس نے کہا:

ان ابن مرة اتی بمقالة لیست مقالة من یرید صلاحا
انی لا حسب قوله و فعاله یوما و ان طال الزمان ریاحا
ایسفه الا شیخ ممن قد مضی من رام ذالک اصاب فلاحا
ترجمہ: ”بلاشبہ ابن مرہہ ایسی بات لے کر آیا ہے جو (اپنے انجام و عواقب کے لحاظ سے) درستی و تعمیر کے حامل نہیں۔ میں ابن مرہہ کے اقوال و نظریات کو ایک دن خلا میں سوچی ہوئی باتیں خیال کروں گا۔ اگرچہ اس میں زمانہ طویل گزر جائے۔ ہمارے بزرگ و اسلاف کیا بے وقوف تھے جس کسی نے ایسا خیال کیا وہ فلاح کو نہ پاسکا۔“

اس کے جواب میں حضرت عمرو بن مرہہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم دونوں میں جو بھی جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ اس کی زندگی خراب کر دے، اس کو زبان سے گوںگا اور آنکھوں سے اندھا کر دے، تو پھر وہ شخص اس حال میں مرا کہ منہ میڑھا، آنکھوں سے اندھا اور کانوں سے بہرا ہو گیا۔

(طبرانی، ابو نعیم)

بتوں سے نبی کے مبعوث ہونے کی شہادت:

ابن خربوذکی اور حشمی رضی اللہ عنہم سے روایت ہے۔ اس نے کہا اہل عرب حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر لیا کرتے تھے۔ وہ بتوں کو پوجتے اور ان سے فریادیں کرتے تھے۔ ایک رات ہم ایک بت کے پاس بیٹھے اس سے طلب دعا کر رہے تھے کہ دفعۃً ایک غیبی آواز نے کہا:

یا ایہا الناس ذروا الاجسام و مسند والحکم الی الاصنام
ما انتم و طائش الاحلام هذا نبی سید الانام
اعدل ذی حکم من الحکام یصدع بالنور و بالاسلام
و یردع الناس عن الاثام مستعلن فی البلد الحرام

ترجمہ: ”اے لوگو! تم صاحب اجسام ہو کر، بتوں سے فریادیں چاہتے ہو اور ان کو درمیانہ میں سہارا یا سفارشی قرار دیتے ہو۔ حالانکہ تم کو عقل اور نادان نہیں ہو، سنو! یہ نبی ﷺ تمام مخلوق کے سردار ہیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ سارے حاکموں سے زیادہ عادل ہیں اور اسلام کے ہمہ گیر نور کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ لوگوں کو پرستش اصنام سے روکتے ہیں

اور یہ نبی بلد حرام میں ظاہر ہوا ہے۔“

راوی نے کہا ہم یہ اشعار سن کر خوف زدہ ہو گئے اور اس بات کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے اور مذکورہ اشعار ہماری زبان زد ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہمیں خبر ملی کہ نبی کریم ﷺ نے مکہ میں ظہور فرمایا اور اب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے ہیں تو میں مدینہ پہنچا اور اسلام لایا اور کچھ میرے ساتھ ساتھ اور دوسرے لوگ بھی۔

﴿ابو نعیم، خزائن، ابن عساکر﴾

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی بعثت سے ایک ماہ پہلے بوانہ میں بت کے قریب بیٹھے تھے، اس روز ایک اونٹ بت کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا چکے تھے کہ اچانک بت کے پیٹ سے بہ آواز بلند صدا ہوئی:

الا اسمعوا الی العجب، ذهب استراق السمع للوحی و یرمی بالشہب

لنبی بمکة اسمہ احمد ما جره الی یشرب

ترجمہ: ”اے لوگو! سنو تعجب کی بات ہے خبروں کیلئے جنات کا آسمانوں سے باتوں کا

چوری کرنا ختم ہوا، اب ان پر شعلے مارے جاتے ہیں، یہ ان نبی ﷺ کی وجہ سے ہے جن

کا نام مکہ میں احمد ہے۔ ان کی ہجرت کا مقام مدینہ ہے۔“

حضرت جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر ہم رکے رہے اور حیرت و استعجاب کرتے رہے۔ بالآخر

نبی کریم ﷺ نے ظہور فرمایا۔

﴿ابن سعد، بزار، ابو نعیم﴾

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت میں شام

گیا ہوا تھا۔ میں اپنی کسی ضرورت سے باہر نکلا اور مجھے رات ہو گئی۔ میں نے دل میں کہا میں اس وقت کتنے

بڑے بیابان کے آغوش میں ہوں۔ اس کے بعد میں لیٹ گیا، پھر میں نے ایک غیر معلوم آواز کو کہتے سنا:

”اللہ تعالیٰ کے بندو! اللہ تعالیٰ کی پناہ تلاش کرو، کیونکہ جنات اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا

سکتے۔“ میں نے کہا: ”میری ہدایت کے بارے میں وضاحت کرو۔“ آواز آئی: ”رسول امین ﷺ ظہور

فرما چکے ہیں وہ اللہ کے رسول ہیں، ہم نے ان کے پیچھے نماز پڑھی ہے، ہم نے اسلام قبول کر کے ان کا

اتباع کر لیا ہے، اب جنوں کا فریب جاتا رہا ان پر آگ کے شعلے مارے جاتے ہیں۔ اب تو محمد رسول اللہ

ﷺ کے حضور میں جا اور دعوت اسلام کو قبول کر۔“

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب صبح کا وقت ہوا تو ایک راہب کے پاس گیا اور اس

سے سارا ماجرا بیان کیا۔ اس نے جواب دیا تم نے سچ کہا حرم سے ایک نبی کا ظہور ہوگا اور اس کی ہجرت گاہ

بھی حرم ہوگی، تم کو تلقین صدا کے مطابق حرم مکہ جانا چاہیے۔

﴿ابو نعیم﴾

خوید ضمیری سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہم ایک بت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے

اس کے پیٹ سے آواز سنی: ”خبریں لانے کیلئے جنوں کی رسائی ختم ہو گئی، یہ اس نبی کی وجہ سے ہے جو مکہ میں

مبعوث ہوا، وہ مدینہ میں ہجرت کرے گا اور وہ نماز، روزہ اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ اس کا نام احمد ہے۔

﴿ابونعیم﴾

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے اندر قبول اسلام کی تحریک پیدا کرنے والے ابتدائی واقعہ کا تذکرہ اس طرح کیا کہ: میرے باپ کی وفات کا وقت نزدیک آیا تو اس نے مجھے ایک بت کی پرستش کی وصیت کی، اس صنم کو ضمار کہتے تھے۔ میں نے اس کو لا کر گھر میں مخصوص مقام پر رکھ لیا، میں ہر روز اس بت کے مراسم پرستش بجالاتا، جس زمانے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو میں نے ایک رات بت سے سنا وہ کہتا تھا:

قل للقبائل عن سلیم کلھا
اودی ضماری و کان یعبد مرۃ
ان الذی ورت النبوة الھدی
بعد ابن مریم من قریش مھتدی
ترجمہ: ”اے عباس! نبی سلیم کے تمام قبیلوں سے کہہ دو انیس ہلاک ہو گیا اور مسجد والے زندہ ہو گئے۔ ضمار بھی ہلاک ہو گیا وہ کبھی پوجا جاتا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول کتاب سے پہلے۔ قریش کے اس شخص نے ابن مریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت اور راہِ راست کی میراث پائی ہے، وہ ہدایت یافتہ اور ہدایت رساں ہے۔“

(عباس نے کہا) میں نے اس بات کو لوگوں سے چھپایا اور اس کا چرچا نہ کیا حتیٰ کہ جب لوگ (علمبرداراں اسلام) غزوہ احزاب سے واپس آ رہے تھے اور ہم وادی عقیق میں ذاتِ عرق میں تھے تو میں نے زوردار آواز سنی جب دیکھا تو ایک شخص شتر مرغ پر کھڑا نظر آیا وہ کہہ رہا تھا:

”النور الذی وقع یوم الاثنین وليلة الثلاثاء مع صاحب الناقة الغضباء فی
دیار بنی اخی العنقاء

اس آواز کا جواب اپنے بائیں جانب سے کسی غیبی آواز نے دیا:

بشر الجن وابلاسها
ان وضعت المطی احلاسها
و بینت السماء احراسها

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں خائف ہو گیا اور یقین آ گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

﴿ابونعیم، ابن جریر، ابن الطراح کتاب الشعراء﴾

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ میں دوپہر کے وقت اپنی اونٹنیوں میں گشت کر رہا تھا، اچانک مجھے ایک شتر مرغ سفید روئی کی مانند نظر آیا اور اس پر سفید روئی کی مانند لباس پہنے ایک شخص سوار تھا اس نے کہا:

”اے عباس! تم نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں کو محافظوں نے گھیر لیا ہے اور جنگ اپنا سانس ختم کر چکی ہے اور گھوڑوں نے اپنے پالانوں کو رکھ لیا ہے۔ وہ شخص جو نیکی کو لائے

گا پیر کے بعد منگل کی شب میں بیدار ہو گیا اور وہ قصواء نامی اونٹنی کا مالک ہے۔“
یہ سن کر میں خوف زدہ ہو کر نکلا اور ضمائر بت کے پاس آیا کہ اچانک وہ چیخا اور اس کے اندر سے
آواز آئی: قُلْ لِلْقَبَائِلِ..... جمع ایات سابقہ۔

﴿خرائلی، طبرانی، ابو نعیم﴾

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (تیسری سند) کہ میں ایک روز دوپہر کے وقت
ایک درخت کے نیچے بیٹھا تھا کہ ایک آواز کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا ایک خوش رو، سفید پوش شخص سفید
رنگ شتر مرغ پر سوار کہہ رہا تھا: ”اے عباس رضی اللہ عنہ! کیا تو نے جنوں اور ان لوگوں کو نہ دیکھا جو بھلائی سے
محروم ہیں۔ لڑائی نے بہادروں کو ہضم کر لیا ہے اور آسمانوں کو اس کے محافظوں نے گھیر لیا ہے۔“ یہ سن کر
میں اس قول کے آثار اور تعبیر کی تلاش اور جستجو میں لگا رہا، بالآخر میرا چچا زاد بھائی یہ اطلاع لے کر آیا کہ نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم خفیہ طور پر دین الہی کی دعوت دے رہے ہیں۔

﴿ابو نعیم﴾

سعد بن عمرو ہذلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے بت پر جانور ذبح کیا تو اس بت سے یہ آواز سنی:

الْعَجَبُ كُلُّ الْعَجَبِ، خَرَجَ نَبِيٌّ مِنْ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَحْرُمُ الزَّيْنَةَ وَيَحْرُمُ
الذَّبْحَ لِلْأَضْنَامِ وَحَرَسَتِ السَّمَاءُ وَرَمِينَا بِالشَّهَبِ

ترجمہ: ”کتنی عجیب اور حیرت ناک بات ہے کہ بنی عبدالمطلب میں ایک نبی ظاہر ہوئے
ہیں، انہوں نے زنا کو حرام قرار دیا اور بتوں کیلئے جانور ذبح کرنے کو حرام فرما دیا اور
آسمان کو محافظوں نے گھیر لیا، اب ہمیں آگ کے شعلے مارے جاتے ہیں۔“

یہ آواز سن کر ہم وہاں سے لوٹ آئے۔ پھر ہم مکہ مکرمہ آئے تو کسی نے بھی ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
خبر نہ دی۔ ایک روز ہماری ملاقات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو ہم نے ان سے مدعی نبوت
کے بارے میں پوچھا: انہوں نے جواب دیا: ”ہاں! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔“

﴿ابن سعد، ابو نعیم﴾

عبداللہ بن ساعدہ ہذلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد نے کہا میں بت خانے میں ایک
بت کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو مجھے اس بت سے آواز آئی:

قَدْ ذَهَبَ كَيْدُ الْجِنِّ وَرَمِينَا بِالشَّهَبِ، لِنَبِيِّ اسْمُهُ أَحْمَدُ

ترجمہ: ”جنوں کی مکاریاں اور قریب کاریاں ختم ہوئیں، اب ہمیں شعلہ ہائے آتشیں
سے مارا جاتا ہے، ان نبی کی وجہ سے جن کا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔“

پھر کچھ دنوں کے بعد مجھے ایک شخص ملا اور اس نے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سنائی۔

ابن مندہ رضی اللہ عنہ، بکر بن جبلة سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارا ایک بت تھا جس پر ہم نے ایک روز ایک
جانور کی قربانی دی تو اس بت سے میں نے سنا کہ اس نے کہا: ”اے بکر بن جبلة! تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانو۔“

﴿ابن سعد، ابو نعیم﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بتایا: ”اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں زمانہ جاہلیت میں ایک روز اپنے بھاگے ہوئے اونٹ کی تلاش میں نکلا تو میں نے ہاتھ غیبی کو کہنے ہوئے سنا:

يا ايها الراقد في الليل الا جم قد بعث الله نبيا في الحرم
من هاشم اهل الوفاء والكرم يجلو جنات الدنيا جي و الظلم
ترجمہ: ”اے شب تاریک میں سونے والے! اللہ نے (برسمیل کرم، گم کردہ راہ لوگوں کیلئے) حرم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما دیا ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی ہاشم سے صاحب وفا و کرم ہے۔ وہ نبی (ہدایت الہی سے) ظلمتوں اور تاریکیوں کو نور (سے تبدیل) کر دیتا ہے۔“

میں نے منادی کو دیکھنے کیلئے ہر طرف نظریں دوڑائیں مگر کوئی بھی نظر نہ آیا۔ تب میں نے ایک بے تابانہ انداز سے عرض کیا:

يا ايها الهائف في داجي الظلم اهلا و سهلا بك من طيف الم
بين هداك الله في لحن الكلم ماذا الذي تدعو اليه يفتنم
ترجمہ: ”شب تاریک میں آنے والے ہاتھ! اہلاً و سہلاً تو بتا دے کہ (حقیقتاً) تو کس لیے آیا ہے؟ اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت دے صاف صاف الفاظ میں (مقصد) بیان کر کہ وہ کون ہے جس کی طرف تو بلاتا ہے تاکہ ٹھیک طور پر جان سکوں۔“

اسکے بعد میں نے کسی کو گلا صاف کرتے سنا پھر اس نے کہا: ”نور ظاہر ہو گیا اور ظلمت چھٹ گئی اور محمد

صلی اللہ علیہ وسلم تمام بھلائیوں کے ساتھ مبعوث ہو گئے۔ اس کے بعد نظروں سے اوجھل منادی نے یہ اشعار پڑھے:

الحمد لله الذي لم يخلق الخلق عبث
ارسل فينا حمدا خيرا نبيا قد بعث
صلى الله عليه ما حج له ركبا و حث
ترجمہ: ”وہی اللہ تعالیٰ لائق تعریف ہے جس نے کسی مخلوق کو بے کار نہ پیدا کیا۔ اس نے ہمارے درمیان احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا، بلاشبہ وہ افضل نبی مبعوث ہوئے۔ اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوة بھیجے، جب تک کہ حج کرنے والے سوار ہو کر آئیں اور اس پر آمادہ ہوں۔“

اس کے بعد صبح ہو گئی اور مجھے اونٹ مل گیا۔

﴿نبیاً، ابن عساکر﴾

حضرت جعد بن قیس مرادی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے ذکر کیا کہ ہم چار آدمی زمانہ

جاہلیت میں ارادہ حج سے سفر پر روانہ ہوئے۔ ہم یمن میں ایک وادی کو عبور کر رہے تھے کہ آفتاب غروب ہو گیا اور ہم اس بڑی وادی میں ٹھہر گئے اور اپنے اونٹوں کے پاؤں باندھ دیئے، جب تاریکی مسلط ہو گئی اور میرے رفقاء سفر سو گئے تو میں نے دفعۃً ہاتھ کو کہتے سنا:

الا ايها الراكب المعرس بلغوا اذا ما و قفتم با الحطيم و زمزما
 محمدا المبعوث منا تحية تشيعه من حيث سارو يمما
 و قولو اله انا لدينك شيعة بذلك اوصانا المسيح بن مريما
 ترجمہ: ”اے اونٹوں پر سواری کرنے والو! جب تم حطیم اور زمزم کے قریب ٹھہرو تو پہنچاؤ۔
 ہماری طرف سے محمد ﷺ کو سلام، جہاں وہ تشریف لے جائیں اور جس جگہ کا وہ قصد و ارادہ
 کریں، ہماری تحیت ساتھ ہو۔ ان سے عرض کر دو کہ ہم آپ ﷺ کے دین کے پیرو اور قبیح
 ہیں اور اس بات کی ہمیں حضرت ابن مریم علیہ السلام نے بھی وصیت کی ہے۔“

﴿ابوسعید شرف المصطفیٰ﴾

یہ سند ضعیف روایت ہے کہ جندع بن صمیل رضی اللہ عنہ کے پاس کسی آنے والے نے اس سے کہا:
 ”اے جندع! تو اسلام قبول کر، تاکہ اس آگ سے محفوظ رہے جو بھڑک رہی ہے۔“ جندع نے کہا: اسلام
 کیا ہے؟ ہاتف نے کہا: ”بتوں سے بیزاری اور خدائے علیم وخبیر کے ساتھ خلوص۔“ جندع رضی اللہ عنہ نے
 سوال کیا: ”علیم وخبیر خدا سے تقرب پانے کی کیا صورت ہے؟ ہاتف نے جواب دیا: ”عرب میں ایک
 ستارہ منور کے ظہور کا وقت قریب ہے، وہ نجیب النسب حرم مکرم سے طلوع ہوگا اور تمام عرب و عجم اسکے
 دین کے اتباع میں فلاح سمجھیں گے۔“ پھر جندع رضی اللہ عنہ کے برادر غمزادہ نے جس کا نام رافع بن خدش
 تھا، اطلاع دی کہ نبی مکرم ہجرت کر کے مدینہ آگئے ہیں، تو پھر وہ آیا اور حلقہ اسلام میں داخل ہوا۔

﴿ابوسعید شرف المصطفیٰ﴾

نبی کریم ﷺ کی بعثت پر قصر کسریٰ کے کنگرے گر گئے:

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے جب نبی کریم ﷺ کو
 ’بعوث فرمایا تو ایران میں قصر کسریٰ کے کنگرے گر گئے اور دریائے دجلہ کا بہاؤ اور روانی متاثر ہو گئی۔
 کسریٰ اس صورتحال سے غمناک ہو گیا۔ اس نے کاهنوں، نجومیوں اور ساحروں کو طلب کیا اور کہا تم اس
 معاملہ پر غور کرو، مگر وہ ناکام رہے اور آسمانوں کے گوشے بند کر دیئے گئے اور وہ کچھ بتانے اور کسی نتیجے
 پر پہنچنے میں ناکام ہو گئے اور سائب نے اندھیری رات میں ایک ٹیلے پر بسر کی اور حجاز کی جانب سے ایک
 روشنی آتی دیکھی جو مشرق تک پھیل گئی، جب صبح ہوئی تو وہ ایک سرسبز باغ میں تھا۔

پھر اس نے کہا: میں نے جو غیر معمولی مظاہر دیکھے ہیں اور اگر وہ سچے ہیں تو یقیناً حجاز سے ایک
 بادشاہ ظہور کرے گا جو مشرق تک پہنچے گا اور اس کے عہد میں زمین سرسبز ہو جائے گی۔ جب کاهن اور نجومی
 تخلیہ میں گئے تو ایک نے دوسرے سے کہا: ”تم نے محسوس کیا کہ تمہارے اور علم کے مابین کوئی چیز حائل نہ
 تھی بجز اس چیز کے جو آسمان کی جانب سے آئی۔ بلاشبہ وہ نبی ہے جو مبعوث ہوا ہے، وہ اس ملک پر قبضہ
 کر لے گا اور یہاں کے سلسلہ شہنشاہیت کو مستقلاً ختم کر دے گا۔“

﴿ابن اسحاق، ابو نعیم﴾

حضرت محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آٹھ ہجری میں کسریٰ کے مدائن میں گیا اور وہاں کے محلات کو دیکھ کر حیرت کر رہا تھا تو وہاں کے مقامی بوڑھے نے مجھے بتایا کہ کسریٰ نے سب سے پہلی بدشگونی اس رات میں محسوس کی جس رات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی بار وحی کا نزول ہوا اور یہاں قصر کے کنگرے گر پڑے اور پھر مذکورہ بالا پوری حدیث کے مطابق اس نے اپنا شنیدہ و مشاہدہ بیان کیا۔

﴿واقدی، ابو نعیم﴾

تمام بت منہ کے بل گر پڑے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو صنم کدوں کے تمام بت منہ کے بل گر پڑے۔ پھر شیاطین ابلیس لعین کے پاس گئے تو اس نے کہا یہ نبی کی بعثت کی علامت ہے۔ تم اسے تلاش کرو، شیاطین نے کہا ہم نے بہت ڈھونڈا لیکن نہ پاسکے پھر وہ خود تلاش میں نکلا اور اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں پایا پھر وہ اپنے شاگردوں اور ذریات میں واپس آیا اور کہا میں نے ان کو پایا ہے مگر حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کے ساتھ ہیں۔

﴿واقدی، ابو نعیم﴾

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابلیس ملعون نے چار مرتبہ دہائی مانگی اور فریاد کی۔ اول بار: جب وہ ملعون و مردود ہوا۔ دوسری بار اس وقت جب اس کو زمین پر پھینکا گیا۔ تیسری بار: اس وقت جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ چوتھی بار: اس وقت جب **الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ** نازل ہوئی۔

﴿ابو نعیم حلیۃ الاولیاء﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد آسمان پر جنات کا داخلہ بند:

اللہ تعالیٰ نے جنات کی خبر دیتے ہوئے سورہ جن میں ارشاد فرمایا:

وَأَنَا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَا فِيهَا قَبْلُ حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهَبًا ۝ وَأَنَا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۖ فَمَنْ يَسْمَعُ الْآنَ يَجِدُ لَهُ شُهَابًا رَّصَدًا ۝

﴿سورہ الجن﴾

ترجمہ: ”اور یہ ہم نے آسمان کو چھوا تو اسے پایا کہ سخت پہرے اور آگ کی چنگاریوں سے بھزدیا گیا ہے اور یہ کہ آسمان میں سننے کیلئے کچھ موقعوں پر بیٹھا کرتے تھے، پھر اب جو کوئی سنے وہ اپنی تاک میں اپنے لیے آگ کا لوکا پائے۔“

حضرت سعید بن جبیر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ شیاطین آسمان پر چڑھا کرتے تھے اور وہاں سے پوشیدہ باتوں کو سنا کرتے اور ان میں اپنی طرف سے کچھ مزید اضافہ کر کے بر خود غلط لوگوں اور کاہنوں کو بتلائے فریب کرتے۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آسمانوں تک ان کی رسائی ختم کر دی گئی۔ شیاطین نے اس کی وجہ معلوم کرنے کیلئے ہر طرف بھاگ دوڑ شروع کر دی حتیٰ کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاوت قرآن پاک کرتے پایا اور انہوں نے

آپس میں کہا کہ بے شک آسمانوں پر ہماری بندش کی یہی وجہ ہے۔

﴿احمد، بیہقی﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جنات کے ہر کنبے اور قبیلے کیلئے آسمان میں خاص جگہ تھی جہاں سے وہ آسمانی باتوں کو سن لیا کرتے تھے اور اس کی خبریں کاہنوں کو دیا کرتے تھے پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو انہیں روک دیا گیا اور جب ان کو جنات نے خبریں لا کر نہ دیں تو عرب کے کج فہموں نے کہا کہ آسمان کے لوگ ہلاک ہو گئے ہیں تو اونٹوں والے ایک اونٹ کی اور گایوں والے ایک گائے کی، بکری کے ریوڑ والے ایک بکری کی اس سے متاثر ہو کر قربانی دینے لگے۔ ابلیس نے بھی کہا: زمین پر کوئی خاص نئی بات ہوئی ہے، اس نے اپنے شاگردوں اور ساتھیوں سے کہا: زمین کے ہر خطہ سے ایک مشت خاک لاؤ، وہ اس کے پاس مٹی لے کر آ موجود ہوئے، اس نے ہر جگہ کی خاک کو سونگھا، پھر اسے خاک حرم کو سونگھ کر کہا اس جگہ وہ نئی بات ظاہر ہوئی ہے۔

﴿ابن سعد، بیہقی، ابو نعیم﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا تو شیاطین کو روک دیا گیا اور آتشیں شعلوں سے ان کی خبر لی گئی۔ ابلیس نے کہا کسی خطہ زمین پر نبی مبعوث ہوا ہے جا کر جستجو کرو۔ پھر ساتھی شیاطین لوٹ کر آگئے اور کہیں نشان نبوت نہ پاسکے۔ اس کے بعد ابلیس مکہ مکرمہ آیا اور اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اولین مقام نزول وحی (غار حرا) سے نکلنے دیکھا پھر وہ اپنی ذریعات میں لوٹ گیا اور ان کو مطلع کر دیا۔

﴿بیہقی﴾

جنوں پر شہاب ثاقب:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد ستاروں کا ٹوٹنا بند ہو گیا، اس کے بعد یہ سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں مبعوث ہوئے، آپ کی بعثت کے بعد چند ستارے ٹوٹے۔ قریش کا خیال یہ تھا کہ اب ستارے اسی وقت ٹوٹیں گے جب قیامت کا وقت قریب ہوگا، وہ اس خیال سے اپنی پریشانی دور کرنے کیلئے بتوں پر نذرانے اور قربانی کے جانور چڑھانے لگے اور غلاموں کو آزاد کرنے لگے اور کہنے لگے کہ دنیا کی فنا کا وقت قریب ہے۔

طائف کا سردار عبد یلیل کو جب یہ معلوم ہوا کہ ستارہ ٹوٹا ہے تو اس نے کہا کہ پریشان مت ہو، گھبرانے اور پریشان ہونے سے پہلے یہ معلوم کرو کہ ٹوٹے والا ستارہ کون سا ہے؟ اگر وہ جانا پہچانا ستارہ ہے تو سمجھ لو کہ سب کی فنا کا وقت قریب آ گیا ہے اور اگر وہ جانا پہچانا ستارہ نہیں ہے تو فنا کا وقت تو نہیں آیا ہاں! کوئی نئی بات ضرور ہوئی ہے یا ہونے والی ہے اور یہ اس کا پیش خیمہ ہے۔ انہوں نے ستارہ نہیں پہچانا اور عبد یلیل کو اس بات سے آگاہ کیا تو اس نے کہا: یہ نبی کے ظہور کا وقت ہے، کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ طائف میں ابوسفیان بن حرب آیا اور اس نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی مرسل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ عبد یلیل

نے جواب دیا انہی کی دعوت و مشن کی کامیابی کیلئے جنوں پر شہاب پھینکے گئے ہیں۔

﴿واقعی، ابو نعیم حلیۃ الاولیاء﴾

شعسی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ستاروں کو فضا میں نہ پھینکا جاتا تھا، جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے تو ستارے پھینکے گئے۔ اس کی وجہ سے اہل عرب نے چوپایوں کو بھینٹ چڑھانا اور غلاموں کو آزاد کرنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر سردار عبد یلیل نے کہا دیکھو! جلدی نہ کرو، یہ دیکھو وہ ٹوٹنے والا ستارہ کون سا ہے اگر ایسا ہے جسے تم جانتے ہو تو سمجھ لو کہ لوگ فنا ہو گئے، ورنہ خطرے کی کوئی بات نہیں، بلکہ کوئی نئی بات رونما ہوگی۔

﴿سعید بن منصور فی السنن، بیہقی﴾

یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرب میں سب سے پہلے ستاروں کے ٹوٹنے کے سبب ثقیف خوف زدہ ہوئے اور وہ عمرو بن امیہ کے پاس آئے۔ انہوں نے پوچھا کیا تم نے وہ نئی بات دیکھی جو منصفہ شہود پر آ رہی ہے؟ اس نے ثقیفوں سے جواب میں کہا: ”ہاں! دیکھی تو ہے۔“ ثقیفوں نے پھر عمرو سے کہا: تم توجہ اور غور سے دیکھو کہ وہ بڑے بڑے ستارے آئے دن ٹوٹ رہے ہیں کہ جن کے ذریعہ ہم بہت سی رہنمائی لیتے تھے۔ یہ تو دنیا کے خاتمہ اور فنا کی علامت معلوم ہوتی ہے لیکن یہ ہمارے آسمان کے وہ مستقل ستارے نہیں ہیں کوئی دوسرے روشن شعلے ہیں تو پھر شاید عرب میں کوئی پیغام لانے والا آیا ہوگا۔“

﴿ابن سعد﴾

کاہنوں کی خبریں منقطع:

حضرت مرداس بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے نبی کریم ﷺ سے کہا ات اور آپ کے ظہور سے کاہنوں کے جو سلسلہ اخبار منقطع ہوا، اس کا ذکر کیا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہماری قوم میں ایک خالصہ نامی عورت تھی ہم اسے برگزیدہ سمجھتے تھے، ایک روز وہ ہمارے پاس آئی اور اس نے کہا: ”اے دوس کے لوگو! تم نے مجھ سے بھلائی کے سوا اور کوئی چیز نہیں معلوم کی۔“ ہم نے جواب دیا: وہ کون سی بات ہے جس کی وجہ سے تم یہ کہتی ہو؟ اس نے کہا: ”میں اپنی بکریوں کے ریوڑ میں تھی کہ دفعۃً مجھ پر تاریکی مسلط ہو گئی اور میں نے اس طرح محسوس کیا کہ جس طرح عورت مرد کے ساتھ (جماع کے موقع پر) حظ محسوس کرتی ہے اس کے بعد مجھے اندیشہ ہو گیا کہ میں حاملہ ہو گئی حتیٰ کہ بچے کی پیدائش کا وقت آ گیا اور میرے بطن سے لٹکے ہوئے کانوں والا بچہ پیدا ہو گیا، اس کے دونوں کان کتے کے کانوں کے مشابہ تھے۔ وہ بچہ اس قابل ہو گیا کہ دوسرے بچوں کے ساتھ یلنے لگا۔ پھر ایک دن وہ خوب اچھلا کودا اور اپنا تہبند کھول کر پھینک دیا اور اونچی آواز سے چیخا اور کہا: ”ہائے ویلا ہائے ویلا! اس پہاڑ کے پیچھے گھوڑے ہیں اور ان پر حسین و خوبصورت جوان ہیں۔“ پھر لوگ سوار ہو کر پہاڑی کے عقب میں گئے اور اس میں سواروں کو موجود پایا اور ان کو مار بھگایا اور ان کا سامان چھین لیا۔ وہ بچہ جو کچھ کہتا ویسا ہی ہوتا اور اے اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ ﷺ!

جب آپ ﷺ کی بعثت کا زمانہ آیا تو وہ جھوٹی خبریں دینے لگا، ہم نے اس سے کہا تیری خرابی ہو تو ہر خبر لغو اور جھوٹی دینے لگا ہے۔ اس نے کہا میں نہیں جانتا مجھے وہی جھوٹا کر رہا ہے جو پہلے سچا کرتا تھا۔ مجھے تین دن کسی گھر میں قید کر کے رکھو، پھر میرے پاس آؤ تو ہم نے ایسا ہی کیا تین دن کے بعد ہم گئے اور اس کو کھولا دیکھا تو وہ آگ کا انکارہ تھا۔

اس نے کہا: ”اے دوس کے لوگو! آسمان کی حفاظت کی جاتی ہے اور خیر الانبیاء علیہم السلام نے ظہور فرمایا ہے۔“ ہم نے پوچھا: ”کس مقام پر؟“ اس نے جواب دیا: ”مکہ میں۔“ پھر اس نے کہا: میں مردہ تو ہو چکا ہوں، مجھے پہاڑ کی چوٹی پر دفن کر دو کیونکہ میں آگ بھڑکاؤں گا، جب تم مجھے آگ بھڑکاؤ دیکھو تو مجھے تین پتھر مارنا اور ہر پتھر کے مارے وقت ”بِاسْمِكَ اَللّٰهُمَّ“ (یعنی اللہ کے نام سے آغاز ہے) کہنا۔ اس کے بعد میں بھڑکنے سے رک جاؤں گا اور میری آگ سرد ہو جائے گی۔ پھر ہم نے ایسا ہی کیا اور کچھ ماہ بعد حاجیوں نے مکہ سے واپس آ کر ہم کو آپ کی نبوت اور آپ ﷺ کی طرف سے دعوتِ اسلام کی خبر دی۔

﴿خرائلی البواتف، ابن عساکر﴾

زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ پہلے آسمانی خبریں سنی جاتی تھیں۔ اسلام کے آنے کے بعد مسدود ہو گئیں۔ بنی اسد کی ایک عورت سعیدہ نامی کے ایک جن تابع تھا جب اس کو آسمانی خبریں لانے پر قدرت نہ رہی تو ایک دن وہ اس عورت کے سینہ میں داخل ہو کر چیخنے لگا:

”رسم اتحاد ختم ہو گئی، گردنیں اڑ گئیں اور ایسا حکم آیا جس (کے مقابلہ) کی طاقت نہیں،

اور احمد علیہ السلام نے زنا کو حرام کر دیا۔“

﴿ابن سعد، ابو نعیم﴾

زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی وجہ سے شیاطین کو آسمانی خبریں سننے سے روک دیا۔ کہانت منقطع ہو گئی، اب کہانت کا وجود نہیں۔

﴿بیہقی﴾

حضرت نافع بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ شیاطین جاہلیت کے دور میں آسمانی خبریں سن لیا کرتے تھے اور انہیں مارا نہ جاتا تھا، مگر جب سے نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے، آگ کے گولوں سے ان کو مارا جاتا ہے۔

﴿واقفی، ابو نعیم﴾

ابلیس کو جبرئیل علیہ السلام کی مار:

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ شیاطین آسمانی خبریں اچک لیا کرتے تھے جب سے نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے ان کو روک دیا گیا جس کی اطلاع انہوں نے

ابلیس کو دی۔ اس نے کہا کوئی نئی بات واقع ہوئی ہے پھر وہ جبل ابوقبیس پر چڑھا اور اس نے حضور نبی کریم ﷺ کو مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتے دیکھا۔

اس نے کہا میں جاتا ہوں اور ان کی گردنیں توڑے دیتا ہوں تو وہ آیا اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس تھے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس کے ٹھوکہ ماری اور وہ فلاں مقام پر گرا۔

﴿واقدی، ابو نعیم﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا تو ابلیس نبی کریم ﷺ کے قریب آکر اپنا فریب چلانا چاہتا تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کو شانہ کے اشارے سے وادی اردن میں پھینک دیا۔

﴿ابو نعیم﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ بہ حالت نماز سجدہ میں تھے تو ابلیس آیا اور اس نے چاہا کہ آپ ﷺ کی گردن پر حملہ کرے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پھونک ماری اور وہ اردن جا گرا۔

﴿ابوالشیخ، ابو نعیم، طبرانی﴾

مشرکین شعراء فصحاء کا اعجازِ قرآن تسلیم کرنا:

مشرکین عرب میں نزولِ قرآن کے وقت بڑے بڑے خطیب اور ماہرین زبان اور زبردست بلغ و فصیح کا ہن موجود تھے۔ ان اہل کمال کو اعتراف تھا کہ قرآن کے اسلوب بیان کو اعجاز حاصل ہے اور خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ لِّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ
بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا

﴿سورہ بنی اسرائیل﴾

ترجمہ: ”تم فرماؤ اگر شخص اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لاسکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کی آپس میں مدد کریں۔“

اور مزید اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ
مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ.

﴿سورہ البقرہ﴾

ترجمہ: ”اور اگر تمہیں شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے (اس خاص) بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو پھر اگر نہ لاسکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لاسکو گے تو ڈرو اس آگ سے۔“

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ

﴿سورہ الطور﴾

ترجمہ: ”تو قرآن کی مانند ایک بات ہی لے آؤ اگر سچے ہو۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام میں سے ہر نبی کو جو چیز (کتاب و شریعت) دی گئی، وہ اس دور کے انسانوں کیلئے اور ان کے حال کے مطابق تھی۔ بلا شک و شبہ مجھے جو چیز دی گئی وہ وحی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجا ہے، میں امید رکھتا ہوں کہ میرا اتباع کرنے والے ان سے زیادہ ہوں گے۔

علماء نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جتنے معجزات دیئے گئے تھے، وہ ان کے زمانے کے ختم ہونے کے بعد خود بخود ختم ہو گئے۔ ہر نبی کو عطا کردہ معجزات کا مشاہدہ اسی نبی کی امت نے کیا (جو اس کے زمانہ میں موجود تھی) لیکن قرآن کا معجزہ قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔ قرآن کریم اپنے اسلوب بیان، اپنی بلاغت اور اپنے غیبی اخبار میں ایک فرق عادی اور معجزہ ہے اور کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرتا کہ جس کی بابت قرآن نے خبر دی ہے کہ آئندہ ایسا ہوگا وہ خبر ویسی ہی واقع نہ ہوئی ہو، (قرآن خبر کے مطابق واقعہ ظہور میں آیا) چنانچہ اس خبر کی صداقت قرآن مجید کے دعویٰ صحت پر دلالت کرتی ہے۔

﴿بخاری﴾

بعض علماء نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ انبیاء سابقہ کے معجزات حسی تھے وہ نگاہوں سے مشاہدہ کیے جاسکتے تھے جیسے حضرت صالح علیہ السلام کا ناقہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہے اور قرآن شریف کے معجزات بصیرت سے مشاہدہ ہوتے ہیں تو جو لوگ قرآن شریف کا اتباع بصیرت سے کرتے ہیں، بوجہ بصیرت دوسروں سے زیادہ ہوں گے۔ قرآن کریم ایسی ظاہری و باطنی جامعیت، ایجاز، معنوی خصوصیات کا حامل ہے اور بہ لحاظ اسلوب بیان، لطافت زبان محاورہ عرب، فصاحت و بلاغت اور تاثیر میں اس درجہ پر ہے کہ بلا استثناء کوئی کتاب اس کے مقابل میں نہیں لائی جاسکتی۔

قرآن کریم کی تاثیر:

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قرآن پاک پڑھ کر سنایا۔ ولید بن مغیرہ پر رقت طاری ہو گئی۔ یہ بات ابو جہل کو معلوم ہوئی تو وہ اس کے پاس آیا اور کہا: اے چچا! قوم کا ارادہ ہے کہ تمہارے لیے مال جمع کرے۔ ولید نے پوچھا کس لیے؟ اس نے جواب دیا: اس لیے کہ وہ تمہیں دیا جائے کیونکہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس لیے گئے کہ جو شے ان کے پاس ہے تم اس کی تمنا رکھتے ہو۔ ولید نے کہا: تم یہ تو جانتے ہو کہ قریش میں سرمایہ اور دولت کے لحاظ میں کافی سرمایہ دار ہوں۔

ابو جہل نے کہا: ”محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تم کچھ بتاؤ تا کہ وہ قریش کو معلوم ہو اور وہ سب

جان لیں کہ تم ان کے منکر ہو اور نفرت کرتے ہو۔“

ولید نے جواب دیا: ”میں عرض کرو؟ یہ حقیقت ہے کہ زبان و ادب اور اس کی لطافتوں اور نزاکتوں کو سمجھنے والا کوئی مجھ سے بہتر نہیں ہے اور میں اس کا اعتراف نہ کرنا نا انصافی سمجھتا ہوں کہ محمد (ﷺ) جو کلام پڑھتے ہیں، اس کے مقابلہ میں کوئی دوسرا کلام نہیں کہا جاسکتا، بلاشبہ وہ ایک عجیب نادر اور تیکھا کلام ہے اور تاثیر کے اعتبار سے سحر آفریں ہے۔“

ابو جہل نے پھر کہا: ”قوم اس بارے میں آپ کے خیالات سے واقف ہونا چاہتی ہے۔“ ولید نے کہا: ”مجھے مہلت دو کہ میں سوچ سکوں۔“ چنانچہ ولید نے بعد میں کہا: ”محمد (ﷺ) کے پاس جو کلام ہے وہ ان کا ذاتی نہیں بلکہ القا و الہام کے ذریعہ سیکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔“ اس موقع پر اس آیت کا نزول ہوا۔ ﴿حاکم، بیہقی﴾

حج کے موقع پر مشرکین کی شرارت اور نبوت کا چرچا:

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ولید بن مغیرہ اور قریش کے چند افراد جمع ہوئے، ولید ان میں عمر رسیدہ تھا اسی نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا: ”زمانہ حج نزدیک ہے میرا خیال ہے مختلف علاقوں کے وفود تمہارے پاس آکر محمد (ﷺ) کے بارے میں دریافت کریں گے کیونکہ انہوں نے اس بارے میں کچھ نہ کچھ سن رکھا ہوگا، لہذا تم سب کسی رائے پر اتفاق کر لو تاکہ ہماری باتوں میں تناقض اور تضاد نہ ہو۔“

لوگوں نے جواب میں کہا: ”اے عبد شمس! آپ ہی مشورہ دیجئے کہ کیا کہا جائے؟“ ولید سوچتا رہا اور پھر اس نے کہا: ”نہیں! میں تمہارے خیالات سننا ہی بہتر سمجھتا ہوں۔“ قریش نے کہا: ”ہم کا ہن بتائیں گے۔“ ولید نے کہا: ”وہ کا ہن تو نہیں ہیں، تم نے کاہنوں کو دیکھا ہے اور کلام بھی سنا ہے مگر ان کا کلام تو کاہنوں کا سا بے معنی زمزمہ نہیں ہے۔“ اس کے بعد لوگ کہنے لگے: ”مجنون بتادیں گے۔“ ولید نے پھر مخالفت کی اور کہا: ”وہ حواس باختہ، پریشان خیال اور جذباتی نہیں، حالانکہ ہر مجنون میں ایسا ہی کچھ ہوتا ہے۔“ لوگوں نے پھر کہا: ”شاعر بتایا جاسکتا ہے۔“ ولید نے کہا وہ شاعر بھی نہیں کہ ہم اصناف شعر ”رَجْزُ هَزْجٍ قَرِيضَةٌ مَقْبُوضَةٌ مَبْسُوطَةٌ“ وغیرہ سب سے واقف ہیں مگر محمد (ﷺ) کا کلام بے نظیر اور بے مثال ہے۔

اس کے بعد لوگوں نے کہا: ”ساحر کہہ دیں گے۔“ ولید نے کہا: وہ جادوگر بھی نہیں، ہم میں سے ہر ایک نے ساحروں کو دیکھا ہے ان کے انداز کلام میں تو جھاڑ پھونک اور گرہ بندی لازمی طور پر ہوتی ہے۔ لوگوں نے کہا: ”اے عبد شمس! تم ہی بتاؤ، لوگوں کو محمد (ﷺ) کے بارے میں کیا جواب دو گے؟“ اب ولید نے کہا شروع کیا: ”واللہ! ان کے کلام میں تو عجیب حلاوت ہے، تازگی اور لذت ہے تو تم بیان کردہ باتوں میں سے جو بھی کہو گے، جھوٹ سمجھا جائے گا۔“

بہر حال قرین عقل یہ ہے کہ ساحر کہو اور بتاؤ کہ یہ ساحر لوگوں کے درمیان جدائی ڈالتا ہے۔ لوگوں

کو باپوں سے، بیویوں سے بھائیوں سے اور خاندان سے کاٹ دیتا ہے۔“ پس لوگ اس کی رائے سے اتفاق کر کے اس اجتماع سے رخصت ہو گئے اور جب حج کا زمانہ آیا تو ہر طرف سے لوگ آ کر بیت اللہ کے طواف کیلئے جمع ہونے لگے اور مشرکین قریش ان کو نبی کریم ﷺ سے برگشتہ کرنے کیلئے ان کے اجتماعات اور دارالاقامتوں میں جانے آنے لگے۔ جو بھی ان کے پاس آتا وہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں اسے ذرا تے اور بچنے کی ترغیب دیتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے ولید بن مغیرہ کے بارے میں ”ذُرْنِيْ وَ مَنْ خَلَقْتُ وَ حِيْدَاۗهُ (الٰہی قولہ) سَا ضَلِيْہِ سَقْرَہ“ آیتیں نازل فرمائیں اور نیز ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے اس جھوٹے پیرو پیگنڈے میں ولید کو اپنا قائد اور پیشوا بنا لیا تھا۔ آیت کریمہ ”الَّذِيْنَ جَعَلُوْا الْقُرْآنَ عِضِيْنَ فَاَوْ رَبَّكَ لَسَنَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ“ نازل ہوئی، یہ وہ لوگ تھے جو لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر پاس بٹھاتے اور نبی کریم ﷺ کی برائی اور بدگوئی ان سے کرتے۔

راوی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کہنا ہے کہ حج سے فراغت کے بعد جب لوگ اپنے اپنے علاقوں اور قبائل میں واپس ہوئے تو چپہ چپہ پر رسول کی ﷺ اور آپ کی نبوت کا چہ چہ ہو گیا اور اس طرح تمام بلاد عرب ذات نبی ﷺ سے واقف ہو گیا۔

﴿ابن عباس، بیہقی﴾

عوفی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور وہ قرآن حکیم کے بارے میں پوچھ رہا تھا: جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو بتایا کہ وہ اٹھ کر قریش کے پاس آیا اور کہا: ”جو کلام ابن ابی کبشہ سناتا ہے وہ بہت ہی عجیب ہے۔ وہ شعر ہے بہ سحر، نہ بے معنی گفتگو ہے، یقیناً ان کا کلام خدا کا کلام ہے۔“

﴿ابو نعیم﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کہ نضر بن حارث نے کھڑے ہو کر کہا: ”اے قریش بھائیو! تم ایک ایسی الجھن میں مبتلا ہوئے ہو کہ اس سے پہلے نہ ہوئے تھے جب حضرت محمد ﷺ نوجوان تھے تو وہ تمہارے اندر سب سے زیادہ پسند کیے جاتے اور وہ سب سے زیادہ صادق القول اور امانتدار سمجھے جاتے تھے اور جب وہ جوان ہوئے اور ان کی نہاد میں مزید پختگی اور خوبو میں متانت کا نکھار آ کر ان کی خوبیوں میں اور جلاء ہو گئی اور وہ خدا کا کلام لے کر آئے تو پھر تم اسی جامع صفات کو ساحر کہنے لگے، حالانکہ سحر سے ان کو کیا نسبت۔ کاہن کہنے لگے دران حالیکہ کہانت سے ان کو کیا سروکار، مجنون کہنے لگے باوجود یہ کہ جنون سے ان کو کیا علاقہ۔ پس اے برادران قریش! انصاف کر کے اپنے رویہ پر نظر ثانی کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان عظیم فرمایا ہے کہ تمام عالم آباد کو چھوڑ کر تمہارے اندر سے ایک نبی کو اٹھایا ہے۔“

﴿ابو نعیم، بیہقی، ابن اسحاق﴾

قرآن کی صداقت:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جماعت قریش نے ابو جہل بن حکم سے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دین عوامی تحریک کی صورتحال اختیار کرتی جا رہی ہے، تم ایسے کسی شخص کو منتخب کرو جو سحر، کہانت اور شعر سے بخوبی واقف ہو۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائے اور ان کے عزائم و اغراض کے بارے میں ان سے گفتگو کر کے ہمیں اطلاع دے۔ عتبہ نے کہا: میں سحر کہانت اور شعر کی حقیقتوں سے بخوبی واقف ہوں لہذا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا: ”اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ بہتر ہیں، یا ہاشم؟ آپ بہتر ہیں، یا عبدالمطلب؟ آپ بہتر ہیں یا عبد اللہ؟ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔

عتبہ نے پھر کہا: ”آپ کس لیے ہمارے مبعودوں کو برا اور ہمارے اسلام کو گمراہ بتاتے ہیں؟ اگر آپ کو حکومت و ریاست کی خواہش ہے تو ہم جھنڈا آپ کیلئے بلند کیے دیتے ہیں اور آپ کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں اگر جنسی میلان ہے تو دس ایسی عورتوں سے شادی کر دیتے ہیں جو آپ کو محبوب ہیں۔ اگر دولت و سرمایہ کی ضرورت ہے تو ہم لاکر آپ کی خدمت میں ڈھیر کر دیں گے۔ یہ آپ کی ضرورت سے زیادہ اور آپ کی آئندہ نسلوں تک کو کافی ہوگا۔“ آپ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھ لیا کہ عتبہ اپنا سلسلہ کلام ختم کر چکا تو پھر آپ نے یہ آیات پڑھیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

حَمّ ۝ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیةٌ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا
لِقَوْمٍ یَعْلَمُوْنَ ۝ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ۝ فَاَعْرَضْ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ۝ وَ قَالُوْا
قُلُوْبُنَا فِیْ اَكْنٰثٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْهِ وَ فِیْ اٰذَانِنَا وَّ قُرُوْا مِنۡ بَیْنِنَا وَ بَیْنِكَ
حِجَابٌ فَاَعْمَلْ اِنَّا عَمِلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اِنَّمَا اِلْهٰكُمُ اللّٰهُ
وَ اِحْدٌ فَاَسْتَقِیْمُوْا اِلَیْهِ وَ اسْتَغْفِرُوْهُ ط وَ وِیْلٌ لِّلْمُشْرِکِیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ
الزُّكُوٰةَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ
غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ قُلْ اِنْتُكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنٍ وَ تَجْعَلُوْنَ
لَهٗ اَنْدَادًا ط ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَ جَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بَرَكَ
فِیْهَا وَ قَدَّرَ فِیْهَا اَقْوَانَهَا فِیْ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ ط سَوَآءٌ لِّلْسٰنِیْنِ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی
السَّمٰوٰتِ وَ هِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَّلِلْاَرْضِ نَعِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ط قَالَتَا اٰتِنَا
طٰنِعِیْنَ ۝ فَقَضْنَهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنٍ وَ اَوْحٰی فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرًا ط وَ
رَیْنَا السَّمٰوٰتِ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحٍ وَ حِطَّآ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ فَاِنْ
اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَ ثَمُوْدَ ۝

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان اور رحم والا ہے ترجمہ: ”یہ اتارا ہے بڑے رحم والے مہربان کا ایک کتاب ہے جس کی آیتیں مفصل فرمائی گئیں عربی قرآن عقل والوں کیلئے خوشخبری دیتا اور ڈر سنا تا تو ان میں اکثر نے منہ پھیرا تو وہ سنتے ہی نہیں اور بولے ہمارے دل غلاف میں ہیں۔ اس بات سے جس کی طرف تم ہمیں بلا تے ہو اور ہمارے کانوں میں ٹینٹ (روٹی) ہے اور ہمارے درمیان روک ہے تو تم اپنا کام کرو اور ہم اپنا کام کرتے ہیں، تم فرما دو آدمی ہونے میں تو میں تمہیں جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو اس کے حضور سیدھے رہو اور اس سے معافی مانگو اور خرابی ہے شرک والوں کو جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں، بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کیلئے بے انتہا ثواب ہے، تم فرماؤ کیا تم اس کا انکار رکھتے ہو جس نے دودن میں زمین بنائی اور اس کے ہمسر ٹھہراتے ہو وہ سارے جہاں کا رب ہے اور اس میں اس کے اوپر سے لنگر ڈالے (بھاری بوجھ رکھے) اور اس میں برکت رکھی اور اس میں اس کے بسنے والوں کی روزیاں مقرر کیں۔ یہ سب ملا کر چار دن میں ٹھیک جواب پوچھنے والوں کو پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ دھواں اٹھا تو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں حاضر ہو، خوشی سے یا نہ خوشی سے۔ دونوں نے عرض کیا ہم رغبت کے ساتھ حاضر ہوئے تو انہیں پورے سات آسمان کر دیا وہ دن میں اور ہر آسمان میں اسی کے کام کے کہ احکام بھیجے اور ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا اور نگہبانی کیلئے یہ اس عزت والے علم والے کا ٹھہرایا ہوا ہے پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرماؤ میں تمہیں ڈراتا ہوں ایک کڑک سے جیسی کڑک عا د اور ثمود پر آئی تھی۔“

جب نبی کریم ﷺ یہاں تک پہنچے تو عقبہ میں مجال سماعت نہ رہی، اس نے قسم دے کر آپ کو آگے بڑھنے سے روک دیا اور رحم کی بھیک مانگ کر کہنے لگا کہ اس کو ایسے عذاب سے دور رکھیں۔ عقبہ یہاں سے نہ اپنے گھر گیا نہ ان لوگوں کے پاس پہنچا تو ابو جہل نے کہا:

”اے گروہ قریش! ہم کو کہیں پر عقبہ نظر نہیں آتا، شاید وہ محمد (ﷺ) کی طرف مائل ہو گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اسے کوئی حاجت درپیش ہے پھر وہ عقبہ کے پاس آئے۔ ابو جہل نے کہا: ”عقبہ! ہمارا خیال ہے کہ تو کسی طمع کا شکار ہو کر محمد (ﷺ) کی طرف مائل ہو گیا ہے اگر تجھے مالی اعانت کی ضرورت ہے تو ہم اس کو پورا کرنے کیلئے تیار ہیں، تا کہ پھر تو محمد (ﷺ) سے بے نیاز ہو جائے۔“ یہ سن کر عقبہ غضبناک ہو گیا اور قسم کھا کر بولا کہ ”میں محمد (ﷺ) سے کبھی بات نہ کروں گا۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں تم میں سب سے زیادہ مالدار ہوں اس وجہ سے میں کسی سے اعانت کا طالب نہیں۔“

سنو! جب میں محمد (ﷺ) کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے ایسے کلام کے ساتھ جواب دیا کہ خدا کی قسم! نہ تو وہ سحر ہے اور نہ وہ شعر و کہانت ہے انہوں نے میرے جواب میں پڑھا: حَمَّ ۝ تَنْزِيلُ مِّنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ تَا صَعِقَةٌ مِّثْلَ صَعِقَةِ عَادٍ وَ تَمُودَ ۝ پھر میں نے ان سے التجا کی اور ان کو آگے پڑھنے سے روک دیا اور ان سے رحم کی بھیک مانگی تا کہ وہ اس عذاب میں مجھے مبتلا نہ کریں اور یہ تو تم

جاتے ہو کہ محمد (ﷺ) جو کچھ فرماتے ہیں وہ جھوٹ نہیں ہوتا لہذا ڈرتا ہوں کہ کہیں تم پر عذاب نہ نازل نہ ہو جائے۔ میرا کہا مانو تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو اور تعرض نہ کرو، اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو ان کا ملک اور ان کی عزت تمہارا ملک اور تمہاری عزت ہوگی۔

﴿بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے بھی ایسی ہی روایت نقل کرتے ہیں جس میں تفصیل کے بجائے اجمال اور اختصار ہے۔﴾

﴿ابن ابی شیبہ، بیہقی، ابو نعیم﴾

ابو جہل اور دیگر مشرکین کا راتوں کو چھپ کر قرآن سننا:

زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ابو جہل، ابوسفیان اور اخص بن شریق ایک شب میں نبی کریم ﷺ سے کلام اللہ سننے کی نیت سے روانہ ہوئے۔ نبی کریم ﷺ اس وقت مصروف نماز تھے یہ تینوں اشخاص اندھیرے میں اپنے اپنے زاویوں پر بیٹھ کر نبی کریم ﷺ کی تلاوت سے کچھ اس طرح لذت اندوز اور متاثر ہوئے کہ خبر نہ ہوئی اور پوری رات گزر گئی۔ طلوع فجر پر جب جانے لگے تو تینوں نے بہم ایک دوسرے کو دیکھا اور سب پر انفعال طاری ہو گیا۔ تین راتیں اسی طرح عمل ہوتا رہا اس کے بعد اخص، ابوسفیان کے گھر پر آیا اور کہا اس کلام کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے جس کو محمد (ﷺ) سے سنا ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا: ”میں اس کلام کو اور اس کے تاثر کو محسوس کرتا ہوں۔“

اس کے بعد اخص ابو جہل کے پاس پہنچا اور اس سے کہا: اے ابوالحکم! اس کلام کے بارے میں جو ہم نے محمد (ﷺ) سے سنا ہے تمہاری کیا رائے ہے۔ ابو جہل نے کہا کہ میں نے کیا سنا ہے اسے سنو! ہم اور بنی عبدمناف شرف میں ہمیشہ جھگڑا کرتے تھے اگر انہوں نے کھانا کھلایا تو ہم نے بھی کھانا کھلایا۔ انہوں نے لوگوں کو سواریاں دیں تو ہم نے بھی لوگوں کیلئے سواریاں فراہم کیں، انہوں نے لوگوں کو مال دیا تو ہم نے بھی دیا۔ یہاں تک کہ ہمارے اور ان کے درمیان یہ مسابقت جاری رہی اور اس دوڑ میں ہم اور وہ برابر رہے تو بنی عبدمناف نے از روئے فخر و شرف کہا کہ ہم میں ایک نبی ہوگا جس پر آسمان سے وحی نازل ہوگی تو اگر ہم نے اس نبی کو پایا تو خدا کی قسم! ہم اس پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے اور ہم اس کی تصدیق نہیں کریں گے، اخص ابو جہل کی یہ باتیں سن کر اٹھ کھڑا ہوا۔

﴿ابن اسحاق، بیہقی﴾

حضرت مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ سب سے پہلا دن جب ہم نے نبی کریم ﷺ کی شان رسالت کو پہچانا وہ دن تھا کہ میں اور ابو جہل شہر مکہ کی ایک گلی میں جا رہے تھے، ہماری ملاقات نبی کریم ﷺ سے ہو گئی۔ آپ نے ابو جہل سے فرمایا: ”ابوالحکم! اللہ تعالیٰ ورسول اللہ کی طرف آؤ۔“ ابو جہل نے جواب دیا: ”محمد (ﷺ) کیا تم ہمارے معبودوں کو برا کہنے سے باز نہ آؤ گے؟ جو کچھ تم کہتے ہو اگر میں اسے حق جانتا تو ضرور اتباع کر لیتا۔“

اس کے بعد آپ ﷺ تشریف لے گئے اور ابو جہل نے مجھ سے کہا: ”میں جانتا ہوں کہ وہ سچے

ہیں لیکن قصی کی اولاد سے ہیں۔ قصی کے لوگوں نے کہا ہم غلاف کعبہ چڑھاتے ہیں، ہم مشار ت کیلئے ندوہ کو منظم رکھتے ہیں، ہمارا الواء ہے ہم میں سقایہ ہے پھر انہوں نے کہا: ہم میں اس کا نبی ہے، میں نے کہا ہم چاروں باتوں کو تسلیم کرتے ہیں مگر خدا کی قسم پانچویں دعوے کو ہرگز نہ مانیں گے۔

﴿بیتی﴾

زمزم کی برکت:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرا بھائی انیس جو مکہ گیا تھا اس نے آکر بتایا کہ میں نے حرم میں ایک شخص سے ملاقات کی جو کہتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ میں نے پوچھا لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ انیس نے جواب دیا: لوگ اسے شاعر، سار اور کاہن کہتے ہیں اور انیس شعر و ادب میں پاکیزہ ذوق رکھتا تھا۔ دنیائے عرب اس کی اس حیثیت کو تسلیم کرتی تھی اور وہ بڑا سمجھدار اور فہم و ادراک والا شخص تھا لہذا میں نے خود اس کا تاثر لیا تو اس نے کہا میں نے کاہنوں کو بہت قریب سے دیکھا ہے، وہ کاہن نہیں ہے۔ ادب و شعر کی اصناف میں سے کسی صنف سے ان پر جو کلام نازل ہوا ہے تعلق نہیں رکھتا۔ اس وجہ سے میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ وہ سچے ہیں اور بدگو لوگ متعصب اور جھوٹے ہیں۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس کے بعد میں خود مکہ آیا اور پورے تیس دن مقیم رہا مجھے خوردونوش کے سلسلے میں آب زمزم کے سوا کچھ دستیاب نہ تھا مگر مجھے گرسنگی تھی نہ نقاہت بلکہ میں اور بھی فریب اور چشت ہو گیا۔

﴿مسلم﴾

زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اسعد بن زراہ نے بیعت عقبہ کے دن حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم نے قریب و بعید اور ذی رحم رشتہ کو چھوڑ دیا اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے ہیں وہ دورغ گو نہیں اور یہ کہ جو کلام آپ لائے ہیں، اس کے مشابہہ کسی بشر کا کلام نہیں ہو سکتا۔

﴿ابو نعیم﴾

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ بنی سلمہ کے ایک شخص نے بیان کیا کہ جب میرے قبیلے کے لوگ اسلام لائے تو عمرو بن الجموح نے اپنے بیٹے سے کہا: تو نے جو کلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اس میں سے کچھ مجھے بھی سنا تو بیٹے نے عمرو کو "أَلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ" سے صراطِ الْمُسْتَقِيمِ" تک پڑھ کر سنایا۔ اس پر عمرو نے کہا یہ کلام کس قدر حسین و جمیل ہے۔ کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا کلام ایسا ہی ہے؟ بیٹے نے کہا: ابا جان! سب ایسا ہی ہے۔

﴿ابو نعیم﴾

قرآن سن کر ایک ہزار مسلمان ہو گئے:

شعسی وزہری رحمہم اللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قیس سیسی رضی اللہ عنہ آیا۔ اس

نے نبی کریم ﷺ سے کلام اللہ کی تلاوت سن کر کچھ سوالات کیے اور نبی کریم ﷺ نے جوابات دیئے۔ اس کے بعد وہ اسلام لے آیا اور بنو سلیم میں واپس جا کر کہا:

”میں نے روم و ایران کا ادب لطیف، عرب شعراء کی تلیقات، کاہنوں کی کہانت اور حمیر کے مقالات اور کلام سنا ہے لیکن ان سب کا کلام محمد ﷺ کے کلام کی حکمت و حسن سے قطعاً مناسبت نہیں رکھتا لہذا میرا مشورہ قبول کرو تو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں خود کو دے دو اور ان پر نازل شدہ کلام سے استفادہ کرو۔“

پھر بنی سلیم کے لوگ فتح مکہ کے سال حاضر ہو کر داخل ملت اسلام ہوئے۔ وہ سات سو اور ایک قول کے مطابق ایک ہزار تھے۔

﴿ابن سعد﴾

وجہ اعجاز قرآن:

تمام دنیا کے دانشمندوں اور مفکرین نے ہر ہر رخ سے غور کیا، درایت کی کسوٹی پر پرکھا تو ہر ایک کو جو عصبیت کے مرض کا مارا نہیں تھا یہی کہنا پڑا کہ قرآن حکیم انسانی کلام نہیں ہے بلکہ ایسا کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا اور نبی کریم ﷺ کا یہ سب سے عظیم معجزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فصیحان عرب کو لاکارا اور فرمایا: ”فَاتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ“ لیکن وہ اس کلام الہی کے مقابل میں ایک سورۃ بھی پیش نہ کر سکے۔ پھر یہ قرآن شریف کو ڈھکا چھپا نہیں رکھا گیا، اس کی صداقت اس کے اعجاز کو عام کرنے کیلئے اس کے سنانے کا اہتمام کیا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ

﴿سورہ التوبہ﴾

ترجمہ: ”اور اے محبوب! اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دو کہ وہ اللہ کا کلام سنے۔“ اور اگر کلام ربانی سننے کے باوجود ان کے قلوب غیر متاثر رہیں تو یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ کلام بے اثر ہے بلکہ ان کے دل مریض ہیں۔ کلام تو یقیناً معجزہ ہے۔

وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ط قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ۝

﴿سورہ العنکبوت﴾

ترجمہ: ”اور بولے کیوں نہ اتریں کچھ نشانیاں ان پر ان کے رب کی طرف سے تم فرماؤ نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں اور کیا یہ انہیں بس نہیں کہ ہم نے کتاب اتاری جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم منجملہ اس کی نشانیوں کے ایک نشانی ہے۔ اہل عرب فصیح و بلیغ انشاء پر دراز، خطیب اور شاعر تھے اور ان کو اس صنعت پر بڑا غرور، گھمنڈ اور پندار بھی تھا۔ لہذا ان کو

تحدی کی گئی اور سال ہا سال کی ان کو مہلت دی گئی مگر وہ ایک چھوٹی سورہ بنانے پر بھی قادر نہ ہو سکے، ہر چند کہ وہ اللہ کے نور کو بجھانے اور چھپانے پر تلے بیٹھے تھے تو اگر اس سے معارضہ کرنا ان کی قدرت میں ہوتا تو یقیناً قطع حجت کیلئے کام میں لاتے مگر سارے زبان آور عاجز رہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اس حال میں مبعوث فرمایا کہ عربوں کے اندر اس زمانے میں بڑے بلند پایہ خطیب اور شعراء موجود تھے اور زبان کی لطافت کو پورے طور پر سمجھتے تھے، ان کے ذہنوں میں الفاظ کا بڑا ذخیرہ تھا۔ نبی کریم ﷺ نے تمام اہل عرب کو معارضہ قرآن کی دعوت دی، مگر وہ سب عاجز رہے۔ جن وجوہ کے ساتھ قرآن کے اعجاز کا وقوع ہوا، ان میں لوگوں کا اختلاف ہے اور ان میں کئی قول ہیں جن کو میں نے کتاب تفسیر اتقان میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے ان میں سے چند وجوہ کا خلاصہ یہ ہے:

..... پہلی وجہ اعجاز یہ ہے کہ قرآن کریم اپنے نظم و اسلوب کی صورت میں عجیب و غریب ہے جو اسالیب عرب کے مطابق نہیں۔ قرآن کریم کی وہ ترتیب و نظم جس کا وہ حامل ہے اور اس پر آیات کے مقاطع، کلمات کے فواصل اور عبارت میں اوقاف کا جو نظام ہے، وہ اپنی نظیر آپ ہے۔

..... دوسری وجہ اعجاز یہ ہے کہ قرآن کریم ایسی غیبی خبروں پر مشتمل ہے جو اس وقت واقع نہیں ہوئی تھیں اور جب وہ واقع ہوئیں تو ویسی ہی واقع ہوئیں جیسی کہ خبر دی گئی تھی۔

..... تیسری وجہ اعجاز یہ ہے کہ قرآن کریم اور شراہ سابقہ کی خبریں اس قبیل سے تھیں جن کو اہل کتاب میں کوئی شخص اس وقت تک نہیں مان سکتا تھا جب تک کہ وہ اپنی عمر کا بیشتر حصہ اس کی تحصیل میں صرف نہ کر دے، نبی کریم ﷺ ان وجوہ کے ساتھ جن پر منصوص تھیں قرآن کریم میں لے کر آئے حالانکہ آپ امی تھے پڑھنا لکھا کسی سے نہیں سیکھا تھا۔

..... چوتھی وجہ اعجاز یہ ہے کہ قرآن کریم ضمیر کی کیفیات اور قلب کے احساسات کو بیان کرتا ہے۔ مثال کے طور پر قرآن حکیم نے بیان کیا:

إِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا ﴿سورہ آل عمران﴾

ترجمہ: ”جب تم میں سے دو گروہوں کا ارادہ ہو کہ نامردی کر جائیں۔“

..... اور فرمایا: وَيَقُولُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ ﴿سورہ المجادلہ﴾

ترجمہ: ”اپنے دلوں میں کہتے اور اللہ ہمیں عذاب کیوں نہیں کرتا ہمارے اس کہنے پر۔“

..... پانچویں وجہ اعجاز یہ ہے کہ قوم کو عاجز اور ناچار بتانے کے سلسلے میں بعض قضایا اور اخبار وارد ہوئے مثلاً قرآن نے بتایا کہ فلاں لوگ ایسا نہ کر سکیں گے اور پھر واقعات کی دنیا میں وہ ایسا نہ کر سکے جیسا کہ یہود کے بارے میں بتایا گیا: ”وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا“ یعنی یہود کبھی بھی اس کی آرزو نہ کریں گے۔

..... چھٹی وجہ اعجاز یہ ہے کہ عرب فصحاء شعراء اور ماہرین زبان ایڑی چوٹی کا زور اور احتجاجی و متفقہ کوششوں کے باوجود معارضت میں ناکام رہے۔

..... ساتویں وجہ اعجاز یہ ہے کہ سماعت قرآن کے موقع پر مخالفوں اور منکروں پر خوف و دہشت پیدا ہو جاتی اور تلاوت کی سماعت کے وقت عجیب ہیبت و رعب طاری ہوتا جاتا جیسا کہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کے دل پر رعب و دہشت طاری ہوا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز جبہری میں سورہ طور کی تلاوت کر رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے:

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ۝ أَمْ خَلَقُوا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ

بَلْ لَا يُوقِنُونَ ۝ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصِطْرُونَ ۝

﴿سورہ الطور﴾

ترجمہ: ”کیا وہ کسی اصل سے نہ بنائے گئے یا وہی بنانے والے ہیں یا آسمان اور زمین

انہوں نے پیدا کیے بلکہ انہیں یقین نہیں یا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا

وہ کڑوڑے (حاکم اعلیٰ) ہیں۔“

حضرت جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کلام الہی کو سن کر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ شاید میرا دل پارہ پارہ ہو جائے گا اور یہ پہلا موقع تھا کہ اسلام کی صداقت میرے دل میں جاگزیں ہوئی۔

..... آٹھویں وجہ اعجاز یہ کہ نہ تو اس کے پڑھنے والے کا دل بھرتا ہے اور نہ سننے والے کا بلکہ بار بار اس کی

تلاوت کیلئے وہ بے قرار ہوتا ہے اور ہر بار اسکی لذت بڑھتی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے قرآن پاک کی ایک صفت یہ بھی بیان کی کہ بار بار پڑھنے سے قرآن پاک پرانا نہیں ہوتا۔

..... نویں وجہ اعجاز یہ ہے کہ قرآن کریم رہتی دنیا تک باقی رہنے والی خدا کی کتاب ہے۔ اس میں کبھی

کوئی تحریف نہیں کر سکتے گا اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لی ہے۔

..... دسویں وجہ اعجاز یہ ہے کہ قرآن کریم میں تمام علوم و معارف کو جمع فرمایا ہے جو کسی کتاب میں

یکجا نہیں ہوئے اور نہ آئندہ ہوں گے اور نہ کسی فرد کا علم اس کے چند کلمات اور گنتی کے حروف

کا احاطہ کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس آخری کتاب میں زندگی کے ہر شعبہ کیلئے اصول

عطا فرمائے ہیں۔

..... گیارہویں وجہ اعجاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی مزاجی خصوصیت کو ثواب و عذاب، انعام و

عتاب اور رحمت و عقاب کے بین بین رکھا ہے، اس لیے یہ مایوس ہونے دیتا ہے نہ امید کا دامن

چھڑواتا ہے اگر ایک وقت خوف کے سائے پڑنے لگتے ہیں تو معاً دوسرے وقت رجا اور امید

سے دل کو سہارا ملنے لگتا ہے۔

..... بارہویں وجہ اعجاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو دوسری سابقہ کتابوں کیلئے ناسخ قرار دیا اور کتب

سابقہ کے اساطیری بیانات کی صحت و عدم کا معیار قرار دیا، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَقْضُ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝

﴿سورہ النمل﴾

ترجمہ: ”بے شک یہ قرآن ذکر فرماتا ہے بنی اسرائیل سے اکثر وہ باتیں جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔“

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلی چار وجوہ اعجاز قرآن میں ایسی ہیں جن پر اعتماد کیا گیا ہے اور باقی وجوہ قرآن کی خصوصیات میں بیش بیش ہیں، بقیہ خصائص قرآن سے یہ ہے کہ اس کا نزول سات حروف (لغت) پر ہوا ہے اور یہ کہ اس کا نزول ٹکڑے ٹکڑے اور تھوڑا تھوڑا ہوا ہے اور یہ کہ قرآن حفظ کیلئے بہت آسان کیا گیا ہے۔ (بہت آسانی سے حفظ ہو جاتا ہے۔)

دیگر تمام کتابیں ان تین خصوصیتوں سے عاری ہیں، میں نے پہلی دو خصوصیتوں کو تفصیل کے ساتھ الاتقان میں بیان کیا ہے، ان میں سے کچھ حصہ ان خصائص کے بیان میں پیش کرتا ہوں جن کی وجہ سے نبی کریم ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام سے ممتاز ہیں۔

قرآن پاک کے اعجاز کی وجوہات ذکر کی گئیں ان میں تیسری، چوتھی، پانچویں، چھٹی وجوہات مخصوص آیات سے تعلق رکھتی ہیں جبکہ باقی وجوہات عام میں اور ان کا تعلق ہر آیت سے ہے اور تقریباً ان ستر ہزار کو آٹھ وجوہ میں ضرب دی جائے یا ان آٹھ وجوہ میں اول کی دو وجوہ پر ضرب دو یا ساتویں آٹھویں اور نویں وجوہ اور معرفت سے اگر ضرب دیا جائے تو معجزات کی یہ تعداد لاکھوں پر پہنچے گی اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ پہلی دو وجوہ کے اعتبار سے قرآن پاک کے معجزات سے واقف ہو تو وہ ہماری کتاب الاتقان ملاحظہ کرے پھر ہماری کتاب اسرار التزیل کا بغور مطالعہ کرے، ان دونوں کتابوں میں قاری اس سلسلہ میں سنتا جائے گا کہ اس کی تشنگی دور ہو جائے گی۔

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قرآن پاک کے اس انداز کو جان لینے کے بعد کہا جاسکتا ہے کہ بے شک ہزار یا دو ہزار پر ان کا حصر نہیں بلکہ وہ اتنے زیادہ ہیں کہ ان کو احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے قرآن پاک کی ایک سورہ کے ساتھ تحدی فرمائی تو وہ ایک سورہ کے لانے میں عاجز رہ گئے۔ قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورۃ الکوثر ہے۔

مصنف کتاب، علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے دس کلمات میں ہر کلمہ اپنی جگہ ایک مستقل معجزہ ہے اور پوری کتاب اللہ نو سو چونتیس (۹۳۴) میں ستر (۷۷) کلمات ہیں تو صرف انشاء و عبارت کے لحاظ سے کلمات مذکور کے مطابق اتنے ہی تعداد میں معجزہ

مجھے یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ میں نے قرآن پاک کی ایک آیت مبارکہ سے ایک سو بیس

انواع بلاغت نکالی ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ محدثین نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر قرآن پاک چمڑے میں ہو تو اسے آگ نہیں کھائے گی۔

ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ بعض علماء کا قول ہے کہ قرآن کریم کا یہ معجزہ صرف زمانہ

رسالت میں تھا۔

نزول وحی کی کیفیت

ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ہوں نے کہا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی مناجات جو نبی کریم ﷺ کے لئے ہوتی، سنا کرتے تھے اور وہ انکو نظر نہ آتے تھے۔

﴿ بن ابی داؤد کتاب المصاحف ﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو ہم شہد کی مکھیوں کی بھینساہٹ کی مانند آواز سنا کرتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے چہرے کے قریب سے یہ آواز سنی جاتی۔

﴿ ابو نعیم، احمد، ترمذی، حاکم، بیہقی ﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ ﷺ پر وحی کس طرح نازل ہوتی ہے؟

فرمایا: میرے پاس کبھی گھنٹی کی سی آواز آتی ہے اور یہ کیفیت مجھ پر بہت سخت گزرتی ہے۔ پھر وہ زائل ہو جاتی ہے اور فرشتہ جو کہتا ہے میں یاد کر لیتا ہوں، کبھی فرشتہ انسانی صورت میں آکر مجھ سے کلام کرتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے سخت سردی کے دن نبی کریم ﷺ پر وحی نازل ہوتے دیکھی تو آپ ﷺ کی پیشانی سے پسینہ بہ رہا تھا۔

﴿ بخاری، مسلم ﴾

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے تھے کہ میرے پاس وحی دو طرح پر آتی ہے۔ ایک فرشتے کے ذریعہ دوسرے آواز کے ذریعہ جو مثل گھنٹے کی آواز کے ہوتی ہے مگر یہ صورت مجھ پر گراں گزرتی ہے۔

﴿ ابن سعد ﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نزول وحی کے وقت بوجھ محسوس کرتے تھے۔ اسی لیے ارشاد خداوندی ہے:

”إِنَّا سَنَلِقُكَ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا“ (سورہ مزمل)

ترجمہ: ”بے شک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔“

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ اس کا بوجھ محسوس فرماتے اور پیشانی پر پسینہ نمودار ہو جاتا خواہ سردی کا موسم ہو۔

﴿ ابو نعیم ﴾

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جب نبی کریم ﷺ کی وحی لکھا کرتا تھا جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کو شدید لرزہ لاحق ہو جاتا اور آبدار موتی کی مانند پسینہ

آجاتا، پھر جب یہ کیفیت رفع ہو جاتی تو نبی کریم ﷺ وحی لکھواتے اور میں اس کو تحریر کرتا۔ جب میں وحی کی کتابت سے فارغ ہو جاتا تو قرآن کریم کے بوجھ سے مجھے اپنے پاؤں ٹوٹنے معلوم ہوئے حتیٰ کہ میں خیال کرتا کہ اب میں کبھی چلنے کے قابل نہ رہوں گا۔

﴿طبرانی﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ کے رنگ سے لوگ پہچان لیتے۔

﴿احمد﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ کے چہرہ انور اور جسم مقدس کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام گفتگو سے رک جاتے اور آپ ﷺ خود بھی کسی سے گفتگو نہ فرماتے۔

﴿ابو نعیم﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نزول وحی کے وقت اگر رسول اللہ ﷺ اونٹنی پر سوار ہوتے تو بار وحی سے اونٹنی گردن ڈال دیتی تھی۔

﴿احمد، بیہقی﴾

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑی ہوئی تھی، آپ ﷺ اس پر سوار تھے کہ سورہ مائدہ نازل ہوئی تو قریب تھا کہ اونٹنی کے بازو بار وحی سے ٹوٹ جائیں۔

﴿احمد، طبرانی، بیہقی، ابو نعیم﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ پر جب نزول وحی ہوتا تو ہم میں سے کسی میں مجال نہ ہوتی تو حضور نبی کریم ﷺ پر نظر ڈال سکیں۔

﴿مسلم﴾

نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اصل صورت میں دیکھا:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دو مرتبہ ان کی اصل صورت میں دیکھا۔ پہلی مرتبہ خود نبی کریم ﷺ کے کہنے پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے خود کو دکھایا اور وہ عظیم جسامت سے افق کو گھیرے ہوئے تھے اور دوسری مرتبہ شب معراج میں آپ ﷺ نے ان کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا۔

﴿احمد ابن ابی حاتم، ابوالشیخ﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اپنی اصل صورت میں دو مرتبہ دیکھا۔ آپ نے ان کو دیکھا کہ وہ آسمان سے زمین کی طرف اتر رہے ہیں، اور ان کی خلقت عظیم نے زمین و آسمان کو گھیر لیا ہے۔

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے جو روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کی ہے۔ اس میں اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سندس (ریشمی) لباس میں بلوس تھے، جس پر موتی اور یا قوت جڑے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا ان کے چہرہ سو بازو موتیوں کے تھے اور انہوں نے مور کی مانند اپنے بازوؤں کو پھیلا یا ہوا تھا۔

﴿ابوالشیخ﴾

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو سبز حلے میں دیکھا، اس وقت انہوں نے زمین و آسمان کو گھیر لیا تھا۔

﴿ابوالشیخ﴾

حضرت ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو روایت کی ہے اس میں ہے کہ ان کے دونوں پاؤں سدرہ پر معلق تھے۔

حضرت شرح بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب آسمان پر صعود فرمایا تو آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی تخلیقی صورت میں دیکھا۔

﴿ابوالشیخ﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا کرتے تھے اور طبرانی رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو روایت کی اس میں من مزید یہ بھی ہے کہ حضرت وحیہ رضی اللہ عنہ بہت حسین و جمیل شخص تھے۔

﴿ابن سعد، نسائی﴾

نبوت کے مکی دور سے متعلق معجزات

درخت کا چلنا:

حضرت اعمش رضی اللہ عنہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اہل مکہ نے بعثت کے بعد نبی کریم ﷺ پر بہت ظلم کیے۔

ایک بار آپ ﷺ ان کے گستاخانہ رویے اور نازیبا حرکات سے خون میں تر مکہ سے باہر تشریف فرما تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور پرستش احوال کے بعد ہا: یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ چاہتے ہیں کہ اسی وقت آپ کے ایک معجزے کا ظہور ہو تو آپ فلاں درخت کو حکم دیجئے کہ وہ آپ کے پاس آئے۔ آپ نے ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے اس کو اپنے پاس بلایا اور درخت حکم ملتے ہی آپ کے قریب آ گیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اب حکم دیجئے کہ وہ اپنی جگہ لوٹ جائے، آپ نے اس درخت کو حکم دیا وہ فوراً اپنی جگہ واپس چلا گیا۔

﴿ابن ابی شیبہ، ابویعلیٰ، دارمی، بیہقی، ابونعیم﴾

درخت کی ٹہنی کا ٹوٹ کر آنا:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین مکہ کے معاندانہ رویہ اور تکذیب سے رنجیدہ ہو کر ایک روز پہاڑ کی گھاٹی کی جانب چلے گئے اور اللہ تعالیٰ سے سکون قلب کیلئے دعا کرنے لگے۔ اللہ رب العزت نے وحی کی کہ سامنے والے درخت کی کسی بھی ٹہنی کو آپ اپنی طرف بلائیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ٹہنی کو طلب کیا اور وہ درخت سے منقطع ہو کر سامنے آگئی، اس کے بعد فرمایا: ویسے ہی اپنے مقام پر درست ہو جا، تو اس نے تعمیل کی اور لوٹ کر اپنے مقام پر پیوست ہو گئی۔ اس کے بعد آپ کی طبیعت میں انبساط پیدا ہو گیا اور آپ نے فرمایا: اب مجھے ان کے جھٹلانے کی پرواہ نہیں۔

﴿بہت ہی﴾

کم عمر بکری سے دودھ کا نکلنا:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرا بھی بچپن ہی تھا اور ابن ابی معیط کی گھاٹی میں بکریاں چرا رہا تھا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دونوں مشرکوں کی اذیت سے بچ کر میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تمہارے پاس پلانے کیلئے کچھ دودھ ہے؟ میں نے کہا میں امانت دار ہوں۔ فرمایا: تمہارے پاس کوئی ایسی بکری ہے جس کی عمر کم اور زمانہ دودھ دینے کا نہ ہو؟ میں نے اقرار میں جواب دیا اور پھر ایک ماہ کا بچہ جو قدرے بڑا تھا لا کر دیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے پیر باندھے پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی تو اس کے تھن دودھ سے بھر گئے پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سہ لے کر آئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے سے دودھ نکالا اور دونوں حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خود بھی دودھ پیا مجھے بھی پلایا۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے دودھ! اتر جا، تو وہ اتر گیا۔

حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کا خواب:

محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ مقتدین اسلام سے تھے۔ ان میں قبول اسلام کا جذبہ پیدا ہونے کا واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ جہنم کے کنارے کھڑے ہیں پھر انہوں نے جہنم کی وسعت بیان کی جس کو خدا ہی خوب جانتا ہے۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان والد انہیں جہنم میں دھکیل رہے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دخول جہنم سے روک رہے ہیں۔ وہ خوف زدہ ہو کر بیدار ہوئے اور کہا کہ یہ خواب برحق ہے۔ پھر وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے بیان کیا کہ میں نے اس طرح کا خواب دیکھا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری بھلائی کے خواستگار ہیں، تم ان سے رجوع کرو۔ پس وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: ”آپ کس امر کی دعوت دیتے ہیں۔“ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں کہ وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اسکے رسول ہیں تم جن پتھروں کی پرستش میں مبتلا ہو، اس سے باز آ جاؤ کیونکہ وہ پتھر نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں نہ وہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع دے سکتے ہیں، وہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ کون ان کی پوجا کرتا ہے اور کون نہیں۔

یہ سن کر حضرت خالد بن ولیدؓ ایمان لے آئے، جب حضرت خالدؓ کے والد کو معلوم ہوا کہ ان کے بیٹے نے آبائی دین کو چھوڑ دیا ہے تو اس نے حضرت خالدؓ پر طرح طرح کی سختیاں کیں اور ان کو ڈرایا، دھمکایا اور کہا آج سے میں تم کو کھانے پینے کو کچھ نہیں دوں گا۔ حضرت خالدؓ نے کہا کہ مجھے تمہارے رزق کی کچھ پروا نہیں، اللہ تعالیٰ مجھے اتنا رزق دے گا کہ میں اس سے زندگی گزار لوں گا اور تم سے سوال نہ کروں گا۔

﴿ابن سعد، ہیثمی﴾

صالح بن کیسانؓ سے روایت ہے کہ حضرت خالد بن سعیدؓ نے بیان کیا کہ میں نے ظہور نبوت و اسلام سے پہلے خواب میں دیکھا کہ مکہ اور اس کے اطراف کو گہری تاریکی نے ڈھانپ لیا ہے۔ صرف اطراف ہی نہیں بلکہ اس کی تاریکی میں زمین و آسمان تک پوشیدہ ہو گئے ہیں، اچانک زمزم سے نور افشاں قندیل بلند ہونی شروع ہوئی، جتنا وہ نور قندیل بلند ہوتا جاتا اتنی ہی اس کی چمک بڑھتی جاتی تھی یہاں تک کہ مجھے سب سے پہلے اس کی روشنی میں بیت اللہ نظر آیا پھر اس علاقے کی ساری اشیاء پر عمارات اور نباتات، پھر وہ منظر اور وسیع ہوا اور مجھے مدینہ کے نخلستان ایسے روشن نظر آئے کہ میں ان پر نیم پختہ کھجوریں دیکھ رہا تھا، پھر کسی کہنے والے نے اس روشنی کے درمیان سے کہا:

سبحانه سبحانه تمت الکمة و هلك ابن مارد بهضية الحصاء بين الدرج والاکمه

ترجمہ: ”پاک ہے وہ ذات، پاک ہے وہ ذات، کلمہ پورا ہوا اور ابن مارد، ادرج و اکمہ

کے درمیان ہقیقہ الحصاء میں ہلاک ہوا۔“

یہ امت سعید ہو گئی امیوں کا نبی آیا اور کتاب اپنی معیاد کو پہنچ گئی اور اس بستی والوں نے اس نبی کی تکذیب کی۔ اس بستی کو دو مرتبہ عذاب دیا جائے گا اور تیسری مرتبہ میں یہ توبہ کر لیں گے۔ تین عذاب باقی رہ گئے، دو مشرق میں اور ایک مغرب میں۔

حضرت خالدؓ نے اپنے بھائی عمرو بن سعید سے اپنا یہ خواب بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ تم نے یہ عجیب و غریب خواب دیکھا ہے۔ میرا خیال ہے کہ روشن قندیل حضرت عبدالمطلب کے گھرانے سے نمایاں ہوگی کیونکہ چاہ زمزم انہی کی تحویل میں ہے اور تم نے اس نور کو چاہ زمزم سے نکلتے دیکھا ہے۔ (اس روایت کو دارقطنی رحمہ اللہ نے الامزاد میں بیان کیا ہے اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے بطریق واقدی رحمہ اللہ چند الفاظ کے تغیر کے ساتھ بیان کیا ہے۔)

﴿ابن سعد﴾

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا خواب:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا: میں نے قبول اسلام سے تین روز قبل خواب دیکھا کہ ”میں ایک تاریک اور اندھیرے ماحول میں ہوں کہ دفعۃً مجھے چاند کی روشنی نظر آئی۔ میں اس روشنی کے پیچھے چلا میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ اس تک پہنچنے میں مجھ سے سبقت حاصل کر چکے ہیں۔ پھر میں ان لوگوں سے نزدیک ہوا تو میں نے پہچانا ان میں حضرت زید بن حارثہ حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم نظر آئے۔ میں نے ان حضرات سے دریافت کیا تم اس جگہ کب آئے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ چاند کے روشن ہوتے ہی ہم اس تک پہنچ گئے۔ پھر کچھ ہی دن ہوئے تھے اطلاع پا کر ایک روز اجیاد کی وادی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا اور پوچھا کہ آپ کی دعوت کیا ہے؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی توحید اور اپنی رسالت کی دعوت۔ میں نے اس کو قبول کیا اور کلمہ شہادت پڑھ کر داخل اسلام ہو گیا۔

﴿ابن ابی الدنیا، ابن عساکر﴾

ایک صاع مقدارِ طعام سے چالیس افراد کا شکم سیر ہو کر کھانا:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت کریمہ ”وَ اَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْاَقْرَبِينَ“ ﴿سورۃ الشعراء﴾ (ترجمہ: ”اور محبوب اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ۔“) نازل ہوئی تو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک بکری کے پائے اور ایک صاع غلہ کا طعام تیار کرو اور ایک قدح دودھ بھی رکھو، پھر اقرباء یعنی اولاد حضرت عبدالمطلب کو بلاؤ۔“ تو میں نے تعمیل کی اور وہ سب آگئے، جن کی تعداد انتیس، چالیس یا اکتالیس تھی۔ ان لوگوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ابولہب بھی موجود تھے، میں نے ان کے سامنے گوشت کا بڑا پیالہ رکھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے ایک بوٹی لی اور دانتوں سے توڑ کر پیالے میں بکھیر دی اور فرمایا: ”بسم اللہ“ کر کے شروع کیجئے تو سب مہمانوں نے سیر ہو کر کھانا کھایا مگر کھانا تقریباً ویسا ہی موجود اور باقی تھا۔ اس کے بعد فرمایا: علی! سب کو دودھ پلاؤ، تو میں نے پیالہ لیا جس میں سے سب نے سیر ہو کر پیا حالانکہ وہ دودھ مقدار میں صرف ایک شخص کیلئے کافی تھا۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام پیش کی۔

﴿ابن اسحاق، بیہقی﴾

پانی کا زمین سے نکلنا:

حضرت عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو طالب نے کہا: میں ذی الحجاز میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ مجھے پیاس لگی۔ میں نے کہا مجھے پیاس لگی ہے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کو پٹایا، اس پر سے اترے اور پیچھے کی طرف چند قدم چل کر جھکے، وہاں پانی تھا۔ مجھ سے کہا: چچا! پانی پیجئے اور میں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا۔

﴿ابن سعد﴾

نبی کریم ﷺ کی دعا سے ابوطالب شفا یاب:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوطالب کی بیماری میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کی عیادت فرمائی اور ابوطالب کی خواہش پر دعا بھی کی: ”اے اللہ! میرے چچا کو صحت اور شفاء عطا فرما۔“ تو ابوطالب اٹھ کھڑے ہوئے اور بیماری کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ ابوطالب نے کہا: اے نبی کریم! تمہارا خدا تم پر بہت مہربان ہے۔ آپ نے جواب دیا: اے چچا! اگر تم بھی اس خدا کی بندگی اختیار کر لو تو یقیناً تم بھی مہربانی فرمائے گا۔

﴿ اس حدیث کی روایت میں ٹیم منفرد ہیں اور وہ ضعیف مانے جاتے ہیں۔ ﴾

﴿ ابن عدی، ہیثمی، ابو نعیم ﴾

ابوطالب کا نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے دعائے استقاء کرنا:

جلیمہ بن عرفطہ سے روایت ہے کہ میں مسجد حرام پہنچا تو وہاں قریش کو شور مچاتے سنا وہ بارش کی دعا مانگ رہے تھے۔ ان میں سے کسی نے کہا: لات وعزى سے مدد مانگو اور کسی نے کہا: منات سے یہ سن کر ایک پیر سال، خوب واد اور تجربہ کار شخص نے کہا: ابوطالب نہیں ہے۔ اس کے پاس چلو چنانچہ وہ سب اور میں بھی ان کے ہمراہ ابوطالب کے گھر پہنچے آواز دی۔ تو ابوطالب زرد چادر گردن میں لپیٹے باہر نکلے لوگوں نے کہا: ”اے ابوطالب! وادیاں خشک ہو گئیں، جانور دبلے ہو گئے، چلو بارش کی دعا مانگیں۔“

ابوطالب نے کہا زوال آفتاب اور ہوا کے ٹھہرنے تک رکو، پھر ابوطالب ایک بچہ کو ہمراہ لے کر نکلے انگلی پکڑی اور بچہ کی پشت کو خانہ کعبہ سے ملا کر کھڑا کیا اور طلب بارش کی دعا کرنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں صاف مطلع آبر آلود ہو گیا اور موسلا دھار بارش سے وادیاں، تالاب اور آبی ذخیرے بھر گئے۔“

باغات اور کھیت سرسبز ہو گئے۔ اس موقع پر ابوطالب نے کہا:

وابيض يستسقى الغمام بوجهه

نمال اليتامى عصمة للا رامل

تطيف به الهلاك من آل هاشم

فهم عنده فى نعمة و فضائل

و ميزان عدل الا يبحس شعيرة

ووزان صدق وزنه غير هائل

ترجمہ: ”آپ کی ذات ایسی برکت والی ہے کہ آپ کے چہرے سے بادل پانی کا خواستگار

ہوتا ہے، آپ قیموں کے فریادرس اور بیواؤں کی عصمت (کے محافظ) ہیں۔ ہاشم کی بھوکی

پیاسی اولاد آپ کو گھیرے رہتی ہے، وہ لوگ آپ کے دامن میں نعمت و فضائل (دیکھتے)

ہیں۔ اور آپ میزان عدل ہیں کہ ایک جو برابر کم و بیش نہیں تولتے اور آپ سچائی کا وزن

کرنے والے ہیں، آپ کی تول کسی طرف جھکتی نہیں۔“

﴿ تاریخ ابن عساکر ﴾

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا:

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصل

صورت میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے جواب دیا: ”چچا! آپ میں ان کو دیکھنے کی تاب نہیں۔“ انہوں نے عرض کیا: ”درست ہے لیکن مجھے ضرور دکھائیے۔“ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”بیٹھ جائیے۔“ لہذا وہ بیٹھ گئے، کچھ دیر گزری تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اس لکڑی پر اترے جو کعبہ میں نصب تھی اور مشرکین طواف کے وقت اس پر کپڑے ڈالا کرتے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: چچا جان! اپنی نگاہیں اوپر اٹھائیے تو انہوں نے نگاہ اٹھائی اور دیکھا کہ ان کے دونوں پاؤں سبز زبرجد کی مانند ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو کر گر گئے۔ ﴿ابن سعد، بیہقی﴾

معجزہ شق القمر:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ سورہ القمر ﴿

ترجمہ: ”پاس آئی قیامت اور شق ہو گیا چاند۔“

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے چاند دو ٹکڑے ہوا، ہم اس وقت نبی کریم ﷺ کے پاس تھے۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے پیچھے اور دوسرا ٹکڑا آگے تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم گواہ رہو۔ ﴿بخاری، مسلم﴾

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ مکہ میں چاند کے دو ٹکڑے ہوئے تو مشرکین مکہ نے کہا: یہ جادو ہے جو تم پر کیا گیا ہے پھر انہوں نے اطراف و جوانب کے مسافروں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا قمر کو شق ہوتے تو ہم نے بھی دیکھا ہے۔ ﴿بیہقی، ابونعیم﴾

﴿بیہقی، ابونعیم﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں شق القمر ہوا۔ ﴿بخاری، مسلم﴾

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا چاند کے دو ٹکڑے ہوئے تو ہم بہ عہد رسالت مکہ میں تھے۔ کافروں نے کہا ہم پر محمد (ﷺ) نے جادو کر دیا ہے۔ ﴿بیہقی، ابونعیم﴾

﴿بیہقی، ابونعیم﴾

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ اور حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس مشرکین مکہ مجتمع ہو کر آئے اور کہا:

”اگر آپ سچے ہیں تو ہمیں چاند کے اس طرح دو ٹکڑے کر کے دکھائیں کہ ایک ٹکڑا جبل ابوقبیس پر ہو، اور دوسرا ٹکڑا جبل قعیقعان پر ہو اور وہ رات چودھویں کی تھی تو نبی کریم ﷺ نے اپنے رب سے دعا کی کہ کفار جس پر چیز کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اے میرے رب! اس کو پورا کر دے، حکم ایزدی پھر چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ آدھا جبل ابوقبیس پر اور آدھا جبل قعیقعان پر تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم گواہ ہو۔ ﴿ابونعیم﴾

﴿ابونعیم﴾

فائدہ:

علماء کرام نے شق القمر کو معجزہ عظیم قرار دیا ہے اور اس کو برہان نبوت کی اعلیٰ ترین نشانی قرار دیا ہے اور کہا کہ انبیاء علیہم السلام کے تمام معجزات میں کوئی معجزہ اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کا ظہور ملکوتِ سماء میں ہوا ہے۔ اس عالمِ مرکب میں جتنی طبیعتیں ہیں ان تمام طبائع سے عالمِ ملکوت خارج ہے کیونکہ وہاں تک کسی حیلہ و تدبیر سے رسائی کا ارادہ نہیں کیا جاسکتا، اس وجہ سے اظہر ترین حجت و دلیل کا اثبات ہو گیا۔

اللہ نے آپ کو دشمنانِ اسلام کے شر سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی حفاظت کیلئے دربانوں کو مقرر فرمایا کرتے تھے اور آیہ کریمہ ”وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ“ ﴿سورۃ المائدہ﴾ (ترجمہ: ”اور اللہ تعالیٰ تمہاری نگہبانی کرے گا، لوگوں سے۔“) نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے اپنے قبہ سے سر مبارک نکال کر پاسبانوں سے فرمایا: اے صاحبو! اب تکلف نہ کرو کیونکہ میرے رب نے حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔

﴿ترمذی، حاکم، بیہقی، ابونعیم﴾

ابو جہل کے شر سے معجزانہ طور پر حفاظت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو جہل نے لوگوں سے پوچھا کیا محمد (ﷺ) تمہارے سامنے اپنے چہرے کو گرد آلود کرتے ہیں؟ لوگوں نے بتایا: ہاں! اس نے کہا قسم ہے لات و عزیٰ کی اگر میں نے ان کو نماز پڑھتے دیکھا تو ضرور ان کی گردن مروڑ دوں گا یا ان کے چہرے کو خاک آلود کر دوں گا۔ تو ایک روز ابو جہل نبی کریم ﷺ کو مصروف نماز دیکھ کر آیا اور آپ ﷺ کی گردن مبارک کی طرف بڑھا۔ ابھی وہ نبی کریم ﷺ کے قریب بھی نہ پہنچا تھا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے خود کو بچاتا ہوا لٹے قدم لوٹا لوگوں نے پوچھا: کیوں کیا حال ہے؟ اس نے بتایا میں نے اپنے اور محمد (ﷺ) کے درمیان آگ سے پر خندق حائل دیکھی۔ اس بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا اگر ابو جہل میرے قریب آجاتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضو الگ کر ڈالتے، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ مبارکہ نازل فرمائی:

كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُفٍ ﴿سورۃ العلق﴾

ترجمہ: ”ہاں ہاں! بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے۔“

حضرت جعدہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھی کہ ایک شخص کو پکڑ کر لایا گیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ آپ کے قتل کا ارادہ رکھتا ہے، آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ہرگز مت ڈر، خوف مت کر، اگر واقعی تمہارا ارادہ یہی ہے تو جان لے کہ اللہ تعالیٰ تم کو مجھ پر غلبہ نہ دیتا۔

﴿احمد، طبرانی، ابونعیم﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو جہل نے کہا: اے گروہ قریش! محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس دین کی دعوت دے رہے ہیں، اسے تم دیکھ ہی رہے ہو، وہ ہمارے دین کو باطل، آباؤ اجداد کو گمراہ اور ہم سب کو عقل سے کورا کہتے ہیں۔ میں اپنے معبودوں سے عہد کرتا ہوں کہ کل دوران نماز ایک بڑا پتھران کے سر پر ماروں گا تو وہ دوسرے روز پتھر لے کر بیٹھ گیا جب آپ سجدہ کیلئے جبین مبارک رکھ رہے تھے کہ ابو جہل بڑھا اور قریب تھا کہ وہ سر پر پتھر مار دے کہ دفعۃً وہ چیختا چلاتا ہوا، دہشت زدہ ہو کر بھاگا۔ قریش نے پوچھا تو اس نے بتایا کہ ایک تراوٹ کے مشابہ جانور جو انتہائی خوفناک تھا مجھے نکلنے کیلئے میری جانب بڑھا۔ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو جہل کو ڈرانے والے حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے اگر وہ کچھ اور میرے قریب ہو جاتا تو اس کو ختم کر دیا جاتا۔

﴿ابن اسحاق، بیہقی، ابو نعیم﴾

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس میں قدرے تفصیل اور جملہ مختلف ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ”اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ“ کی قرأت کی اور جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابو جہل کی مذمت والی آیت: ”كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَّا فَاغِي“ پر پہنچے تو کسی شخص نے ابو جہل سے کہا کہ یہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ابو جہل نے کہا کہ اے شخص! جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں اس کو تم نہیں دیکھ رہے ہو، بخدا! آسمان کے کنارہ نے مجھے گھیر لیا ہے۔

﴿بزار، طبرانی، حاکم، بیہقی، ابو نعیم﴾

عبدالملک بن ابوسفیان ثقفی سے روایت ہے کہ ایک نووارد بدوی پہلی بار شہر مکہ میں آیا۔ ابو جہل نے غریب کا اونٹ ہتھیا لیا اور کوئی قیمت بھی ادا نہ کی۔ وہ قریش کی مجلس مشاورت میں کسی طرح پہنچ گیا اور کہا: اے سردارو! مجھ غریب مسافر کو اونٹ کی قیمت دلا دو۔ قریشی ندوہ کے سامنے ہی حرم کے ایک گوشے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے فتنہ پردازی کے جذبہ کی تسکین کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس مظلوم صحرائی سے جواب میں کہا: ”مظلوموں کی مددگار، وہ بیٹھے ہیں، جا اور ان سے مدد مانگ۔“

بے چارہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور ماجرا بیان کرنے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدد کیلئے کھڑے ہوئے اور بدوی کو ساتھ لے کر ابو جہل کے گھر پہنچے۔ آواز دی وہ باہر آیا۔ آپ نے اس کا حق ادا کرنے کو کہا اور ابو جہل نے غیر معمولی عجلت کے ساتھ اس کو قیمت ادا کر دی۔ قرشیوں نے جو اپنے خیال میں تماشا دیکھنے ندوہ سے یہاں آگئے تھے، ابو جہل کے اس رویہ پر ملامت کی۔ اس نے کہا تمہارا برا ہو، بڑی حیرت ہوئی، میں بیچ گیا کیونکہ ایک عظیم الجثہ، خوفناک اور بڑے زبردست جیڑوں والا جانور مجھ نکل جاتا۔

﴿ابن اسحاق، بیہقی، ابو نعیم﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عورا بنت حرب کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو جاتا:

وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا
مَّسْتُورًا ۝

﴿سورۃ بنی اسرائیل﴾

ترجمہ: ”اور اے محبوب! تم نے قرآن پڑھا اور ہم نے تم پر اور ان میں کہ آخرت پر ایمان نہیں لاتے، ایک چھپا ہوا پردہ کر دیا۔“

دوسری مقام پر ارشاد خداوندی: ﴿

وَ جَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا
يُبْصِرُونَ ۝

ترجمہ: ”اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنا دی اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور انہیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انہیں کچھ نہیں سو جھتا۔“

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب سورہ ”تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ“ نازل ہوئی تو عوراء بنت حرب آئی، وہ شدید غضبناک تھی اس کے ہاتھ میں پتھر تھا۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسجد حرام میں تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نظر اس پر پڑی تو آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا آپ نے جواب دیا وہ مجھ کو نہ دیکھ سکے گی چنانچہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کھڑی ہوئی اور کہا: اے عبد الکعبہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے آقا میری مذمت کرتے ہیں؟“

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ”میرے آقا نہ شعر کہتے ہیں اور نہ شعر پڑھتے ہیں۔“ یہ سن کر وہ لوٹ گئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکی باوجود یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے۔

﴿اسی روایت کو بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسری سند سے روایت کیا ہے۔ اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جواب کے سلسلے میں ہے۔“ آپ نے جواب دیا: میرا آقا پیشوا شاعر ہے نہ شعر کہتا ہے۔“﴾

﴿ابو یعلیٰ، ابن ابی حاتم، بیہقی، ابو نعیم﴾

اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی مخزوم کے شر سے محفوظ فرمایا:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قول باری تعالیٰ: ”وَ جَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا“ کی تفسیر میں فرمایا کہ جن لوگوں کے آگے اللہ نے پردہ ڈالا وہ قریش مکہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے ان کی آنکھوں کو ڈھانپ لیا، اس وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھ سکے۔

اس سے متعلق یہ ہے کہ بنی مخزوم کے کچھ لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشورہ کیا کہ آپ کو قتل کرنے کی ذمہ داری کون شخص قبول کرتا ہے۔ ان مشورہ کرنے والوں میں ابو جہل اور ولید بن مغیرہ بھی تھا۔ اسی دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ کفار نے آپ کی قرأت سنی تو ولید کو بھیجا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرے۔ وہ آیا مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز تو برابر سنتا رہا مگر دیکھ نہ سکا۔ لہذا وہ واپس ہو گیا اور

دوسرے ساتھیوں کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد وہ سب مل کر آئے اور اس جگہ پہنچے جہاں پر نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، وہ آواز اپنے صوتی مقامات بدلتی رہی اور کافر مرکز آواز پر آگے پیچھے، دائیں بائیں پھرتے رہے مگر نبی کریم ﷺ نظر نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مطلب: ”وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ“ ﴿سورہ یسین﴾ یہی ہے۔

﴿بیہوشی﴾

نبی کریم ﷺ نضر بن حارث کے شر سے محفوظ رہے:

حضرت عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نضر بن حارث نبی کریم ﷺ کو اذیت دیتا اور آپ سے تعرض کرتا تھا۔ ایک دن نبی کریم ﷺ شدید گرمی میں دوپہر کے وقت قضائے حاجت کے ارادہ سے تشریف لے گئے اور آپ حسب عادت بہت دور نکل گئے تو نضر بن حارث نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا اور تنہا سمجھ کر برے ارادے سے نبی کریم ﷺ کے قریب پہنچا ہی تھا کہ پھر سر اسیمہ ہو کر لوٹا راہ میں ابو جہل مل گیا۔ پوچھا: نضر کہاں سے آرہے ہو؟ نضر نے جواب دیا: ”میں نے محمد ﷺ کا تعاقب کیا تھا اور ارادہ تھا کہ قتل کر دوں گا کہ اچانک چند شیر منہ کھول کر میری طرف تیزی سے بڑھے اور میں خوف زدہ ہو کر پلٹ آیا۔“ ابو جہل سنتا رہا اور پھر بولا: یہ ان کا جادو ہے۔

﴿واقدی، ابو نعیم﴾

نبی کریم ﷺ حکم کے شر سے محفوظ رہے:

حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنت حکم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھے والد نے بتایا: اے بیٹی! میں تم کو وہ بات بتاتا ہوں جس کو میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک دن ہم نے نبی کریم ﷺ کو پکڑ لینے کا ارادہ کیا تو ہم اس ارادہ سے آپ کی طرف گئے لیکن ہم نے ایک بڑی خوفناک آواز سنی جس سے ہم نے گمان کیا کہ تہامہ کا کوئی پہاڑ پھٹے بغیر نہ رہا ہوگا۔ ہم پر غشی طاری ہو گئی جب ہماری حالت درست ہوئی تو نبی کریم ﷺ اپنے کا شانہ اقدس تشریف لے جا چکے تھے۔ دوسری شب ہم نے پھر ارادہ کیا جب ہم نے نبی کریم ﷺ کو آٹے دیکھا تو ہم بھی نبی کریم ﷺ کی طرف بڑھے لیکن ہم نے دیکھا کہ صفا اور مروہ بھی اپنی جگہ سے چلنے لگے اور دونوں ایک دوسرے سے مل گئے اور ہمارے درمیان حائل ہو گئے اور خدا کی قسم! ہمارے اذیت رسانی کے ارادے کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی توفیق عطا فرمائی اور اسلام میں داخل ہونے کی سعادت عطا فرمائی۔

﴿طبرانی، ابو نعیم، ابن مندہ، بیہوشی﴾

نبی کریم ﷺ کا رکانہ پہلوان سے کشتی کرنا:

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رکانہ بن عبد یزید کو دعوت اسلام دی، تو اس نے کہا: اے محمد (ﷺ)! مجھے اسلام کی صداقت میں شبہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے رکانہ!

اگر میں تجھے پچھاڑ دوں تو کیا اسلام کو حق سمجھ کر قبول کر لے گا؟ رکانہ نے جواب دیا: بے شک۔ رکانہ نے جواب سن کر نبی کریم ﷺ عرب کے اس نامور پہلوان سے جس کو آج تک کسی نے نہیں پچھاڑا تھا، کشتی لڑنے پر آمادہ ہو گئے اور بہت جلد رکانہ کو کشتی میں پچھاڑ دیا۔ رکانہ نے کہا: اے محمد ﷺ! یہ تو اتفاقاً طور پر جیت گئے، لہذا دوبارہ مقابلہ ہونا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے دوبارہ کشتی کی اور پھر رکانہ کو پچھاڑ دیا۔ اس کے بعد وہ یہ کہتا ہوا بھاگ کھڑا ہوا کہ ”یہ جادو گر ہیں اور ان کا جادو بڑا پر زور ہے۔“

﴿تیسری﴾

رکانہ بن عبد یزید سے روایت ہے اور رکانہ کا اس زمانے کے بڑے پہلوانوں میں شمار ہوتا تھا اس نے کہا: میں اور نبی کریم ﷺ ابوطالب کے ریوڑ کے ساتھ موجود تھے، سب سے پہلے جو بات میں نے دیکھی، یہ تھی کہ ”ایک دن نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا تم میرے ساتھ کشتی کرو گے؟“ میں نے جواب دیا: ”کیا آپ میرے ساتھ کشتی کرنے پر تیار ہیں؟“

آپ نے فرمایا: ”ہاں تیار ہوں۔“ میں نے کہا: ”کس شرط پر؟“ جواب میں فرمایا: ”ایک بکری پر۔“ پس میں نے کشتی کی اور آپ نے مجھے پچھاڑ دیا اور ایک بکری مجھ سے وصول کی، اس کے بعد تبسم آمیز لہجے میں فرمایا: ”رکانہ! کیا دوبارہ کشتی کرنے کی ہمت ہے؟“ میں نے کہا: ”ہاں۔“ پھر کشتی ہوئی اور آپ نے پھر پچھاڑ دیا اور مجھ سے ایک اور بکری لے لی۔ میں نے پاس نظریں دوڑائیں تو نبی کریم ﷺ نے پوچھا کیا دیکھ رہے ہو؟ میں نے جواب دیا: دیکھ رہا ہوں کہ کوئی چرواہا ہماری کشتی کو دیکھ کر حیرت تو نہیں کر رہا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: ”کیا تیسری بار پھر کشتی لڑو گے؟“ میں نے کہا تیار ہوں پھر ہم دونوں نے کشتی کی اور مجھے پھر ہار ہو گئی اور مجھ کو تیسری بکری اور دینی پڑی۔ اب میں اپنی کمتری کے احساس اور بکریوں کے مزید نقصان کی بنا پر فکر مند ہو کر بیٹھ گیا۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: ”رکانہ! کیا بات ہے؟“ میں نے جواب دیا: ”مجھے اس بات کی فکر ہے کہ عبد یزید اپنے باپ سے کیا کہوں گا کیونکہ تین بکریاں آپ کو دے چکا ہوں اور مزید فکر یہ ہے کہ میرا گمان تھا کہ میں قریش میں سب سے زیادہ قوی ہوں۔“ میرے جواب میں آپ نے فرمایا: ”کیا تم چوتھی بار مقابلہ ہمت کرو گے؟“ میں نے عرض کیا: ”نہیں! اب بے سود ہے۔“ اس پر آپ ﷺ نے کہا: ”میں تیری تینوں بکریاں لوٹا دیتا ہوں۔“ پھر آپ نے میری بکریاں واپس کر دیں۔ اس کے بعد آپ نے بحکم خداوندی نبوت کا اعلان فرمایا جس کو سن کر میں حاضر ہوا اور حلقہ اسلام میں داخل ہو گیا اور میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ اس دن مسلسل میری ہار ایسی عظیم ہوئی کہ یہ بستی کے مقابلے پر یقینی اور ناگزیر تھی۔

﴿چوتھی﴾

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں عورتوں کی طرف رغبت اور جنسی میلان رکھنے والا شخص تھا۔ اتفاقاً ایک رات میں قریش مکہ کے ساتھ صحن کعبہ میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے آ کر خبر

دی کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی رقیہ کا عقد ابولہب کے بیٹے عقبہ سے کر دیا ہے چونکہ حضرت رقیہ بہت حسین و جمیل تھیں۔ اس بناء پر میرے دل میں حسرت ہوئی کہ میں نے کیوں نہ ان کی طرف سبقت کی، کچھ دیر بعد میں گھر چلا گیا، وہاں میری خالہ بیٹی ہوئی تھیں، وہ ایک کاہنہ خاتون تھیں، جب ان کی نظر مجھ پر پڑی تو انہوں نے کہا:

ابشر و احییت ثلا ثا لترا ثم ثلا ثا و ثلا ثا اخری
ترجمہ: ”اے عثمان! تمہیں بشارت ہو کہ تم نے پے در پے تین بار عزت و توقیر سے
نوازے جاؤ گے۔“

..... پھر تین بار اور دوسری مرتبہ تین بار:

ثم باخری کی تم عسرا اتاک خیر و وقیت شرا
انکحت واللہ حصانا زهرا و انت بکر و لقیبت بکرا
و افیتها بنت عظیم قدرا

ترجمہ: ”اس کے بعد مزید ایک بار اور عزت سے نوازے جاؤ گے تاکہ دس باریاں پوری ہو جائیں، تمہارے پاس خیر اور بھلائی آئی اور تم شر سے مامون و محفوظ رہے۔ اللہ جانتا ہے تمہارا نکاح ایک حسین و جمیل دوشیزہ ہوگا کیونکہ تم خود ناکتھا ہو، تو تمہیں دوشیزہ ہی ملے گی۔ وہ عورت جو عظیم المرتبت کی بیٹی ہیں، انہیں تم نے پالیا ہے۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ان کی پیشین گوئی اور اظہار خیال پر تعجب کیا اور کہا اے خالہ! کیا کہہ رہی ہو؟ تو انہوں نے کہا: اے عثمان! تم بے شک صاحب جمال ہو اور اہل زبان بھی۔ وہ نبی جو صاحب برہان اور اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہے اور تنزیل و فرقان کا حامل ہے، تم خود کو اس کے حوالے کر دو، اس کی سپردگی میں دے دو، ایسا نہ ہو کہ بت تمہیں دھوکے میں ڈال دیں۔ میں نے کہا کہ اے خالہ! تم ایسی بات کہہ رہی ہو، جس کا چرچا ہمارے اس شہر میں نہیں ہے، مجھے صاف صاف بتاؤ کیا بات ہے؟ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ محمد بن عبد اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر کتاب نازل فرمائی ہے۔ وہ اس کتاب کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بلا تے ہیں، ان کی شمع ہدایت حقیقت میں شمع ہے۔ ان کا دین فلاح ہے۔ ان کا حکم ماننے میں نجات ہے۔ ان کا زمانہ جنگ و جدال کا زمانہ ہے۔ یہ تمام سر زمین ان کے زیر فرمان ہے اگرچہ جہاد میں کفار قتل ہوں، تلواریں کھینچی جائیں اور نیزے بلند کیے جائیں لیکن چیخنا چلانا کچھ نفع نہ دے گا، پس یہی بہتر ہوگا کہ تم خود کو ان کی سپردگی میں دے دو۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں پلٹ آیا اور خالہ کی باتیں میری لوح دل پر کندہ ہو گئیں۔ میں اپنے اچھے دوست حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور خالہ کی باتوں کا تذکرہ کیا تو انہوں نے نہایت مخلصانہ انداز میں فرمایا:

”اے عثمان! تم ایک سمجھدار اور سلیم الطبع شخص ہو، بے شک وہ تمہیں حق کی طرف

متوجہ کرنے والی ایک حق شناس خاتون ہیں، نبی کریم ﷺ کے بارے میں ان کی اطلاع درست ہے اگر ان کی خدمت میں پہنچ کر ان کی دعوت و ہدایت کے بارے میں کچھ سننا چاہتے ہو تو چلو۔“

میں نے کہا: ”ضرور“ پھر میں نبی کریم ﷺ کے دربار میں آیا تو آپ ﷺ نے مجھ سے کہا: ”اے عثمان! اللہ تعالیٰ تمہیں جنت کی طرف بلاتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! جب میں نے نبی کریم ﷺ کا کلام سنا تو میں بے اختیار ہو گیا اور اسی وقت اسلام قبول کیا اور کچھ عرصہ بعد نور چشم نبی کریم ﷺ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے میرا نکاح ہو گیا۔ اس وقت لوگ کہا کرتے تھے کہ حضرت رقیہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جوڑا کتنا اچھا ہے اور اس طرح میری حالہ کی پیشین گوئی پوری ہو گئی۔

﴿ابن عساکر﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا اور معجزانہ واقعات:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شمشیر بکف جا رہے تھے، بنی زہرہ کا ایک شخص ان کو راہ میں ملا تو اس نے پوچھا: ”اے عمر (رضی اللہ عنہ)! اس اندازِ جلال سے کہاں جا رہے ہو؟“ انہوں نے کہا: ”محمد (ﷺ) کو قتل کر کے آج فتنہ کو فتن کر دینے کا ارادہ ہے۔“ زہری شخص نے کہا: ”اس کے بعد تم خود کو، بنی ہاشم اور اولادِ زہرہ سے کس طرح بچا سکو گے؟“ اس کی یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برا بیختہ ہو کر کہا کہ ”تم شاید صابی یعنی بے دین ہو گئے ہو اپنا دین چھوڑ دیا ہے؟“ زہری نے کہا: ”میں تم کو اس سے زیادہ تعجب کی بات نہ بتاؤں، تمہاری بہن اور بہنوئی دونوں صابی ہو چکے ہیں۔“ یہ اطلاع پا کر حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) غضبناک ہو کر بہن کی طرف چلے، جب جب وہ ان کے مکان پر پہنچے تو وہاں حضرت خباب رضی اللہ عنہ گھر میں موجود تھے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آہٹ محسوس کی تو وہ گھر کے ایک گوشے میں چھپ گئے، چونکہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ سورہ طہ پڑھ رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنتے ہی حضرت خباب رضی اللہ عنہ تو پردے کے پیچھے چھپ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر کے اندر آئے اور بہن اور بہنوئی سے کہا: ”تم لوگ آہستہ اور پراسرار انداز میں کیا اور کس سے باتیں کر رہے تھے؟“ دونوں نے بالاتفاق اور یک زبان ہو کر کہا: ”کوئی خاص بات نہ تھی، بس ایسے ہی باتیں کر رہے تھے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ”شاید تم دونوں صابی ہو گئے ہو؟“ اس پر ان کے بہنوئی نے کہا: ”اے عمر! اگر حق تمہارے اور ہمارے آبائی دین سے باہر ملے تو؟“ یہ جواب سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہنوئی کو مارنے لگے اور جب ان کی بہن اپنے شوہر کو بچانے آئیں تو ان کو بھی بے حد مارا۔ (جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہوا تو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم جس کلام کو پڑھ رہے تھے وہ میرے پاس لاؤ تاکہ میں بھی اسے دیکھوں کہ کیا خوبیاں تم کو مل گئی ہیں کہ اس بے دینی کی بدنامی اور رسوائی کی بھی تم کو پروا نہیں۔ باوجود تم

اس کی عظمت اور حقانیت کے پرستار ہو؟ بہن نے جواب دیا: تم نجس ہو، پہلے غسل کرو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور وضو کیا اور سورہ طہ پڑھی۔ یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہنچے:

إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ۝

﴿سورہ طہ﴾

ترجمہ: ”بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، تو میری ہی بندگی کرو اور میری یاد کیلئے نماز پڑھو۔“

تو بے قابو ہو گئے اور فرمانے لگے کہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابھی لے چلو، یہ حال دیکھ کر حضرت خباب رضی اللہ عنہ گوشہ مکان سے سامنے آئے اور کہا: اے عمر رضی اللہ عنہ! تمہیں بشارت ہو، مجھے امید ہے کہ تم ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کے مقصود ہو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعرات کی شب میں اس طرح فرمائی تھی:

اللَّهُمَّ اعْزِزْ إِلَّا سُلَامَ بَعْمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَوْ بَعْمَرَ وَبْنِ هِشَامٍ

ترجمہ: ”اے اللہ! اسلام کو عمر بن الخطاب، یا عمرو بن ہشام کے ذریعے عزت دے۔“

پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ ”دار ارقم“ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔

﴿ابن سعد، ابو یعلیٰ، حاکم، بیہقی﴾

امام احمد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ایک روز قبول اسلام سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے اور جھگڑنے کے ارادے سے اپنے گھر سے نکلا اور حرم کی طرف چلا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پہلے ہی مسجد حرام میں پہنچ چکے تھے۔ میں چپکے سے آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ سورہ الحاقہ کی تلاوت فرما رہے تھے۔ میں نے کچھ سنا تو دل میں سوچا۔ قریش ٹھیک ہی کہتے ہیں: یہ شاعر ہیں کہ اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت پر پہنچے:

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَّا تُوْمِنُونَ ۝

﴿سورہ الحاقہ﴾

ترجمہ: ”بیشک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں اور وہ کسی شاعر کی بات نہیں کتنا کم یقین رکھتے ہو۔“

اس کے بعد میں نے خیال کیا، کاہن ہوں گے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۝

﴿سورہ الحاقہ﴾

ترجمہ: ”اور نہ یہ کسی کاہن کی بات کتنا کم دھیان کرتے ہو۔“

اس کے بعد آخر سورہ تک آپ نے پڑھا اور میں نے پوری سورہ کو سنا، جس سے میرا دل بے حد متاثر ہوا اور اس کے بعد اسلام نے میرے دل میں گھر کر لیا جیسا کہ اس کا حق تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مشرکین قریش جمع تھے اور میں ابو جہل اور شیبہ کے ساتھ بیٹھا

ہوا تھا۔ ابو جہل نے کہا: اے گروہ قریش! محمد (ﷺ) نے تمہارے معبودوں کو باطل اور ہیچ کہا، تمہارے اسلام کو بے وقوف بتایا اور ان کا خیال ہے کہ وہ سب داخل جہنم ہوں گے لہذا تم میں کوئی ہے جو محمد (ﷺ) کو قتل کرے اور اس کے عوض سوسرخ و سیاہ اونٹ اور ایک ہزار اوقیہ چاندی حاصل کرے۔ تو میں نے تلوار اور تیرکمان سے مسلح ہو کر سرکارِ دو عالم ﷺ کو قتل کرنے کے ارادہ سے نکلا اور میں ایک پتھر سے کے پاس سے گزرا جس کو لوگ ذبح کرنے والے تھے کہ دفعۃً پتھر سے زوردار آواز نکلی:

يَا آلَ ذَرِيحٍ أَمْوٍ نَجِيحٍ رَجُلٌ يَصِيحُ بِلِسَانٍ فَصِيحٍ يَدْعُوا إِلَى الشَّهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ

✽ میں نے ذبح کیے جانے والے پتھر کے پیٹ سے یہ کلمات سننے کے بعد خیال کیا کہ ”یہ میرے سنانے کیلئے ہے۔“ اس کے بعد میں کچھ سوچتا ہوا آگے بڑھا تو اچانک ایک ہاتف نے کہا:

يا ايها الناس ذوروا الا جسام
و مسند و الحکم الی الاصنام
اما ترون ما اری امامی
قد لاح للناظر من تھام
قد جاء بعد الکفر بالاسلام
ما اتم و طانش الاحلام
فکلکم اوره کالانعام
من ساطع یجلو دجی الظلام
اکرم من امام
والبر و الصلوة للارحام

ترجمہ: ”اے صاحبانِ اجسام! تم میں اور بیوقوفوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تم لوگ بتوں سے فیصلہ لیتے اور پھر اس پر یقین کرتے ہو (اس بنا پر) تم سب لوگ چوپاؤں کی مانند (بیوقوف اور بے عقل) ہو۔ کیا تم لوگ وہ نہیں دیکھتے جس کو میں اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں، وہ ایک نور تاباں ہے جو ظلمت کو چھانٹ دیتا ہے۔ صاحبانِ بصیرت کیلئے وہ نور تھامہ سے طلوع ہوا ہے، وہ کس قدر بزرگزیدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کیلئے اس کی پیشوائی ہے۔ وہ کفر کے بعد اسلام، نیکی، صلوة اور صلہ رحمی کو (تحفۃً) لایا ہے۔“

✽ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے خیال کیا کہ یہ میری ہی ہدایت کیلئے کہا گیا ہے پھر میرا گزر بت ضمار پر ہوا تو اس کے پیٹ سے میں نے یہ آواز سنی:

ترک الضمار و کان یعبد و حدہ
ان الذی ورث النبوة والهدی
سیقول من عبد الضمار و مثله
فاصبرا با حفص فانک آمن
لا تعجلن فانک ناصر دینہ
بعد الصلوة مع النبی محمد
بعد ابن مریم من قریش مہتدی
لیت الضمار و مثله لم یعبد
یا تیک عز غیر عزبنی عدی
حقا یقینا با للسان و بالید

ترجمہ: ”نبی ﷺ پر ورود ہوا اور سنو ضممار کی پوجا اب بند ہوگی جبکہ اس سے پہلے وہ پوجا جاتا تھا۔ وہ شخص سیدنا ابن مریم کے بعد نبوت و ہدایت کا وارث ہوا ہے، وہ ہدایت کرنے والا اولادِ قریش سے ہے۔ عنقریب ضممار کے پرستار کہیں گے، کاش ضممار جیسے بتوں کی پرستش نہ کی جاتی۔ اے ابو حفص! باز آ جاؤ، اس

لیے کہ تم ایمان لانے والے ہو، تم کو وہ عزت نصیب ہوگی جو بنی عدی کے اعزاز کے سوا ہے۔ تم عجلت نہ کرو، تم بلاشبہ ان کے دین کے مددگار ہو، تم یقیناً قول و عمل سے بھرپور تعاون کر کے ان کا حق ادا کرو گے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس کے بعد میں بخوبی سمجھ گیا کہ یہ سب کچھ میری فہمائش کیلئے ہو رہا ہے، اسکے بعد میں اپنی بہن کے پاس آیا تو ان کے پاس خباب بن الارت کو اور انکے شوہر کو بیٹھے دیکھا۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! خدا تمہارا بھلا کرے اسلام قبول کر لو پھر میں نے پانی منگایا اور وضو کیا۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے عمر! میری دعا تمہارے حق میں قبول کر لی گئی، اسلام قبول کر لو، میں نے فوراً اسلام قبول کر لیا اور مسلمانوں کی تعداد پوری چالیس ہو گئی۔ میرے قبول اسلام کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ

﴿سورۃ الانفال﴾

ترجمہ: ”اے غیب کی خبریں بتانے والے! (نبی) اللہ تمہیں کافی ہے اور یہ جتنے مسلمان تمہارے پیرو ہوئے۔“

﴿ابونعیم﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے پر اسلام کو قوت ملی:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلامی جماعت میں شامل ہوئے تو ہم کو اللہ تعالیٰ نے ان کے وسیلے سے عزت اور غلبہ دیا۔ ہم نے اپنے اندر قوت محسوس کی۔

﴿صحیح بخاری﴾

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا خدا علیم ہے ہم مسلمان اتنی آت اور قوت نہ رکھتے تھے کہ کعبۃ اللہ میں اعلانیہ طور پر نماز پڑھ سکیں پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کمزور مسلمانوں میں شامل ہو گئے اور وہ کمزور پھر طاقتور ہو کر اعلانیہ اور بے دھڑک بہ میں نمازیں پڑھنے لگے۔

﴿ابن سعد، حاکم﴾

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اسلام کی حالت اس کی مانند تھی جس کے خدو خال ہمارے سامنے ہوں اور وہ پیش رو آگے بڑھتا آ رہا ہو اور وہ برابر سے قریب ہو رہا ہو اور نزدیکی بڑھنے کے باعث اس کی خوبیاں زیادہ واضح اور حجاب دوری ہو رہا ہو، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے تو اسلام اس مرد کے مانند ہو گیا جو واپس جا واور اس سے دوری بڑھتی جا رہی ہو۔

﴿حاکم﴾

حضرت عثمان بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ الہی! اسلام کو ان دو شخصوں میں سے کسی ایک سے جو تجھے پیارا ہو، عزت دے خواہ عمر بن خطاب ہو یا عمرو بن ہشام، اسی دن صبح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور اسلام قبول کر لیا۔

﴿ابن سعد﴾

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی:

اللَّهُمَّ اعْزِزْ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ خَاصَّةً

ترجمہ: ”الہی خاص عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اسلام کو عزت دے۔“

﴿ابن ماجہ، حاکم﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعرات کو رات میں دعا کی کہ ”اے بارالہا! عمر بن الخطاب یا عمرو بن ہشام کے ذریعہ تو اسلام کو تو قیر بخش۔“ پھر جمعہ کے دن صبح کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور حلقہ اسلام میں شامل ہوئے۔

﴿طبرانی﴾

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ جماعت اسلام میں شامل ہوئے تو اسلام نے نصرت پکڑی، اس کی اعلانیہ دعوت دی جانے لگی اور مسلمان خانہ کعبہ میں حلقہ بنا کر بیٹھنے لگے اور ہم انفرادی طور پر طواف اور نشیمن کرنے لگے جس نے بھی اشاعت دین میں مزاحمت کی، ہم نے اس سے بدلہ لے لیا۔

﴿ابن سعد﴾

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چالیس مردوں اور دس عورتوں کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور اسلام کی ایک ”خفیہ تحریک کی حیثیت اعلانیہ تحریک کی حیثیت سے بدل گئی۔“

﴿ابن سعد﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر فرشتوں کی مبارکباد:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آسمان والے (فرشتے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر آپ کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور عالم بالا میں خوشی منا رہے ہیں۔

﴿حاکم، بیہقی﴾

ضداد کا بغرض علاج نبوی کیلئے آنا اور متاثر ہو کر اسلام قبول کرنا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ضداد اپنی کسی ضرورت سے مکہ میں آئے اور جنتر و منتر میں مشہور تھے۔ ایک روز مشرکین مکہ سے انہوں نے سنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (نعوذ باللہ) مجنن ہو گئے ہیں لہذا انہوں نے خیال کیا کہ کیا بعید ہے کہ میں جھاڑ پھونک سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تندرست صحت مند کر دوں۔ پس وہ آ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور کہا: ”میں منتر پڑھتا ہوں، مالک؟“

قدر چاہے گا تم کو صحت اور شفا دے دے گا۔“ ضماد کا قول ہے: نبی کریم ﷺ میری باتیں سننے کے بعد مجھ سے نزدیک ہوئے اور پھر کہا:

”الحمد لله نحمدہ و نستعینہ و نومن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا من ینہدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ہادی لہ و اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد ان محمدا عبده و رسوله ۝“

حضرت ضماد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”ان ہی کلمات کو براہ مہربانی دوبارہ پڑھئے۔“ لہذا نبی کریم ﷺ نے یہ مقدس کلمات دوبارہ پڑھے پھر ضماد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”واللہ! میں نے ایسا کلام کبھی نہ سنا نہ پڑھا۔ یہ سحر ہے نہ شاعری ہے اور نہ کہانت، واقعی یہ الہام وحی ہے، بے شک یہ خدائی کلام ہے۔ اس میں تلوار سے زیادہ کاٹ، کائنات سے زیادہ حسن، آفتاب سے زیادہ نور اور اسحار سے زیادہ تاثیر ہے۔ اس کے بعد دو زانو ہوئے اور کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمانوں کے زمرہ میں مصائب سہنے اور قربانیاں دینے کیلئے شامل ہوئے۔

﴿مسلم، احمد، بیہقی﴾

حضرت عمرو بن عبد القیس رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا:

مزید ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ان حج عبد القیس کا ایک دوست تھا جو راہب تھا۔ وہ ایک سال دارین آیا اور ان حج سے ملا اور اس کو بتایا کہ عنقریب مکہ میں نبی کا ظہور ہونے والا ہے جس کی علامات یہ ہوں گی کہ وہ صدقہ نہیں کھائے گا، ہدیہ کھائے گا، دونوں شانوں کے درمیان نشان نبوت ہوگا اور اس کا دین حق تمام باطل ادیان پر غالب اور مستولی ہو جائے گی۔ کچھ عرصہ بعد راہب مر گیا تو ان حج نے اپنے بھانجے عمرو بن عبد القیس کو مکہ بھیجا جو ہجرت کے سال مکہ آیا اور رسول اللہ ﷺ سے ملا اور شانوں کے درمیان علامت کو دیکھ کر دین اسلام کو قبول کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو سورۃ فاتحہ اور سورۃ اقرآء سکھائیں اور ارشاد فرمایا کہ اپنے ماموں کو دعوت اسلام دو۔ پھر عمرو رضی اللہ عنہ لوٹ کر آیا اور ان حج کو حالات سنائے جس کے نتیجے میں ان حج رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کیا مگر اس نے عرصہ تک اپنے اسلام کو چھپایا۔

پھر وہ سولہ آدمیوں کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ طیبہ پہنچا۔ ان لوگوں کے مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے ایک روز صبح کو نبی کریم ﷺ اپنی آرام گاہ سے باہر تشریف لائے اور فرمایا مشرق کی طرف سے چند سوار آرہے ہیں، وہ ہماری دعوت اسلام سے بدگمان اور بیزار نہیں ہیں اور ان کے قائد کی ایک پہچان ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے بموجب یہ لوگ مدینہ پہنچ گئے۔

﴿ابن شاہین﴾

طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا:

حضرت ابویرہرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر

ہوئے اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! دوس کے لوگوں نے نافرمانی کی ہے اور انکار کیا ہے۔ آپ ان کے حق میں بددعا کیجئے۔ پس نبی کریم ﷺ نے روقبلہ ہو کر دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور التجا کی: ”اے پروردگار! دسیوں کو ہدایت فرما اور ان کو یہاں پہنچا۔“

﴿بخاری﴾

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ طفیل بن عمرو سی ﷺ بیان کرتے تھے کہ وہ مکہ گئے، اس زمانہ تک نبی کریم ﷺ نے ہجرت نہیں کی تھی۔ طفیل ﷺ ایک شریف، دانشور اور معروف شخص تھے۔ صاحب علم اور شاعر بھی تھے۔ مشرکین مکہ میں سے چند لوگ ان سے ملے اور بتایا کہ محمد (ﷺ) نے ہمارے درمیان تفریق پیدا کر دی اور جمعیت کو پراگندہ کر دیا ہے اور ان کے اقوال ساحروں کی مانند ہیں اور جو باپ کی پیٹے سے اور بھائی کی بھائی سے اور شوہر کی بیوی سے جدائی کر دیتے ہیں لہذا تم ان سے بات کرنا نہ ان کی سننا۔

قریش بہ زعم خود برابر مجھے اس خیر خواہانہ مشورہ کیلئے یاد دہانی اور تاکید کرتے رہے، اس لیے میں نے بھی اسی کے مطابق عمل کرنے میں خیریت سمجھی اور اپنے کانوں کو ان کے کلام سے بچانے کی خاطر میں نے اس درجہ اہتمام برتا کہ اپنے کانوں میں روئی رکھ کر سماعت سے محروم کر لیا۔ ایک دن صبح کے وقت میں اسی حالت میں مسجد حرام میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں ان کے قریب کھڑا ہو گیا اور باوجود اس کوشش کے میں ان کا کلام نہ سنوں، اللہ تعالیٰ نے ایک بہترین سنوا دیا۔ سوچا کہ قریش نے مجھے ایک ایسے نشاط انگیز کلام کو سننے سے کیوں منع کیا۔ قریش کی اطلاع تو غلط نکلی، کیوں نہ میں ان سے ملاقات کر کے دیکھوں اور ان کے خیالات سنوں۔ میں ایک سمجھدار اور نیک و بد اور صحیح اور غلط میں تمیز کرنے والا شخص ہوں۔ میں ٹھہرا رہا، پھر حضور نبی کریم ﷺ اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے اور میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلا اور آپ ﷺ کے قریب ہو کر کہا:

”آپ ﷺ کے بارے میں لوگوں نے اس طرح بیان کیا ہے، لہذا ذرا بتائیے کہ آپ

کن باتوں کی دعوت دیتے ہیں؟“

پس سرکارِ دو عالم ﷺ نے میرے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی اور قرآن حکیم کے ایک جزو کی تلاوت فرمائی تو بس ایک عجیب اثر، اتہزاز اور خشیت سے ملے جلے جذبات نے مجھے بے قابو کر دیا اور اسلام کی فطری اور معقول دعوت پر روح و وجدان نے لبیک کہا، میں نے اس کے ساتھ ہی زبان سے بھی توحید و رسالت کا اقرار کیا۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا: ”اے اللہ کے صاحب عزت رسول ﷺ! میں اپنی قوم کا قائد اور رہنما ہوں۔ اب میں واپس جا کر ان سب کو دعوت اسلام دوں گا، مگر زندگیوں کے ساتھ پرانے ہر چکنے والے خیالات میں بہت پختگی ہوتی ہے، اس لیے اس کام میں آسانی پیدا کرنے کیلئے دعا فرمائیے اور خداوند تعالیٰ اس مہم میں میرے لیے آسانیاں پیدا فرمادے اور مجھے کوئی نشانی عطا فرمادے۔“

نبی کریم ﷺ نے ازراہ نوازش دعا فرمادی اور میں وطن واپس ہونے کیلئے سفر پر روانہ ہو گیا۔ دورانِ راہ میں کداء کے مقام میں تھا کہ میری دونوں ابرو کے درمیان نور طلوع ہو گیا۔ میں اپنے خدا سے نور کی منتقلی کیلئے دعا کی تو وہ باذن اللہ میرے کوڑے کے تسمے میں آ گیا۔

اس کے بعد میں نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی مگر اس نے تامل کیا اور اسلام قبول نہ کیا۔ لہذا میں مکہ جا کر نبی کریم ﷺ سے ملا، صورتحال سے آگاہ فرمایا چنانچہ نبی کریم ﷺ نے دعا کی: ”اے بارالہا! دو سیوں کو ہدایت دے۔“ اور مجھ سے فرمایا: ”طفیل! اب تم اپنی قوم میں واپس جاؤ اور ان کو نرمی اور حکمت عملی کے ساتھ دعوت اسلام دو۔“ لہذا میں واپس آ گیا اور دو سیوں میں نرمی اور حکمت و تحمل کے ساتھ تبلیغ کرتا رہا۔ اس دوران میں نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی اور میں ستر یا اسی مسلمان گھرانوں کو ہمراہ لے کر بمقام خیبر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

﴿تہمتی﴾

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے مکان میں تھے کہ سامنے سے حضرت ابن مظعون رضی اللہ عنہ گزرے۔ نبی کریم ﷺ نے آواز دی اور بیٹھ جانے کو کہا: وہ بیٹھ گئے کہ اتنے میں نبی کریم ﷺ پر نزول وحی ہونے لگا اور ابن مظعون رضی اللہ عنہ حیرت استعجاب سے بہ غور دیکھتے رہے جب نبی کریم ﷺ کی حالت درست ہوئی تو ابن مظعون نے پوچھا: آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر تھا اور نگاہ ایک خاص زاویہ پر جمی رہی، پھر اوپر کو اٹھی جیسے وہ کسی جانے والے کا تعاقب کر رہی ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابھی حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے تھے۔ ابن مظعون رضی اللہ عنہ نے پوچھا: انہوں نے آپ ﷺ سے کیا کہا؟ نبی کریم ﷺ نے جواب دیا: انہوں نے یہ پیغام خداوندی پہنچایا:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَايَ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝

﴿سورہ النحل﴾

ترجمہ: ”بے شک اللہ تعالیٰ حکم فرماتا انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے رہنے کا اور منفع فرماتا ہے بے حیائی بری بات اور سرکشی سے تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔“ حضرت ابن مظعون رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اسی وقت سے اسلام کی محبت اور قدر میرے میں پیدا ہو گئی۔

﴿احمد، ابن سعد﴾

جنات کا اسلام قبول کرنا اور اس سلسلہ میں معجزات:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: واذا صرفنا الیک ترجمہ: ”جب ہم نے آپ ﷺ کی طرف کچھ جنوں کو بھیجا کہ وہ قرآن سنیں۔“

اور دوسری جگہ ارشاد ہوا:

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۖ يَهْدِي
إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ ۗ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا.

﴿سورۃ الجن﴾

ترجمہ: ”تم فرماؤ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سنا تو بولے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان صحابہ کے ساتھ جو ”سوق عکاظ“ جانے کا ارادہ کر رہے تھے، طائف تشریف لے گئے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب شیاطین کی پہنچ خبریں لانے کیلئے آسمانوں پر بند ہو چکی تھی اور ان کو آگ کے شعلوں سے مارا جانے لگا تھا۔ شیاطین نے مشاورت کر کے زمین پر مشرق سے مغرب تک جائزہ لیا کہ ان وجوہ کے دوران تہامہ پہنچے تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام نخلہ میں نماز فجر پڑھتے دیکھا جب انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قیام صلوٰۃ میں تلاوت کو غور سے سنا تو کہنے لگے کہ خدا کی قسم یہی وہ چیز ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان حائل ہوتی ہے پھر وہ پلٹ کر اپنی قوم میں پہنچے اور کہا کہ اے قوم!

إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۖ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ ۗ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا ۖ

﴿سورۃ الجن﴾

ترجمہ: ”تم فرماؤ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سنا تو بولے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے۔“

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق ٹھہر گیا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گھر سے روانہ ہوئے اور مجھے ساتھ رکھا، ہم مکہ کے بالائی حصے میں پہنچ گئے، وہاں پہنچ کر آپ نے فرش زمین پر خط کھینچ کر ایک دائرہ بنایا اور مجھ سے فرمایا: اس دائرے کے اندر بیٹھ جاؤ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دور گئے اور کھڑے ہو کر تلاوت قرآن شروع کر دی۔ میں دیکھ رہا تھا کہ آپ کو لوگوں نے آکر گھیر لیا حتیٰ کہ وہ لوگ میرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان حائل ہو گئے۔ اب نہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ سکتا تھا نہ تلاوت کی آواز سن سکتا تھا پھر وہ اڑتے بادلوں کی طرح جدا جدا صورت میں روانہ ہو گئے۔ صرف ایک جماعت رہ گئی اور اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نماز فجر پڑھی، پھر وہ بھی رخصت ہو گئی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا وہ لوگ کہاں گئے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ لوگ وہاں ہیں، اس کے بعد کچھ ہڈیاں اور گوبران لوگوں کو آپ نے دیا۔

اس واقعہ کے بعد ہڈی اور گوبر سے استنجا کرنے کی آپ نے ممانعت فرمادی۔

﴿ابن جریر، حاکم، بیہقی، ابونعیم﴾

حضرت ابورجاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں تھے چنانچہ ایک چشمہ پر اترے اور خیمے نصب کیے اور میں دوپہر میں قیلولہ کرنے لیٹ گیا کہ ایک سانپ برآمد ہوا اور خیمہ کے اندر تڑپنے لگا۔ میں نے یہ دیکھ کر چھاگل سے پانی لیا اور اس پر چھینٹا مارا تو وہ ساکن ہو گیا مگر پھر لوٹنے اور تڑپنے لگا۔ میں نے نماز عصر پڑھی تو اتنی دیر میں وہ سانپ مر گیا۔ میں ایک سفید کپڑے کا ٹکڑا لیا اور اس سانپ کو اس میں لپیٹ کر کفن دیا اور زمین میں گڑھا کھود کر اس کو دفن کر دیا۔

اس کے بعد ہم پھر سفر پر روانہ ہو گئے اور دن کا بقیہ حصہ اور پوری رات سفر جاری رکھا جب صبح ہوئی تو ہم نے ایک چشمہ کے کنارے پر پڑاؤ کیا اور میں استراحت کیلئے لیٹ گیا کہ اچانک میں نے چند آوازیں سنیں۔ جس میں کہا جا رہا تھا: ”تم کو سلام ہے، ایک مرتبہ، دو مرتبہ بلکہ دس مرتبہ، دس مرتبہ نہیں بلکہ سو مرتبہ، نہیں ہزار مرتبہ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔“

میں نے پوچھا: ”تم کون لوگ ہو؟“ انہوں نے کہا ہم جن ہیں، اللہ تعالیٰ تم پر برکتیں نازل کرے، تم نے ہم پر وہ احسان کیا ہے جس کا بدل کرنے کی ہم استطاعت نہیں رکھتے۔ میں نے پوچھا کہ تم پر کون سا احسان کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ وہ سانپ جو تمہارے پاس مرا تھا وہ ان جنات میں آخری تھا جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیعت کی تھی۔

﴿ابونعیم﴾

بعثت نبوی سے چار سو سال قبل ایمان لانے والا جن:

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اصحاب کی ایک جماعت حج کے ارادہ سے چلی۔ راہ میں انہیں ایک سفید سانپ زمین پر تڑپتا ہوا ملا اور اس کے پاس سے خوشبو آ رہی تھی۔ میں نے اپنے ہم سفر ساتھیوں سے کہا: آپ لوگ اپنا سفر جاری رکھیں اور میں تو اس سانپ کا انجام دیکھ کر یہاں سے آگے بڑھوں گا۔

زیادہ دیر نہ گزری کہ سانپ مر گیا، میں نے اسے ایک سفید کپڑے میں لپیٹ کر گزرگاہ سے الگ ایک طرف کو دفن کر دیا اور پھر تیزی سے چل کر اپنے ساتھیوں سے جا ملا۔ انہیں دنوں ہم بیٹھے تھے کہ مغرب کی طرف سے چار عورتیں آئیں، ان میں سے ایک نے کہا تم میں کس شخص نے عمر کو دفن کیا ہے؟ ہم نے پوچھا عمر کون؟ اس نے کہا وہ سفید سانپ جو دفن کیا گیا ہے۔ میں نے کہا اس کو میں نے دفن کیا تھا۔ میرے جواب کو سن کر اس خاتون نے کہا: تم نے ایک ایسی جان کو دفن کیا ہے جو روزے دار اور نماز کی پابند، احکام خداوندی کی تبلیغ کرتا اور ذات ختم رسل پر ایمان لائے ہوئے تھا اور حضرت رسول قرشی و عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے چار سو سال پہلے آسمانوں میں اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد و ثناء اور توصیف سنی تھی۔

یہ واقعہ سننے کے بعد ہم سب نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر ہم حج کر کے واپس ہوئے تو مدینہ میں

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ملے اور سانپ کا واقعہ بیان کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو۔
﴿ابو نعیم﴾

مسلمانوں کی جن نے خدمت کی:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگ سفر حج پر روانہ ہوئے اور اثنائے سفر میں راستہ بھول گئے اور جب نامعلوم راہوں پر بھٹکتے رہے، غذا نہ ہونے کی وجہ سے بھوک اور خشک و گرم جنگل کی پیاس سے نڈھال ہو کر مرنے کے بالکل قریب تھے تو انہوں نے اپنے کفن پہن لیے اور موت کا انتظار کرنے لگے۔ اس حالت میں ایک جن ان کے پاس آیا اور بتایا کہ میں مسلمان ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے قرآن بھی سنا ہے اور نبی کریم کا قول مجھے پہنچا ہے کہ: ”مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں، وہ ایک دوسرے کے مددگار اور بھی خواہ ہوں اور مصائب میں اپنے بھائی کو تنہا نہ چھوڑیں گے۔“ یہ کہہ کر اس نے ہم سب کو پانی پلایا اور مناسب طریقے پر ہماری رہنمائی کی اور ہم کو سیدھے راستے پر ڈال دیا۔
﴿ابو نعیم﴾

ہامہ شیطان کے پوتے کا اسلام قبول کرنا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم تہامہ کی ایک پہاڑی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ضعیف شخص ہاتھ میں عصا لیے ہوئے ظاہر ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور آپ نے جواب دیا: اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تمہاری تعریف؟
بوڑھے نے مودبانہ انداز میں عرض کیا: میں ہامہ بن ہیم بن الاقیس بن ابلیس ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اور ابلیس کے درمیان صرف دو پشتوں کا فرق ہے۔ اے ہامہ! تم کتنے عرصہ سے اس عالم فانی میں بسر کر رہے ہو؟ ہامہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پوری عمر بسر کر چکا ہوں، بس اب کوچ کا وقت نزدیک ہے جب حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے ہابیل کو قتل کیا میں بچہ تھا۔ میں اس زمانے میں فساد برپا کرتا اور قطع رحمی کی ترغیب دیتا تھا، ٹیلوں پر چڑھ جاتا تھا لوگوں کا کھانا خراب کرتا تھا۔“
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بوڑھا ایسی باتیں کر چکا ہے وہ کتنا برا ہے اور جو جوان ایسی باتوں پر عمل کرتا ہے وہ کتنا برا ہے۔ بوڑھے نے کہا: ”اے معصیت پوش و خطا بخش خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! درگزر کا رویہ اختیار فرمائیے اور ملامت نہ کیجئے۔ میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور ندامت کے ساتھ توبہ کر چکا ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام پر جو لوگ ایمان لائے تھے میں ان کے ساتھ مسجد نوح میں حاضر ہوتا تھا اور میں نے نافرمان اور سرکش کافروں پر بددعا کرنے سے ان کو روکنا چاہا تھا۔ میں ہمیشہ اپنی قوم کے حق میں ان کو بددعا کرنے پر ملامت کرتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ خود بھی روتے اور مجھے بھی رلاتے اور فرماتے یقیناً میں اس پر ندامت کرنے والوں میں سے ہوں اور میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ وہ مجھے نادانوں میں سے کرے۔ میں نے عرض کیا:

”اے نوح علیہ السلام! میں نیک بخت ہائیل ابن آدم علیہ السلام شہید کے خون میں شریک تھا، تو کیا آپ علیہ السلام اپنے رب کے حضور میری مغفرت میں کوشش فرمائیں گے؟“ انہوں نے جواب دیا: ”اے ہامہ! تم نیکی کا ارادہ رکھو اور نیکی کرتے رہو اور یہ حسرت و ندامت دل سے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو علم مجھے و دیعت فرمایا ہے میں اس کے ذریعہ یہ جانتا ہوں کہ جس بندے نے ارتکاب گناہ کے بعد صدق دل سے توبہ کر لی ہے یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے تو اب اٹھو اور وضو کر کے دو گناہ پڑھ۔“ میں نے اسی وقت اٹھ کر وضو کیا اور نماز پڑھی۔

پھر سیدنا حضرت نوح علیہ السلام نے مجھے آواز دی: ”اے خوش قسمت ہامہ! سجدے سے سر اٹھا، آسمان سے تیری توبہ کی قبولیت آگئی ہے۔“ پھر میں مسلسل ایک سال تک اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر میں پڑا رہا۔ میں سیدنا حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ ان کی مسجد میں ان کی امت کے ایمان داروں کے ساتھ رہا اور میں ان کو اکثر منکروں اور کافروں پر بددعا کرنے کا مشورہ دیتا رہا اور پھر بھی ایسا ہوتا رہا کہ اس زمانہ کے سرکشوں کی زیادتیوں پر وہ بھی غم زدہ ہوتے اور مجھے بھی کرتے۔ میں سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام کی زیارت کو بہ کثرت جایا کرتا اور میں سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ مکان امین میں تھا اور میں نے حضرت الیاس علیہ السلام سے جنگلوں میں ملاقات کی اور اب بھی میں ان سے ملا کرتا ہوں۔

میں نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے ملاقات کی اور آپ نے مجھے توریت مقدس سکھائی ہے اور فرمایا: اگر میرے بعد آنے والے رسول سیدنا حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے ملو تو ان کو میرا سلام پہنچانا اور سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اگر سیدنا حضرت محمد ﷺ سے شرف نیاز حاصل ہو تو میری طرف سے سلام اخلاص پہنچانا۔

راوی کا بیان ہے کہ تہنیت و سلام کے پیغام کو سنتے وقت نبی کریم ﷺ کی آنکھیں بھیگنی شروع ہوئیں اور پیغام کے آخری الفاظ سنتے وقت آنکھیں اشک ریز ہو گئیں اور آواز گہرے میں آپ ﷺ نے سام کا جواب دیا: جواب کے اعجاز یہ تھے: ”جب تک دنیا کا قیام و بقا ہے برادر م سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سلام ہو۔ اے ہامہ! پھر فرمایا: حق امانت ادا کرنے پر تم پر بھی سلام ہو۔ اس کے بعد ہامہ نے عرض کیا: ”اے اللہ کے آخری رسول ﷺ! میں اب تک شریعت موسوی پر عمل کرتا ہوں جس کی تعلیم بذریعہ توریت مجھ کو صاحب توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے اس کے جواب میں ہامہ کو سورہ واقعہ: ”وَالْمُرْسَلَاتُ، عَمَّ يَتَسَالُونَ، اور إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ، مَعَوَّذَتَيْنِ“ اور سورہ اخلاص کی تعلیم دی اور فرمایا تم کو جب کوئی حاجت پیش آئے بلا تکلیف میرے پاس آ جانا اور مجھ سے ملاقات اور رابطہ قائم رکھنا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ہامہ کی کوئی خبر معلوم نہ ہوئی، اس لیے میں نہیں جانتا کہ وہ ہنوز زندہ ہیں یا وفات پا چکے۔

امت میں سب سے بہترین شخص حضرت عمر بن عبدالعزیز ہیں:

اسید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سفر مکہ کے دوران ایک بیابان سے گزر رہے تھے کہ ان کی نظر ایک مردہ سانپ پر پڑی۔ انہوں نے ایک ساتھی سے فرمایا: زمین کھودنے کا اوزار لاؤ۔ تو انہوں نے زمین کھودی اور مردہ سانپ کو کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا۔ اس کے بعد ایک آواز سنی گئی:

”اے سرق! تم پر اللہ مہربان ہوں، میں شہادت دیتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ کی وہ پیشین گوئی آج پوری ہوئی جس میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اے سرق! تم ایک غیر آباد جنگل میں مرو گے اور میری امت میں اس وقت جو سب سے بہتر شخص ہوگا وہ آکر تم کو دفن کرے گا۔“

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ سے سوال کیا: ”اے شاہد! تم کون ہو؟ اللہ تم پر رحمت کرے۔“ جواب آیا: ”اے ملت مسلمہ کے صالح سردار! میں ایک جن ہوں اور مرحوم و مدفون سرق ہے، اب صرف میں اور سرق دو ایسے جن زندہ تھے جنہوں نے براہ راست دست نبوت ﷺ پر بیعت کی تھی۔“ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً میں نے نبی کریم ﷺ یہ فرماتے ہوئے سنا: اے سرق! تم ایک بیابان میں مرو گے اور میری امت کا بہترین شخص تم کو دفن کرے گا۔

﴿بیہقی﴾

غلبہ روم کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی پیشینگوئی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الْمَ ۝ غَلَبَتِ الرُّومُ ۝ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَ هُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ۝ فِي بَضْعِ سِنِينَ ۝ إِنَّ اللَّهَ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ بَعْدُ ۝ وَ يَوْمَئِذٍ يُفْرِخُ الْمُؤْمِنُونَ ۝ بِنَصْرِ اللَّهِ ۝ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاءُ وَ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝ وَ عَدَّ اللَّهُ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ وَ لَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

﴿سورۃ الروم﴾

ترجمہ: ”رومی مغلوب ہوئے پاس کی زمین میں اور اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب ہوں گے چند برس میں قلم اللہ ہی کا ہے آگے اور پیچھے اور اس دن ایمان والے خوش ہوں۔ اللہ کی مدد سے مدد کرتا ہے جس کی چاہے اور وہی ہے عزت والا مہربان اللہ کا وعدہ اللہ اپنا وعدہ خلاف نہیں کرتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مسلمان چاہتے تھے کہ اہل روم، اہل فارس پر غالب رہیں، اس لیے کہ رومی اہل کتاب اور فارسی اصنام پرست یا آتش پرست تھے۔ لوگوں نے اس کا ذکر

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کیا اور پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عنقریب رومی، ایرانیوں پر غالب آجائے گا۔ یہ بات حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مشرکین سے کہہ دی۔ مشرکین نے کہا اس بارے میں کوئی مدت معین کرو، تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پانچ سال کی معیاد مقرر کر دی، جب اس بات کی خبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو فرمایا کہ دس سال کی مدت کرنا بہتر ہوتا۔ اسے بعد رومی، ایرانیوں پر بدر کے دربار ہوئے۔

﴿ احمد، بیہقی، ابونعم ﴾

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا جب اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں کو نازل فرمایا تو مسلمانوں نے اپنے رب کو سچا جانا اور یقین کر لیا کہ عترت پر۔ میں اہل فارس پر غلبہ پالیں گے چنانچہ مسلمانوں نے مشرکوں سے شرط لگائی اور پانچ اونٹ شرط کے مقرر کر کے پانچ سال کی مدت متعین کر لی۔ مسلمانوں کی شرط کے ضامن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور مشرکوں کی شرط کا ضامن ابی بن خلف ہوا۔ یہ شرط بازی جوئے کے حرام ہونے سے پہلے ہوئے۔

جب معینہ وقت آیا اور رومی فارسیوں پر غالب نہ ہوئے تو مشرکوں نے شرط کے اونٹ مانگے۔ اس کا ذکر صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہ یہ لوگ اس کا حق نہیں رکھتے تھے کہ دس سال سے کم کی مدت متعین کرتے کیونکہ لفظ بضع تین سے دس سال کے عدد کیلئے ہے لہذا اس شرط کو بڑھا دو اور مدت میں اضافہ کر دو تو مسلمانوں نے ایسا ہی کیا اور اللہ تعالیٰ نے نویں برس کے شروع میں رومیوں کو اہل فارس پر غلبہ عطا فرمادیا۔

﴿ بیہقی ﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کا سوالات کے ذریعہ امتحان لینا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مشرکین قریش نے نصر بن حارث، عقبہ بن ابی معیط کو مدینہ کے یہودی احبار کے پاس بھیجا۔ انہوں نے ان دونوں کو ہدایت کی کہ ان یہودی عالموں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کرو اور جو خوبیاں مشہور ہیں ان کی تحقیق ان سے کرو اور ان کا نقطہ نظر دریافت کرو کیونکہ وہ آسمانی کتاب کے وارث اور علم و فہم میں برتری کے مدعی ہیں چنانچہ نصر اور عقبہ دونوں مدینہ پہنچ کر احبار سے ملے۔ اس نے پورے حالات سن کر مشورہ دیا کہ: ”اے معزز نمائندگان قریش! میرا مشورہ یہ ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سوالات کرو اگر وہ ان کا جواب صحیح دیں تو سمجھ لو کہ وہ دعوے میں سچے ہیں اور اگر اس کے برعکس معاملہ ہو تو جان لو کہ ان کا دعویٰ فریب اور جھوٹ ہے۔

❁ وہ تین سوالات یہ ہیں:

- (۱) ان سے پوچھو کہ ”پچھلے زمانے میں جو جوان گزرے ہیں ان کا واقعہ کیا ہے؟“
- (۲) ان سے دریافت کرو کہ ”وہ شخص جو زمین کے مشارق و مغارب کی بہت زیادہ سر کرتا تھا، اس کی خبر کیا ہے؟“
- (۳) ان سے سوال کرو کہ ”روح کیا ہے؟“

نظر اور عقبہ دونوں نے مکہ آ کر مشرکوں سے کہا کہ ”ہم چند ایسے سوالات محمد (ﷺ) سے کریں گے کہ جن کے صحیح جوابات دینا کسی بھی انسان کیلئے ناممکن ہے اگر خدا کی طرف سے کسی کو واقعہ الہام و ہدایت ملتی ہے تو بس ایسے بندہ برگزیدہ کیلئے ممکن ہے۔ پھر انہوں نے اپنی دورانہدیشی اور مصلحت کی بناء پر عوامی اجتماع میں پوچھنے کی بجائے صرف دانشوروں کے اجتماع میں نبی کریم ﷺ سے یکے بعد دیگرے تینوں سوالات اسی ترتیب سے کیے اور بلا تاخیر جوابات مانگے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام اس مرحلہ پر سورہ کہف لے کر حاضر ہوئے اور نبی کریم ﷺ نے اس علم کی روشنی میں بڑے پر وثوق لہجے میں کافروں کو جواب دیئے:

(۱) فرمایا: عہد قدیم کے وہ جوان ”اصحاب کہف“ ہیں اور ان کا یہ واقعہ ہے۔

(۲) فرمایا: مشارق و مغارب کے سیر کرنے کیلئے ”ذوالقرنین“ ہیں۔

(۳) فرمایا: ”قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي“ روح کی حقیقت یہ ہے کہ ”وہ امر رب ہے۔“

﴿ابن اسحاق، بیہقی، ابو نعیم﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: قریش نے یہودیوں سے پوچھا ہمیں ایسے سوالات بتاؤ کہ جو محمد (ﷺ) سے دریافت کریں تو انہوں نے کہا کہ تم روح کے بارے میں ان سے پوچھا، چنانچہ جب انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي

﴿سورہ بنی اسرائیل﴾

ترجمہ: ”اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے۔“

﴿ابو نعیم﴾

حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت ہے کہ میں نے احبار یہود سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کردہ مسجد میں جا کر اپنے رب سے نیکو کاری پر قائم رہنے کیلئے عہد و میثاق کروں، وہ مکہ آئے اور نبی کریم ﷺ کے پاس منیٰ میں ملنے کیلئے گئے۔ اس وقت حضور نبی کریم ﷺ کے پاس بہت سے لوگ کھڑے ہوئے تھے، یہ بھی لوگوں کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو دیکھ کر فرمایا: ”تم عبداللہ بن سلام ہو؟“ انہوں نے کہا: ”جی ہاں۔“

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”میرے قریب آ جاؤ۔“ تو وہ نزدیک ہو گئے پھر آپ نے فرمایا: اے عبداللہ! کیا تم توریت آسمانی میں اللہ کے رسول کا ذکر نہیں پاتے؟ حضرت ابن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: ”میرے جواب سے پہلے آپ اپنے رب کی صفت بیان کیجئے جس کی طرف آپ بلا تے ہیں۔ اس وقت نبی کریم ﷺ پر سورہ اخلاص وحی کی گئی چنانچہ آپ نے کہا:

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ. اللَّهُ الصَّمَدُ. لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ. وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ.

﴿سورہ اخلاص﴾

ترجمہ: ”تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ

کسی سے پیدا ہوا، اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔“

یہ کلام سننے کے بعد حضرت ابن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: ”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ“ اس کے بعد نبی کریم سے رخصت لے کر وہ مدینہ آگئے لیکن اپنے اسلام کو چھپایا۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو حضرت ابن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس وقت کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر سے مجھے وجد آ گیا اور میں درخت سے گر پڑا۔

﴿ طبرانی، ابو نعیم ﴾

مشرکین کی ایذا رسانی کے سلسلہ میں معجزات

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش نے جو تکالیف پہنچائیں ان میں تم نے سب سے اہم چیز کون سی دیکھی؟

انہوں نے کہا: کہ میں نے دیکھا قریش کے کچھ سردار حجر اسود کے قریب جمع تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسلام کی تبلیغ و تحریک شروع فرمائی تھی۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہم لوگوں نے اس بارے میں جس صبر و برداشت کا مظاہرہ کیا ہے، اس کی مثال نہیں ملے گی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے معزز سرداروں کو بے وقوف، ہمارے اسلاف کو گم کردہ راہ اور ہمارے مذہب کو باطل ٹھہرایا، ہماری جمعیت اور قومی اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا اور ہمارے معبودوں کو باطل قرار دیا مگر ہم ایسی دیوانگی کی باتوں پر صبر کرتے رہے۔

اتفاقاً اسی وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف سے گزرے اور حجر اسود کے پاس ٹھہر کر اسکو بوسہ دیا، پھر ان لوگوں کے پاس سے گزر کر خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ قریش کے سردار یہ ناگوار باتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آزار اور تکلیف پہنچانے کیلئے جاری رکھے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چشم پوشی فرما رہے تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ راوی حدیث کا کہنا ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور سے ناگواری کا اندازہ کر لیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم طواف کے دوسرے جگہ میں ان کے قریب سے گزرے تو پھر آپ نے کوئی ناگوار بات سنی مگر درگزر فرمایا اور طواف جاری رکھا۔ میں نے چہرہ انور پر نظر ڈالی اور ناگواری کو محسوس کیا۔ تیسرے چکر پر کفار نے جب آوازے کسے تو پھر آپ نے ٹھہر کر فرمایا: اے گروہ قریش! قسم اس ذات کی جو خالق کل ہے یقیناً میں تمہارے پاس خاتمہ کیلئے آیا ہوں اور ہر برائی کو ختم کروں گا۔ قریش یہ سن کر دم بخود ہو گئے اور کہنے لگے: اے ابوالقاسم! آپ تمسخر کو سنجیدگی میں نہ لیں اور اس بے وقوف کو معاف کریں۔

﴿ بیہقی، ابو نعیم ﴾

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش بہت زیادہ ایذا پہنچاتے تھے پھر روایت مذکورہ بالا کے مانند قریش کے حجر اسود کے قریب بیٹھنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے طواف پر ٹھہرنے کے بعد یہ فرمانا روایت کیا ہے کہ ”اے سرکشان قریش! تم باز نہ آؤ گے جب تک تم لوگوں کو عذاب الہی اپنی گرفت میں نہ لے لے۔“ یہ سن کر مشرکین لرز گئے جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر کی طرف روانہ ہوئے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”عثمان! اللہ اپنے دین کو تمام باطل دینوں پر جلد غالب کرنے والا ہے اور وہ وقت آنے والا ہے کہ خدائے واحد کا کلمہ ان سب لوگوں کے قلب و جگر میں خون زندگی بن کر دوڑے گا۔“

﴿ابونعیم﴾

حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ اس خانہ کعبہ کے سائے میں چادر اوڑھے کھڑے تھے۔ میں نے اس وقت دشمنان اسلام کی اذیت کے پیش نظر عرض کیا: ”اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں فرماتے؟“ میری یہ بات سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور آپ کا چہرہ انور سرخ ہو گیا اور فرمایا: تم سے پہلے لوگ ایسے بھی تھے جن کے جسموں سے لوہے کی کنگھیوں کے ذریعہ ہڈیوں پر سے گوشت سونتایا چھایا جاتا تھا مگر یہ تکلیف بھی ان کو اپنے دین اور عقیدوں سے برگشتہ نہ کر سکی اور بعض کے سروں پر آرا چلایا جاتا اور اس کو دو حصوں میں بانٹ دیا جاتا مگر یہ اذیت بھی ان کو ان کے مذہب اور مسلک سے نہ پھیر سکی، مجھے اپنے رب سے امید ہے کہ وہ اس دین کو اس طرح نافذ اور کلی طور پر نافذ فرمادے گا کہ ایک شخص صنعا سے حضرموت تک سوار ہو کر چلے گا اور اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔

﴿بخاری، مسلم﴾

ابن اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابو جہل اور ابوسفیان کے سامنے سے گزرے۔ ابو جہل نے کہا: اے بنی عبد شمس یہ تمہارا نبی ہے اس پر ابوسفیان نے کہا: تعجب ہوتا اگر ہم میں سے کوئی نبی ہوتا۔ ابو جہل نے کہا تعجب تو اس پر ہے کہ بوڑھے داناؤں کے درمیان ایک بچہ نے نبوت کا اعلان کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی باتیں سن لیں اور فرمایا: اے ابوسفیان! سن لو تم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر غصہ اور غضب کا اظہار نہیں کیا لیکن تم نے اپنے اصل کی حمایت کی ہے اور اے ابوالحکم سن لے، خدا کی قسم! تو ہنسے گا، بہت کم لیکن روئے گا بہت زیادہ۔

﴿بیہقی﴾

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور مکہ میں نبوت کا اعلان کیا، اسی زمانہ میں میرا شام جانا ہوا جب میں بصری پہنچا تو میرے پاس نصاریٰ کی ایک جماعت آئی اور مجھ سے پوچھا کیا تم حرم سے آئے ہو؟ میں نے کہا: ہاں! پھر انہوں نے

نے پوچھا تم اس مدعی نبوت کو جانتے ہو جو تمہارے علاقہ میں ظاہر ہوا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں اچھی طرح، اس کے بعد وہ مجھ کو اپنے معبد میں لے گئے، اس میں شبیبہیں اور تصویریں تھیں، تھوڑا توقف کرنے کے بعد انہوں نے پوچھا:

آپ نے ان تصاویر کو بہت دلچسپی سے دیکھا کیا ان میں اس مدعی نبوت کی تصویر ہے؟ میں نے کہا: نہیں، پھر وہ مجھے ایک دوسرے بڑے دیر میں لے گئے، یہاں کثیر تعداد میں تصویریں تھیں۔ میں نے ان تصویروں سے بھی تفریح اور دلچسپی لی، میری نگاہ ایک طرف سے سامنے کی تصویروں پر پڑتی ہوئی آگے کی تصویروں کیلئے بڑھ رہی تھی کہ میری نظر یکبارگی ایک چبوترہ کی شبیبہ پر پڑی، اس پر رسول اللہ ﷺ کی شبیبہ تھی، اس سے نظر ہٹی ہی تھی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شبیبہ پر پھر ٹھہری۔ معبد کے عابدوں نے پوچھا کیا صاحب شبیبہ کو پہچانتے ہو؟

میں نے کہا ہاں انہوں نے پوچھا: کیا وہ نبی یہ ہیں؟ (انہوں نے نبی کریم ﷺ کی شبیبہ کی طرف اشارہ کیا۔) میں نے جواب دیا: ”جی ہاں یہی ہیں۔“ انہوں نے کہا: ”کیا تم ان کو پہچانتے ہو؟“ (دوسرے چبوترے والی تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہا) میں نے جواب دیا: ”پہچانتا ہوں۔“ انہوں نے کہا: ”تم میں سے ہیں اور ان کے صحابی ہیں اور یہی نبی ﷺ کے خلیفہ اول ہوں گے۔“

﴿بخاری، ابو نعیم، بیہقی﴾

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں قریش کی سنگ دلی اور ایذا رسانی کو نہایت ہی برا سمجھتا تھا، جب ان مشرکین کے بارے میں یہ یقین کر لیا گیا کہ وہ کسی صورت بھی آپ کے مقصد (اقامت دین) اور آپ کی ذات کو برداشت کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کے منصوبے بار بار بنا رہے ہیں تو میں اس دیر کے راہب کے پاس گیا جس کو میں نیک، خدا رسیدہ اور ایک واقف علم و اسرار ذات سمجھتا تھا۔

وہ مجھے اپنے سردار کے پاس لے گیا، اس کے بعد تصویروں کا سارا واقعہ بیان کیا۔ کہتے ہیں کہ جب میں نے نبی کریم ﷺ کی شبیبہ دیکھی تو میں نے کہا کہ اس شبیبہ سے زیادہ مشابہہ کی اور تصویر کو میں نے نہیں دیکھا۔ اس راہب نے مجھ سے کہا کہ کیا تم ڈرتے ہو کہ کفار قریش انہیں قتل کر دیں گے؟ میں نے کہا: ہاں! میرا خیال یہی ہے۔ ممکن ہے کہ انہوں نے قتل بھی کر دیا ہو۔ راہب نے کہا: خدا کی قسم! وہ لوگ ان کو قتل نہیں کر سکیں گے البتہ وہی لوگ قتل ہوں گے جن کے قتل کا ارادہ وہ نبی فرمائیں گے۔

﴿طبرانی، ابو نعیم﴾

قریش کی سب و شتم اور مذمت خود ان پر پلٹی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم تعجب کرو گے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کی گالیوں اور انکی لعنت کو میری مدافعت اور ان کی تادیب کیلئے خود ان کی ذات کی طرف لوٹا دیا ہے۔ وہ نا سمجھ لوگ ”مذمم“ کہہ کر گالیاں دیتے ہیں۔

دراں حالیکہ میں تو اللہ کی رحمت سے ”محمد (ﷺ)“ ہوں۔

﴿ بخاری ﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا:

” اَنَا كَفَيْنِكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ “

﴿ سورہ النمل ﴾

ترجمہ: ” بے شک ان ہنسے والوں پر ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں۔ “

کی تفسیر میں بیان کیا کہ ولید بن مغیر، اسود بن عبد یغوث، اسود بن مطلب، حارث بن عیطل سہمی، عاص بن وائل وغیرہ کفار قریش استہزاء کرتے تھے۔ جب حضرت جبرئیل رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کافروں کے استہزاء کا تذکرہ ان سے کہا تو حضرت جبرئیل رضی اللہ عنہ نے ولید کو سامنے کر کے اس کی شہ رگ کی طرف اشارہ کر کے دکھایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: آپ نے یہ کیا کیا؟ حضرت جبرئیل رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے تدارک کر دیا۔ پھر اسود بن مطلب کی آنکھ کی طرف اشارہ کر کے دکھایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: میں نے اس کا تدارک کر دیا۔ اس کے بعد اسود بن یغوث کے سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دکھایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تو حضرت جبرئیل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نے اس کا تدارک کر دیا۔

بعد ازاں حارث کو اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دکھایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر جواب دیا: میں نے اس کا تدارک کر دیا۔ پھر عاص کو گزارا اور اس کے پیر کے تلوے کی اشارہ کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا آپ نے کیا کیا؟ حضرت جبرئیل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نے تدارک کر دیا۔

کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ولید اتفاقاً ایک خزاعی شخص کا تیر گردن پر لگنے سے مر گیا اور اسود سمرہ کے درخت سے اتر اور ”ببول کا درخت کا کاٹنا گھسا“ کہتے کہتے اپنی آنکھ اور اس کی پینائی کھو بیٹا۔ اسود بن یغوث دماغ کے اندر پھوڑا نکلنے سے مر گیا۔ حارث پیٹ میں پانی اتر آنے سے مر اور عاص کا انجام یہ ہوا کہ وہ گدھے پر سوار ہو کر طائف گیا۔ اثنائے راہ میں اتر اشرقہ کا کاٹنا پیر کے تلوے میں گھسا جس کی وجہ سے بیمار ہو کر مر گیا۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بہ کثرت اسناد بیان ہوئی ہیں اور جن کو میں نے ”تفسیر مسند“ میں ذکر کیا ہے۔

﴿ بخاری، ابوعبیدہ ﴾

ابولہب کا لہب بیٹا واصل جہنم:

ابو عقراب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لہب بن ابولہب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدگوئی کرتا تھا۔ ایک روز آپ کے سامنے استہزاء کرتا ہوا آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا کی کہ ”اللَّهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبَكَ“ اے اللہ! اس پر پر اپنے کسی کتے کو مسلط کر دے۔

راوی نے کہا: ابولہب ملک شام سے کپڑوں کی تجارت کرتا تھا اور اپنے بیٹے لہب کو معاونوں اور وکیلوں کے ساتھ بھیجا کرتا۔ وہ کہتا: میں اپنے بیٹے کے بارے میں محمد (ﷺ) کی بدعا سے ڈرتا ہوں۔ وہ انہیں خوب تاکید کرتا کہ جب تم کسی منزل پر پڑاؤ کرو تو منزل کی دیواروں سے چھپا کر کپڑے کے تھانوں اور اپنے سامان سے اسے چھپا دیا کرنا، مگر ایک روز کوئی درندہ آیا اور اس نے اسے بچھاڑ کر پھاڑ ڈالا۔ ابولہب کو جب اس کی خبر ملی تو اس نے کہا: میں تم سے نہیں کہا کرتا تھا کہ میں اس کے بارے میں محمد (ﷺ) کی بدعا سے ڈرا کرتا ہوں۔

﴿بیہقی، ابو نعیم﴾

حضرت قتادہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ عتبہ بن ابولہب نے نبی کریم (ﷺ) پر زیادتی کی، اس موقع پر نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا: میں اللہ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس پر کوئی کتا مسلط کر دے تو وہ قریش کی ایک جماعت کے ساتھ گیا۔ یہاں تک کہ شام کے ایک مکان میں رات کو ٹھہرے جس کا نام زرقاء تھا تو ایک شیر نے چکر لگایا اور عتبہ کو پکڑ لیا وہ چیخا رہا کہ ہائے ستیاناں جائے یہ شیر ہے خدا کی قسم! یہ مجھے کھا جائے گا؟ جیسا کہ محمد (ﷺ) نے میرے لیے بدعا کی تھی اور محمد (ﷺ) نے مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے مجھے قتل کر دیا پھر وہ شیر لوگوں کے سامنے اس پر جھپٹا اور اس کا سرد بوج لیا اور چبا ڈالا۔

﴿بیہقی﴾

محمد بن کعب قرظی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت حسان بن ثابت (رضی اللہ عنہ) نے اس بارے میں یہ اشعار کہے ہیں:

سائل بنی الاشقر ان جنتهم	ما کان ابناء ابی واسع
لا وسع الله له قبره	بل ضیق الله علی القاطع
رحم بنی جدہ ثابت	یدعو الی نور له ساطع
اسبل بالحجر لتکذیبه	دون قریش نهزة القادع
فاستوجب الدعوة منه بما	بین الناظر والسماع
ان سلط الله بها کلبه	یمشی الهوینا مشیة الخادع
حتى اتاه و سط اصحابه	و قد علتهم سنة الهاجع
فا لتقم الراس بیا فوخه	و النحر منه فغرة الجائع

ترجمہ: ”اگر بنی اشقر کے پاس تمہارا جانا ہو تو ان سے پوچھو کہ ابی واسع کے بیٹوں کا کیا قصہ ہے؟ اللہ تعالیٰ ابو واسع کی قبر کو کشادہ نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ ایسے کانٹے والے پر تنگ کر دے۔ جس نے ایسے نبی کے ساتھ قطع رحمی کی جس کی کوشش ثابت ہے اور وہ ایسے نور کی دعوت دیتا ہے جو چمکنے والا ہے۔ حجر اسود کے پاس ابو واسع نے قریش کی موجودگی میں نبی کریم (ﷺ) کی موجودگی میں ان کو جھٹلانے کیلئے زبان درازی کی۔ تو نبی کریم (ﷺ) کیلئے اس پر ایسی بددعا لازم ہوئی جو کہ دیکھنے والے اور سننے والے کیلئے

خواب واضح ہے۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ ابو واسع پر اپنا ایک کتا مسلط کر دے جو آہستہ آہستہ دھوکہ کی چال چلتا ہو۔ یہاں تک کہ وہ درندہ اس کے ساتھیوں کے بیچ میں آیا اور ان پر گہری نیند مسلط تھی۔ تو اس درندہ نے اس کے سر، تالو اور گردن کو بھوکے شیر کی مانند منہ کھول کر چبا ڈالا۔“

﴿ابن اسحاق، بیہقی﴾

حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ ”وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ“ تلاوت کی تو عتبہ بن ابولہب نے کہا: میں نجوم کے رب سے کفر کرتا ہوں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تجھ پر کتا مسلط کرے۔ کچھ عرصہ بعد وہ کچھ ساتھیوں کے ساتھ شام کے سفر پر روانہ ہوا۔ شام کو شیر کے دھاڑنے کی آوازیں آئیں، سب مسافروں نے حصار میں سامان لگا کر بستر کیے اور سو گئے، شیر آگیا اور چند افراد کو سونگھ کر بڑھ گیا حتیٰ کہ عتبہ کو سونگھا اور پھر چبا ڈالا اور وہ آخر دم تک یہی کہتا رہا کہ میں نہ کہتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ صادق ہیں اور یہی کہتے کہتے مر گیا۔

﴿ابو نعیم﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قحط کے زمانہ میں باران رحمت کیلئے دعائیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو اسلام سے انکار کرتے دیکھا تو دعا کی کہ الہی! حضرت یوسف علیہ السلام کے سات سال کی مانند میری سات سے مدد فرما، تو ان کو قحط نے گھیر لیا یہاں تک کہ انہوں نے مردار، کھالوں اور ہڈیوں تک کو کھایا، اس وقت ابوسفیان اور کچھ اہل مکہ آئے انہوں نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کہتے ہیں کہ آپ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے حالانکہ آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے لہذا اللہ تعالیٰ سے ان کی کیلئے دعا کیجئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کیلئے دعا مانگی اور بارش ہوئی یہاں تک کہ سات دن تک مسلسل بارش ہوتی رہی۔ اس مسلسل بارش سے تنگ آ کر انہوں نے بارش کی زیادتی کی شکایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی کہ ”اللَّهُمَّ حَوِّا لَيْنَا وَ مَا عَلَيْنَا“ (ترجمہ: الہی! ہمارے چاروں طرف بارش ہو اور ہمارے اوپر نہ ہو۔) چنانچہ اسی دم بادل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس سے چھٹ گیا اور اطراف میں بارش ہوتی رہی۔

﴿بیہقی﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوسفیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ رحم فرمائیے۔ نادار قریش کی زبوں حالی کا تو عالم یہ ہے کہ انہوں نے چمڑا اور چھال شدت بھوک میں کھانا شروع کر دیا ہے۔ اس حالت کو قرآن اس طرح بیان فرماتا ہے:

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُم بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ

ترجمہ: ”اور بے شک ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا تو نہ وہ اپنے رب کے حضور میں

جھکے اور نہ گڑگڑاتے ہیں۔“

بہر حال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے ان کیلئے درخواست کی تو ان سے یہ عذاب دور ہوا۔

﴿نسائی، حاکم، بیہقی﴾

تابینا عورت کی بینائی لوٹ آنے کا عجیب واقعہ:

حضرت عمروہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسے سات غلاموں کو خرید کر آزاد کیا کہ جن کے مالک ان کے توحید پرست اور مرید رسالت ہونے کی بناء پر سخت ترین عذاب اور وحشت ناک تکلیفیں پہنچاتے رہتے تھے۔ ان میں سے ایک عورت زنیہ تھی۔

حتیٰ کہ ان بے چاری کی بینائی شدت عذاب سے زائل ہو چکی تھی اور طرفہ ستم یہ تھا کہ مشرکین کہتے کہ اس بد بخت کی بصارت لات و عزئی نے چھین لی ہے۔ وہ خاتون اپنے خدائے واحد و کارساز حقیقی سے دعا کرتیں، تو ان کے مہربان خدا نے ان کی دعا سن لی اور ان کی بینائی لوٹ آئی۔

﴿ یہی ﴾

نجاشی کے دربار میں عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار:

حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب حضرت جعفر ابی طالب رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ اپنے دین کی خاطر پناہ لینے حبشہ کی طرف گئے اور قریش نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو بھیجا اور وفد کے ساتھ نجاشی کیلئے تحفہ میں ایک عربی گھوڑا اور دیبا کا بنا ہوا شاہی طرز کا جبہ اور دوسرے مقررین شاہ کیلئے بھی تحائف بھیجے تو نجاشی نے تحائف قبول کیے اور عمرو کو شرف باریابی بخشا۔

عمرو نے کہا: اے محترم بادشاہ! ہمارے علاقے سے کچھ لوگ جو نہ آپ کے دین پر ہیں اور نہ ہمارے دین پر، آپ کی سر زمین میں آگئے ہیں، ہماری درخواست ہے کہ ان لوگوں کو ہمارے حوالے فرما دیا جائے۔ یہ لوگ اس شخص کے فرمانبردار ہیں جس نے ہمارے ہی درمیان سے اٹھ کر دعویٰ نبوت کیا ہے۔ یہ نبی جن بنیادی عقائد کو پھیلا رہا ہے ان میں سے چند یہ ہیں: ”وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ”ابن اللہ“ نہیں مانتے۔ وہ کسی بادشاہ کا احترام اور عظمت نہیں کرتے نہ حکم مانتے ہیں نہ سجدہ کرتے ہیں۔“

نجاشی نے مہاجرین عرب مسلمانوں کو بلوایا۔ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمان دربار شاہی میں پہنچے تو وہاں کے روایتی آداب کو نظر انداز کر کے مسلمانوں کی طرح السلام علیکم کہہ کر بیٹھ گئے۔ اس طرز عمل پر توجہ دلاتے ہوئے عمرو اور عمارہ نے یک زبان ہو کر کہا:

”اے محترم اور صاحب عظمت بادشاہ! یہ وہی صورتحال ہے جس کی طرف ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں۔“ نجاشی نے مسلمان وفد سے کہا: ”اے عرب مہمانو! کیا تم لوگ بتاؤ گے کہ ہماری تعظیم کس وجہ سے نہیں کی گئی اور مجھے بتاؤ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تمہارے خیالات کیا ہیں؟ اور تم لوگوں کا دین اور عقیدہ کیا ہے؟ کیا تم نصرانیت سے تعلق رکھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ”ہم نصاریٰ یا عیسائیوں سے تعلق نہیں رکھتے۔“ نجاشی نے دریافت کیا: ”تو کیا تم یہودیت سے متعلق ہو؟“

مسلمانوں نے جواب دیا: ”ہم تو یہودی نہیں ہیں۔“ نجاشی نے پھر سوال کیا: ”تم عرب قوم کی

طرح بت پرست ہو؟“ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ”ہم بت پرستی کی تو مخالفت کرتے ہیں۔ نجاشی نے پوچھا: ”تو پھر تمہارا دین و مذہب کیا ہے؟“ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ”ہمارا دین اسلام ہے۔“ نجاشی نے سوال کیا: ”اسلام کیا ہے؟“ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ”اللہ کی توحید کا اقرار اور دل سے اعتراف اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و بعثت کو قبول کر کے ان کی فرمانبرداری میں خود کو دے دینا۔“ نجاشی نے پھر پوچھا: ”یہ اسلام تمہیں کیسے ملا؟“ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

”اس کو ایک نجیب اور شریف خاندان کا ایک عرب لے کر آیا۔ وہ مثل انبیاء سابقین کے مبعوث ہوئے، ان پر احکام و الہام اور وحی اللہ تعالیٰ کا امین فرشتہ لے کر آیا ہے۔ وہ ہم کو والدین کے ساتھ حسن سلوک راست گوئی، وفائے عہد اور ادائے امانت کو حکم دیتے ہیں اور بتوں کی پرستش سے ہمیں منع کرتے ہیں اور اللہ وعدہ لاشریک کی عبادت کا حکم دیتے ہیں، ان کی یہ تعلیم ہم نے اس وجہ سے پسند کی کہ ہمارے قلب نے اس کی تصدیق کی۔ قرآن مجید کو ہم نے اس کے اعجاز اور امتیاز کی وجہ سے کلام الہی جانا اور اس پر عمل کیا تو ہماری قوم دشمن ہو گئی اور نبی صادق صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے ایذا پہنچائی۔ ان کے دشمن ہو گئے اور قتل کرنے کے منصوبے بنانے لگے، ہم وطن میں رہ کر مدافعت نہ کر سکتے تھے۔ اس لیے جانیں بچا کر دین کی خاطر آپ کے پاس پناہ لینے آئے ہیں۔“

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی یہ مختصر تقریر سننے کے بعد نجاشی نے کہا: ”اگر واقعی یہ حالات ہیں تو ان کا ظہور اس مرکز نور سے ہوا ہے جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا ظہور ہوا تھا۔“

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا: ”رہا تعظیم کرنے کا سوال تو اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ اہل جنت کی تحیت یعنی تعظیم ”السلام“ ہے۔ اور سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جناب نے ہمارے خیالات دریافت فرمائے ہیں تو اس بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے بندے، اس کے رسول اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی طرف القاء کیا گیا اور اس کی روح ہیں، وہ پاک ستھری بتوں کے فرزند ہیں۔“

اس قدر سننے کے بعد نجاشی نے ا۔ پنے ہاتھ کو اوپر اٹھایا، اس میں ایک تیکا تھا اور کہا تمہارے بیان میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت میں اس تنکے کے برابر بھی فرق نہیں ہے۔ اس کے بعد حکم دیا کہ مشرکین عرب کے نمائندہ وفد کو ان کے تحفے واپس کر دو اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے کہا: آپ حضرات یہاں اطمینان سے رہیں اور اراکین مملکت کو ان کے آرام و آسائش کی ہدایت کی اور و رہا سے رخصت ہونے کی اجازت دی۔

﴿بہتی﴾

مسلمانوں کا مقاطعہ اور بنی ہاشم کا شعب ابوطالب میں پناہ لینا:

موسیٰ بن عقبہ زہری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ مشرکین مکہ مسلمانوں کی ایذا رسانی میں پوری شدت برت رہے تھے اور یہ شدت اس وقت اور بھی زیادہ ہو گئی جب قریش کا وفد حبشہ سے ناکام

لوٹا اور نجاشی نے مسلمانوں کو حبشہ میں امن و امان اور پورے احترام کے ساتھ رہنے کی اجازت دیدی۔ زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مشرکین مکہ نے جلسہ عام میں طے کیا کہ بنو ہاشم جب تک محمد ﷺ کو ہمارے سپرد نہ کر دیں، اس وقت تک ان سے کوئی تعلق نہ رکھے، نہ کوئی ان سے رشتہ کرے اور نہ میل جول رکھے نہ خرید و فروخت جائز رکھے، اس قرار داد کو عہد نامہ کی شکل دے دی گئی اور کتابت کر کے کبار قریش کے دستخط ہونے کے بعد خانہ کعبہ کی دہلیز پر آویزاں کر دیا گیا۔ ابولہب کے سوا جو اس مرحلہ پر بنو ہاشم سے کٹ کر مخالفین سے مل گیا تھا۔ باقی تمام بنو ہاشم اور مسلمان ناچار و مجبور ہو کر پہاڑ کے ایک درہ میں جس کا نام ”شعب ابوطالب“ ہے، چلے گئے اور دو برس چار ماہ اس قدر اذیتوں کو جھیلا اور جان سوز تکلیفوں کو برداشت کیا جن کو سن کر پتا پانی ہو جاتا ہے، کھانے کو جب کچھ نہیں ملتا تو درختوں کی پتیاں، چھال اور جانوروں کا خشک چمڑہ ابال کر کھا لیتے۔ ان لوگوں میں عورتیں، مرد، بچے اور بوڑھے بیمار سب ہی شامل تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ شدید صبر آزما اور حوصلہ شکن حالات میں بھی شب و روز دعوت و تبلیغ اسلام میں مصروف رہتے۔

آخر ہشام بن عمرو اور زہیر بن ابوامیہ وغیرہ سرداران قریش کو بنو ہاشم کی حالت زار پر ترس آیا۔ وہ خانہ کعبہ پہنچے اور ابو جہل کی مخالفت کے باوجود اس عہد نامہ کو چاک کر ڈالا، بنو ہاشم تین سال تک شعب ابوطالب میں رہنے کے بعد پھر اپنے اپنے گھروں کو لوٹ آئے۔

﴿بیہقی، ابو نعیم﴾

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روایتوں میں تفصیل دیتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ عہد نامہ کی عبارت کرم خوردہ (دیمک والی) ہو گئی تھی اور عہد نامہ کے محرر منصور بن عکرمہ کا ہاتھ شل ہو گیا تھا۔ حضرت عثمان بن ابی سلیمان بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس مقاطعہ کا لکھنے والا منصور بن عکرمہ عبوری تھا، اس کا ہاتھ جب شل ہو گیا تو قریش اس کے ہاتھ کو دیکھ کر آپس میں کہا کرتے تھے کہ ہم نے یقیناً بنی ہاشم کے ساتھ ظلم کیا ہے۔ دیکھو منصور بن عکرمہ کو کیا دکھ پہنچا ہے۔

﴿ابو نعیم﴾

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ ابوطالب نے ترک موالات کے سلسلے میں جو اشعار کہے ان میں سے ایک یہ ہے:

الم یا تکم ان الصحیفة مزقت

و ان کل ما لم یرضہ اللہ یفسد

ترجمہ: ”کیا تم کو خبر نہیں کہ وہ عہد نامہ ضائع ہو گیا، بے شک جس چیز سے اللہ ناراض ہو

وہ نیست و نابود ہو جاتی ہے۔“

﴿ابن عساکر﴾

معراج مصطفیٰ ﷺ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى
الَّذِي بَرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝

﴿سورہ بنی اسرائیل﴾

ترجمہ: ”پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، جس کے گردا گرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔“

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا براق لایا گیا جو سفید گدھے سے اونچا اور خچر سے تھوڑا چھوٹا ایک چوپایہ تھا۔ میں اس پر سوار ہوا اور بیت المقدس آیا، دو رکعت نماز پڑھی۔ میں مسجد اقصیٰ سے باہر آیا تو حضرت جبرئیل رضی اللہ عنہ نے دو پیالے پیش کیے، ایک شربت کا اور دوسرا دودھ کا۔ میں نے دودھ کو پسند کیا۔ اس کے بعد ہم آسمان دنیا کی طرف پہنچے۔ حضرت جبرئیل رضی اللہ عنہ نے دستک دی، کہا کون ہے؟ کہا جبرئیل رضی اللہ عنہ، پوچھا ساتھ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت محمد ﷺ۔ پوچھا: کیا ان کی طرف کوئی بھیجا گیا ہے؟ کہا: ہاں ان کی طرف بھیجا گیا ہے تو ہمارے لیے دروازہ کھل گیا، وہاں میں نے حضرت آدم رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعائے خیر دی۔ اس کے بعد ہم دوسرے آسمان پر پہنچے اور یہاں پر بھی آسمان اول کی طرح حضرت جبرئیل رضی اللہ عنہ سے سوال و جواب ہوئے پھر دروازہ کھل گیا، وہاں میں نے دو خالہ زاد بھائیوں حضرت عیسیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعائے خیر دی۔ اس کے بعد ہم چوتھے آسمان پر پہنچے اور یہاں پر بھی حضرت جبرئیل رضی اللہ عنہ سے سوال و جواب کے بعد دروازہ کھول گیا، میں نے وہاں حضرت ادریس رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ انہوں نے مرحبا کہا اور دعائے خیر دی۔

اسکے بعد ہم پانچویں آسمان پر پہنچے اور یہاں پر بھی حضرت جبرئیل رضی اللہ عنہ سے سوال و جواب کے بعد دروازہ کھل گیا۔ میں نے وہاں حضرت ہارون رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ انہوں نے مرحبا کہا اور مجھ کو دعائے خیر دی۔ اس کے بعد ہم چھٹے آسمان پر پہنچے اور یہاں بھی حضرت جبرئیل رضی اللہ عنہ سے سوال و جواب کے بعد دروازہ کھل گیا۔ میں نے وہاں حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے مرحبا کہا اور پھر مجھ کو دعائے خیر دی۔ اس کے ہم ساتویں آسمان پر پہنچے اور یہاں بھی حضرت جبرئیل رضی اللہ عنہ سے سوال و جواب کے بعد دروازہ کھل گیا۔ وہاں میں نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو بیت المعمور سے اپنی پشت لگائے بیٹھا دیکھا۔ پھر مجھے سدرة المنتہیٰ لے گئے اور مجھ پر اور میری امت پر ایک رات اور دن میں پچاس نمازیں

فرض کی گئیں، پھر میں چھٹے آسمان پر اتر اور دوبارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملا۔ انہوں نے نمازوں کی فرضیت کے بارے میں پوچھا۔ میں نے کہا پچاس نمازیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اپنے رب کے حضور واپس جائیے اور نماز میں کمی کیلئے عرض کیجئے کیونکہ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی تو میں حضور خداوندی میں واپس گیا اور تخفیف نماز کیلئے عرض کی اور بارگاہِ کریمی سے پانچ نمازیں کم ہو گئیں۔ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جا کر بتایا۔ انہوں نے کہا: لوگوں کی برداشت کم ہے، رب تعالیٰ کے حضور جائیے اور مزید کمی کیلئے درخواست کیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اسی طرح اپنے رب تعالیٰ کے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان آتا جاتا رہا یہاں تک کہ رب العالمین نے فرمایا: ”اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہر دن کیلئے پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز دس نمازوں کے قائم مقام ہے۔“ پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا اور ان کو بتایا تو انہوں نے کہا کہ آپ پھر واپس جائیے اور کمی کیلئے درخواست کیجئے۔ میں نے کہا: اب تو کمی کیلئے درخواست کرتے ہوئے مجھے حیا آتی ہے۔

﴿مسلم﴾

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسری سند کے ساتھ روایت معراج کو بیان کیا ہے جس میں تقریباً متذکرہ بالا روایت کے مطابق بیان کرنے کے بعد آخر میں اس قدر مزید ہے: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نیچے تشریف لائے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: ”آسمانوں پر میری ملاقات جس سے ہوئی اس نے تبسم اور شگفتگی کے ساتھ مرحبا اور خوش آمدید کہا: بجز ایک فرشتہ کے کہ تبسم اور شگفتگی کے آثار اسکے چہرے پر نہ تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ داروغہ جہنم ہے، وہ کبھی شگفتہ نہیں ہوتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو معراج کے واقعات کا ذکر کیا۔ ان واقعات کو سن کر مشرکین مکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ازراہ استہزاء کہنے لگے: ابوبکر رضی اللہ عنہ! تمہیں اپنے آقا اور سردار کے بارے میں کچھ خبر ہے؟ وہ کہنے لگے ہیں کہ آج رات کے ایک حصہ میں وہ ایک ماہ کی مسافت تک گئے اور پھر اپنے مقام پر لوٹ آئے۔“ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ”اگر اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے تو پھر اس میں کوئی شک و شبہ نہیں اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے بعید نہیں۔“ پھر مشرکوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جو کچھ آپ فرماتے ہیں اس کی نشانی کیا ہے؟

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں قریش کے ایک قافلے پر گزرا جو فلاں مقام پر تھا، ان کے اونٹ ہم سے بد کے اور چکر لگانے لگے، ان میں ایک اونٹ ایسا تھا جس پر دو چادریں تھیں، ایک چادر سیاہ اور ایک چادر سفید وہ گر گیا اور اس کی ٹانگیں ٹوٹ گئیں۔“ جب وہ قافلہ آیا تو لوگوں نے اہل قافلہ سے وہی باتیں کیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھیں اور اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی تصدیق ہو گئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق رکھا۔ لوگوں نے پوچھا جن لوگوں سے آپ نے ملاقاتیں کی ہیں، کیا ان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، پوچھا کہ ان کی صفت بیان فرمائیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا گندی

رنگ تھا جیسے از دیمان کے یمنی باشندوں کا رنگ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میانہ قد، لمبے بالوں والے اور رنگ سرخی مائل تھے گویا کہ ان کی داڑھی سے موتی جھڑتے تھے۔

بے عمل خطیب کا برا انجام:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: معراج کے مشاہدات میں سے ایک یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ہونٹوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جا رہا تھا اور کٹے ہوئے ہونٹوں کی جگہ دوسرے ہونٹ پیدا ہو جاتے۔ میں نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں؟ تو مجھے بتایا گیا یہ آپ ﷺ کی امت کے خطیب ہیں جو دوسروں کو تو تبلیغ کرتے تھے مگر خود عمل نہ کرتے جن کی پرائیویٹ اندرونی زندگی اور اس کے معاملات، ان کی پبلک زندگی عوامی رویہ سے متضاد ہوتی ہے جو بد اخلاقیوں کو چھپاتے اور تقویٰ اور خوش اخلاقی کا مصنوعی رنگ چڑھا کر دکھاتے ہیں۔

﴿ابن مردویہ﴾

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب وہ رات آئی جس میں مجھے معراج ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام بیت المقدس کے صخرہ کے پاس آئے اور انہوں نے اپنی رسی صخرہ میں داخل کی جس سے اس میں سوراخ ہو گیا اور اس سوراخ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے میرے براق کو باندھ دیا۔

﴿ترمذی، حاکم، ابونعیم، ابن مردویہ، بزار﴾

قرض دینا صدقہ سے افضل ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے معراج کے مشاہدات میں دروازہ جنت پر لکھا دیکھا کہ ”صدقہ کی جزا اصل سے دس گنا ہے اور قرض دینے والے کو رقم قرضہ سے اٹھارہ گنا زیادہ ثواب ملے گا۔“ میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے؟ قرض، صدقہ سے افضل ہے۔ انہوں نے فرمایا: اس لیے کہ سائل سوال کرتا ہے اور اس کے پاس موجود ہوتا ہے اور قرض کا طالب اسی وقت قرض مانگتا ہے جب اسے سخت ضرورت لاحق ہوتی ہے۔

﴿ابن ماجہ، حکیم ترمذی نوادر الاصول، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ﴾

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایات معراج:

عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس رات مجھے معراج ہوئی تو میں نے جنت کو درہ بیضا سے دیکھا۔ میں نے کہا: ”اے جبرئیل علیہ السلام! لوگ مجھ سے جنت کے بارے میں پوچھیں گے؟“ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ”آپ سوال کرنے والوں کو بتادیں کہ جنت کی سطح ہموار اور وسیع ہے اور اس کی مٹی مشک ہے۔“

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم

ﷺ نے فرمایا: میں نے شب معراج میں پاکیزہ ترین خوشبو پا کر حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا، مکہ میں ایسی خوشبو ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ ایک کنگھی کرنے والی کی اور اس کے شوہر اور بیٹی کی خوشبو ہے جس کا پیش منظر یہ ہے کہ عورت ایک روز فرعون کی بیٹی کے کنگھی کرنے بیٹھی تو اس کے ہاتھ سے کنگھی گر پڑی، اس نے اس کو اٹھاتے ہوئے کہہ دیا کہ فرعون ہلاک ہو جائے۔ بیٹی نے اس کی شکایت اپنے باپ فرعون سے کر دی، جس پر اس نے مشاطہ کو قتل کر دیا تھا۔

﴿ابن مردویہ﴾

بیت المقدس آنکھوں کے سامنے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب مجھے بیت المقدس کی میر کرائی گئی اور مشرکین کو معلوم ہوا تو وہ اعتراض کرنے اور مضحکہ اڑانے کے خیال سے آئے اور مجھ سے بیت المقدس کی نشانیاں دریافت کرنے لگے۔ میں اس وقت حجر اسود کے پاس کھڑا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا اور میں اس کو دیکھ دیکھ کر مشرکین مکہ کے سوالات کے جوابات جزئیات اور تفصیلات کے ساتھ دیتا رہا۔

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: شب معراج جب میں ملاء اعلیٰ پہنچا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کی خشیت الہی سے ایسی حالت ہو گئی کہ گویا ان میں کوئی حس و حرکت ہی نہیں ہے۔

﴿ابن مردویہ، طبرانی اوسط﴾

جنت و دوزخ کی سیر:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ براق پر ہی سوار رہے کہ آپ ﷺ کیلئے آسمانوں کے دروازے کھلے پھر آپ نے دوزخ اور عالم بالا کے مذکور قرآن تمام حقائق کو دیکھا پھر واپس تشریف لائے۔ ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں:

”آپ کو آسمانوں کی (مابعد الطبعی) تمام اشیاء اور مقامات اور زمین کی تمام (طبعی مادی) اشیاء اور مقامات کی سیر کرائی گئی۔“

﴿بیہقی، احمد، ابن ابی شیبہ، ترمذی، حاکم، نسائی، ابن جریر، ابن مردویہ﴾

سود خواروں کا برانجام:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شب معراج آسمانی مشاہدات کے سلسلے میں ایک شخص کو آتش سیال کی نہر میں غوطے لگاتے اور پتھر نکلتے دیکھا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے جو اس دردناک عذاب میں مبتلا ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا: یہ سودی کا رویاری کرنے والا ہے۔

﴿ابن مردویہ﴾

نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی عرش پر تحریر تھا:

حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ شب معراج میں نے سمواتِ علیٰ میں تسبیح کی آواز سنی تو میرا دل دھڑکنے لگا۔ جبرئیل علیہ السلام نے اس وقت مجھ سے کہا: کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! خوف نہ کھائیے۔ بلاشبہ آپ کا نام عرش پر ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ لکھا ہوا ہے۔

﴿ابن عساکر﴾

حلیہ براق:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے براق کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کیا شے تھی اور کس نوع کی سواری تھی؟ آپ ﷺ نے بتایا کہ وہ مثل چوپائے کے تھا، طویل القامت اور سفید رنگ اور اس کے قدموں کے درمیان حد نظر تک فاصلہ تھا۔

﴿ابن عساکر﴾

شب معراج صحرا کا شق ہونا:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس رات جب مجھے معراج ہوئی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام اس صحرا کے پاس آئے جو بیت المقدس میں ہے اور اپنی انگلی اس صحرا پر رکھی اور اس کو شق کر دیا اور پھر اس سے براق کو باندھا۔

﴿ترمذی، حاکم، ابونعیم، ابن مردویہ، بزاز﴾

شب معراج نبی کریم ﷺ نے دودھ پسند فرمایا:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس رات میں نبی کریم ﷺ کو معراج ہوئی تو آپ کے سامنے پانی، شراب اور دودھ کے پیالے پیش کیے گئے تو آپ نے ان میں سے دودھ کا پیالہ لے لیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: آپ ﷺ نے راہِ راست اختیار فرمائی اور طریقہ فطرت کو پسند فرمایا۔ دودھ ہر جاندار کی اعلیٰ اور بہترین غذا ہے، اس میں پانی اور غذا دونوں کا امتزاج ہے، یہ گرمی اور تھکنگی دونوں کا مداوا ہے اگر آپ ﷺ شراب قبول کر لیتے تو آپ کی امت کے بھٹک جانے کا احتمال تھا، وہ ان میں سے ہوتے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس صحرا کی طرف اشارہ کیا جس میں جہنم تھا جب آپ نے اس طرف نظر کی تو وہ بھڑکتی ہوئی آگ تھی۔

﴿طبرانی، ابن مردویہ﴾

شب معراج اذانِ بلال رضی اللہ عنہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس رات میں نبی کریم ﷺ کو معراج ہوئی اور آپ ﷺ جنت میں داخل ہوئے تو ایک گوشے سے آپ نے دھیمی سی آواز سنی دریافت کیا:

”اے محترم جبرئیل علیہ السلام! یہ کیسی آواز ہے؟“ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا: ”یہ آپ

کے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آواز ہے۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب واپس تشریف لائے تو آپ نے ارشاد فرمایا: بے شک بلال رضی اللہ عنہ نے فلاح پائی، میں نے ان کی مقام اعلیٰ میں اذان سنی ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملے اور انہوں نے آپ کو مرحبا کہا۔ یعنی ”مرحبا یا نبی الامیسی“ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام گندی رنگ، طویل قامت اور کانوں تک یا اس سے کچھ اونچے لٹکے ہوئے بالوں والے شخص تھے۔ میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ پھر اور آگے بڑھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک جلیل القدر صاحب عظمت و سطوت شخص نے ملاقات کی اور مرحبا کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سلام و کلام فرمایا اور انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا: یہ کون صاحب ہیں؟ ”حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر میں نے جہنم کا معائنہ کیا اور وہاں لوگوں کو مردار کھاتے دیکھا۔ میں نے پوچھا اے جبرئیل علیہ السلام! یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کوچیوں کا ٹٹے والا شخص ہے اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ پہنچے اور نماز کا ارادہ فرمایا تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا اجتماع ہوا اور ان سب حضرات نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور جب واپسی کا ارادہ فرمایا تو آپ کے داہنے اور بائیں جانب سے دو پیالے پیش ہوئے، ایک دودھ کا دوسرا شہد کا۔ آپ نے دودھ کا پیالہ لے لیا اور اسے پی لیا تو پیالہ لے کر آنے والے شخص نے کہا: ”اے اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فطرت کو پالیا۔“

﴿احمد، ابو نعیم، ابن مردودہ﴾

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: جس رات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس لے جایا گیا اور پھر بہ فضل و رحمت باری اسی وقت رات میں واپس آئے اور لوگوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سفر اور بیت المقدس کی نشانیاں اور زیر سفر قفلوں کے حالات بیان کیے جس کے بارے میں کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما رہے ہیں، ہم اس پر کسی طرح یقین نہیں کر سکتے، وہ لوگ اسی بناء پر مرتد و کافر ہو گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد ایسے تمام لوگوں کی جو اپنے زعم میں مسلمانوں کا قلع قمع کرنے آئے تھے اور بڑا اہتمام کر کے اور بہت انتظام لے کر چلے تھے۔

بے سرو سامان، مختصر اور غریب الدیار دین الہی کے فوج داروں اور علمبرداروں نے ان سب حقائق معراج کے منکروں کی گردنیں اللہ تعالیٰ کے دین کے دشمن ابو جہل کے ساتھ کاٹ دیں۔ ابو جہل نے کہا تھا کہ ”محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں درخت زقوم کی خوراک کا ڈراوا دیتے ہیں۔ لوگو! تم کھجور اور مکھن خون کھاؤ۔“ اور دجال کو اس کی اصل صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا اور آپ نے روایت عینی سے دیکھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ملاقاتیں کیں۔

شب معراج انبیاء سے ملاقات:

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے دجال کے بارے میں پوچھا: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے اسے عظیم الجثہ اور واضح و ظاہری خباثت کے ساتھ دیکھا۔ اس کی ایک آنکھ صحیح حالت میں تھی گویا وہ چمکتا ستارہ ہے اور میں نے حضرت عیسیٰ ﷺ کو گورا، گھنگریا لے بال والا اور تیز نظر دیکھا اور حضرت موسیٰ ﷺ کو گندمی رنگ، سیاہ بال اور قوی خلقت دیکھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام شکل و شمائل میں مجھ سے زیادہ قریب تھے۔ اتنے مماثل کہ گویا میں خود اپنا عکس دیکھ رہا ہوں، جب وہ اور میں نزدیک ہوئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ”اپنے جد اعلیٰ کو سلام کیجئے۔“ تو میں نے ان کی خدمت میں سلام پیش کیا۔

﴿احمد، ابویعلیٰ، ابو نعیم، ابن مردودہ﴾

امور غیبی کا مشاہدہ:

﴿حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیہ کریمہ

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ

ترجمہ: ”اور ہم نے کہا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا گیا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو“

کی تفسیر میں روایت ہے کہ معراج کی رات میں امور غیبی کا مشاہدہ نبی کریم ﷺ نے چشم ظاہری سے کیا تھا۔

﴿بخاری﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیان کیا کہ جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں نے حضرت موسیٰ بن عمران رضی اللہ عنہما کو طویل القامت اور گھنگریا لے بالوں والا شخص دیکھا گویا کہ وہ قبیلہ ازد شنوہ کے لوگوں میں سے ہیں اور میں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو میانہ قد، سرخی مائل سفید رنگ اور سر کے بال لٹکے ہوئے دیکھا اور میں نے داروغہ جہنم اور دجال کو دیکھا اور ان سب کا دیکھنا ان نشانیوں میں سے ہے جن کو رحمت پروردگار نے دکھایا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّنْ لِقَائِهِ“ ترجمہ: ”تو تم اس کے ملنے میں شک نہ کرنا۔“

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یقیناً دیکھا ہے اور ملاقات کی ہے۔

﴿بخاری، مسلم﴾

لطیف خوشبو:

صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مجھے معراج کرائی گئی تو میں سماوی سفر میں ایک لطیف خوشبو پر سے گزرا۔

میں نے دریافت کیا کہ یہ خوشبو کیسی ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ دختر فرعون کی مشاطہ کی خوشبو ہے

اور واقعہ اس خاتون نیک کا یہ ہے کہ ایک روز دختر فرعون کے بالوں میں کنگھی کرنے کے دوران اس کے ہاتھ سے وہ کنگھی گر گئی اور مشاطہ نے بسم اللہ پڑھ کر اس کو اٹھایا۔ دختر نے پوچھا: کیا میرے باپ کا نام اللہ ہے؟ مشاطہ نے جواب دیا: میرا اللہ سارے جہان کا میرا اور تیرا، اور وہ تیرے باپ کا بھی رب ہے۔ لڑکی نے حیرت سے پوچھا: ”کیا تمہارا رب، میرے باپ کے سوا کوئی اور ہے؟“ مشاطہ نے جواب دیا: ”ہاں! میرے رب کے سوا کوئی رب نہیں۔“

یہ خبر دختر فرعون نے اپنے باپ کو کر دی۔ پس فرعون نے اس کو طلب کیا اور پوچھا: ”اے معمر اور وفادار مشاطہ! کیا تم میرے علاوہ کسی اور کو رب سمجھ بیٹھی ہو؟“ پر ستار تو حید مشاطہ نے جواب دیا: ”میرا رب اور تیرا بھی اور ساری کائنات کا تو وہی ایک رب ہے جو رب المسوات والارض ہے۔ مشاطہ کے اس جواب کے بعد فرعون نے ایک کھوکھلے مجسمے کو جو تانبے سے بنایا گیا تھا۔ آگ پر تپانے اور سرخ کر دینے کا حکم دیا جب وہ تپ کر مثل شعلہ کے ہو گیا تو اس نے حکم دیا کہ اس مجسمہ کے اندر مشاطہ کو اسکی اولاد کو ڈال دیا جائے تو انہوں نے ایک ایک کر کے اس کی اولاد کو ڈالا حتیٰ کہ شیر خوار بچے کو بھی اس میں ڈالا تو اس نے کہا:

”اے اماں! تم اس میں آ جاؤ، پیچھے نہ ہٹنا کیونکہ تم حق پر ہو۔“ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: چار بچوں نے شیر خوارگی میں کلام کیا، ایک تو یہی بچہ، دوسرا بچہ وہ جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کی گواہی دی۔ تیسرا بچہ جرجج کا تھا اور چوتھے شیر خوار حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں۔

﴿ احمد، نسائی، بزار، طبرانی، بیہقی، ابن مردویہ ﴾

قوم کے سامنے بیان معراج:

بہ سند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس رات میں مجھے لے جایا گیا اور مکہ مکرمہ میں صبح کو میں ایک گوشے میں بیٹھ کر فکر مند ہو رہا تھا کہ رات کے واقعہ معراج کو سن کر لوگ مجھے جھٹلائیں گے کہ اسی دوران دشمن خدا ابو جہل آیا اور میرے قریب بیٹھ کر اس نے استہزاء کے طور پر کہا کیا کوئی نئی خبر یا تازہ بات ہے؟ میں نے جواب دیا: ہاں۔ اس نے پوچھا: ”ہم سے بھی ارشاد ہو۔ میں نے کہا: ”رات مجھ کو لے جایا گیا۔“ اس نے پوچھا: ”کہاں تک؟“ میں نے بتایا: ”بیت المقدس تک۔“ اس نے کہا: ”کیا سفر کے بعد، صبح کو ہمارے شہر میں آپ موجود ہیں؟“ میں نے کہا: ”ہاں۔“

”محمد (ﷺ) آپ کی کیا رائے ہے، اگر میں قبیلے کے لوگوں کو بلاؤں تو کیا آپ ان کے سامنے وہی باتیں فرمائیں گے جو مجھ سے بیان کی ہیں؟“ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”کیوں نہیں، حقائق تو ہر ماحول اور ہر صورت جوں کے توں رہتے ہیں اور حق و سچائی کو مصلحتوں کی بناء پر چھپانا درست نہیں۔“ یہ سن کر دشمن رسول ﷺ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا کیونکہ اس نے سوچا کہ نعوذ باللہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ ان کی سخن سازی اور دروغ گوئی کا بھانڈا پھوٹ جائے گا تو اس نے پکارا: اے بنی کعب! آؤ! آؤ۔

ابو جہل کی یہ آواز سن کر لوگ ادھر ادھر سے دوڑ دوڑ کر جمع ہونے لگے اور پھر سب اکٹھے ہو کر

ابو جہل اور میرے پاس آ کر بیٹھ گئے، اس وقت ابو جہل نے مجھ سے کہا: ”اے ابن عبد اللہ! آپ رات کی وہی باتیں جو مجھ سے بیان کر چکے ہیں، اس وقت اپنی قوم کو سنائیے۔“ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’مجھے رات بیت المقدس تک لے جایا گیا۔‘ لوگوں نے پوچھا: ”دراں حالیکہ صبح کو آپ یہیں تھے؟“ آپ نے فرمایا: ”ہاں! مجھے جلد ہی لوٹا دیا گیا تھا۔“

راوی کا بیان ہے کہ اس پر کچھ لوگوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارے اور کچھ لوگ اپنے سر پر ہاتھ رکھے، تعجب کرنے لگے۔ اجتماع میں سے کوئی بولا: ”کیا آپ مسجد اقصیٰ کی پہچان بتا سکتے ہیں۔“ ان لوگوں میں چند افراد ایسے بھی تھے جنہوں نے بیت المقدس کو دیکھا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں بیت المقدس کے بارے میں سوالات کے جوابات دیتا رہا، یہاں تک کہ بعض جوابات کے سلسلے میں مجھے شبہ ہوا تو فوراً مسجد اقصیٰ کو میرے روبرو کر دیا گیا اور میں دیکھ دیکھ کر سوالات کے جوابات پورے اعتماد کے ساتھ دیتا رہا۔ آخر میں نے لوگوں سے کہا جہاں تک نشانیوں کا معاملہ ہے خدا کی قسم! آپ ﷺ نے بالکل صحیح صحیح بیان فرمایا۔

﴿ احمد، ابن ابی شیبہ، طبرانی، ابو نعیم، بزار ﴾

جنت کے پھول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ شب معراج میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے ارشاد فرمایا: اے محمد ﷺ! آپ اپنی امت کو بتا دیجئے کہ جنت، ہموار اور وسیع جگہ ہے اور پھول بوٹے ”سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ“ ہیں۔

﴿ ابن مردویہ ﴾

شب معراج امتوں کا مشاہدہ کرنا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ شب اسراء میں تمام انبیاء علیہم السلام کے پاس سے گزرے، ان میں سے ہر ایک کے ساتھ گروہ اور جماعتیں تھیں، مگر چند انبیاء علیہم السلام ایسے بھی تھے جن کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا، پھر نبی کریم ﷺ ایک بہت بڑی جماعت کے پاس سے گزرے، پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہے۔ اے نبی ﷺ! آپ سر اٹھائیے۔ میں نے سر اٹھایا تو بہت بڑی جماعت دیکھی جس نے افق کے ایک سرے سے دوسرے سرے کو گھیر رکھا تھا، مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ ﷺ کی امت ہے اور ان کے سوا آپ ﷺ کی امت میں ستر ہزار افراد ایسے ہیں جو بغیر حساب جنت میں جائیں گے۔

﴿ ابن مردویہ ﴾

شب معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر زرے تو وہ اپنی قبر میں مصروف نماز تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ امت محمدیہ ﷺ پر پچاس نمازیں

فرض کی تھیں، پھر آپ ﷺ کی تخفیف کی درخواست پر ان کو صرف پانچ کر دیا گیا۔

﴿احمد﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جب مجھے معراج ہوئی تو مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا تو میں نے دیکھا کہ اس کا پھل یعنی پیر بہت ہی بڑا پہاڑ کی چوٹی کے برابر تھا۔

﴿طبرانی﴾

دیدار خداوندی کی روایات:

بہ سند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

﴿احمد﴾

بہ سند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے پروردگار کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ چشم ظاہری سے ایک مرتبہ چشم قلب سے۔

﴿طبرانی اوسط﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس سلسلہ میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کو اپنی چشم ظاہر سے دیکھا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا نبی کریم ﷺ نے اپنی نظر اپنے رب کی طرف ڈالی؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! نبی کریم ﷺ نے اپنی نظر سے اپنے رب کو دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے ”کلام“ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے ”خلت“ (اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ کہتے ہیں) کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دید کو حضرت محمد ﷺ کیلئے مخصوص فرمایا۔

﴿طبرانی﴾

روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلت کے ساتھ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام کے ساتھ اور حضرت محمد ﷺ کو رؤیت کے ساتھ برگزیدہ فرمایا۔

﴿بیہقی کتاب الرؤیہ﴾

روایت ہے کہ کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے خلت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے کلام اور حضرت محمد ﷺ کیلئے رؤیت ہے۔

﴿بیہقی﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آیہ کریمہ ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ وَلَقَدْ رَأَىٰ نَزْلَةَ أُخْرَىٰ﴾

﴿سورۃ النجم﴾

ترجمہ: ”دل نے نہ جھٹلایا جو آنکھ نے دیکھا۔ انہوں نے اسے دوبارہ دیکھا۔“ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ نے اپنے رب کو دل کی آنکھ (قلب

بصیرت) سے دو مرتبہ دیکھا۔

﴿ مسلم ﴾

یا جوج ماجوج کو اسلام کی دعوت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ارشاد فرمایا: شب معراج میں اللہ تعالیٰ نے مجھے یا جوج ماجوج کی طرف بھیجا۔ میں نے ان کو دین اسلام اور اللہ کی بندگی کی دعوت دی، مگر انہوں نے انکار کیا تو وہ سب اور انکے ساتھ نافرمان بنی آدم اور ابلیس اور اس کی ذریات سب جہنم میں جائیں گے۔

﴿ ابن مردویہ ﴾

تخفیف نماز اور دیگر مسائل:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ شب معراج میں پچاس نمازیں اور سات مرتبہ رفع جنابت کیلئے پانی بہانا اور کپڑوں سے نجاست وغیرہ کو سات مرتبہ دھونا فرض کیا گیا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم برابر کی کیلئے استدعا کرتے رہے حتیٰ کہ نمازیں پانچ اور غسل جنابت ایک بار اور کپڑے پر سے نجاست کو ایک بار دھونا فرض کر دیا گیا۔

﴿ ابوداؤد، بیہقی ﴾

احادیث تاریخ معراج:

عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کے جد امجد سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس رات معراج ہوئی وہ ایک سال قبل ہجرت ربیع الاول کی سترھویں شب تھی۔

﴿ ابن مردویہ ﴾

حضرت ابن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہجرت مدینہ سے ایک سال قبل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس تک لے جایا گیا۔

﴿ اور بیہقی رضی اللہ عنہ نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے اسی روایت کی مانند روایت کی ہے۔ ﴾

﴿ بیہقی ﴾

سدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت سے سولہ مہینہ پہلے معراج ہوئی۔

﴿ بیہقی ﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امت محمدیہ کو سلام:

عبدالرحمن رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے شب معراج حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی تو انہوں نے فرمایا:

”اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنی امت کو میری طرف سے سلام پہنچائیے اور ان کو بتائیے کہ جنت کی مٹی خوشبودار ہے اور آب شیریں، وہ وسیع و ہموار ہے اور اسکے نیل بوٹے ”سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ،“

وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ“ ہیں۔“

﴿ترمذی، ابن مردودہ﴾

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ”وَلَقَدْ رَأَاهُ نَزْلَةً أُخْرَى“ کی تفسیر میں روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو سدرة المنتہی کے پاس دیکھا۔ ان کے چہ سو بازو تھے اور ان کے پروں سے مختلف رنگ کے موتی اور یا قوت جھڑتے ہیں۔

﴿مسلم﴾

سبز زعفران:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے آیہ کریمہ ”لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى“ ﴿سورۃ النجم﴾ ترجمہ: ”بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔“ کی تفسیر میں بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز زعفران کو دیکھا کہ جس سے سارا فلق پر ہو گیا۔

﴿بخاری﴾

شب معراج القابات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت عبداللہ بن اسد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب اسراء میں مجھے اس قصرِ اعلیٰ تک پہنچایا گیا جس کی دیواریں گوہر آب دار کی، فرش زر خالص ہے اور وہ نور سے منور ہے اور مجھ کو تین القاب عطا فرمائے گئے۔ سَيِّدُ الْمُرْسَلِينَ، إِمَامُ الْمُتَّقِينَ، قَائِدُ الْغُرِّ الْمُحْجَلِينَ۔ بغوی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے اس کو ان الفاظ میں روایت کیا کہ مجھ کو موتیوں کے ایک قفس کی سیر کرائی گئی اور اس کا فرش سونے کا تھا۔

﴿بزار، ابن قانع، ابن عدی﴾

شب معراج تعلیم اذان:

گزشتہ اوراق میں اذان کے بارے میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی حدیث معراج بیان کی جا چکی ہے۔

حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شب اسراء میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر پہنچے تو آپ نے توقف فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو بھیجا اور آسمان پر وہ اس جگہ کھڑا ہوا جہاں اس سے پہلے کوئی نہ کھڑا ہوا تھا۔ اس کو حکم ملا اذان دو۔ تو فرشتے نے کہا: ”اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ“ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”میرے بندے نے سچ کہا، میں ہی اللہ اکبر ہوں۔“

پھر فرشتے نے کہا: ”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”میرے بندے نے سچ کہا، میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔“ پھر فرشتے نے کہا: ”أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”میرے بندے نے سچ کہا میں نے ہی محمد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنایا اور ان کو پسند کیا اور میں ہی ان کی حفاظت کروں گا۔“ پھر فرشتے نے کہا: ”حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے

بندے نے سچ کہا وہ میرے فریضے اور حق کی طرف بلاتا ہے تو جو کوئی اس کی طرف یکسو ہو کر آئے گا، وہ اس کے ہر گناہ کا کفارہ ہوگا۔“

پھر فرشتے نے کہا: ”حَسْبُ عَلٰی الْفَلَاحِ“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”میرے بندے نے سچ کہا، میں نے ہی اس فریضہ کو قائم کیا اور اس پر وعدہ دیا اور اس کیلئے اوقات مقرر کیے۔“

اس کے بعد نبی کریم ﷺ سے کہا گیا، آپ آگے بڑھئے تو نبی کریم ﷺ آگے بڑھے اور تمام اہل آسمان کھڑے ہوئے، اس طرح آپ کی بزرگی کو ساری مخلوقات پر قائم فرمایا۔

﴿ ابو نعیم ﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو معراج کی رات اذان سکھائی گئی اور آپ ﷺ اور آپ کی امت پر نماز کو فرض کیا گیا۔

﴿ ابن مردویہ ﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: شب معراج عالم سموات میں فرشتوں کے جس گروہ پر میں گزرا، اس نے مجھ سے یہی کہا کہ آپ ﷺ اپنی امت کو پچھنے لگوائے کا حکم فرمائیں۔

✽ (امام احمد اور امام حاکم رحمہم اللہ نے صحیح بتا کر اور ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔)

﴿ ابن مردویہ ﴾

اس جگہ نماز پڑھوں گا جہاں رسول اللہ ﷺ نے پڑھی:

عبید بن آدم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جاہلیہ میں تھے۔ وہاں بیت المقدس کی فتح کا ذکر ہوا تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ وہاں کس جگہ پر نماز پڑھنا پسند کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صحرہ کے پیچھے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: اس جگہ نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مگر میں وہاں نماز پڑھوں گا جہاں نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ پھر (جب وہ وہاں سے بیت المقدس پہنچے تو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو بہ قبلہ ہوئے اور نماز پڑھی۔

﴿ احمد ﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شب اسراء میں نبی کریم ﷺ نے مالک (دوزخ کا داروغہ) کو دیکھا تو وہ ترش رو تھا اور اس کے چہرے سے غیظ و غضب پہچانا جاتا تھا۔

﴿ ابن مردویہ ﴾

حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: شب معراج، میں نے مقدم مسجد میں نماز پڑھی۔ اس کے بعد میں صحرہ کے پاس آیا وہاں پر ایک فرشتہ کو کھڑا دیکھا اور اس کے پاس تین پیالے تھے جو اس نے مجھے پیش کیے۔ میں نے ان میں سے شہد کا پیالہ کیا اور اس میں سے کچھ نوش کیا پھر میں نے دوسرے پیالے کو لیا اور میں نے اس میں سے پیا جتنا میں پی سکتا تھا اور یہ دودھ تھا۔

پھر فرشتے نے کہا: اس تیسرے میں سے لیجئے۔ میں نے جواب دیا کہ میں شکم سیر ہو گیا ہوں اور یہ شراب کا پیالہ تھا۔ اس کے بعد فرشتے نے کہا: ”اگر آپ اس جام شراب میں سے پی لیتے تو پھر آپ کی امت دین فطرت پر کبھی مجتمع نہ ہوئی۔“ پھر مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا اور وہاں مجھ پر نمازیں فرض کی گئیں۔ بعد ازاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس لوٹا دیا گیا اور انہوں نے کروٹ بھی نہ بدلی تھی۔

﴿ابن مردویہ﴾

بیت المعمور کی زیارت:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں نے بیت المعمور کو دیکھا کہ وہاں روزانہ ستر ہزار ایسے فرشتے آتے ہیں کہ پھر دوبارہ ان کی باری نہیں آتی، پھر حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرف رجوع کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

پھر تین پیالے شراب، دودھ اور شہد کے سامنے آئے تو میں نے دودھ لیا، یہی وجہ فطرت ہے جس پر آپ اور آپ کی امت ہے۔ اس کے بعد ہر روز کیلئے پچاس نمازیں فرض ہوئیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اترے، یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ آپ کے رب تعالیٰ نے آپ پر کیا فرض کیا ہے؟ فرمایا: روزانہ کی پچاس نمازیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ اس کے بعد حدیث شریف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورے سے ان میں تخفیف ہو کر پانچ نمازوں کی تعداد کا تعین مذکور ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات:

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معراج کے موقع پر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تو سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کو ترغیب دیں کہ وہ جنت کے وسیع اور زرخیز ہموار میدانوں میں، جہاں کی روئیدگی دوامی اور جہاں کی شادابی پر بہار ہے اور جہاں کی مٹی طیب، لطیف اور پاکیزہ ہے نخلستان، باغستان اور پر کیف بہاریں لگائیں۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ”لوگ جنت میں اس طرح کے گلستان کیسے لگائیں؟“ تو انہوں نے جواب دیا کہ ”وہ کثرت کے ساتھ (اور معافی و مطالب کو ذہن میں رکھتے ہوئے) پڑھیں: ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“

(ابن ابی حاتم، ابن مردویہ)

حضرت آدم علیہ السلام کا دائیں دیکھ کر تبسم فرمانا اور بائیں دیکھ کر رونا:

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں مکہ میں تھا کہ میرے گھر کی چھت کھلی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اترے پھر انہوں نے میرا سینہ چاک کیا اور آب زمزم سے

دھویا اور سونے کا ایک طشت جس میں ایمان و حکمت تھا، لائے اور اس سے میرے سینے کو لبریز کر دیا۔ بعد ازاں کچھ سینے کو ملا مسلا اور میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی جانب لے چلے۔

جب میں آسمان پر پہنچا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آسمان کے محافظ سے کہا: دروازہ کھولو، اس نے کہا: کون ہے؟ جواب دیا: جبرئیل! پوچھا کہ تمہارے ساتھ کوئی ہے؟ کہاں ہاں میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا: ان کی طرف بھیجا گیا ہے؟ کہا: ہاں، پھر جب دروازہ کھلا تو ہم آسمان دنیا پر پہنچے۔

میں نے دیکھا کہ وہاں ایک شخص بیٹھا ہے، اس کی دہنی جانب کثیر جماعتیں ہیں اور بائیں طرف بھی کثیر لوگ ہیں، جب وہ دہنی جانب دیکھتا ہے تو ہنستا ہے اور جب بائیں طرف دیکھتا ہے تو روتا ہے، پھر اس نے کہا: ”ابن الصالح اور نبی صالح کو مرحبا۔“

میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا: یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور ان کی دونوں جانب ان کی اولادوں کی روئیں ہیں۔ دہنی جانب نئے جماعتیں اہل جماعت کی ہیں اور بائیں جانب کی اہل دوزخ کی، جب وہ دہنی جانب کے لوگوں کو دیکھتے ہیں تو تبسم فرماتے ہیں اور جب بائیں جانب کے لوگوں کو دیکھتے ہیں تو رونے لگتے ہیں۔

پھر وہ مجھے دوسرے آسمان پر لے گئے اور اس کے محافظ سے کہا: دروازہ کھولو اور یہاں بھی حسب سابق سوال و جواب ہوئے اور اس نے دروازہ کھول دیا۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانوں میں حضرت آدم علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پایا اور ان کے مقامات اور درجات کی کیفیت بیان نہیں کی۔ (بخاری، مسلم)

شب معراج میں نے قلموں کی سرسراہٹ سنی:

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھے ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ایوب ابوبہ انصاری رضی اللہ عنہ دونوں فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اتنا اونچا لے جایا گیا کہ مجھ پر مستوی ظاہر ہوا اور اس جگہ میں نے قلموں کے سرسراہٹ کی آواز سنی۔

سدرۃ المنتہی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں، میں ان کو لے کر واپس ہوا، یہاں تک کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری امت پر کیا فرض کیا ہے؟

میں نے بتایا: پچاس نمازیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حضور واپس جائیے اور کمی کیلئے درخواست کیجئے کیونکہ آپ کی امت اتنی نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی، چنانچہ میں بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ پانچ نمازیں ہیں جو پچاس نمازوں کے قائم مقام ہیں اور سمجھ

لو کہ میرے حضور بات میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ اس کے بعد میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف پہنچا تو انہوں نے کہا: ”آپ پھر اپنے رب کے حضور جائیے“ میں نے کہا: ”اب مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے۔“ اس کے بعد مجھے ایک طویل ترین مسافت پر لے چلے یہاں تک کہ میں سدرۃ المنتہیٰ پہنچا، میں نے اسے مختلف رنگوں میں ڈھانپا ہوا دیکھا، میں نہیں جانتا وہ کیا ہیں۔ بعد ازاں میں نے جنت کی سیر کی، وہاں موتیوں کے قبے دیکھے اور اس کی مٹی مشک کی تھی۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا: ”کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟“ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے نور دیکھا ہے جس جگہ بھی اسے دیکھا ہے۔“

﴿مسلم﴾

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری سند کے ساتھ ابو نصرہ سے انہوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شب معراج جب مجھے لے جایا گیا تو میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گزرا تو وہ قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت ابراہیم مجھ سے بہت مشابہ تھے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شب معراج میں نے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو وہ تمہارے ہادی وقائد سے بہت زیادہ مشابہ تھے، یعنی مجھ سے (علیہ السلام) ﴿ابن مردویہ﴾

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ اور سفارتِ روم اور واقعہ معراج کی تصدیق:

محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو قیصر روم کی طرف بھیجا اور ایک مکتوب گرامی انہیں دیا اور وہ حمص میں قیصر سے ملے اور نامہ گرامی اس کو دیا قیصر کے بھائی نے مکتوب گرامی میں لکھا پایا: ”محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے قیصر صاحب روم کے نام“ تو وہ مشتعل ہو گیا اور قیصر سے کہنے لگا تم خط میں نہیں دیکھتے کہ اس نے تحریر کا آغاز اپنے نام سے کیا ہے اور تمہارا نام ”قیصر صاحب روم“ لکھا ہے اور تم کو بادشاہ نہیں لکھا۔

قیصر نے معترض خط یعنی اپنے بھائی سے کہا: ”اے بھائی! میں تجھے کم عقل، بے وقوف نہیں سمجھتا تھا، تیرا خیال ہے کہ خط کے مضمون سے آگاہی کے بغیر ہی سے اسے پھاڑ دوں، اپنی زندگی کی قسم! اگر وہ اللہ کے رسول ہیں تو حقیقتاً وہ زیادہ حقدار ہیں کہ اس مکتوب میں وہ اپنا نام مقدم رکھیں، اگر انہوں نے مجھ کو ”صاحب روم“ کہہ کر خطاب کیا ہے تو یہ حقیقت سے زیادہ قریب ہے کیونکہ میں اہل روم کا ”صاحب“ ہی تو ہوں او ان میں ان کا مالک تو نہیں ہوں، صورت حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رومیوں کو میرے لیے مسخر کر دیا ہے اور اگر وہ چاہے تو کسی دوسرے کو بھی رومیوں پر مسلط کر دے۔“ اس کے بعد قیصر نے خط کو سنا اور کہا:

”اے رومیو! میرا خیال ہے کہ یہ وہی شخص ہیں کہ جن کی بشارت (حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام) نے دی ہے، اگر مجھے یقین ہو جائے تو ایسا ہی ہے تو میں ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر خود ان کی خدمت بجالاؤں (اور ان کے وضو کا پانی زمین پر نہ گرنے دوں۔“

روم کے سرداروں نے جواب میں کہا: ”اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ عرب میں نبوت اور رسالت کا منصب رکھے جو ان پڑھ ہیں اور وہ ہمیں چھوڑ دے حالانکہ ہم اہل کتاب ہیں۔ قیصر روم نے کہا: میرے نزدیک میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والی ہدایت انجیل ہے، ہم اسے منگاتے ہیں اور اسے کھولتے ہیں اب اگر یہ وہی نبی ہیں جن کی خبر انجیل میں موجود ہے تو ہم ان کی اتباع کریں گے۔ ورنہ اس پر دوبارہ مہریں لگا دیں گے، جیسی کہ پہلے اس پر لگی تھیں، اس میں ایک مہر کی جگہ دوسری مہر لگنے کے سوا اور کچھ فرق نہ ہوگا۔

راوی کا بیان ہے: اس وقت انجیل پر بارہ مہریں سونے کی اپنے اپنے دور میں شاہان روم نے لگائی تھیں، ہر پہلا قیصر اپنے بعد کے قیصر کو یہ وصیت کرتا رہا تھا کہ تمہارے دین میں کسی کو یہ حلال نہیں ہوگا کہ وہ انجیل محترم کو کھولے اور جس دن اسے کھولا جائے گا ان (رومیوں) کے دین میں تغیر آجائے گا۔

قیصر روم (ہرقل) نے کہا: ”اے روم کے دانشورو! میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والی اور راہ ہدایت دینے والی انجیل ہے لہذا ہم اسے منگاتے ہیں اور رہنمائی لیتے ہیں۔ اگر انجیل کی تائید عرب مدعی نبوت کے حق میں ہوتی ہے تو ہم سب اس کا اتباع کریں گے، ورنہ ہم ان پر دوبارہ مہریں لگا دیں گے۔“

پس قیصر روم نے انجیل کو منگایا اور یکے بعد دیگرے گیارہ مہریں جدا کر دیں اور ایک مہر باقی رہ گئی اور تو اس کے اعیان مملکت اور تمام اسقف و بطریق کھڑے ہو گئے، گریبان چاک کر دیئے، ضبط و آداب ایوان سے رخصت ہو گیا، ہر فرد اپنے اپنے دفن و جذبات سے مغلوب ہو کر نہ معلوم کیا کچھ ادا کرنے لگا۔ سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ قیصر بھی کچھ کہتا تھا اس کی آواز شور و غل میں گم ہو کر رہ جاتی تھی۔ وہ اس ہنگامہ خیز ماحول سے پریشان ہو گیا اور پھر اس نے کھڑے ہو کر ہنر و وقار انداز میں کہا:

”اے میرے مشیرو اور دانشورو! آج یہ کیا اضطراب ہے؟“ انہوں نے اپنی اپنی بولیاں بند کر لی تھیں، صرف چند نمایاں رہنماؤں نے نمائندگی کرتے ہوئے قیصر سے کچھ اور نزدیک ہو کر جواب دیا: ”تم مہریں توڑ کر ایک بہت بڑا اقدام کر چکے، پس اب موجودہ خانوادہ قیصریت کا سلسلہ ختم ہو جائے گا اور تمہاری قوم کا دین بدل جائے گا۔“

قیصر نے پھر کہا: ”تم لوگ اس وقت بہت زیادہ جذباتی ہو رہے ہو، میرے خیال میں میرا یہ عمل کتاب مقدس سے رہنمائی کیلئے ہے، جس سے ہمارے عرب مکتوب نگار اور مدعی رسالت کو صحیح جواب دیا جاسکے گا۔“

لوگوں نے کہا: ”مناسب رویہ اور صحیح جواب کی تشخیص کیلئے کچھ لوگوں سے محمد مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں اور مراسلات کے ذریعہ تحقیق کی جاسکتی ہے، مگر انجیل کی مہریں توڑنا

بہت بڑا گناہ اور معصیت ہے۔“

قیصر نے کہا: ”تمہارے خیال میں کن لوگوں سے ہم اس خاص معاملے میں رجوع کر سکتے یا پوچھ گچھ کر سکتے ہیں؟“ انہوں نے قیصر کو جواب دیا کہ ”بہت سے لوگ شام میں موجود ہیں، ان کو تلاش کر کے یہ کام ان کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔“ چنانچہ قیصر نے آخری مہر انجیل کی نہیں توڑی اور رومی سرداروں کے کہنے کے بموجب چند امرا کو اطراف مملکت میں ایسے لوگوں کی تلاش میں روانہ کیا جو عرب نژاد ہوں اور مکہ سے جن کا تعلق ہو، چنانچہ لوگ گئے اور ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو بلا لائے، ابوسفیان اس وقت حسن اتفاق سے بغرض تجارت شام کی مملکت میں موجود تھے۔

قیصر نے ابوسفیان سے چند دوسرے عربوں کی موجودگی میں پوچھا: ”اے ابوسفیان! مجھے اس شخص کے حالات بتاؤ جو تم میں مبعوث ہوا ہے۔“ ابوسفیان نے حضور نبی کریم ﷺ کے حالات بیان کرنے میں جہاں تک ممکن تھا محاسن کو چھپایا، ابوسفیان نے کہنا شروع کیا:

”اے شاہِ روم! محمد (ﷺ) کو مقدس اور محترم نہ سمجھو، ہم ان کو ساحر اور شاعر کہتے ہیں اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ کاہن ہیں۔“

قیصر نے کہا: ”یہ تو ان کے رد میں کوئی دلیل نہیں بلکہ انبیاء سابقین علیہم السلام کے حالات کی روشنی میں تو یہ باتیں ظہورِ حق کے ابتدائی مراحل میں ضروری اور ناگزیر ہوتی ہیں، پہلے نبیوں کو بھی ایسا ہی کہا گیا تھا، مجھے پہلے تم ان کی حیثیت کے بارے میں بتاؤ۔“ ابوسفیان نے جواب دیا: ”وہ ہم لوگوں کے درمیان ایک اوسط درجہ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔“

قیصر نے کہا: ”اللہ تعالیٰ سابقہ دور میں ہر نبی کو اوسط درجے کے خاندان ہی میں پیدا کرتا رہا ہے، ان کے ماننے والے ہم نواؤں کے متعلق بتاؤ۔“ ابوسفیان نے جواب دیا: ”ان کے پیروہ لوگ ہیں جو ہمارے اندر کسن، جو شیلے اور کم فہم لوگ ہیں۔ مگر قوم کے سردار اور روساء میں سے کوئی بھی ان کے کاموں میں شریک ہے نہ حلقہ اثر میں ہے۔“

یہ جواب سن کر قیصر نے علمی واقفیت کی بنا پر زور دے کر کہا: ”خدا شاہد ہے، انبیاء کے تبعین اور معاونین ہمیشہ ایسے ہی لوگ ہوئے ہیں کیونکہ قوم کے سرداروں اور بااثر لوگوں کو اپنی جھوٹی سرداری اور اقتدار کی موت نظر آنے لگتی ہے کیونکہ ان کی سرداری، ظلم اور اثر سازشوں کی وجہ سے قائم ہوتے ہیں۔“

قیصر نے ابوسفیان سے اس کے بعد پوچھا: ”اے محمد (ﷺ) کے حالات سے واقفیت کا دعویٰ کرنے والے شخص! یہ بتاؤ کہ ان کے رفیقوں میں سے کوئی رفیق یا ان کا کوئی پیروان کے دین سے پھرا ہے یا نہیں یا کسی نے یہ کہا ہے کہ محمد ﷺ جو دین لے کر آئے ہیں، اس میں یہ یہ خرابیاں ہیں اور ان برائیوں اور خرابیوں کے باعث اس نے محمد (ﷺ) کے دین کو ترک کر دیا ہے۔ قیصر کا یہ سوال تھا کہ ابوسفیان شپٹا گئے اور جھوٹ بولتے بن نہ پڑی۔ (صداقت اسی کا نام ہے کہ دشمن بھی اس کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جائے۔)

چنانچہ ابوسفیان نے کہا: ”ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی واپس نہیں ہوتا۔“ قیصر نے دریافت کیا کہ کیا ان کے دین میں لوگ برابر داخل ہوتے جا رہے ہیں اور کیا اس کو قبول کرنے والے افراد کی تعداد روز افزوں ہو رہی ہے؟“

ابوسفیان نے جواب دیا: ”ہاں! اضافہ ہو رہا ہے۔“ قیصر روم نے کہا: اے عرب کے معزز سردار! تم نے ان کے یہ حالات بیان کر کے میری بصیرت میں اور اضافہ کیا۔ قسم ہے اس ذات کی! جس کے قبضے میں میری جان ہے، عنقریب وہ شخص اس مملکت پر قبضہ کر لے گا جو اس وقت میرے قبضے میں ہے پھر قیصر نے اپنے درباریوں اور سرداروں کو مخاطب کیا اور کہا:

اے روم کے لوگو! اور سردارو! حقیقت پسندی سے کام لو، ہم کو اس شخص کی دعوت کو قبول کر لینا چاہیے، جس کی طرف وہ ہمیں بلاتا ہے اور ہم اس سے اپنی اس مملکت کے بارے میں استدعا کریں کہ ہماری یہ سرزمین کبھی پامال نہ کی جائے۔ اس لیے کہ جب کسی نبی نے کسی بادشاہ کو خط لکھا اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا ہے تو اس سے اس دعوت کو قبول کر لیا ہے اور جیسا اس نبی نے چاہا ہے ویسا ہی ہوا ہے، لہذا تم میرا کہا مانو اس کی اطاعت کو قبول کر لو، اس میں میری تمہاری اور تمام اہلیان ملک کی فلاں و بہبود مضمّن ہے۔

ابوسفیان کہتے ہیں کہ اس موقع پر میں نے کوئی ایسی بات نہیں کہی جس کے غلط ہونے پر میں ان کی نظروں میں گر جاؤں اور ان کے سامنے میرا جھوٹ ظاہر ہو جائے تو وہ اس پر مجھ سے مواخذہ کریں۔ میں اس کو برا سمجھتا تھا یہاں تک کہ میں نے واقعہ معراج بھی اس طرح بیان کر دیا کہ میں نے قیصر روم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: اے معزز قیصر! کیا میں تمہیں ایسی بات بتاؤں جس کو سن کر تم پر محمد ﷺ کا جھوٹ ظاہر ہو جائے۔ قیصر نے کہا: ضرور سناؤ کہ وہ کیا بات ہے؟

ابوسفیان دل میں بہت خوش تھے کہ اب محمد (ﷺ) کے جھوٹ پر ہرقل قیصر روم ضرور برا سمجھتے ہوگا اور کسی طرح واقعہ معراج کو قابل یقین نہیں سمجھے گا اور بازی میرے ہاتھ رہے گی۔

قیصر نے کہا: ”وہ کیا بات ہے؟“ ابوسفیان نے کہنا شروع کیا: ”محمد (ﷺ) اظہار واقعہ کے طور پر بتاتے ہیں کہ تہامہ کی اس سرزمین سے جس کو ”حرم“ کہتے ہیں رات کے کسی حصہ میں وہ روانہ ہوئے اور پھر آپ کی اس مقدس مسجد میں جس کو آپ حضرات ”ایلیا“ کہتے ہیں، پہنچے اور اسی رات کو واپس اپنے شہر مکہ میں آگئے۔ قیصر کی اس مجلس میں ایلیا کا ایک بطریق موجود تھا۔ اس نے کہا: اے قیصر! میں اس رات سے واقف ہوں جس کا ذکر ابھی عرب مہمان نے کیا ہے۔“

ابوسفیان بطریق کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: ”تم اس رات کے بارے میں کیا جانتے ہو؟“ بطریق نے جواب دیا: ”میں رات کو مسجد کے دروازے بند کر کے سوتا تھا، مگر مذکورہ رات تمام دروازے تو بند کر دیئے گئے مگر ایک دروازہ بند نہ ہوا اور اس کا بند کرنا ہمارے لیے ناممکن ہو گیا۔ مجبور ہو کر میں نے مدد کیلئے تمام کارکنوں کو بلایا، جو اس وقت وہاں موجود تھے، انہوں نے آکر اسکان بھر کوشش کی مگر وہ جنبش بھی نہ دے سکے، بڑھیوں کو بلایا، انہوں نے دیکھ بھال کر کہا یا تو اس پر دروازے کی چوکھٹ گر پڑی ہے یا

عمارت میں کوئی نقصان پیدا ہو گیا ہے۔ بہر حال اب رات میں اس کی درستگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، دن میں ٹھیک کر دیا جائے۔ پھر میں لوٹ گیا اور دروازے کو کھلا چھوڑ دیا، صبح کو ہم نے جا کر دیکھا تو وہ پتھر جو دروازہ کے ایک گوشے میں نصب تھا، اس میں سوراخ ہو گیا ہے اور اس میں جانور کے بندھنے کا نشان ہے، یہ سب کچھ ہوتا رہا جس کو میں نے دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہا:

”اس مقدس عمارت اور اس کے دروازے میں قطعاً کوئی نقص نہیں، یہ کسی نبی کی آمد

کیلئے کھلا رکھا گیا تھا اور یقیناً آج رات میں کسی نبی نے ہماری مسجد میں نماز پڑھی ہے

اور ان کی سواری کا جانور سوراخ کر کے اس پتھر میں باندھا گیا ہے۔“

بطریق نے جب اپنا بیان ختم کر لیا تو قیصر ہرقل نے چند لمحے توقف کے بعد دونوں جانب نظر ڈالنے کے بعد کہا: ”اے روم کے ذی علم باشندو! کیا تم اس بات سے واقف نہیں ہو کہ سیدنا حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اور قیامت کے درمیان ایک نبی کو مبعوث ہونا ہے اور جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے اور بلا خوف تردید میں کہتا ہوں کہ یہ وہی نبی میسر ہیں، ہم سب کو چاہیے کہ ان کی دعوت کو قبول کر لیں۔“

رومی سرداروں نے ہرقل کی مبلغانہ تقریر سن کر نہ صرف یہ کہ اسے رد کر دیا بلکہ انتہائی برا بیخود ہوئے اور ایسے کلمات کہہ بیٹھے جن کے سننے کا رومی شہنشاہ کے دربار میں کوئی اندازہ کر سکتا تھا نہ تصور۔ چنانچہ قیصر ہرقل نے جب رومیوں کی نفرت، بیزاری اور برہمی کو دیکھا تو نہایت دانائی اور حکمت سے روئے سخن بدلا اور کہنے لگا:

”اے سلطنت رومیہ کے قابل فخر فرزندو! واقعی میں نے تمہارے مذہبی جذبات کو ٹھیس

پہنچائی ہے مگر یہ اس لیے تھا کہ میں یہ دریافت کر سکوں کہ تم اپنے عقیدے اور نظریات

میں کتنے مخلص ہو اور مذہبی روایات کی بنیادیں تمہارے اندر کس قدر گہری ہیں، میں

خوش ہوں کہ روم کے لوگ امتحان میں کامیاب ہوئے۔“

یہ بیان سنتے ہی سب حاضرین تہنیت و تعظیم کے مقررہ درباری طریقے کے بموجب اس کے

سامنے جھک گئے۔

(ابو نعیم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی احادیث بہ سلسلہ معراج:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو راتوں رات بیت المقدس کی سیر کرائی گئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو لوگوں سے ذکر فرمایا تو بہت سے ایسے لوگ جو نئے مسلمان ہوئے تھے اور ان کی تعلیم اور عقیدہ کی پختگی نہ ہو سکی تھی، مرتد ہو گئے اور باقی سب مسلمانوں نے تصدیق کی کچھ کافر اور مشرکین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھی پہنچے اور کہا: آپ کے ہادی اور پیشوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اعلان کر رہے ہیں کہ آج رات کے ایک حصہ میں انہیں بیت المقدس لے جایا گیا اور پھر پہنچا دیا گیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ایسا فرماتے ہیں تو درست فرماتے ہیں اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اسی بناء پر آپ کا لقب ”صدیق“ ہوا۔ یعنی بہت سچا کہ مقام ذی طویٰ پر جب حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی، تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا تھا کہ آپ کی تصدیق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کریں گے کہ وہ ”صدیق“ ہیں۔

﴿ابن مردویہ، حاکم بیہقی﴾

شب معراج فرشتوں کی امامت:

ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے اور انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب شب اسراء میں سموات میں پہنچا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اذان دی، میں نے خیال کیا کہ اب حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کو نماز پڑھائیں گے، مگر انہوں نے مجھے آگے کیا اور پھر میں نے فرشتوں کو نماز پڑھائی۔

﴿ابن مردویہ﴾

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جسم سے جنتی خوشبو:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب مجھے آسمانوں پر لے گئے تو میں جنت میں گیا اور درختوں میں سے ایک کے پاس کھڑا ہوا، میں نے جنت میں اس سے زیادہ خوبصورت، سفید، نرم اور خوشبودار پھل کوئی نہ دیکھا۔ پس میں نے اس درخت کا ایک پھل توڑ کر کھایا تو وہ میرے صلب میں نطفہ بن گیا۔ اس کے بعد میں زمین پر آیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے قربت کی تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کیلئے استقرار حمل ہوا، اب بھی جب مجھے جنت کی خوشبو سونگھنے کی خواہش ہوتی ہے، تو میں فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی خوشبو سونگھتا ہوں۔

﴿طبرانی﴾

فائدہ:

حاکم نے اس حدیث کو غریب کہا ہے کہ اس کی مسند میں شہاب بن حرب ہے جو مجہول ہے۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اعتراض کیا اور وہ یہ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا معراج ہی سے پہلے نہیں بلکہ آپ کی بعثت سے قبل پیدا ہو چکی تھیں۔ واقعہ اسری کے وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف ۱۳ (تیرہ) سال سے کچھ زیادہ تھی۔ (از مترجم)

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کی حدیث معراج:

کلبی، ابوصالح رحمہما اللہ اور حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس رات رسول اللہ ﷺ کو سیر کرائی گئی، اس رات آپ میرے گھر میں اور مجھ سے قریب ہی آرام فرماتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشاء کی نماز پڑھی اور نبی کریم ﷺ اور ہم سب سو گئے۔ طلوع فجر کے

قریب نبی کریم ﷺ نے ہم سب کو جگایا اور جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے نماز پڑھی تو ہم نے بھی حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔

نماز کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ”اے ام ہانی (رضی اللہ عنہا)! میں نے تمہارے سامنے وادی میں نمازِ عشاء پڑھی، اس کے بعد میں نے بیت المقدس پہنچ کر وہاں نماز پڑھی اور صبح کی نماز تمہارے ساتھ پڑھی ہے۔“

﴿ابن اسحاق﴾

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ واقعہ اسراء کے موقع پر میرے گھر میں آرام فرماتے تھے، پھر میں نے آپ کو موجود نہ پایا، اور میری آنکھوں سے نیند اس خوف کی بنا پر اڑ گئی کہ کہیں آپ کسی قریشی نے ایذا نہ پہنچائی ہو۔ تشریف لانے کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور مجھے باہر لے گئے۔ وہاں ایک جانور گدھے سے بڑا اور گھوڑے سے کچھ چھوٹا موجود پایا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے اس پر سوار کیا اور میں بیت المقدس پہنچا جہاں میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا جو میرے ساتھ مشابہت رکھتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا جو طویل القامت گھنگریا لے بال ازدشنوہ کے مردوں کے مشابہ تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا جو میانہ قامت اور سفید رنگ مائل بہ سرخی تھے، ان کی مشابہت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ میں ہے اور میں نے دجال کو دیکھا جو دہنی آنکھ سے کانا تھا اور اس کی مشابہت قطن ابن عبدالعزیز میں ہے۔

ام ہانی رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ پھر نبی کریم ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ ”اسراء“ کے سارے حالات کا قریش سے ذکر کریں تو میں نے دامن تھام لیا اور کہا: آپ ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہیں جو آپ کو جھٹلاتے اور آپ کی باتوں کا انکار کرتے ہیں۔

وہ فرماتی ہیں: حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا دامن میرے ہاتھ سے کھینچ لیا اور تشریف لے گئے۔ وہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے ان سے واقعہ اسراء کا حال بیان کیا، جس کو سن کر مطعم بن عدی کھڑا ہوا اور کہنے لگا: ”محمد (ﷺ) آپ سفر بیت المقدس کے دوران قریش کے قافلے پر سے گزرے جو فلاں مقام پر ہے؟“

آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں! میں نے اہل قافلہ کو اس حال میں پایا کہ ان کا اونٹ گم ہو گیا تھا اور وہ اس کی تلاش میں سرگرداں تھے۔“ پھر اس نے کہا: ”کیا آپ ﷺ فلاں قبیلے پر سے گزرے؟“ فرمایا: ”ہاں! میں نے ان کو فلاں مقام پر پایا اور ان کے ایک اونٹ کی ٹانگیں ٹوٹ گئی ہیں۔“ قریشی نے کہا: آپ ﷺ اونٹوں اور ان کے چرواہوں کی تعداد بتائیے۔ میں اس سوال جواب دینے سے قاصر رہا اور لوٹ آیا۔ میں گھر آ کر سو گیا تو بحالت خواب میں نے اس قبیلے کے اونٹوں کو دیکھا اور شمار کر لیا اور ان کے چرواہوں کو بھی، پھر میں بیدار ہو گیا اور قریش کے پاس جا کر دوبارہ جا کر کہا: ”تم نے اس وقت اونٹوں اور چرواہوں کے بارے میں پوچھا تھا، لہذا سن لیجئے اتنے اونٹ اور اتنے چرواہے ہیں اور چرواہوں میں ابن ابی قحافہ اور دوسرے فلاں لوگ بھی ہیں، یہ قافلہ کل صبح کو فلاں ٹیلے پر تمہیں ملے گا۔“ دوسرے روز بہت صبح سے لوگ ٹیلے پر جا کر بیٹھ

گئے تاکہ آپ ﷺ کے قول کو جانچیں۔ جب اونٹوں کو آتے دیکھا تو خود آگے بڑھ کر ان سے ملے اور پوچھا کیا تمہارا کوئی اونٹ گم ہو گیا تھا؟ انہوں نے بتایا: ہاں! پھر یہ لوگ دوسرے قبیلے کے مسافروں کے پاس پہنچے اور دریافت کیا: ”کیا تمہارے کسی اونٹ کی ٹانگیں ٹوٹ گئی تھیں۔“ انہوں نے کہا: ہاں۔

﴿طبرانی، ابن مردویہ﴾

یحییٰ بن ابی عمر و شیبانی، ابوصالح رحمہما اللہ سے انہوں نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ علی الصبح اندھیرے میں میرے پاس تشریف لائے اور میں اس وقت تک اپنے بستر پر تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہیں خبر ہے کہ میں آج مسجد حرام میں سویا تو حضرت جبرئیل ﷺ میرے پاس آئے اور مجھے مسجد کے دروازے تک لائے وہاں پر ایک چوپایہ جو گدھے سے اونچھا اور خچر سے نیچا تھا اور کان پھڑ پھڑا رہا تھا، مجھ کو اس پر سوار کر کے لے چلے، جب وہ نشیب میں اترتا تو اس کے ہاتھ دراز ہو جاتے اور پیر چھوٹے اور جب وہ چڑھائی پر چڑھتا تو اس کے پاؤں دروازہ ہو جاتے اور ہاتھ چھوٹے، کسی لمحے حضرت جبرئیل ﷺ مجھ سے جدا نہ ہوئے، حتیٰ کہ ہم بیت المقدس پہنچے تو انہوں نے اس حلقہ سے اسے باندھا جس میں انبیاء کرام علیہم السلام اپنی سواریوں کو باندھا کرتے تھے، پھر انبیاء کرام علیہم السلام کی جماعت میرے سامنے آئی، ان میں حضرت ابراہیم ﷺ، حضرت موسیٰ ﷺ اور حضرت عیسیٰ ﷺ بھی تھے اور میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی اور ان سے باتیں کیں، اس کے بعد سرخ و سفید پیالے میرے سامنے لائے گئے، میں نے سفید کو لے کر پی لیا، یہ دیکھ کر حضرت جبرئیل ﷺ نے مجھ سے کہا: ”اے رسول خدا ﷺ! آپ نے دودھ کو نوش کیا اور شراب کو چھوڑا ہے، اگر آپ شراب کو لے لیتے تو آپ ﷺ کی امت راہ ہدایت سے بھٹک جاتی۔“ پھر مجھے سوار کر کے مسجد حرام لے آئے اور میں نے صلوٰۃ فجر پڑھی۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ سن کر میں نے حضور نبی کریم ﷺ کی ردائے مبارک کو پکڑ لیا اور کہا: اے ابن عم! میں آپ کو قسم دیتی ہوں اگر آپ نے اسراء اور انبیاء کی باتیں قریش کو بتائیں تو جو آپ کی تصدیق کرتا ہے وہ بھی آپ کو جھٹلائے گا پھر نبی کریم ﷺ نے اپنا ہاتھ ردا پر مارا اور چادر کا حصہ میرے گرفت سے نکل گیا، چادر آپ کے شکم مبارک سے اوپر ہو گئی اور میں نے آپ کے شکم مبارک کی شکنوں کو دیکھا، گویا وہ ایک شکن آلود کاغذ کی شکنوں کی طرح تھیں اور اس وقت میں آپ ﷺ کے قلب اطہر کے پاس سے ایسا نور چمکتا ہوا دیکھا جس سے میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں، تو میں سجدہ میں گر پڑی جب میں نے سجدے سے سر اٹھایا تو دیکھا کہ نبی کریم ﷺ باہر تشریف لے گئے اور میں نے لونڈی سے کہا: خدا تیرا بھلا کرے تو حضور نبی کریم ﷺ کے پیچھے جا اور سن کہ حضور نبی کریم ﷺ کیا فرماتے ہیں اور قریش کیا جواب دیتے ہیں؟ جب لونڈی واپس ہوئی تو اس نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ جماعت قریش کے پاس تشریف لے گئے، جن میں مطعم بن عدی، عمرو بن ہشام اور ولید بن مغیرہ بھی تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”آج رات میں نے عشاء کی نماز اس مسجد میں پڑھی اور فجر کی بھی اور ان دونوں نمازوں کے درمیانی وقفہ

میں بیت المقدس ہو کر آیا ہوں۔ انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت مجھے ملی، جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے، میں ان سب کو نماز پڑھائی اور ان سے باتیں کی ہیں۔“

نبی کریم ﷺ نے جب اپنی باتیں ختم کیں تو عمرو بن ہشام نے کہا: ”جن انبیاء کے نام آپ نے گنائے ذرا ان کا حلیہ تو بیان کیجئے؟“

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو میانہ قد سے متجاوز اور طویل القامت سے کم، فراخ سینہ، سرخی مائل سفید رنگ اور گھنگریالے بالوں کے سرخی مائل شخص تھے، یہ سمجھو کہ ان کے مشابہ عروہ بن مسعود ثقفیؓ ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام قوی الجثہ، گندمی رنگ اور لمبے قد الے تھے، یہ سمجھو کہ وہ ازدشنوہ کے افراد کے مشابہ ہیں، کثیر بالوں والے، آنکھیں بیٹھی ہوئی، دانتوں پر دانت چڑھے ہوئے، لب کسی قدر اٹھے ہوئے اور کسی قدر مسوڑھے ابھرے ہوئے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ سمجھو کہ وہ تو میرے مشابہ ہیں۔“

قریش نے حضور نبی کریم ﷺ کے بیان کو سن کر تمسخر اڑایا، مطعم نے کہا: تمہارا آج کا بیان اور گزشتہ کلام میں بڑا تضاد اور فرق ہے اور میں وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ جھوٹے ہیں۔ ہم تیز رفتار سرخ اونٹوں پر ایک ماہ تک سفر کر کے اس علاقے تک آتے اور جاتے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ رات کے ایک تھوڑے حصے میں جا کر واپس بھی آگئے۔ مطعم کا انکار سن کر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا:

”اے ابن عدی! تو نے نبی کریم ﷺ کو محض اپنا بھتیجا یا ایک عام عرب قریشی سمجھ کر جھٹلا دیا ہے خدا تجھ کو طبع سلیم دے، میں پختہ یقین کے ساتھ اعلان کرتا اور شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت محمد ﷺ سچے اور صادق ہیں۔“

قریش نے پوچھا: ”اے محمد (ﷺ)! بیت المقدس کی شناخت اور کچھ مخصوص علامات تو بیان کرو؟“

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میں رات کے کچھ تھوڑے ہی حصے میں گیا اور واپس آیا ہوں۔“

معاہ حکم خداوندی حضرت جبرئیل علیہ السلام بیت المقدس کا نقشہ حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے لے آئے۔ حضور نبی کریم ﷺ اس کو دیکھ کر مشرکین قریش کو بتاتے رہے اور حضرت صدیق اکبرؓ ہر مرتبہ تائید و تصدیق کرتے رہے، پس حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اے ابو بکرؓ! آج سے اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام ”الصدیق“ رکھ دیا۔“

پھر قریش نے کہا: ”محمد (ﷺ) ہمارے قافلوں کے بارے میں بتاؤ۔“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے فلاں قبیلہ کو روکا میں پایا۔ ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا ہے اور وہ اس کی تلاش میں سرگرداں تھے، میں ان کے کجاووں تک گیا، مگر پڑاؤ پر کوئی موجود نہ تھا، میں نے وہاں پر پانی کا پیالہ دیکھا اور اس کا پانی پی لیا۔ اس کے بعد میں فلاں قبیلہ والوں کے قافلہ کے پاس پہنچا اور ان کے اونٹ مجھ سے ڈر کر بھاگے اور ان میں ایک سرخ رنگ کا اونٹ بیٹھ گیا، اس پر سفید دھاریوں کی چادریں تھیں، اب میں نہیں جانتا کہ اس اونٹ کی ٹانگیں ٹوٹ گئیں، یا نہیں۔ اس کے بعد میں فلاں لوگوں کے قافلہ کے پاس پہنچا، جو تنعیم میں ہے ان کے آگے دھاری دار اونٹ ہیں، یہ لوگ قریب ہی پہنچ گئے ہوں گے اور وہ ثمیہ سے نظر

آئیں گے۔“ آپ ﷺ سے ایسی صحیح اطلاعات سن کر ولید بن مغیرہ نے کہا: ”یہ ساحر ہے۔“ اس کے بعد کچھ لوگ دیکھے گئے اور انہوں نے بغیر کسی ادنیٰ فرق کے سب کچھ ویسا ہی پایا جیسا آپ ﷺ نے بیان فرمایا تھا، مگر کج فہم لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے قول کی صداقت کو جادو ہی کا کرشمہ قرار دیا اور اکثر لوگوں نے کہا: ”ولید بن مغیرہ نے ٹھیک کہا یہ سب جادو کا معاملہ ہے۔“

اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ بھی یہی ہے کہ:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِي آرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ

﴿سورۃ بنی اسرائیل﴾

ترجمہ: ”اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو۔“

﴿ابو یعلیٰ، ابن عساکر﴾

بعض راویوں نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جب اس رات کسی کو نظر نہ آئے، تو عبدالمطلب کی اولاد آپ ﷺ کی تلاش میں ادھر ادھر پھیل گئی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ کی تلاش میں مقام ذی لویٰ تک پہنچے، وہ بلند آواز سے آپ ﷺ کو پکارتے جاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے جواب میں لبیک فرمایا: انہوں نے فرمایا: اے ابن عم! تم کہاں تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں بیت المقدس سے آ رہا ہوں، انہوں نے کہا: ”رات ہی رات میں“ آپ نے فرمایا: ہاں!

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم ﷺ کو معراج میرے ہی گھر سے ہوئی ہے۔ اس رات آپ ﷺ ہمارے یہاں عشاء کی نماز پڑھ کر سو گئے اور جب صبح کا ابتدائی وقت ہوا تو نبی کریم ﷺ نے ہمیں نماز صبح کیلئے جگایا، پھر نبی کریم ﷺ نماز کو کھڑے ہوئے جب نماز فجر ہوئی تو فرمایا: اے ام ہانی رضی اللہ عنہا! میں نے عشاء کی نماز تمہارے یہاں پڑھی، پھر بیت المقدس گیا اور وہاں میں نے نماز پڑھی پھر واپس آ کر صبح کی نماز تمہارے یہاں پڑھی، اس کے بعد آپ تشریف لے جانے کیلئے کھڑے ہوئے۔ میں نے عرض کیا: اس بات کو آپ ﷺ لوگوں سے بیان نہ کریں، اس لیے کہ وہ یقین کرنے والے نہیں تکذیب کرنے والے ہیں اور اذیت پہنچانے والے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

نہیں، میں ان کو ضرور بتاؤں گا اور آپ ﷺ تشریف لے گئے۔ آپ نے جا کر مشرکین مکہ کو ”واقعہ اسراء“ کے بارے میں بتایا، جس کو انہوں نے خود ساختہ اور فرضی اور جھوٹی کہانی تصور کیا۔ شب اسریٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تھا: اے جبرئیل علیہ السلام! معراج کے واقعات سن کر میری قوم کے لوگ تصدیق نہیں کریں گے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ آپ کی تصدیق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کریں گے کیونکہ وہ صدیق ہیں اور بہت سے ان لوگوں کی آزمائش ہوگی جو خود کو مسلمان کہتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”میں حجر اسود کے پاس کھڑا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بیت المقدس کو میرے روبرو کر دیا پس میں اپنے مشاہدے کی مدد سے مشرکین مکہ کو نشانیاں بتلاتا رہا۔“

پھر ان میں سے کسی نے دریافت کیا: ”مسجد اقصیٰ کے کتنے دروازے ہیں؟“ چونکہ میں نے اس کے دروازوں کو شمار نہیں کیا تھا اس وجہ سے میں نے دروازوں کو گنا اور ان کو تعداد بتائی۔ راہ میں قافلوں کی بابت ان کے سوالات کے واضح جوابات دیئے اور انہوں نے ان کو درست پایا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِي آرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ

﴿سورہ بنی اسرائیل﴾

ترجمہ: ”اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو۔“

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مسجد اقصیٰ کا دیکھنا دراصل عینی مشاہدہ تھا، جس کو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے چشم سر سے دیکھا۔

﴿اس پوری روایت کو ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔﴾

معراج کے سلسلہ میں مرسل روایات

حضرت عمروہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قریش مکہ نے واقعہ اسراء کے بیان کے موقع پر نبی کریم سے ایک سوال یہ بھی کیا کہ ہماری کیا شے گم ہوگئی ہے اور واضح طور پر علامت بھی اس کی بیان کریں؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہارے اہل قافلہ کی خاکی اونٹنی کھوگئی ہے، اس پر تمہارا تجارتی مال و اسباب تھا، جب وہ قافلہ اور اس کے ساتھ مذکورہ خاکی اونٹنی مکہ پہنچی اور نبی کریم ﷺ کی بتائی ہوئی جملہ باتوں کی تصدیق ہوگئی تو سرکش مشرکین نے ایک مزید سوال کیا کہ آپ یہ بتائیں کہ اس اونٹنی پر سربستہ سامان میں کیا اور کون سا سامان ہے؟

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اونٹنی کے اوپر جو سامان تھا جو حضور نبی کریم ﷺ کی نگاہ کے سامنے لا کر مشاہدہ میں رکھ دیا اور آپ نے وہ تمام سامان دیکھ کر سامان کی قسم اور اس کی مقدار وغیرہ بتادی مگر سوالات کرنے والے کفار جاوگری کا کرشمہ قرار دے کر رخصت ہوئے۔

﴿ابو نعیم﴾

اسباط بن نصر رحمۃ اللہ علیہ، اسمعیل بن عبد الرحمن رحمہما اللہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کو جس رات معراج ہوئی اور معراج سے واپس تشریف لا کر آپ نے قریش کو قافلوں کے بارے میں اور اہل قافلہ کے بارے میں خبر دی تو وہ کہنے لگے کہ یہ بتلائیے کہ فلاں قافلہ کس روز یہاں پہنچے گا؟

﴿بیہقی﴾

سورج ٹھہر گیا قافلہ مکہ آ گیا:

اسمعیل بن عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب معراج ہوئی اور قافلے کے بارے میں کفار کو آپ نے بتایا۔ اس وقت کفار نے کہا: ”آپ یہ تو بتائیے کہ قافلہ یہاں پر کب پہنچے گا؟“

آپ نے ارشاد فرمایا: ”بدھ کے روز۔“

چنانچہ بدھ کے روز قریش، قافلے کی راہ پہنچے اور آمد کا انتظار کرنے لگے، حتیٰ کہ غروب آفتاب کا وقت قریب ہو گیا اور اس وقت تک قافلہ نہیں پہنچا۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی:

”اے مہربان خالق کائنات! اپنے بندے کی بات کو سچائی اور صداقت عطا فرما اور کینہ خو

اور حیلہ جو قریش کو موقع نہ دے۔“

پس دعا مستجاب ہوئی اور ایک گھڑی دن بڑھ گیا۔

روایت ہے کہ آفتاب کی گردش کو صرف دو موقعوں پر روکا گیا ہے۔ ایک تو یہی حضور نبی کریم صلی

اللہ علیہ والہ وسلم کی دعا کے بعد اور دوسرے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کیلئے، جب وہ اپنی قوم کے کفار جبارین کے ساتھ مصروف جہاد تھے۔

﴿یہتی﴾

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ، عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ شب اسراء میں حضور نبی کریم

ﷺ کی سواری کیلئے ایک جانور استعمال ہوا جو نچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا اور حد نظر اس کے ایک

ایک قدم کی وسعت تھی، اس کا نام براق تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ مشرکین کے ایک قافلے پر گزرے تو ان

کے اونٹ بدک گئے۔ لوگوں نے کہا: کچھ نظر تو آتا نہیں، بجز ہوا کے کیا ہو سکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ بیت المقدس پہنچے اور آپ کے سامنے دو پیالے لائے گئے۔ ایک میں شراب اور

دوسرے پیالے میں دودھ تھا۔ نبی کریم ﷺ نے دودھ کو لے لیا جس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا:

آپ نے راہ ہدایت کو اختیار کیا، آپ کی امت ہدایت پر رہے گی۔

﴿ابن ابی شیبہ المصنف﴾

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنت اور دوزخ کو دیکھنے کے خواہشمند تھے

اور اس کیلئے اپنے رب سے دعا کی تھی، لہذا آپ ہجرت سے اٹھارہ ماہ پہلے سترہ رمضان المبارک ہفتہ کی

شب میں اپنے مکان پر مخو خواب تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام حضور نبی کریم

ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا: آپ ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ سے جس بات کے دیکھنے کی خواہش کی

تھی اس کی سیر کیلئے چلئے، پھر یہ دونوں مکرم فرشتے نبی کریم ﷺ کو مقام ابراہیم اور چاہ زمزم کے

درمیان لائے، اس کے بعد میٹھی لائی گئی اور اس کے ذریعہ آپ ﷺ کو آسمانوں کی طرف لے چلے اور

ہر آسمان کی سیر اور دوزخ کا معائنہ کیا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب میں ساتویں آسمان پر پہنچا تو بجز صریر قلم کے کوئی آواز میں نے نہیں

سنی، آپ پر اور آپ کی امت پر پانچ نمازیں فرض ہوئیں، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور رسول اللہ

ﷺ کو پانچوں نمازیں ان کے مخصوص اوقات میں پڑھائیں۔

﴿اس کو ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا۔﴾

﴿ابن سعد﴾

رب سے کلام:

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ”رؤیت“ اور اپنے ”کلام“ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ اپنے رب تعالیٰ سے کلام کیا۔
﴿حاکم کتاب الرویہ﴾

شب معراج کے سلسلہ میں مزید بحث:

مصنف کتاب، امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کثیر علماء کا مذہب یہ ہے کہ معراج دو مرتبہ واقعہ ہوئی ہے۔ اس سلسلہ میں مختلف مروی احادیث کے درمیان تطبیق کی گئی ہے۔ اس کا خلاصہ ہم یہاں بیان کرتے ہیں، جن کا علماء کا یہ مذہب ہے ان میں ابونصر قشیری، ابن عربی اور سہلی رحمہم اللہ شامل ہیں۔
شیخ عزالدین ابن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ واقعہ اسراء خوب اور بیداری میں ہوا ہے اور مکہ المکرمہ اور مدینہ منورہ دونوں جگہ ہوا ہے۔ خواب میں اس کے واقع ہونے کا نکتہ دراصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آمادہ کرنا اور اس سلسلہ میں مشاہدات کرا کے مطمئن کرنا تھا کہ جب بہ حالت بیداری یہ واقع ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسانی محسوس کریں۔ اسی طرح جیسے بعثت سے قبل رؤیائے صادقہ تھے تاکہ آپ پر منصب نبوت آسان ہو جائے۔
ابوشامہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ معراج مبارک کا واقعہ متعدد مرتبہ ہوا ہے۔ وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استناد لیتے ہیں، جسے بزار رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس میں کوئی شک نہیں کہ متعدد بار معراج کے واقع ہونے میں کوئی استحالہ نہیں ہے کیونکہ اگر خواب میں واقع ہو تو اطمینان و تسلی کیلئے ہے اور اگر بیداری میں ہو تو اس کی موافقت و مطابقت کیلئے ہے، بہر حال یہ کوئی بعید نہیں اور فرمایا: مدینہ طیبہ میں کئی بار اسراء ہوا ہے۔

ابن المنیر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نفیس کتاب اسراء کے اسرار میں تالیف ہے، اسراء کی بہت سی حکمتوں کو انہوں نے اس میں بیان کیا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے بیت المقدس تک سیر کرائی گئی۔ اس کے بعد آسمانوں کی سیر اور معراج کرائی گئی تاکہ آپ کو دونوں ہجرتوں کا حصول ہو جائے کیونکہ اکثر انبیائے سابقین نے بیت المقدس ہجرت کی ہے۔ لہذا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی فی الجملہ یہ سفر حاصل ہو گیا، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں مختلف و منتشر فضائل جمع ہو جائیں، اور یہ کہ آپ کو اپنے بیان کی صداقت کی طرف راہ مل جائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کے بارے میں ان علامتوں کو بتایا جو آپ سے منکرین حق نے امتحان اور آزمائش کے طور پر دریافت کی تھیں اور آپ کے مخالفین نے بھی ان کی سچائی کو بادل ناخواستہ تسلیم کیا تھا لہذا جب یہ باتیں صحیح اور درست ہیں تو جو اور باتیں آپ نے معراج کے سلسلے میں بتائی ہیں وہ بھی صحیح اور صادق ہیں، ان کی تصدیق بھی اس سے لازم آتی ہے، اس کے برعکس پہلے ہی آپ کو آسمانوں کی طرف لے جایا جاتا تو یہ صورت ظہور میں نہ آتی۔

اس کتاب میں ایک حکمت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یکبارگی یہ اعزاز و

اکرام برسمیل مفاجات تھا جبکہ آپ نے ”بينا انا“ فرما کر اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (مطلب یہ کہ روایت الہی اور اس سے بے واسطہ ہم کلامی کا شرف اچانک آپ کو حاصل ہوا، اس کیلئے پہلے سے کوئی وقت مقرر نہیں تھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام اچانک عالم خواب سے آپ کو بیدار کر کے لے گئے تھے) لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق شرف ہم کلامی ایک معیاد اور استعداد پر موقوف تھا، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انتظار کی تکلیف اٹھالی گئی تھی۔

اس کتاب میں ایک حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ ابن حبیب نے ذکر کیا ہے کہ آسمان و زمین کے درمیان ایک دریا ہے جس کا نام ”مکفوف“ ہے۔ زمین دریا کی نسبت اس کے ساتھ ایسی ہے جیسے بحر محیط کے ساتھ ایک قطرہ کی، صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ اس موقع پر یہ ہوا ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اس دریا کو پھاڑ کر راستہ بنایا گیا ہوگا تاکہ آپ پار چا سکیں اور اس دریا کا پھاڑنا حضرت جبرئیل علیہ السلام کیلئے دریا کے پھاڑنے سے زیادہ عظیم ہے۔

اس کتاب میں ایک نکتہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مروی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمانوں کے دروازے بند رہتے ہوں گے، جمہی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دستک دے کر ان کو کھلوا یا اور اس کا اہتمام فرمایا گیا کہ آپ کے آنے سے پہلے انہیں نہ کھولا جائے، اگر وہ پہلے سے کھلے ہوتے تو یقیناً یہ گمان ہوتا کہ آسمانوں کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے ہوں گے۔ اس لیے ان کو بند ہی رکھا گیا تاکہ آپ جان لیں کہ ان کا کھلنا آپ کے اعزاز میں ہے اور آپ ہی کی وجہ سے اور اس لیے کہ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرماتا ہے کہ آپ کا وجود گرامی آسمان والوں کے نزدیک جانا پہچانا ہے۔ سب ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔

اس لیے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے جب آسمان والوں نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر انہوں نے صرف یہ پوچھا: ”کیا ان کی طرف بھیجا گیا تھا اور یہ نہیں پوچھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح فرمانا:

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم کو دو بار خواب میں دیکھا۔ ایک مرتبہ مجھے دکھایا گیا کہ تم کو ایک شخص حریر کے کپڑے میں اٹھائے ہوئے ہے اور کہتا ہے یہ آپ کی زوجہ ہیں۔ وہ کپڑے کو ہٹا کر تمہارا بشرہ دکھا رہا تھا۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اس کا قول سن کر کہا: ”اگر اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے تو پھر وہ ایسا کرے گا۔“

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شریک حیات، مشیر کار، دینی کوششوں میں مددگار بیوی سے جدائی ہو جانے پر کافی رنجیدہ تھے۔ اسی زمانے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ حالت خواب دیکھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ایک گہوارے میں لائے اور کہا:

”یہ زوجہ آپ کے غم کو رفع کریں گی اور ان کے اندر آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خوبیاں اور محاسن پائیں گے، یہ ان کے قائم مقام ہوں گی۔“

﴿واقفی، حاکم﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ نے نکاح نہیں کیا تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھ کو خواب میں دکھایا اور حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ میرا نکاح کیا۔ میں اس زمانے میں کم سن ہی تھی اور جب میرا نکاح ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے میرے اندر شرم و حیا کو بڑی عورتوں کی طرح پیدا فرمادیا، باوجود یہ کہ میں صغیر سن تھی۔

﴿ابو یعلیٰ، بزار، حاکم﴾

نبی کریم ﷺ کا حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح فرمانا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا، سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، سکران رضی اللہ عنہ، سہیل بن عمرو کے بھائی تھے۔

ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا کہ ”رسول اللہ ﷺ سامنے سے تشریف لا رہے ہیں اور پھر اس قدر قریب ہوئے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ان کی گردن پر قدم مبارک رکھا۔“

”حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنا خواب سکران رضی اللہ عنہ اپنے شوہر سے بیان کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر یہ خواب سچا ہے تو میں وفات پاؤں گا اور پھر تمہارا نکاح حضور نبی کریم ﷺ سے ہوگا۔“

اس کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے دوسرے دن خواب دیکھا:

”آسمان سے چاند ٹوٹ کر ان پر گرا ہے اور وہ لیٹی ہوئی ہیں۔“ انہوں نے پھر اپنے شوہر کو بتایا، انہوں نے کہا: میرا خیال ہے کہ تمہارا خواب سچا ہے اور میں اب جلد وفات پاؤں گا اور میرے بعد تمہارا نکاح حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہوگا۔

پس سکران رضی اللہ عنہ اسی دن بیمار ہو گئے اور تھوڑے ہی دنوں بیمار رہ کر فوت ہو گئے، اس کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور نبی کریم ﷺ سے ہو گیا۔

﴿ابن سعد﴾

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کا مکہ آنا اور اسلام قبول کرنا:

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے خالہ زاد بھائی معاذ بن عفراء کے ہمراہ ایک سفر پر روانہ ہوئے اور اسی سفر کے سلسلے میں مکہ مکرمہ پہنچے اور کچھ دنوں حرم مکہ میں قیام کیا۔ یہ واقعہ چھ انصار کے آنے سے پہلے کا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کو رفاعہ نے دیکھا اور آپ ﷺ نے اسلام کی دعوت ان کو دی اور فرمایا: ”اے مدنی مہمانو! تمہارے خیال میں آسمانوں، زمین اور ان بلند پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا ہے؟“

انہوں نے جواب دیا: ”اللہ تعالیٰ نے۔“ اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم کو کس نے پیدا کیا ہے؟“ انہوں نے جواب دیا: ”اللہ تعالیٰ نے“ آپ نے پھر پوچھا: ”ان بتوں کو، جن کی پوجا عام طور پر کی جا رہی ہے، کس نے تراشا ہے، اور ان کے مجسمے بنائے ہیں؟ ان دونوں مدنی مسافروں نے جواب دیا: ”ہم ہی میں سے کچھ لوگوں نے پتھروں اور معدنی اشیاء سے ان کو بنا لیا ہے۔“

حضور نبی کریم ﷺ نے اس کے بعد سوال کیا: ”تو ذرا انصاف کرو اور سوچو کہ خالق پرستش کے لائق ہے یا ادنیٰ، بے حس اور معدنی مخلوق؟ ان سے کہیں زیادہ محترم اور برتر تو خود انسان ہے کہ جس نے ان پر تیشہ چلا کر ان کا یہ پیکر تراشا ہے۔“

پس اے بندگانِ خدا! میں تم کو اس اللہ بزرگ و برتر کی بندگی اور فرمانبرداری کی دعوت دیتا ہوں کہ جس کی فرمانبرداری میں ہم دنیا کی ہر چیز اور ساری کائنات لگی ہوئی ہے۔ ہوائیں، بادل، چاند اور سورج وغیرہ سب اس کے ہی تابع فرمان ہیں۔ اس کی ذات و صفات میں کوئی شریک ہے، نہ اس کے حقوق اور اختیارات میں، میں اسی خالق، مالک اور اصل حاکم و بادشاہ کا رسول ہوں، میں صلہ رحمی کرنے اور موروٹی عداوتوں کو ترک کر دینے کی تلقین کرتا ہوں۔“

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پر اثر باتیں سن کر چلا آیا اور خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے بعد سات تیر نکالے اور ان میں سے ایک تیر کو حضور نبی کریم ﷺ کے نام کا ٹھہرایا اور خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے فال لینے کا ارادہ کیا اور دعا کی: اے اللہ! جس دین کی طرف حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ دعوت دیتے ہیں اگر وہ حق ہے تو اس تیر کو سات مرتبہ نکال دے۔ اس کے بعد میں نے تیروں کو چھوڑا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نام کا تیر ساتوں مرتبہ نکالا، پس مجھے اطمینان ہو گیا اور میں نے پورے اخلاص اور سچی عقیدت سے پڑھا:

”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ“

﴿حاکم﴾

حج کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی تبلیغ اور اس کے نتائج:

ابن شہاب رحمہ اللہ علیہ موسیٰ بن عقبہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال حج کے موقع پر قبائل عرب کے پاس بہ نفس نفیس تشریف لے جاتے یا جہاں پر لوگوں کا جھگڑا دیکھتے وہاں جا کر نہایت پر اثر طریق پر دعوتِ اسلام دیتے اور لوگوں کو فرداً فرداً بھی حکیمانہ انداز پر تبلیغ فرماتے۔

ایک مرتبہ حسب دستور حج کے موقع پر قبائل ثقیف کو دعوتِ اسلام پیش فرمائی مگر ان کو توفیق قبولیت نہ ہوئی، آپ ﷺ واپس تشریف لے آئے اور ایک احاطہ کے سائے میں غمگین حالت میں کھڑے ہو گئے۔ وہ احاطہ عقبہ اور شیبہ برادران کا تھا جو ربیعہ کے بیٹے اور قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ جب انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو کھڑا دیکھا تو اپنے غلام کو آپ کے بلانے کیلئے بھیجا، اس کا نام عداس تھا اور نصرانیت سے تعلق رکھتا تھا۔

جب وہ آیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے پوچھا: ”تم کس علاقے کے رہنے والے ہو؟“ عداس نے جواب دیا: ”میں نینوا کا باشندہ ہوں۔“ آپ نے فرمایا: ”تم اس مرد صالح حضرت یونس بن متی رضی اللہ عنہ کے شہر سے تعلق رکھتے ہو؟“ عداس نے پوچھا: ”کیا آپ یونس بن متی رضی اللہ عنہ سے واقف ہیں؟“ آپ نے ارشاد فرمایا: ”میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ان سے واقف کرایا ہے۔“

یہ جواب سن کر عداس نے حضور نبی کریم ﷺ کے قدموں کو پکڑا اور پیشانی کو بوسے دینے لگا، جب عتبہ اور شیبہ نے اپنے غلام کو ایسا کرتے دیکھا تو وہ سکتہ میں رہ گئے، پھر جب وہ واپس ہوا تو ان دونوں نے کہا: تجھے کیا ہوا ہے کہ تو ان کے پیروں کو چھو رہا تھا؟ عداس نے جواب دیا: بلاشبہ وہ مرد خاص اور ہادی دین ہے۔ انہوں نے مجھے ایسے شے کی خبر دی ہے جسے پورے طور پر صرف رسول ہی سمجھتا ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے وطن میں ہماری قوم کے اندر مبعوث فرمایا تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کا نبی، حضرت یونس بن متی رضی اللہ عنہ تھا اس کی باتیں سن کر براہِ ان عتبہ و شیبہ بنے اور کہنے لگے یہ قریشی کا ہن تجھ کو تیرے دین نصرانیت سے پھیر دے گا۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

﴿ ۱۰۰ ﴾

طائف کا سخت ترین دن:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ”آپ ﷺ پر اُحد کے دن سے زیادہ شدید اور تاگوار دن کوئی اور بھی آیا ہے؟“ ارشاد فرمایا: تمہاری قوم کی جانب سے سب سے زیادہ طائف میں ”یوم العقبہ“ مجھ پر گزرا ہے جبکہ میں ثقیف کے سردار عبید یا لیل کے پاس بہ نفس نفیس خود پہنچا اور اس نے میری طرف سے دعوتِ اسلام کو سن کر منہ بگاڑا اور بیزاری اور تردید کے طور پر رخ موڑ لیا، سرکشی اور جہالت سے اعتراض کیے، لہذا میں واپس لوٹا۔ میرے چہرے سے انتہائی غم اور حزن و ملال ظاہر تھا جو دور نہ ہوا، یہاں تک کہ میں چل کر ”قرن الثعالب“ آ گیا، افراطِ غم سے میرا سر برابر جھکا رہا، یہاں آ کر میں نے سراٹھایا تو دیکھا کہ ابر مجھ پر سایہ کیے ہوئے ہے جب میں نے غور سے دیکھا تو حضرت جبرئیل رضی اللہ عنہ سایہ فگن تھے۔

پھر انہوں نے کہا: ”اللہ تعالیٰ ہر بات پر نظر رکھتا ہے وہ سردار ان ثقیف کے کفر اور اس رویہ سے آگاہ اور واقف ہے، جو انہوں نے آپ کے ساتھ برتا اور آپ ﷺ کو رنج اور تکلیف پہنچائی، پس اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس پہاڑوں پر مامور فرشتہ کو بھیجا تا کہ وہ آپ کے منشاء کی تعمیل کرے۔“ پھر فرشتہ جبال نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور کہا اگر آپ ﷺ فرمائیں تو انہیں پہاڑوں کو ملا دوں تا کہ بنو ثقیف کچلے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں، میں ہرگز ایسا نہیں چاہتا بلکہ میری تمنا تو صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اصلاب سے ایسی اولاد پیدا کرے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائے۔

﴿ بخاری، مسلم ﴾

قبائل عرب کو تبلیغ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے براہ راست قبائل عرب کو خطاب کرنے اور دعوت اسلام دینے کا آغاز فرمایا۔ اور تحریک اسلامی عوامی مرحلے میں داخل ہوئی تو ایک روز میں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عربوں کی ایک مجلس میں پہنچے وہاں پر مغروق بن عمرو اور ہانی بن قبیصہ بھی تھا۔ مغروق نے سوال کیا کہ ”آپ کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تم کو اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور میں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم میرے وفادار ہو، محبت کرو اور اخلاص عمل کے ساتھ کاموں میں میری مدد کرو کیونکہ اہل قریش حکم الہی پر غالب آنے اور اس کے اجراء کو روکنے کی اجتماعی جدوجہد جاری رکھے، دئے ہیں حق، سچائی اور خیر کو پھیلنے، عام ہونے اور غالب آنے کو یکسر روک کر اس کی جگہ، شر، فساد اور باطل کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنا، ابھارنا اور پروان چڑھانا چاہتے ہیں۔“ یہ سن کر مغروق نے کہا:

”واللہ! میں نے اس سے زیادہ اچھی بات کبھی نہیں سنی۔“ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت کی:

قُلْ تَعَالَوْا اٰتِلْ مَا حَرَّمَ رَبِّيْكُمْ

﴿سورۃ الانعام﴾

ترجمہ: ”آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں جو تم پر تمہارے رب نے حرام کیا۔“

جس کو سن کر مغروق نے کہا: اللہ کی قسم! یہ اہل زمین کا کلام نہیں ہے، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی:

اِنَّ اللّٰهَ يٰۤاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ

﴿سورۃ النمل﴾

ترجمہ: ”بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی کا۔“

”میں اس کچھ شبہ محسوس نہیں کرتا کہ آپ نے مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی نہایت ہی اعلیٰ تعلیم دی ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تم جلد ہی دیکھ لو گے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کسریٰ کی سرزمین ان کے حسین شہروں اور محفوظ قلعوں کا وارث بنا دے گا۔ ان کی بیگمات تمہارے تصرف میں ہوں گی اور تم اللہ تعالیٰ کے احسانات کے اعتراف میں اس کی حمد و ثناء اور تسبیح و تقدیس کرتے ہو گے۔“

﴿تیسری﴾

بکر بن وائل کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے فتح:

رو۔ ہے کہ بکر بن وائل کے لوگ حج کرنے آئے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تشریف لے گئے اور ان کو قبول اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے کہا: ہمارے سردار حارثہ کو آنے دیجئے، حارثہ نے آنے کے بعد جواب دیا، ہم ان دنوں اہل فارس سے مصروف پیکار ہیں، جب اس سے فارغ ہو جائیں گے تو جو کچھ آپ کہتے ہیں، اس پر غور کر سکیں گے۔

جب وہ مقام ذی قار میں فارس کی مسلح اور تربیت یافتہ افواج کے بالمقابل صف آراء ہوئے تو ان کو اپنی تعداد کی کمی سامان کی قلت اور جدید اصول جنگ سے ناواقفیت کا احساس تھا۔ کچھ دیر غور کرنے کے بعد بنی بکر کے سردار نے سر اٹھایا اور اپنے جنگجو جوانوں سے وہ اس طرح سوال کرنے لگا:

”اس شریف صورت، اثر انداز شخصیت اور خوش کلام خطیب کا کیا نام تھا جس نے حرم

مکہ میں ہم کو دعوت اسلام دی تھی؟“

جوانوں نے کہا: ”محمد (ﷺ)“ سردار لشکر نے کہا کہ اسی دم تمام فوج میں منادی گرا دو کہ ہمارے لشکر کا نشان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارا نعرہ ”یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم“ ہے پس جنگ کے نتائج بنی بکر کے حق میں رہے اور فارسی لشکر ہزیمت کھا گیا، جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اسی بنا پر ان کو غلبہ دیا اور فتح مند کیا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ آمدی کی شرح دیوان آشی میں اس سلسلے میں ایسی ہی تصریح کی گئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ذی قار کی جنگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد واقع ہوئی تھی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس جنگ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر کے دکھایا، اس وقت بنی بکر اہل فارس پر حملہ کر رہے تھے۔ اس وقت حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی:

اللَّهُمَّ انصُرْ بَكْرَ بْنِ وَاِئِل (”الہی بکر بن وائل کی نصرت فرما“)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعائیہ کلمات دو مرتبہ ادا کیے۔ آپ تیسری مرتبہ کہنے کا ارادہ فرما ہی رہے تھے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مستجیب الدعوات ہیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کیلئے یہ دعا فرمائیں گے کہ ”ان کیلئے ہمیشہ نصرت رہے۔“ تو یہ دعا ہمیشہ کیلئے ان کے ساتھ قائم رہے گی اور پھر کوئی ان پر غالب نہ آسکے گا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء میں جو دو بار دعا فرمائی تھی اسی دم فارسیوں کو ہزیمت ہو گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسرور ہو کر تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ پہلا دن ہے کہ عرب نے عجم سے بدلہ لے لیا ہے۔

﴿ ابو نعیم ﴾

نقیبوں کا انتخاب:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مکہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نقیبوں کو منتخب فرمایا تو اس موقع پر لوگوں کو احساس کمتری سے بچانے کیلئے کہا:

”تم میں سے کوئی شخص اپنے دل میں وسوسہ پیدا نہ کرے کیونکہ میں اس شخص کو منتخب

کرتا ہوں جس کی جانب حضرت جبرئیل علیہ السلام اشارہ فرمادیتے ہیں۔“

﴿ ابو نعیم ﴾

ہجرت کے موقعہ پر معجزات کا ظہور

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی فرمائی کہ ان تین شہروں میں سے جس شہر میں آپ قیام کریں گے، وہی آپ کا دار ہجرت ہوگا، مدینہ، بحرین یا قسریں۔
﴿حاکم، بیہقی﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا: مجھ کو تمہارا مقام ہجرت دکھایا گیا ہے، میں نے اس کو ایک سنگلاخ اور نخلستانی علاقہ پایا اور لاتبین کے درمیان ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں نے یہ خبر سنی تو مدینہ کو ہجرت شروع کر دی۔
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی تیاری کرنے لگے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ابھی انتظار کرو، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ہجرت کا حکم دیدے گا۔

﴿بخاری﴾
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے سراقہ بن حشم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکان سے باہر تشریف لائے اور مشمت خاک ان کے سروں پر ڈال کر سورہ یسین کی آیتیں تلاوت فرماتے ہوئے گزر گئے۔ اس وقت کسی شخص نے کہا کہ تم کس کے انتظار میں بیٹھے ہو، محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو تمہارے سے گزر بھی گئے۔

کافروں نے کہا: خدا کی قسم! ہم نے تو ان کو نہیں دیکھا، اور وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑ کر کھڑے ہو گئے، ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ عارثور کی طرف تشریف لے گئے جب یہ دونوں حضرات عار میں داخل ہو گئے تو مکزی نے بحکم الہی عار کے دہانے پر جالا بن دیا۔

﴿ابن سعد﴾
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قریش دار الندوہ میں جمع ہوئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر اس کی اطلاع حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی اور خدا کا حکم پہنچایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ شب باشی نہ کریں جہاں روزانہ شب باشی فرماتے ہیں اور مکہ سے مدینہ کو ہجرت کرنے کی اجازت بھی عطا ہوئی۔

﴿بیہقی﴾
ابن اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہجرت کے وقت قریش دروازے پر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلا تامل گھر سے باہر جانے کیلئے اٹھے، ہاتھ میں مٹی لے کر ان کفار کے چہروں کی طرف پھینکی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”یسین وَالْقُرْآنَ الْحَكِيمِ“ تک آیتیں ”فَاغْشَيْنَهُمْ فَهُمْ لَا يَبْصُرُونَ“ کی آیتیں تلاوت فرمائیں۔ ترجمہ: ”اور نہیں اوپر سے ڈھانک دیا کہ انہیں کچھ نہیں سوجتا۔“

﴿بیہقی﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب ہم غارِ ثور میں تھے تو مشرکین دہانے پر پہنچ گئے، تب میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ”اگر یہ لوگ پاؤں کی طرف دیکھ لیں تو ہم پر نظر پڑ جائے۔“ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا ظَنُّكَ يَا ثَنِينِ اللَّهِ تَالِئِمْهَا

ترجمہ: ”تم کیا گمان کرتے ہو، دو کے ساتھ تیسرا اللہ ہے۔“

تمہیں ان دونوں سے بے خوف رہنا چاہیے، جن دو کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہے۔

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مشرکین نے ہمیں بہت تلاش کیا مگر کوئی ہم کو نہ پا سکا بجز سراقہ بن مالک کے جو گھوڑے پر سوار تھا، اس پر میری نگاہ پڑی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس تلاش کرنے والے نے ہمیں پایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: ”اندیشہ نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“

جب ہمارے اور سراقہ کے درمیان صرف چند تیروں کا فاصلہ باقی رہ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: ”اے اللہ! تو جس طرح مناسب سمجھے، ہمیں اس سے بچا۔“ تو گھوڑے کے پیر اس کے پیٹ تک زمین کے اندر دھنس گئے۔

سراقہ نے کہا: ”اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے جان لیا ہے کہ یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے، میں جانتا ہوں کہ درگزر اور رواداری آپ کی فطرت ہے، پس مہربانی کیجئے اور خدا سے دعا کیجئے کہ میں جان کے ضرر اور اس عذاب سے چھوٹوں، میرا وعدہ ہے کہ میں آپ دونوں حضرات کی خبر اور اس مقام کی اطلاع ہرگز کسی کو نہ دوں گا۔“ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو اس کا گھوڑا نکل آیا اور وہ اپنی جان کی خیر مناتا ہوا واپس چلا گیا۔

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مشرکین مکہ سے بچ کر ہجرت کے سفر پر روانہ ہوئے، گھوڑے کی ٹاپوں جیسی آواز سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا تو ایک سوار ان کے نزدیک ہی پہنچ چکا تھا، آپ نے کسی قدر پریشان ہو کر کہا:

”اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ گھڑ سوار ہمارے قریب آ گیا ہے۔“ پس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! اس کو روک دے، اس کے بعد دیکھا تو وہ گھوڑے سے گر رہا تھا اور کہہ رہا تھا: اے اللہ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں اب آپ کا فرمانبردار ہوں اور اطاعت کیلئے حکم کا منتظر۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اپنی جگہ ٹھہرا اور کسی کو بھی ہماری طرف آنے نہ دے، یہ سوار سراقہ بن مالک تھا اور اس بارے میں حسب ذیل اشعار اس نے ابو جہل کو مخاطب کر کے کہے:

ابا حکم واللہ لو کنت شاهدا لا مرجوادی اذ تسیخ قوائمه
 علمت ولم تشکک بان محمدا رسول ببرهان فمن ذایقاومه
 ترجمہ: ”اے ابوا حکم! خدا کی قسم! اگر تو اس وقت موجود ہوتا جب ان کے حکم سے میرے گھوڑے
 کے پاؤں زمین میں دھنس رہے تھے۔ اس وقت تو جان لیتا اور شک نہ کرتا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ
 برہان کے ساتھ رسول ہیں تو پھر ان کے مقابلے میں کون ٹھہر سکتا ہے۔“

﴿ ابن سعد، بیہقی، ابونعیم ﴾

غار ثور میں جنت کی نہر جاری:

(بند ضعیف) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار
 ثور میں حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے تو انہیں پیاس لگی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: غار کے دھانے پر
 چلے جاؤ، وہاں جا کر پانی پی لو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہاں جا کر پانی پیا، وہ پانی شہد سے زیادہ میٹھا، دودھ سے زیادہ
 سفید اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا، پھر واپس آگئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنت کی نہروں
 کی حفاظت جس فرشتے کے سپرد کی گئی اسے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ تمہاری خاطر وہ جنت الفردوس کی نہر
 کا پانی غار کے دھانے تک لے آئے۔

﴿ ابن عساکر ﴾

امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے ابو محمد کو فی رحمۃ اللہ سے سنا ہے۔ انہوں نے کہا: جب رسول
 اللہ ﷺ نے عزم مہاجر ت فرمایا تو لوگوں نے مکہ میں ایک آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا کہ

ان یسلم السعد ان یصبح محمد
 من الامن یخشی خلاف المخالف

ترجمہ: ”اگر وہ نیک بخت مسلمان ہو جائیں تو محمد (ﷺ) امن و آرام کے ساتھ رہیں
 اور انہیں کسی مخالف کی مخالفت کا اندیشہ نہ رہے۔“

قریش نے کہا: اگر ہم ان دونوں بختوں کو جانتے ہوتے جن کے بارے میں ہم نے سنا تو ایسا
 ویسا اور یہ اور وہ کرتے، پھر دوسری رات کہتے سنا گیا:

فیا سعد سعد الاوس ان کنت ما نعا ویا سعد سعد الخزر جین الفطارف

اجیبا الی داعی الہدی و تمنیا علی اللہ فی الفردوس زلفۃ عارف

ترجمہ: ”تو اے گوش و ہوش والو! سن لو، ایک نیک بخت تو قبیلہ اوس کا سعد ہے، اگر تم اس کو

روک سکو اور دوسرا نیک بخت قبیلہ خزرج کا سعد ہے جو ایک شریف سردار ہے۔ اے سعدین!

تم ہدایت کے داعی کی طرف سے جواب دو اور اللہ تعالیٰ سے فرجنت دوس میں مرتبہ عارفاں یا

درجہ معرفت کی تمنا کرو۔“

ام معبد کی بکریاں دودھ سے لبریز:

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا سے یہ بات معلوم ہوئی، انہوں نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو ہم تین دن اور تین رات ٹھہرے رہے، ہمیں معلوم نہ تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کس طرف تشریف لے گئے ہیں، چنانچہ ایک جن مکہ کے زیریں علاقے سے آیا اور اس نے کچھ اشعار گنگنائے اور لوگ اس کے تعاقب میں چلے، وہ اس کی آواز تو سنتے تھے مگر نظر نہ آتا تھا، حتیٰ کہ مکہ کے بالائی مقام تک پہنچ گئے، وہ کہہ رہا تھا:

جزی اللہ رب الناس خیر جزائہ

رفیقین قالا خیمتی ام معبد

ترجمہ: ”اللہ جو لوگوں کا رب ہے، جزا دے اپنی بہترین جزا ان دونوں رفقاء کو، ان

دونوں نے کہا: ام معبد کے دو خیمے ہیں۔“

بہت سے علماء نے جن میں بغوی، ابن مندہ اور طبرانی رحمہم اللہ وغیرہ نے ابو خالد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے ہجرت فرمائی تو حضور نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما کی سمت روانہ ہوئے۔ ان حضرات مکرم و محترم کے راہبر عبداللہ بن اریقظ تھے۔ خیر البشر دونوں ساتھیوں کے ساتھ ام معبد خزاعیہ کے دونوں خیموں کے پاس پہنچے تو وہ عمر رسیدہ و نیکو کار خاتون اپنے خیمہ سے باہر چادر میں لپٹی بیٹھیں تھیں۔ انہوں نے اس مختصر اور برگزیدہ تر قافلے کی کھانے پانی سے تواضع کی۔

پھر حضور نبی کریم ﷺ نے گوشت اور کھجوروں کے بارے میں دریافت کیا تا کہ ان سے کچھ خرید لیں، مگر بے چاری کے پاس موجود نہ تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا: اے خاتون! یہ بکری کیسی ہے؟ انہوں نے کہا: بیمار ہے اسی وجہ سے ریوڑ کے ساتھ نہیں گئی ہے اور دودھ بھی خشک ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر اجازت دو تو اس میں سے دودھ لوں؟

انہوں نے جواب دیا: ”اگر آپ ایسی بکری سے دودھ کیلئے پر امید ہیں تو میرا کیا ہرج ہے میری طرف سے اجازت ہے۔“ تو اس بکری کو حضور نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور ”بسم اللہ“ پڑھی اور ام معبد کی بکریوں کے حق میں دعا کی۔ بیمار بکری کے تھنوں میں دودھ اتر آیا۔ اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے ایک بڑے برتن میں دودھ دوہا۔ یہاں تک کہ وہ بھر گیا اور جھاگ کناروں سے اوپر آگئے۔ آپ ﷺ نے ام معبد کو خوب سیر ہو کر دودھ پلایا، پھر ابوبکر اور عامر رضی اللہ عنہما کے بعد میں خود پیا اور ان سب افراد نے اس وقت تک شیر نوشی جاری رکھی جب تک برتن میں دودھ باقی رہا، جب ختم ہو گیا تو آپ ﷺ نے دوبارہ اس بکری سے دودھ نکالا اور وہ برتن بھی لبریز ہو گیا، جو ام معبد کے حوالے کر دیا گیا۔ اس کے بعد ام معبد سے بیعت لے کر آپ ﷺ آگے جانے کیلئے سفر پر روانہ

ہو گئے۔ ام معبد کا شوہر چراگاہ سے گھر لوٹا تو کھانے میں اس کو دودھ بھی دیا گیا۔ اس نے پوچھا: بیوی یہ کہاں سے آیا ہے؟ ام معبد نے بیٹے حالات بیان کیے۔ ابو معبد نے کہا: اے اچھی بیوی! اس اچھے اور عجیب مہمان کی کچھ علامتیں اور شناخت مجھ سے بیان کرو۔

اس کے جواب میں ام معبد نے کہنا شروع کیا: یہ حیثیت مجموعی وہ شخص نورانی صورت اور دل پذیر تھا۔ چہرہ وجیہہ، اخلاق پاکیزہ، جسم تنومند، آنکھیں روشن، قد سڈول، پلکیں دراز، آواز لطیف، ریش گنجان، ابرو باریک و باہمی پیوستہ، اگر خاموشی کی حالت میں دیکھو تو پُر تمکین و پُر وقار نظر آئیں، اگر گفتگو فرمائیں تو رخ انور اور ہاتھ بلند فرمائیں، لوگوں میں بیٹھیں تو سب سے خوبصورت دور سے نظر ڈالیں تو بارعب نظر آئیں، کلام شیریں، جملے جامع اور مختصر، باتوں میں بلا کاراثر، قد ناک میں عجیب تعدیل نہ کوتاہ نہ طویل، ان کے ساتھی احکام کی توجہ سے سماعت کرتے اور تعمیل کرتے ہیں۔ مزاج میں اعتدال، تندی اور نہ سختی، ان کے مختصر آئیہ اوصاف ہیں۔ ابو معبد نے کہا: ”ہوں نہ ہوں وہ تو قریشی بزرگ ہیں، جن کے بارے میں مکہ کے لوگوں نے ہمیں بتایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام دیتے والے ہیں۔“

﴿البنوعیم﴾

بنوئی نے بیان کیا ہے کہ ام معبد بیان کرتی تھیں کہ وہ بکری جس کا دودھ حضور نبی کریم ﷺ نے نکالا تھا، عہد فاروقی تک ان کے پاس رہی اور وہ ہر حالت میں ہمیشہ صبح و شام کثیر تعداد میں دودھ دیتی رہی۔

﴿البنوعیم﴾

مدینہ آمد پر مسلمانوں میں خوشی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر ہجرت کے موقع پر قبا سے چل کر مدینہ طیبہ پہنچے تو تمام مسلمانانِ مدینہ میں سے ہر ایک کی آواز تھی کہ آپ ﷺ اس کے مہمان رہیں وہ آگے بڑھتے اور ناقہ کی مہار پکڑ لیتے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ادثنی کو چھوڑ دو، یہ ادثنی ما مور من اللہ ہے۔ یہ جہاں بیٹھے گی اسی جگہ ہمارا قیام ہوگا۔ اس وقت بنی نجار کی لڑکیاں مسرت و شادمانی کے گیت خوش الحانی اور ترنم کے ساتھ گاتی اور ہاتھوں سے دف بجاتی ہوئی نکل آئی تھیں۔

نحن جوار من بنی النجار

یا حبذا محمد من جار

ترجمہ: ”ہم نسل نجار سے شریف لڑکیاں ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کس قدر اچھے

نگہبان پڑوسی ہیں۔“

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب حضور نبی کریم ﷺ مدینہ میں رونق افروز ہوئے تو ایک زاویہ پر لڑکیوں اور لڑکوں نے مل کر گایا:

طلع البدر علينا من ثنيات الوداع
و جب الشکر علينا ماعدا لله داع
ایہا المبعوث فینا بالامر المطاع

ترجمہ: ”چودھویں رات کا چاند ثنیاں اور الوداع سے ہم پر تو اُگلن ہوا ہے، پس ہم پر شکر خداوندی لازم ہے جب تک دعا گو خدا سے طلب دعا کریں، اے ہمارے لیے انتخاب شدہ اور تشریف فرما، آپ قابل عمل (اور باعث فلاح) امور (کا تحفہ) لے کر تشریف فرما ہوئے ہیں۔“

﴿بیہقی﴾

اے صہیب بیع کے تین نفعے ہیں: (فرمان رسول اللہ ﷺ)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے تمہاری (یعنی مسلمانانِ مکہ کی) ہجرت کا مقام دکھایا گیا جو سنگلاخ اور شورزار علاقے کے درمیان ہے۔ میرے خیال میں وہ مقام ہجر ہو سکتا ہے یا مقام مدینہ۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے مکہ سے نکلنے کا ارادہ کیا مگر غیر مسلم قریشیوں نے مجھ نہیں جانے دیا، میں نے خواہش ہجرت کے اضطراب میں اس روز پوری رات ٹہلتے گزاری، یہ دیکھ کر قریش نے کہا: شاید تم پیٹ کے شدید درد میں مبتلا ہو گئے ہو، پھر وہ شب کی نیند سو گئے۔

اس کے بعد میں پھر ایک دفعہ ہجرت کے ارادے سے نکل پڑا، اب کی مرتبہ بھی ان لوگوں نے مجھے دیکھ لیا اور پکڑ کر واپس لے جانا چاہتے تھے۔ میں نے ان سے کہا: ”اگر میں چند اوقیہ ہونا تم کو دے دوں تو کیا پھر تم میرا راستہ چھوڑ دو گے؟“ وہ اس پیشکش پر راضی ہو گئے۔ پس میں انہیں لے کر پھر مکہ آیا اور ان سے کہا: اس دروازے کی چوکھٹ کے نیچے کھود کر نکال لو، پھر میں سفر پر روانہ ہو گیا اور قبائلیوں کو رسول اللہ ﷺ سے جا کر مل گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی نظر مجھ پر پڑی تو ارشاد فرمایا:

اے ابویحییٰ رضی اللہ عنہ بیع کے تین نفعے ہیں۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کے پاس مجھ سے پہلے کوئی نہیں آیا جس نے آپ ﷺ کو اس کی خبر دی ہو، سوائے اس کے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر آپ کو مطلع فرمایا ہے۔

﴿حاکم، بیہقی﴾

نبی کریم ﷺ کی مدینہ طیبہ میں جلوہ گری

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو اکثر لوگ پہلی فرصت میں آپ کے پاس حاضر ہو رہے تھے، میں بھی گیا۔ جب میں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو یقین ہو گیا کہ ایسا چہرہ کسی جھوٹے مدعی کا نہیں ہو سکتا۔ آپ اس وقت کہہ رہے تھے:

”یا ایہا الناس اطعموا الطعام وافشوا السلام و صلوا الارحام و صلوا باللیل وللناس نیام تدخلوا الجنة بسلام.“
ترجمہ: ”اے لوگو! کھانا کھلاؤ، کھل کر سلام کرو، صلہ رحمی کرو، راتوں کو نماز پڑھو، جبکہ لوگ سو رہے ہوں تاکہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو۔“

﴿ابن سعد، ترمذی، ابن ماجہ، بیہقی﴾

صفیہ بنت حی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو دوسرے دن صبح کو میرے باپ اور چچا ابویاسر بن اخطب حضور نبی کریم ﷺ کے پاس گئے جب وہ دونوں آئے تو میں نے اپنے چچا کو کہتے سنا وہ میرے باپ سے کہہ رہے تھے: ”کیا وہ نبی یہی ہیں؟“ انہوں نے کہا: ”ہاں۔“ خدا گواہ ہے۔ انہوں نے پھر پوچھا: ”کیا تم ان کی شناخت کے بارے میں کچھ علامات جانتے ہو؟“ انہوں نے جواب دیا: ”ہاں! یقین کے ساتھ۔“ پھر انہوں نے پوچھا: ”تمہارے دل میں ان کی عداوت ہے یا محبت؟“ تو انہوں نے جواب دیا: ”عداوت اور مرتے دم تک عداوت رہے گی۔“
حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ یہود کے ایک معبد میں تشریف لے گئے، میں آپ کے ساتھ تھا، وہاں معبد کے آبادکار یہودی موجود تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: مجھے ایسے بارہ آدمی دکھاؤ جو گواہی دیں کہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ“ تاکہ اللہ تعالیٰ ہر اس یہودی سے جو آسمان کے نیچے زمین پر موجود ہے اور غضب الہی سے لاحق ہے، اللہ تعالیٰ اس سے اپنے غضب کو دور فرمادے۔

حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمام یہودی خاموش رہے، اور ان میں سے کسی ایک نے بھی کوئی جواب نہ دیا، پھر آپ نے دوبارہ فرمایا اور کوئی جواب نہ ملا۔ اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم انکار کرتے ہو، سمجھ لو کہ میں حاضر ہوں، عاقب ہوں، نبی مصطفیٰ (ﷺ) ہوں۔ اس سچائی پر تم ایمان لاؤ یا جھٹلاؤ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پھر آپ ﷺ لوٹ چلے، ہم معبد سے باہر آنے والے تھے کہ ایک شخص کو پیچھے سے کہتے ہو اسنا:

”اے محمد (ﷺ)! ٹھہر جائیے، حضور ٹھہر جائیے کے کلمات سن کر حضور نبی کریم ﷺ آواز کی جانب متوجہ ہوئے، ایک شخص نظر آیا، پھر اس نے معبد کے یہود کو مخاطب کر کے کہا: ”اے گروہ یہود! حق گوئی اور راست بازی کو اپناؤ اور بتاؤ کہ میرے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟“

یہود نے جواب دیا: ”انصاف کی بات تو یہ ہے کہ ہم کسی ایک شخص سے بھی واقف نہیں ہیں جو علم کتاب اور اس کے ذریعہ مسائل کا استنباط کرنے میں تم سے اور تمہارے آباؤ اجداد سے زیادہ مہارت اور صلاحیت رکھتا ہو اور حق پسندی اور ایمان داری کے بارے میں تمہارے لیے ہمارا ایسا ہی خیال ہے۔“
اس کے بعد اس شخص نے کہا: میں محمد ﷺ کے بارے میں ان تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر،

جن کے بارے میں آپ لوگوں نے ابھی اعتراف کیا ہے، شہادت دیتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے وہی نبی ہیں جن کی بشارت تم تو ریت میں پاتے ہو اور جن کے بارے میں تم کو یہ انتظار تھا کہ وہ مبعوث ہوں اور ہم کو محکومیت کی ذلت سے نجات دلائیں۔ یہ شہادتیں سن کر یہود نے جواب دیا:

”تو جھوٹا ہے اور شاید دین سے برگشتہ ہو چکا ہے۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جھوٹ نہ بولو اور متضاد باتیں کرنے سے حجاب کرو، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے وحی کی:

قُلْ آرَاءَ يُتَمُّ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَكَفَرْتُمْ بِهِ

﴿سورۃ الاحقاف﴾

ترجمہ: ”تم فرماؤ بھلا دیکھو اگر وہ قرآن اللہ کے پاس سے ہو اور تم نے اس کا انکار کیا۔“

﴿ابن اسحاق، بیہقی، ابوعیسیٰ﴾

یہود کے سوالات اور نبی کریم ﷺ کے جوابات:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں یہودیوں کی ایک جماعت حاضر ہوئی، انہوں نے کہا: ہم آپ سے چند باتیں پوچھتے ہیں: کیونکہ ان کے بارے میں غیر نبی کچھ نہیں جانتا۔

(۱) بتائیے وہ کون سا کھانا ہے، جس کو بنی اسرائیل نے خود اپنے اوپر حرام کر لیا تھا؟

(۲) بتائیے کہ نسل انسانی میں لڑکے اور لڑکی کی تخلیق میں یہ فرق کس وجہ سے ہوتا ہے؟

(۳) بتائیے کہ عام افراد سے نبی میں امتیازی فرق کیا ہوتا ہے؟

ان کے سوالات کو سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم لوگوں کے اندر کچھ بھی صداقت پسندی کی رمت باقی ہے تو تم سمجھ لو کہ بنی اسرائیل جب بیماریوں میں مبتلا ہوئے اور ان کے مرض نے شدت اور طوالت اختیار کی تو انہوں نے نذر مانی کہ اللہ ہم کو اس موذی مرض سے شفا یاب فرمادے تو ہم رضا کارانہ طور پر اپنے اوپر ہر وہ کھانا حرام کر لیں گے جو ہمیں ہر کھانے سے زیادہ مرغوب ہے اور اس طرح انہوں نے از خود ”اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کا دودھ اپنے اوپر حرام کر لیا۔“ اس پہلے سوال کا جواب پا کر یہود کے معبدی پجاریوں نے کہا: ”یہ حقیقت ہے، آپ نے ٹھیک فرمایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ مرد کا مادہ غلیظ اور سفید اور عورت کا رقیق اور زرد ہے، ان میں سے جو مادہ دوسرے پر غالب آجائے گا تو سنت اللہ کے مطابق عمل تخلیق سے گزرنے والا بچہ، غالب مادہ والے کی جنس اختیار کرے گا۔ معبد کے پادریوں نے بر ملا کہا: ”آپ نے صحیح فرمایا۔“

بعد ازاں تیسرے اور آخری سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا: ”تمام انسانوں پر اور کل اعضاء و جوارح پر نیند کا اثر اور غفلت طاری ہو جاتی ہے، سوائے انبیائے کرام علیہم السلام کے کہ ان کی صرف آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے۔ یہود نے جواب کی صحت کی تصدیق کی۔“

﴿احمد، بیہقی﴾

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ طیبہ کے ایک باغ میں گئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد چند یہودی ہمارے پاس سے گزرے اور ایک نے دوسرے سے کہا:

”محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے بارے میں پوچھو۔“ دوسرے نے جواب دیا: ”مت

پوچھو، ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی ایسی بات فرمادیں جو تمہیں ناگوار ہو۔“

ایک ادنیٰ توقف کے بعد انہوں نے پوچھ ہی لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ دیر سکوت اختیار فرمایا، جس کے بعد اندازِ خاموشی سے ہم نے سمجھ لیا کہ وحی کا نزول ہو رہا ہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ختم ہوا تو فرمایا:

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي ﴿سورہ بنی اسرائیل﴾

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صوریہ سے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے توریت میں شادی شدہ زانی کو رجم کرنے کا حکم دیا ہے؟ ابن صوریہ نے جواب دیا: ہاں! خدا گواہ ہے یہی حکم ہے پھر کہا: اے ابوالقاسم! یہود خوب جانتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں مگر وہ قومی عصبیت کی بنا پر آپ سے حسد کرتے ہیں۔

﴿ابن اسحاق، بیہقی﴾

صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے دوسرے سے کہا: آؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلیں اور ان سے آیہ کریمہ

”وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ سِعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ“

(سورہ اسرائیل)

ترجمہ: بے شک ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نوروزن نشانیاں دیں۔“

کے بارے میں پوچھیں، پس وہ دونوں آئے اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان نو نشانوں کے بارے میں سوال کیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، سرقہ نہ کرو، زنا نہ کرو، غیر واجب قتل نہ کرو، جادو وغیرہ نہ کرو، سود نہ لو، کسی بے گناہ کو قتل نہ کرو، نہ سزا دو، عفت مآب عورتوں پر تہمت نہ دو اور ہفتہ کے روز خاص طور پر ظلم و طغیان سے اور ہر ممنوعہ کام سے پرہیز کرو۔

ان جوابات کو سن کر ان دونوں یہودیوں نے آپ کے دست مبارک کو بوسہ دیا اور کہا: ہم دونوں گواہی دیتے ہیں کہ یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہیں میری رسالت پر یقین ہے تو مجھ پر ایمان لا کر اسلام قبول کرنے میں کیا چیز مانع ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ ہمیشہ ان کی اولاد میں نبوت رہے گی، یہود کا اس روایت پر پختہ

یقین ہے، اس لیے ہمیں خوف ہے کہ یہود ہم کو قتل کر دیں گے۔

﴿ترمذی، نسائی، ابن ماجہ﴾

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی عالم آیا اور اس نے پوچھا: جس روز اس زمین کو ایک دوسری زمین سے بدل دیا جائے گا، اس وقت بنی آدم کہاں ہوں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”پل کے قریب ظلمت میں۔“

اس نے پوچھا: سب سے پہلے جو پل پر سے گزریں گے، وہ کون لوگ ہوں گے؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”فقراء و مہاجرین۔“ اس نے پوچھا: جنت میں داخلہ کے بعد، ان کیلئے سب سے پہلا تحفہ کیا ہوگا؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”زیادہ تر مچھلی کا جگر ہوگا۔“ اس نے پوچھا: جنتیوں کا صبح کا کھانا کیا ہوگا؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ان کیلئے جنت کا وہ تیل ذبح کیا جائے گا جو جنت کے چراگا ہوں میں آزادانہ چرتا پھرتا ہے۔“ اس نے پوچھا: اس کے ناشتہ کے بعد وہ کیا شے نوش کریں گے؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ عَيْنًا فِيهَا تُسْمَى سَلْسَبِيلًا.“

یہ جوابات پا کر یہودی عالم نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام جوابات درست فرمائے۔ اس کے بعد اس نے لڑکے اور لڑکی کے اسباب پیدائش کے بارے میں بھی سوال کیا اور آپ نے جواب برحق عطا فرمایا۔

﴿مسلم﴾

حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنے والے ستاروں کا نام:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی آیا اور اسے کہا:

”اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ان ستاروں کے بارے میں بتائیے جن کو حضرت یوسف علیہ السلام نے

اپنے آگے سجدہ کرتے دیکھا؟ نیز ان ستاروں کے نام بھی بتائیے۔“

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب نہ دیا اور وہ یہودی چلا گیا۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودی کے سوال کے بارے میں تعلیم کیا، پس آپ نے یہودی کو بلایا، جب وہ حاضر ہوا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: ”اگر میں تیرے سوال کا جواب درست طور پر دے دوں تو کیا تو دعوت اسلام کو قبول کر لے گا؟“ اس نے اقرار کیا، پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ستاروں کے نام بتائیے۔ ”حرمان، طارق، ذیال، کتغان، والفرع، وثاب، عمودان، قابس، ضروح، مصح، نیلق، ضیاء اور لور۔“ حضرت یوسف علیہ السلام نے آسمان کے افق پر ان ستاروں کو اپنے آگے سجدہ کرتے دیکھا۔ یہودی ماہر دینیات نے کہا: بے شک ان ستاروں کے یہی نام ہیں۔

﴿سعید بن منصور، ابن جریر، حاکم، بیہقی، ابونعیم﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز یہودی عالم بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا،

اس وقت آپ ﷺ سورہ یوسف کی تلاوت کر رہے تھے۔ جب آپ پڑھ چکے تو اس نے کہا: قصہ یوسف علیہ السلام آپ کو کس نے بتایا؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے۔ اس کے بعد اس نے بنی اسرائیل میں جا کر کہا: محمد (ﷺ) قرآن کو تورات کے مطابق ہی پڑھتے ہیں۔ اس اطلاع پر یہودیوں کو حیرت ہوئی اور وہ اپنے اس عالم کے ساتھ بڑے اشتیاق کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہودیوں نے آپ کے چہرے بشرے سے پہچان لیا، وہ چادر کے ڈھلک جانے سے مہر نبوت کو دیکھ سکے۔ حضور نبی کریم ﷺ سورہ یوسف کا بقیہ ختم کر رہے تھے، وہ سلیم الطبع لوگ تھے، بڑے متاثر ہوئے اور اسلام قبول کر کے امت مسلمہ میں شامل ہو گئے۔

﴿بیہقی﴾

حضرت ابن عباس سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے کچھ یہودیوں سے فرمایا: اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے اور مخلص ہو تو پھر جنت میں تمہاری آباد کاری ضروری ہے، تو تم کہو: ”اے ہمارے پروردگار! ہمیں ابھی موت دیدے۔“ مگر میں کہتا ہوں کہ تم میں سے کوئی ایک بھی ایسا کہنے کیلئے آمادہ نہ ہوگا اور اگر کوئی یہ دعا کر لے تو میں یقین دلاتا ہوں کہ اس کا لعاب گلے میں حائل ہو جائے گا، نفس کی آمد و شد رک جائے گی، اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ”وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ اَبَدًا“ (سورہ البقرہ) تم اگر سچے ہو تو موت کی آرزو تو کرو، لیکن ان اعمال کی وجہ سے جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں۔ یہ کبھی اس کی آرزو نہیں کریں گے۔

﴿بیہقی﴾

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک جرمانی حضور نبی کریم ﷺ کے اصحاب کے پاس آیا اور پوچھا: تمہارے سردار کہاں ہیں جو دعویٰ نبوت کرتے ہیں؟ میں ان سے ملوں گا اور گفتگو کے بعد سمجھ سکوں گا کہ وہ اپنے دعوے میں صادق ہیں، یا کاذب۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو وہ آپ ﷺ کے قریب بیٹھا اور کہا: اپنی منزلہ کتاب الہامی سے کچھ مجھے سنائیے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے چند آیات تلاوت کیں۔ وہ سن کر کہنے لگا: واللہ! حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سماوی تورات اور آپ کا الہامی قرآن ایک ہی آفتاب کا نور ہیں۔ آپ ﷺ کا دعویٰ صادق اور اس کو نہ ماننے والے کاذب ہیں۔

﴿عبداللہ بن احمد، زوائد المسند﴾

نبی کریم ﷺ کی دعا سے مدینہ و باؤں سے محفوظ ہو گیا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہ سرزمین، سب زمینوں سے زیادہ وباء رسیدہ اور امراض آلود تھی، تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کیلئے دعا کی:

”اے اللہ! مدینہ کو ہمارے لیے ایسا ہی محبوب بنا دے جیسا کہ مکہ ہے بلکہ اے اللہ! اس سے بھی کچھ زیادہ۔ ہمارے صاع اور مد میں برکت دیدے اور اس کی سرزمین کو ہمارے لیے صحت افزا بنا دے اور یہاں کی وباؤں کو جفہ منتقل کر دے۔“

﴿بخاری، مسلم﴾

ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں مدینہ کے وبا مشہور تھی۔ ہجرت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجفہ کی طرف منتقل کرنے کی دعا کی پھر حجفہ کی حالت یہ ہو گئی کہ بچہ پیدا ہوتا اس کو صحت مند حالت میں جوان ہونا شاذ و نادر ہو گیا، اس کو وہابی بخارا آتے اور پچھاڑتے رہتے۔

﴿بیہقی﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ایک سیاہ فام، بد شکل اور پریشان بالوں والی عورت کو مدینہ سے نکلتے دیکھا۔ یہاں تک کہ وہ کوچ کر کے مہیجہ پہنچ گئی اور اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اب مدینہ کی وباء مہیجہ جو کہ مقام حجفہ کے مضافات میں ہے، پہنچ گئی ہے۔

﴿صحیح، بخاری﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ طیبہ کے دہانوں پر اللہ تعالیٰ کے فرشتے مامور ہیں، اس شہر میں طاعون داخل ہوگا نہ دجال۔

﴿بخاری، مسلم﴾

روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو اکثر مکی باشندے جو ہجرت کر کے آچکے تھے، بے چارے مدینہ کے بخار میں مبتلا ہو گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کیلئے دست مبارک اٹھائے اور التجا کی: ”الہ العالمین! ہم سے وبا کو منتقل فرما دے۔“ ان دعا یہ کلمات کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا۔ دوسرے دن صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات بہ حالت خواب بخار کی وبا کو مجھے دکھایا گیا، وہ کالی، بکھرے بال والی بڑھیا تھی جس کے گلے میں کپڑا بندھا ہوا تھا اور مجھے بتایا گیا کہ یہ بخار ہے، پھر دکھانے والے نے مجھ سے پوچھا کہ اس کا کیا کیا جائے تو میں نے کہا کہ اس کو خم میں بند کر دیا جائے۔

﴿زبیر بن بکار، اخبار مدینہ﴾

ابو ہشام عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز صبح کو مدینہ کے مضافات سے کوئی شخص حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا: ”راہ میں کسی سے تمہاری ملاقات ہوئی؟“ اس نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے تو کوئی ملا نہیں، البتہ سیاہ چہرے، برہنتن ایک عورت ملی تھی، جس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: مدینہ کا بخار تھا۔ آج کے دن کے بعد اب وہ کبھی اس شہر میں نہ آئے۔

مدینہ کیلئے برکت کی دعا:

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے جد سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم قرار دیا اور میں نے مدینہ طیبہ کو نیز میں مدینہ کے مد اور صاع میں برکت کیلئے دعا کرتا ہوں، جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ مکرمہ کیلئے دعا کیلئے برکت کر چکے ہیں۔

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت عبداللہ بن الفضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے رب کائنات! میں تجھ سے مدینہ والوں کیلئے مکہ والوں کی طرح دعا کرتا ہوں۔“

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم مطمئن ہو گئے کہ مدینہ کی زندگی اور اس کے کاروبار میں بھی مکہ کی طرح برکت ہمارے شامل حال رہے گی۔

﴿تاریخ بخاری﴾

مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت معجزات کا ظہور:

ابن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنی اس مسجد کا قبلہ اس وقت رکھا جب میرے سامنے خانہ کعبہ کو رکھا گیا۔

﴿زبیر بن بکار، اخبار مدینہ﴾

حضرت داؤد بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی بنیاد اس وقت رکھی جب حضرت جبرئیل علیہ السلام کعبہ کی سمت دیکھ رہے تھے اور اس مسجد و کعبہ کے درمیان تمام حجابات کو اٹھا دیا گیا تھا۔

﴿زبیر بن بکار، اخبار مدینہ﴾

خلیل بن عبداللہ ازدی رضی اللہ عنہ نے ایک انصاری صحابی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مسجد کے گوشوں پر کھڑا کیا تاکہ آپ ان لوگوں سے کام لے کر سمت قبلہ کو درست فرمائیں، اسی دوران حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لے آئے تاکہ آپ کو تائید خداوندی مل سکے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: آپ سمت کعبہ رخ کر لیجئے، آپ نے اسی طرح کیا، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اشارہ کر کے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بیت اللہ کے درمیان پہاڑ یا اور جو کچھ حائل تھا، اس کو رفع کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کعبہ شریف پر جمی تھی۔

﴿زبیر بن بکار، اخبار مدینہ﴾

شمس بنت نعمان رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے موقع پر تشریف لائے تو میں پذیرائی کے لئے حاضر ہوا تھا اور میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ آپ نے قبا میں مسجد کی بنیاد رکھی، وہاں اقامت ہوئی اور آپ نے نماز پڑھائی۔ تعمیر مسجد کے موقع پر میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر اٹھاتے بھی دیکھا، وہ پتھر آپ کا اپنے وزن سے جھکا دیتے تھے۔

﴿طبرانی کبیر﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ مسجد صنعاء میں قائم کی جاتی تو وہ میری ہی مسجد ہوتی۔

﴿زبیر بن بکار، اخبار مدینہ﴾

تحويل قبلہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی تو ۱۶ سال بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی، مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہ رہی کہ قبلہ نماز کعبہ اللہ کو کر دیا جائے، چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے جبرئیل علیہ السلام! میں چاہتا ہوں کہ اللہ

تعالیٰ میرے رخ کو یہود کے قبل سے پھیر دے۔“

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: میں تو بہر حال بندہ ہوں، آپ اپنے رب سے درخواست کیجئے۔ بہر حال نماز کیلئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف رخ کرتے تو اپنا سر مبارک آسمان کی جانب اٹھاتے، یعنی عرض مدعا کے طور پر اس پر ارشاد خداوندی ہوا:

قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا

﴿سورۃ البقرہ﴾

ترجمہ: ”ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔“

﴿بن سعد﴾

فائدہ:

یہ ہے وہ اصل حکم جو تحویل قبلہ کے بارے میں دیا گیا تھا، یہ حکم رجب یا شعبان ۲ ہجری میں نازل ہوا۔ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر بن براء معزور رضی اللہ عنہ کے ہاں دعوت پر گئے ہوئے تھے۔ ظہر کا وقت ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھانے کھڑے ہوئے۔ دو رکعتیں پڑھا چکے تھے کہ تیسری رکعت میں یکا یک بذریعہ وحی مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی، پس اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اقتداء میں جماعت کے تمام لوگ بیت المقدس سے کعبے کے رخ پھر گئے۔ اس کے بعد مدینہ طیبہ اور اطراف مدینہ میں اس کیلئے عام منادی کی گئی۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ایک مقام پر منادی کی آواز اس حالت میں پہنچی کہ ایک جماعت رکوع میں تھی حکم سنتے ہی سب کے سب اسی وقت اور اسی حالت میں کعبے کی سمت پڑ گئے۔ (از مترجم)

نماز کیلئے اذان کا طریقہ:

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا ارادہ ہوا کہ اوقات نماز پر گھروں سے لوگوں کو بلانے کیلئے کچھ افراد کو مقرر کر دوں اور ایک طریقہ یہ بھی خیال میں آیا کہ کچھ لوگوں کو اس کام پر مقرر کر دوں کہ وہ چھتوں پر چڑھ کر مسلمانوں کو نماز کیلئے آوازیں دیں، پھر اصحاب انصار میں سے ایک شخص آیا اور اس نے کہا:

میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک سبز پوش شخص مسجد کے دروازے پر کھڑا تھا، پھر اس نے اذان دی پھر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر کھڑا ہوا اور اذان کے کلمات کو دہرایا مگر اس مرتبہ نے اس ”قد قامت الصلوٰۃ“ کا اضافہ کر دیا اور اس مشاہدہ کے وقت میری حالت یہ تھی کہ اگر مجھے لوگوں کا ڈرنہ ہوتا تو بتا دیتا کہ دیکھنا بہ حالت خواب نہ تھا، بیداری میں تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے، اللہ تعالیٰ نے تم کو خیر کو دکھا دیا لہذا اب تم بلال سے کہہ دو کہ وہ اذان دیں۔

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: ”جو کچھ میرے اس انصاری بھائی نے دیکھا اور بیان کیا ہے وہی میں بھی دیکھ چکا ہوں، مگر چونکہ یہ اس کے اظہار و بیان میں پہل کر چکے تھے، اس لیے مجھے حیا آئی کہ میں بھی فوراً بیان کرنے لگوں۔“

﴿ ابوداؤد، بیہقی ﴾

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغرض اعلان صلوة بوق اور قرنا کے استعمال کا ارادہ فرمایا۔ میں نے اس موقع پر ایک سبز پوش شخص کو خواب میں دیکھا جس کے پاس ناقوس تھا، میں نے اس سے کہا: اے بندۂ خدا! کیا ناقوس کو بیچے گا؟ اس نے پوچھا: ”تم اس کا کیا کرو گے؟“ میں نے جواب دیا: ”اس سے اقامت صلوة کیلئے اعلان کروں گا۔“ اس نے کہا: کیا میں تم کو اس سے بہتر بات نہ بتاؤں، اور وہ یہ کہ تم آوازوں سے کہو:

اللہ اکبر، اللہ اکبر اور پوری اذان کہی۔ پھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی، اتنے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے کہا: خدا کی قسم! میں نے بھی وہی دیکھا ہے جو انہوں نے دیکھا ہے۔

﴿ ابن ماجہ ﴾

مختلف غزوات میں نصرت الہی اور معجزات کا ظہور:

غزوہ بدر میں معجزات کا ظہور:

﴿ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴾

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ

﴿ سورۃ آل عمران ﴾

ترجمہ: ”اور بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی۔“

﴿ اور فرمایا: ﴾

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ

﴿ سورۃ الانفال ﴾

ترجمہ: ”جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے۔“

﴿ ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے: ﴾

إِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذَا لَفْتُمْ فِي آعْيُنِكُمْ قَلِيلًا

﴿ سورۃ الانفال ﴾

ترجمہ: ”جب لڑتے وقت تمہیں کافر تھوڑے کر کے دکھائے۔“

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عمرہ کرنے لگے تو وہ

امیہ بن خلف بن صفوان کے پاس ٹھہرے، کیونکہ سفرِ شام کے سلسلہ میں جب وہ مدینہ سے گزرتا تو وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرا کرتا تھا۔

ایک روز امیہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا: ”آپ تھوڑی دیر تو وقف فرمائیں، تاکہ دوپہر ہو جائے اور لوگ غافل ہو جائیں، اس موقع پر جا کر آپ طواف کر لینا۔“

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ دوپہر میں مصروف طواف تھے کہ اتفاقاً ابو جہل پہنچ گیا اور اس نے کہا نہ معلوم کون شخص طواف کر رہا ہے؟ اس کا یہ قول حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے سن لیا اور فرمایا: میں سعد بن معاذ ہوں۔ ابو جہل نے کہا: ”کس قدر بے خونی کے ساتھ تم طواف کر رہے ہو؟ باوجود یہ کہ تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو اپنے شہر میں ٹھہرایا اور منظم کرنے کا موقع دیا ہے۔“ اس کے بعد دونوں میں نہایت برہمی کے ساتھ تیز کلامی ہوئی۔ یہ صورت حال دیکھ کر امیہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا:

”اے سعد! اس قدر جذباتی نہ بنو اور ابوالحکم کے مقابلے میں اپنی آواز کو بلند نہ کرو، کیونکہ یہ اس وادی کا سردار ہے۔“

اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اگر تم لوگ مجھ کو طواف کرنے سے روکتے ہو، تو میں بھی تمہارے لیے ملکِ شام کی گزرگاہ کو بند کر دوں گا۔“ امیہ (میزبان حضرت سعد رضی اللہ عنہ) برابر توجہ دلاتا رہا اور آواز کو بلند نہ کرنے اور خاموش ہو جانے کی تلقین کرتا رہا۔ اس کے اس طرز عمل پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور آپ نے امیہ سے فرمایا: تو ان باتوں سے باز رہ اور خبردار ہو جا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا ہے کہ یہ ابوالحکم تیرا قاتل ہے۔

امیہ نے کہا: ”کیا یہ مجھے قتل کرے گا؟“ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ہاں! یقیناً۔“ امیہ کے ذہن کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اطلاع نے خاصا متاثر کر دیا کیونکہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کے بارے میں زندگی بھر کا تجربہ رکھتا تھا۔

وہ مکان پر اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس سے کہا: تمہارے مدنی ابن معاذ رضی اللہ عنہ نے ایک خاص خبر مجھے سنائی ہے۔ اس نے پوچھا: کیا بتایا ہے؟ امیہ نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بتاتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہے: ”امیہ کا قاتل ابوالحکم ہے۔“ بیوی نے جواب دیا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات غلط نہیں ہوتی۔

چنانچہ مشرکین مکہ نے جب مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے تیاریاں شروع کیں اور لوگ امیہ کے پاس آئے تو اس کی بیوی نے کہا: تمہیں وہ بات یاد نہیں جو تم سے مدنی بھائی نے کہی تھی؟ امیہ نے جواب دیا: یاد ہے اب نہ جاؤں گا۔ امیہ کے انکار کرنے پر ابو جہل نے کہا: تم قریش کے سرداروں میں ہو، تمہارے نہ چلنے سے عوام بددل اور بے حوصلہ ہو جائیں گے، خواہ چند روز میں لوٹ آنا مگر ساتھ میں چلنا ضروری ہے، لہذا وہ لشکر کفار کے ساتھ آ گیا اور بدر میں مارا گیا۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قریش جب بدر کی طرف مجتمع ہو کر آئے اور رات میں ححفہ میں قیام کیا تو ان میں بنی عبدالمطلب بن عبدمناف کا ایک شخص تھا، جس کا نام جہیم بن الصلت تھا۔ جہیم نے اپنے سر کو ٹیک دیا اور وہ سو گیا۔ پھر وہ چونک پڑا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا: کیا تم نے اس سوار کو دیکھا ہے جو ابھی ابھی میرے پاس سے کھڑا تھا۔

لوگوں نے کہا: نہیں! کیا پاگل پن کی باتیں کر رہے ہو، اس نے کہا: میرے پاس ابھی ابھی ایک سوار کھڑا تھا، اس نے کہا: ابو جہل، عتبہ، شیبہ، زمعہ ابوالختری، امیہ بن خلف اور مشرکین مکہ کے بہت سے سردار قتل ہوں گے، اس کے ساتھیوں نے کہا: شیطان نے تیرے ساتھ کھیل کیا ہے اور یہ بات ابو جہل سے بیان کی۔ اس نے کہا: بنی مطلب کے جھوٹے کے ساتھ بنی ہاشم کے جھوٹ کو تم نے ملا دیا ہے۔ کل تم دیکھ لو گے کہ کون قتل ہوتا ہے۔

﴿بیہقی﴾

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم باتیں کیا کرتے تھے کہ اہل بدر کے مسلمانوں کی تعداد تین سو تھی۔ اتنی ہی تعداد جتنی کہ اصحاب طالوت کی تعداد تھی، جنہوں نے طالوت کے ساتھ نہر کو عبور کیا تھا۔

﴿بخاری﴾

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: بدر کے دن ہمارے ساتھ صرف دو ہی گھوڑے تھے، ایک گھوڑا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا اور دوسرا حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کا۔

﴿حاکم، بیہقی﴾

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے بدر کے موقع پر دو کافروں کو پکڑا جن میں سے ایک تو بھاگ گیا، ہم نے گرفتار کردہ مشرک سے پوچھا: تمہاری کل تعداد کتنی ہے؟ اس نے کہا: قریش کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ جنگجو اور بہادر ہیں۔ ہم نے اسے زد و کوب بھی کیا مگر وہ برداشت کر گیا۔ اس کے بعد ہم اسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے، مگر اس نے اپنے لشکر کی تعداد بتانے سے صاف انکار کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم لوگ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہو؟“ اس نے جواب دیا: ”روزانہ دس اونٹ ذبح کرتے ہیں۔“ اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ لوگ ایک ہزار ہیں، اس لیے کہ ایک اونٹ سو افراد کو کافی ہوتا ہے۔“

﴿بیہقی﴾

حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدی سے دریافت کیا، کتنے اونٹ ذبح کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا: ایک دن نو اور ایک دن دس۔ آپ نے فرمایا: یہ لوگ نو سو اور ہزار کے درمیان ہیں۔

﴿ابن اسحاق﴾

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بدر کے روز مشرکین مکہ کی تعداد ہمیں بہت کم نظر

آ رہی تھی حتیٰ کہ میں نے اپنے برابر والے مسلمان سے پوچھا تمہیں کافروں کی تعداد کس قدر معلوم ہوتی ہے؟ اس نے کہا: سو سے زیادہ نہیں، جب ہم نے ان کے ایک شخص کو قید کیا تو اس کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ وہ تو ایک ہزار ہیں۔

﴿بیہقی، ابن سعد، راہویہ، ابن منیع﴾

ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے دن لیٹ گئے اور ارشاد فرمایا: ”جنگ شروع نہ کرنا، جب تک میں اجازت نہ دوں۔“ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم گہری نیند سو گئے، اور پھر بیدار ہوئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو خواب میں ان کی تعداد بہت کم دکھائی اور مشرکین کی آنکھوں میں مسلمان بہت کم نظر آئے، یہاں تک کہ ایک دوسرے پر لڑنے میں حریص ہوا۔

﴿بیہقی﴾

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر جب ہم صف بندی کر رہے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مشرکین میں اس شخص پر پڑی جو سرخ اونٹ پر اپنے لشکر میں ادھر سے ادھر پھر رہا تھا، چونکہ وہ زیادہ قریب نہ تھا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ وہ کون ہے؟ تھوڑی دیر بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور بتایا کہ وہ شتر سوار عقبہ ہے، لوگوں کو جنگ سے باز رہنے کی تلقین کر رہا ہے، اور واپس ہونے کا مشورہ دے رہا ہے۔

وہ کہہ رہا ہے: ”اے قریشی سردارو! تم آج کے دن میرے سر پر پٹی باندھ دو اور کہہ دو عقبہ بن ربیعہ بزدل ہو گیا ہے۔“ مگر ابو جہل اسکے مشورہ کو قبول کرنے کیلئے راضی نہیں ہے۔

﴿بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی روایت کیا ہے۔ اس میں اس قدر زیادہ ہے کہ وہ لوگ اگر اپنے بوڑھے کا کہا مان لیں گے تو بیچ سکیں گے۔﴾

﴿بیہقی﴾

ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بدر کی طرف روانہ ہونے کیلئے سرفروشان اسلام کو حکم دیا تو فرمایا: اللہ تعالیٰ کا نام لے کر قدم بڑھاؤ، میں مشرک مقتولین میں سے ہر ایک کے گرنے اور مرنے کی جگہ دیکھ چکا ہوں۔

﴿بیہقی﴾

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے موقع پر مشرکین پر نظر کی اور پھر ارشاد فرمایا: ”اے دشمنانِ دین حق! تم نے راہِ نجات اختیار نہ کی اور ایسے لوگوں کو مارنے اور مٹانے آگئے جو ہر انسان کی بھلائی کیلئے حریص ہیں، خیر! اب تم اس سرخ پہاڑ کے پہلو میں مارے جاؤ گے۔“

﴿ابو نعیم﴾

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کسی دعا گو کو حق تعالیٰ سے اتنا پر زور الفاظ میں دعا کرتے نہ دیکھا جیسا کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بدر کے معرکہ کے وقت دیکھا۔

﴿بیہقی﴾

غزوہ بدر میں فرشتوں کا نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا، جب بدر کا دن ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کے لشکر کی طرف دیکھا، ان کی تعداد ایک ہزار تین سو سترہ تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رو بہ قبلہ ہو کر دعا کیلئے دست سوال دراز کیے، اس قدر دراز کہ روئے مبارک شانوں سے نیچے ڈھلک گئی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور چادر کو درست کیا اور پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور اس غیر معمولی حالت میں نہایت ادب و احترام اور عزم و یقین کے جذبات کے ساتھ عرض کیا: ”اے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم! اظہار مدعا میں آپ نے رب سے بہت اصرار کر لیا، یقیناً اللہ تعالیٰ نصرت فرمائے گا۔“ اس موقع خاص پر اللہ تعالیٰ نے جو نصرت فرمائی اس کا ذکر مندرجہ ذیل آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا:

إِذ تَسْتَفِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِالْفِ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ

﴿سورۃ الانفال﴾

ترجمہ: ”جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو میں نے تمہاری سن لی کہ میں تمہیں مدد دینے والا ہوں، ہزاروں فرشتوں کی قطار سے۔“

﴿مسلم، بیہقی﴾

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے میدان بدر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنے اور آگے پیچھے چار اشخاص کو دیکھا اور یہ سب جارحانہ شان سے کفار پر حملے کر رہے تھے۔

﴿واقفی، ابن عساکر﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی غفار کے ایک شخص نے بتایا کہ میں اور میرا چچا معرکہ بدر کے موقع پر موجود تھے، ہم نے اس وقت تک اسلام کو سمجھا تھا نہ قبول کیا تھا۔ ہم دونوں پہاڑ پر چڑھے انتظار کر رہے تھے کہ دونوں فریقوں میں سے کوئی ایک ہزیمت کھا کر بھاگے اور ہم جا کر چابک دستی سے مال کولوئیں۔ اسی دوران فضا میں ایک طرف سے ابر بلند ہوا جب وہ آگے تک پہنچ کر پہاڑ کے نزدیک ہوا تو ہم نے گھوڑوں کے ہنہانے کی آوازیں سنیں۔ پھر کسی کی آواز سنیں ”اقدام حیزوم“ یعنی حیزوم آگے بڑھ۔

﴿ابن اسحاق، ابن جریر، بیہقی﴾

ابو واقد لیشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا میں بدر کے دن مقابلے سے ایک مفرور مشرک کا تعاقب کر رہا تھا، حتیٰ کہ وہ میری زد پر آیا اور میں اس پر وار کر رہی رہا تھا کہ کسی نادیدہ طاقت نے اسے قتل کر دیا۔

﴿ابن اسحاق، بیہقی﴾

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بدر کے دن جس طرح مشرکین کی گردن زدنی ہوئی۔ میں حیران تھا کہ کون اس طرح ان کو قتل کر دیتا ہے۔

﴿ابن سعد﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دراصل فرشتے لوگوں کی جانی پہچانی صورت انسانی میں، مجاہدین اسلام کو ثابت قدم رکھنے اور ہمتیں بندھانے آئے تھے۔ وہ کسی جانے پہچانے شخص کی صورت اختیار کر کے آتے اور بتاتے کہ کافر مرعوب ہیں ان میں جرات جنگ اور تاب مقابلہ نہیں ہے یا ان کے رہنماؤں اور سرداروں میں اتحاد اور متحد الخیالی نہیں ہے۔ اس بارے میں ارشاد خداوندی بھی ہے:

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ إِنِّي مَعَكُمْ فَاذْبَعُوا الدِّينَ آمِنُوا

﴿سورة الانفال﴾

ترجمہ: ”جب اے محبوب تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت رکھو۔“

﴿واقعی، بہتی﴾

سائب بن ابوجیش سے روایت ہے وہ کہتے تھے کہ مجھے کسی انسان نے قید نہیں کیا۔ لوگ پوچھتے کہ پھر کس نے قید کیا؟ تو وہ بتاتے، جب قریش نے ہزیمت اٹھائی وہ قتل ہوئے اور بھاگے تو میں بھی بھاگ کھڑا ہوا دفعۃً ایک گورے رنگ، دراز قامت شخص سفید گھوڑے پر سوار میرے سامنے آیا اور باندھ کر ڈال دیا۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مجھے بندھا پا کر اسلامی لشکر میں اعلان کیا کہ اس کو کس نے باندھا ہے مگر سب نے لاعلمی کا اظہار کیا پھر وہ مجھے اسی مجھے اسی حالت میں اٹھا کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ آپ نے پوچھا تم کو کس نے باندھا؟ میں نے جواب دیا کہ میں اس کو نہیں جانتا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو کسی فرشتے نے قید کیا ہے۔

﴿واقعی، بہتی﴾

حضرت حکیم بن خرام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے بدر کے دن دیکھا ہے کہ آسمان سے وادی خلیص میں ایک چادر گری ہے۔ جس نے سارے افق کو گھیر لیا ہے اور میں نے دیکھا کہ وادی میں ہر طرف چوٹیاں ہی چوٹیاں ہیں۔ فوراً میرے دل میں یہ خیال آیا ضرور آسمان سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں کوئی چیز آئی ہے۔ پھر سوائے ہزیمت کے کچھ نہ تھا۔ وہ چار فرشتے تھے، جو مدد کے لیے آئے تھے۔

﴿واقعی، حاکم، بہتی﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک پستہ قد انصاری، بنی ہاشم کے طویل قد شخص کو پکڑ کر لائے۔ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روایت میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اس قیدی کا نام بھی بتایا ہے۔ اس ہاشمی قیدی نے کہا مجھے اس لے کر آنے والے شخص نے گرفتار نہیں کیا بلکہ ایک ایسے شخص نے گرفتار کیا تھا۔ جس کے سر پر بال نہ تھے اور وہ ایک خوبصورت اور وجیہہ آدمی تھا اور ابلق گھوڑے پر سوار تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ملک کریم تھے۔

﴿ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو گرفتار کرنے والے ابو الیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ ایک ٹھوس اور گٹھے ہوئے جسم کے آدمی تھے اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا

کہ ایک اجنبی نے اس کام میں میری مدد کی ہے۔)

﴿ یحییٰ، ابو نعیم ﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ بدر میں جب گھمسان کارن پڑا تو ہم میں سے اکثر جی دار اور شجاع لوگ جن میں میں خود بھی شامل ہوں، صرف مدافعت لڑائی لڑ رہے تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سارے اسلامی لشکر میں سب سے زیادہ قوت اور شجاعت سے مشرکوں کو پیچھے دھکیلتے ہوئے برابر آگے بڑھ رہے تھے۔

﴿ احمد، طبرانی اوسط ﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میدان بدر میں صفوں کی ترتیب اور درستی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریوں کو لے لشکر مشرکین کے چہروں کی طرف پھینکا جس سے ان کی بصارت اور مدافعت کی قوتیں زائل ہو گئیں۔ اسی بات کو قرآن حکیم نے ”وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى“ (سورۃ الانفال) ترجمہ: ”اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔“ کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

﴿ ابو نعیم ﴾

حضرت عبد اللہ بن ثعلبہ بن صعیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یوم بدر میں ابو جہل نے جہالت سے مملود عاکی، اس نے کہا:

”اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری قرابت کو توڑ دیا، قبیلوں میں تفرقہ ڈالوا دیا، اور ہمارے سامنے اس دین کو لائے جس سے سب ہی ناواقف ہیں، پس سچائی ہمارے ساتھ ہے اور ہمیں ہی غالب آنا ہے۔“ پس وہ کچھ ہی دیر بعد مارا گیا اور اس کے بارے میں کلام الہی بتا رہا ہے کہ ”إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ“ (سورۃ الانفال)

ترجمہ: ”اے کافرو! اگر تم فیصلہ مانگتے ہو تو وہ فیصلہ تم پر آچکا۔“

﴿ ابن اسحاق، حاکم، یحییٰ ﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے ان کنکریوں کی آوازیں سنی تھیں، جو بدر کے دن آسمان سے ماری گئی تھیں، گویا کہ وہ طشت میں گر رہی ہیں، پھر جب لوگوں نے صفیں درست کیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کنکریوں کو لے کر مشرکوں کے چہرے پر پھینکا اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے۔

”وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى“

ترجمہ: ”اے محبوب! وہ خاک جو تم نے پھینکی وہ تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔“

﴿ ابو نعیم ﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قریش کا قافلہ حسب معمول تجارت کیلئے ملک شام گیا ہوا تھا۔ امیر قافلہ ابوسفیان تھے اور تیس اور چالیس افراد ان کے ساتھ تھے، تجارتی کاروبار سے فارغ ہو کر جب اپنے وطن مکہ کو لوٹ رہے تھے تو مدینہ منورہ کے قریب ان کے مقرر کردہ جاسوسوں نے خبردار کیا

کہ محمد (ﷺ) مع اپنے اصحاب کے تمہارے قافلے پر حملہ کرنے آرہے ہیں۔ اس جبرے ملتے ہی ابوسفیان نے فوراً ایک تیز رفتار سوار کو روانہ کیا کہ مکہ پہنچ کر پوری صورتحال قریش کے سامنے رکھے اور کہے کہ وہ جلد از جلد پوری تیاری کے ساتھ مدد کو پہنچیں، ورنہ نقصان مال کے ساتھ ہی جانوروں کا بھی خطرہ ہے۔

یہ اطلاع پا کر قریش مکہ نہایت جوش و خروش کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ ادھر ابوسفیان ساحل کجڑے سے اپنے قافلے کو احتیاط اور تیزی سے نکال کر لے گئے اور قریش کو اپنی خیریت کے ساتھ یہ بھی کہلا بھیجا کہ ”ظاہر ہے کہ خطرہ نل گیا“ اب تم لوگ واپس ہو جاؤ، مگر ابو جہل نے ازراہ نخوت (تکبر) انکار کیا اور کہا کہ ”میدان بدر میں جہاں عرب کا سالانہ اجتماع ہوتا ہے جا کر ٹھہریں گے، تین روز تک پر تکلف کھانے اور پکوان پکائیں گے اور جشن منائیں گے یہ اس لیے کہ ان غریب الدیار اور لاچار مسلمانوں کے دل دہل جائیں اور آئندہ ان کو قافلے لوٹنے کا خیال تک نہ آئے۔ ثانیاً تمام قبائل عرب میں ہمارے آنے کی شہرت اور ہماری طاقت کا چرچا ہو جائے۔“

نبی کریم ﷺ نو رمضان المبارک دو ہجری مطابق پانچ مارچ ۶۲۴ء کو صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ جب حضور نبی کریم ﷺ ”وادی زقران“ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ قافلہ تو نکل گیا مگر اہل مکہ کا عظیم الشان لشکر بدر کی طرف بڑھ رہا ہے۔ آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ چونکہ جنگ کے ارادے سے نہ نکلے تھے اس وجہ سے بعض لوگوں نے اس بے سرو سامانی کے ساتھ قریش کے مقابلے میں جانا پسند نہ کیا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ دونوں گروہوں میں سے ایک پر فتح ضرور دے گا۔ چونکہ قافلہ تو نکل گیا اس لیے لشکر قریش پر ہماری کامیابی یقینی ہے۔“

حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے جواب میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم نے کہا: ہم کو جو حکم ہو تعمیل کیلئے حاضر ہیں، لیکن حضور نبی کریم ﷺ کا روئے سخن دراصل انصار کی طرف تھا کیونکہ ان ہی کی طاقت اور تعداد زیادہ تھی اور ان سے سابق میں جس معاہدہ پر بیعت لی گئی تھی۔ وہ یہ تھی ”اگر کوئی دشمن اسلام مدینہ پر چڑھائی کرے گا تو وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ حملہ آور سے جنگ کریں گے۔“ یہ بات نہیں کہی گئی تھی کہ باہر دوسرے مقامات پر جا کر دشمنوں پر حملہ آور ہوں گے۔

✽ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ رئیس انصار سمجھ گئے اور فوراً عرض کیا:

”اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ! شاید آپ کا خطاب ہماری طرف ہے، اللہ جانتا ہے اگر

آپ حکم دیں تو ہم بلا تامل اور بلا خوف سمندر میں کود پڑیں۔“

ان کا یہ بہترین جواب سن کر حضور نبی کریم ﷺ کو خوشی ہوئی، حاضرین نے دیکھا کہ آپ ﷺ کا

چہرہ مبارک چمک اٹھا اور سب نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔

﴿بیہقی، ابو نعیم﴾

اکثر علماء حدیث نے حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ معرکہ بدر کے موقع پر

چونکہ کامیابی کا یقین تھا۔ اس وجہ سے اسی مختصر جماعت اصحاب کے ساتھ بدر کی جانب روانہ ہو گئے

اور مدینہ سے لوگوں کو مزید بلانے کی ضرورت نہ سمجھی۔ بدر کے مقام پر پہنچ کر پہلے چشمہ آب پر حضور نبی کریم ﷺ نے اترنے کا حکم فرمایا: جناب بن منذر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: ”یہاں پر اترنے کا حکم الہامی ہے کہ جس میں اظہار رائے، مشورے اور چون و چرا کی گنجائش نہیں۔ یا حضور نبی کریم ﷺ نے خود اپنی رائے سے جنگی تدبیر کا لحاظ اور ضرورت کا تقاضا سمجھ کر اختیار فرمایا ہے؟“

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”یہ خود میری رائے ہے۔“ حضرت جناب رضی اللہ عنہ نے کہا: ”میرے خیال میں یہ مقام موزوں نہیں بلکہ مناسب تو یہ تھا کہ اور آگے بڑھ کر ہم قریش کی فرودگاہ کے قریب ترین چشمہ پر قبضہ کر لیں اور اپنے لیے حوض بھر کر اردگرد کے کنوؤں اور چشموں کو پاٹ دیں تاکہ اسلام اور اس کے خادموں کے دشمن جو کہ اپنی ساری قوت اور شوکت کو سمیٹ کر اور پھر اس کو اپنے سروں پر رکھے ہوئے نمائش کر رہے ہیں، ایک قطرہ آب نہ پاسکیں۔“ حضور نبی کریم ﷺ نے ان کی تجویز کو سراہا اور اسی کے مطابق عمل کیا۔ میدان کے اس حصہ میں جس میں نسل انسانی کا سب سے محترم اور با عظمت قافلہ فرودکش ہوا، اسی میں ایک جانب صاحب خلق عظیم کیلئے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے مشورے سے ایک سائبان بنایا گیا تاکہ حضور نبی کریم ﷺ اپنے جانثاروں کے درمیان اس میں استراحت فرمائیں۔

غزوہ بدر میں باران رحمت کا نزول:

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس دن تمام مسلمان اونگھ سے رہے تھے اور میدان بدر کے ریگ زار میں اترے ہوئے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے بارش کر دی تو وہ ریگ زار ایک ہموار سطح اور منجمد میدان بن گیا۔ ہم محفوظ ہو کر بہت مزے سے اس پر چلنے لگے اور قریش کے پڑاؤ اور اس کے قریب کا حصہ زمین جو انہوں نے ریت سے محفوظ رہنے کیلئے پختہ پہلی مٹی کا اپنے لیے منتخب کر لیا تھا۔ بارش سے لیس دلدل بن گیا، وہ چلتے ہوئے اس پر ضرور پھسلتے اور بغیر گرے نہ بچتے، معرکہ بدر میں ان کی یکسر تباہی اور بربادی کی یہ بھی ایک بڑی وجہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں مسلمانوں پر اپنے اس انعام کا تذکرہ فرمایا ہے:

اذ يغشيكم الغاس امانة منه و ينزل عليكم من السماء ماء ليطهركم به و يذهب عنكم رجز الشيطان و ليربط على قلوبكم و يثبت به الاقدام.

﴿سورة الانفال﴾

ترجمہ: ”جب اس نے تمہیں اونگھ سے گھیر دیا تو اس کی طرف سے چین (تسکین) بھی اور آسمان سے تم پر پانی اتارا کہ تمہیں اس سے ستھرا کر دے اور شیطان کی ناپاکی تم سے دور فرما دے اور تمہارے دلوں کو ڈھارس بندھائے اور اس سے تمہارے قدم جمادے۔“

﴿ابن سعد﴾

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی نکلی آنکھ درست:

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ بدر میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ کو

ایسا صدمہ پہنچا کہ آنکھ کا پورا ڈھیلا نکل کر رخسار پر آ پڑا تو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس کو آنکھ کے حلقے میں رکھ دیا اور ان کی آنکھ بالکل درست ہو گئی۔

﴿ابن سعد﴾

مقتول مشرکین سے رسول اللہ ﷺ کا خطاب:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مشرکین مکہ کے اس گڑھے پر کھڑے ہوئے جن میں ان کے مقتول بھردیئے گئے تھے اور کہا: ”اے فلاں بن فلاں جو وعدہ ہمارے رب نے ہم سے فرمایا تھا، وہ تو ہم پا چکے اور جو وعید تم کو ملی تھی ضرور اس سے تمہارا سابقہ ہوگا۔“

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ تو ایسے اجسام سے خطاب فرما رہے ہیں کہ جن میں روح اور زندگی نہیں ہے۔“

حضور نبی کریم ﷺ نے جواب دیا: ”میرے قول کو جتنا وہ سن رہے ہیں، تم اس سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔“ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی سرزنش کو سنا۔

﴿بخاری، مسلم﴾

زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے روز دعا مانگی: خدایا! مجھے نوفل بن خویلد سے محفوظ رکھ، اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کسی کو نوفل کی خبر ہے؟ یہ سن کر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اسے قتل کر دیا ہے۔ یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، اور اسی کیلئے حمد ہے جس نے میری دعا کو قبول فرمایا۔“

وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ۚ وَذُرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ
أُولِي النُّعْمَةِ وَمَهْلَهُمْ قَلِيلًا ۝

﴿سورہ مزمل﴾

ترجمہ: ”اور کافروں کی باتوں پر صبر فرماؤ اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو اور مجھ پر چھوڑ دو، ان جھٹلانے والے مالداروں کو اور انہیں تھوڑی مہلت دو۔“

﴿واقفی، بیہقی﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یہ سورہ نازل ہونے کے بعد زیادہ وقت گزرنے نہ پایا تھا کہ مشرکین مکہ اور ان کے سارے سردار میدان بدر میں جمع کر دیئے گئے اور پھر سہ شنبہ کو ذرا سی دیر میں ان کی پوری قوت کو جس پر وہ مسلمانوں کے مقابلے میں فخر کرتے تھے، ہمیشہ کیلئے توڑ دیا۔

﴿بیہقی﴾

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے، قریش کی ایک جماعت آپ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھ رہی تھی، ان بدقماشوں کو شرارت سوجھی، کہنے لگے:

ہم میں سے کوئی ایک شخص جائے اور فلاں مقام پر جو او جھڑی پڑی ہے اسے لا کر محمد ﷺ کے شانوں پر رکھ دے۔ پھر ان میں سے ایک بد بخت اٹھا اور اس کو لا کر بحالت سجدہ حضور نبی کریم ﷺ کے شانوں پر رکھ دیا۔ جس کی وجہ سے حضور نبی کریم ﷺ سجدے سے نہ اٹھے اور کافر قلب و ذہن اور مسخ فطرت لوگوں کو اپنے عمل اور حرکت کے بعد اس قدر مزہ آیا، اس قدر ہنسے کہ کثرت ہنسی سے بے قابو ہو کر ایک دوسرے پر گر پڑتے تھے۔ کسی بندہ خدا نے جا کر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو بتایا وہ لڑکی ہی تھیں، آئیں اور بڑی مشقت کے بعد آپ نے اسے علیحدہ کیا اور مشرکین کی اس قدر نازیبا حرکت پر ملامت کرنے لگیں۔ جب حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی نماز پوری کر لی تو اپنے رب سے کہا: ”اے میرے اللہ! قریش کو اپنی گرفت میں لے لے“ تین مرتبہ اس کلمہ کو عرض کیا اور اس کے بعد نام بنام بددعا کی:

”اے اللہ! عمرو بن ہشام (ابو جہل)، عقبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عقبہ، امیہ

بن خلف، عقبہ بن معیط اور عمار بن ولید کو اپنی گرفت میں لے لے۔“

﴿بخاری، مسلم﴾

ابو جہل عذاب میں گرفتار:

شعسی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: کہ میں میدان بدر سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص زمین سے نکلتا ہے اور اسے ایک شخص اپنے ہتھوڑے سے مارتا ہے یہاں تک کہ وہ زمین میں غائب ہو جاتا ہے، اس کے بعد وہ پھر نکلتا ہے اور اس کے ساتھ وہی عمل کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے ابو جہل کو دیکھا ہے اس پر قیامت تک یونہی عذاب ہوتا رہے گا۔

﴿ابن ابی الدنیا، بیہقی﴾

یوم فرقان:

موسیٰ بن عقبہ، اور ابن شہاب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فتح بدر کے سبب مشرکوں اور منافقوں کی گردنوں کو پست و خوار کر دیا۔ اس کے بعد مدینہ طیبہ میں کوئی یہودی اور منافق ایسا نہ رہا جس کی گردن بدر کی ٹھکست کی بنا پر نہ جھک گئی ہو، گویا یہ دن ”یوم فرقان“ تھا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے کفر و ایمان کے درمیان فرق و امتیاز پیدا کر دیا۔

﴿بیہقی﴾

لکڑی تلوار بن گئی:

حضرت عمر بن عثمان رحمہ اللہ نے والد سے اور انہوں نے اپنی پھوپھی سے حدیث بیان کی کہ عکاشہ بن محض رحمہ اللہ نے کہا کہ بدر کی جنگ میں جب میری تلوار ٹوٹ گئی تو حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے ایک لکڑی عطا فرمائی، میں نے دیکھا تو وہ چمکدار تلوار تھی۔ میں اس تلوار سے لڑتا رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو ٹھکست دی اور وہ تلوار ان کے انتقال تک ان کے پاس رہی۔

﴿ اسے بیہوشی اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ﴾

﴿واقعی﴾

اسامہ بن زید نے داؤد بن حفص سے انہوں نے عبدالاشہل کے بہت سے لوگوں سے حدیث روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت سلمہ بن اسلم بن حریش رضی اللہ عنہ کی تلوار بدر کے دن ٹوٹ گئی اور وہ بغیر ہتھیار کے رہ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ شاخ انہیں عطا فرمادی جو اس وقت آپ کے دست مبارک میں تھی وہ کھجور کی ٹہنی تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے لڑو تو لڑتے وقت وہ تلوار بن گئی، وہ تلوار بدستوران کے پاس رہی حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔

﴿واقعی﴾

حضرت عطیہ عوفی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ”الْم غَلِبَتِ الرُّومُ“ (سورۃ الروم) ”رومی مغلوب ہوئے۔“ کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے کہا: اول فارسیوں نے رومیوں پر غلبہ پالیا تھا پھر اس کے چند سال بعد رومی فارسیوں پر غالب آ گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد مسلمان بدر میں مشرکوں کے ساتھ اور پھر ایمان کے مجوسیوں اور روم کے نصاریٰ سے بھی ہمیں لڑنا پڑ گیا، تو اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد فرمائی، چونکہ مسلمانوں کے مشرکوں کے غلبے پر اور اہل کتاب کے مجوسیوں کے غلبے پر ہم کو خوشی ہوئی۔ اسی بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”يَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللَّهِ“

﴿سورۃ الروم﴾

ترجمہ: ”اس دن ایمان والے خوش ہوں گے اللہ کی مدد سے۔“

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت:

عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بدر میں اپنے قبے کے اندر تشریف فرما تھے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس جنت کی طرف چلو جس کا عرض زمین و آسمان کے برابر ہے اور جو متقیوں کیلئے تیار کی گئی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا: ”واہ! واہ“ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے یہ اظہار مسرت کس وجہ سے کیا ہے؟ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ”اس آرزو میں کاش میں اہل جنت میں شامل ہو جاؤں اور پھر وہاں کی وسعتوں میں گھوموں اور پھروں۔“ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انشاء اللہ تم وہیں پر بسو گے، پھر آپ نے تھیلے سے کچھ کھجوریں نکالیں اور حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے ان کو منہ میں رکھتے ہوئے کہا:

خدا کی قسم! اگر زندہ رہا تو ان کو کھاتا رہوں گا۔ ورنہ جنت کی حیات تو دائمی ہے، پھر کچھ خیال آیا اور ہاتھ کی کھجوروں کو پھینک دیا۔ سینہ تان کر جھومتے غرور و تمکنت کی چال چلتے رن کی طرف بڑھے، بائیں ہاتھ کی ڈھال کو زمین پر چھوڑ دیا اور دشمنان اسلام پر آفت ناگہاں بن کر ٹوٹ پڑے اور پھر حیات عارضی سے ابدی زندگی کی طرف طرف منتقل ہو گئے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝

﴿سورۃ البقرہ﴾

ترجمہ: ”اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔“

﴿ابن سعد﴾

گستاخ عقبہ بن ابی معیط واصل جہنم:

یہ سند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عقبہ ابن ابی معیط نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے یہاں کھانے پر بلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور فرمایا: اے عقبہ! میں تو کھانا نہ کھاؤں گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور میری رسالت کی گواہی نہ دے گا۔ عقبہ نے گواہی دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا تناول فرمایا۔ کچھ دن بعد عقبہ کا ایک دوست آیا اور اس کو قبول اسلام پر ملامت کی اور کہا جو کچھ وہ کہہ سکا۔ عقبہ کی عصبیت بیدار ہو گئی، اپنے دوست سے کہنے لگا:

”مجھ کو شرمندہ کرنے والے میرے دوست اب یہ بتاؤ کہ میں کیا کروں کہ اس عمل کی وجہ سے قریش کے دلوں میں میری طرف سے جو کدورت پیدا ہو گئی ہے۔ وہ صاف ہو جائے اور میری گئی ہوئی عزت لوٹ آئے؟“

اس نے بتایا: ”اس صورت یہ ہے کہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جا اور ان کے چہرے پر تھوک دے۔“ عقبہ بد نصیب نے ایسا ہی کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرہ مبارک کو صاف کر لیا اور فرمایا اگر میں تجھے مکہ کے پہاڑوں کے باہر پاؤں گا تو تیری گردن صبر کے ہتھیار سے اڑا دوں گا، تو جب بدر کا دن آیا اور اس کے ساتھی نکلے مگر عقبہ نے انکار کیا اور لوگوں کو وجہ انکار بتاتے ہوئے کہا: مجھ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اگر مکہ کے پہاڑوں کے پرے وہ مجھے پائیں گے تو صبر کے ہتھیار سے میری گردن اڑا دیں گے۔

لوگوں کے اس کے اطمینان کیلئے کہا: ”ہم تمہاری سواری میں سرخ ناقہ دیتے ہیں۔ پھر وہ کس طرح پا سکیں گے؟“ پس وہ ان کے اصرار اور انتظام کی وجہ سے ساتھ ہو گیا اور جب اس کے ساتھیوں کو ہزیمت ہوئی اور وہ اپنی مخصوص ناقہ پر راہ فرار اختیار کرنے لگا تو اسی اونٹنی نے اس کو ایک چٹیل زمین پر لا کر ڈال دیا اور وہ گرفتار کر لیا گیا اور مسلمانوں نے اس کی گردن اڑا دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبر نے اس کی گردن باروی۔

﴿ابو نعیم﴾

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا:

زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب بدر کے قیدیوں سے فدیہ لیا جانے لگا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بے سرمایہ اور تہی دست ہوں، فدیہ کہاں سے دوں؟ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ مال کہاں ہے جسے تم نے اور ام الفضل رضی اللہ عنہا نے دین کیا ہے اور تم نے ام الفضل رضی اللہ عنہا کے بارے میں وصیت کی ہے اور اگر مارا جاؤں تو یہ مال میرے تینوں بچوں فضل، عبد اللہ اور قثم کا ہے۔“

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں یقین کے ساتھ سمجھ چکا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مال دفن کرنے والی بات میرے اور میری بیوی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

﴿ ابن اسحاق، بیہقی ﴾

ابولہب کے عذاب میں تخفیف:

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ابولہب نے ثوبیہ کو آزاد کیا تھا اور ثوبیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا جب ابولہب مر گیا تو اس کے گھر والوں میں سے کسی نے اسے یہ حالت خواب بری حالت میں دیکھا تو ابولہب سے پوچھا کس حال میں ہو؟ جواب دیا کہ تم لوگوں سے جدا ہونے کے بعد کوئی راحت بھی نہ پائی، بجز اس کے کہ ثوبیہ کو آزاد کرنے کے سبب میں نے اتنا پانی پیا ہے یہ کہہ کر اس نے اپنے ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ اور انگلیوں کے درمیان کڑھے کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی صرف چند قطرے پانی مل سکا ہے۔

﴿ ثوبیہ ابولہب کی لونڈی تھی جسکو اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں آزاد کر دیا تھا۔ ﴾

﴿ بخاری، مسلم ﴾

قباث بن اشیم لیشی کا ایمان لانا:

حضرت ابان بن سلمان رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قباث بن اشیم لیشی کے قبول اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ عرب کے کچھ لوگ اس کے پاس گئے اور اظہار واقعہ کے طور پر بیان کیا کہ مکہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت کیا ہے اور وہ ایک نئے دین کی دعوت دیتے ہیں۔ قباث یہ باتیں سن کر کھڑا ہو گیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے اس سے فرمایا: ”قباث بیٹھو! تو وہ غم زدہ اور خاموش بیٹھ گیا۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ”تم یہی سمجھتے ہونا کہ اگر خواتین قریش ہی اپنی پردہ پوش چادروں میں لپٹ کر نکل آتیں تو وہ بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کو میدان سے بھگا دیتیں۔“ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن کر قباث نے عرض کیا: اس ذات جل و علیٰ کی قسم! گزارش کرتا ہوں کہ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ ہماری ہدایت کیلئے بھیجا کہ ان باتوں کیلئے میری زبان نے حرکت کی نہ لب بے، میری آواز نکلی نہ کسی نے اسے سنا۔

اے واقف اسرار! یہ تو ایک وجدانی تاثر، ضمیر کی کیفیت اور دل کے زانو میں بند شدہ بات کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر فرما رہے ہیں۔ بے شک و شبہ آپ خدا کے رسول ہیں۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبده و رسوله

﴿ بیہقی ﴾

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کا دشمنی کے ارادہ سے مدینہ آنا اور اسلام قبول کرنا:

حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، دونوں بزرگوں نے

بیان کیا کہ جب مشرکین کا سفیر مکہ واپس پہنچا تو اطلاع پا کر عمیر بن وہب جمعی آیا اور امیہ مقتول کے بیٹے صفوان کے قریب حجر اسود کے نزدیک بیٹھ گیا۔ صفوان نے کہا: ”بدر میں مرنے والوں کی وجہ سے زندگی بدمزہ اور بے کیف ہے۔“ عمیر نے اس کی بات سن کر آہ سرد بھری اور بولا:

”سچ کہتے ہو، زندگی میں کوئی لطف باقی نہیں رہا، ہر شے اجنبی اور منظر سنسان اور زمین و آسمان اداس معلوم ہوتے ہیں۔“

تھوڑی دیر تو قف کے بعد عمیر نے پھر سکونت اور خاموشی کو توڑتے ہوئے کہنا شروع کیا: ”اے انہی صفوان! اگر میری گردن پر بارِ قرض نہ ہوتا اور اہل و عیال کی کفالت اور ضروریات کیلئے اندوختا ہوتا، تو پھر میں یقیناً مدینہ پہنچتا اور محمد (مصطفیٰ ﷺ) کو موت کے گھاٹ اتارتا (نعوذ باللہ) اور اگر نا معلوم وجہ کوئی مانع آجاتی تو ایسی صورت میں میرے خیال میں ایک بات ہے، میں اس کا سہارا لے کر حیلہ سازی کر لیتا۔ وہ بات یہ ہے کہ ان سے میں کہہ دیتا کہ اپنے قیدی بیٹے سے ملنے آیا ہوں۔“

عمیر کی یہ سنجیدہ باتیں سن کر صفوان خوش ہو گیا اور کہنے لگا:

”اے شریک رنج اور رازدار عمیر! تیرا کل قرض میرے ذمہ اور تیرے اہل و عیال کا نفقہ وہی ہوگا جو میرے اہل و عیال کا ہے اور اس کے علاوہ جس قدر گنجائش میں ہرگز اس سے دریغ نہ کروں گا۔“

اس کے بعد صفوان نے عمیر کیلئے ایک گھوڑے کا انتظام کیا، رخت سفر دیا اور ایک عمدہ تلوار صیقل کرنے اور دھار بنانے کیلئے آہنگر کے حوالے کی۔ عمیر نے صفوان سے کہا: ”اس منصوبے کو میرے لوٹ آنے تک راز رکھنا اور ہرگز کسی کو کوئی بات نہ بتا دینا۔“ اس کے بعد عمیر روانہ ہوا، یہاں تک کہ مدینہ منورہ پہنچ گیا اور مسجد نبوی کے دروازے پر اتر کر اپنی سواری کو باندھا اور تلوار لے کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچنے کا ارادہ کیا۔ اتفاقاً اسی وقت حضرت عمرؓ بھی آگئے اور حضرت عمرؓ اور وہ دونوں ایک ساتھ داخل ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: ”آؤ عمر بیٹھو، پھر عمیر سے مخاطب ہو کر ارشاد کیا: عمیر تمہارا آنا کیونکر ہوا؟ عمیر نے جواب دیا: ”اپنے قیدی سے ملنے جو آپ کے پاس قید ہے۔“ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جھوٹ بولنا بری بات ہے اور عمیر مردانگی کے خلاف۔“ عمیر نے پھر کہا: ”میرا مقصد اپنے قیدی بیٹے کو دیکھنے کے سوا کچھ نہیں۔“

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم نے صفوان بن امیہ سے حجر اسود کے پاس کچھ قول و قرار کیا ہے؟“ عمیر نے حیرانی اور سرگردانی کے عالم میں کہا: ”کیا کہہ رہے ہیں، آپ؟ میں نے تو اس سے کچھ بھی طے نہیں کیا۔“ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”کیا تمہیں صفوان نے ایک خاص مقصد کیلئے اس شرط یا قیمت پر آمادہ نہیں کیا ہے کہ وہ تمہارے اہل و عیال کا کفیل اور تمہارے اوپر جو قرض ہے اس کی ادائیگی کا ذمہ دار ہے؟“ عمیر نے حیرت زدہ ہو کر عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ میں تو رام ہو گیا اور شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ صفوان اور میرے مابین یہ قرار دواؤ راز دار نہ معاملہ کی ایک اعلیٰ ترین مثال

ہے، میرے اور اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس درجہ پر مرتبہ راز سے آپ ﷺ کو مطلع فرما دیا۔ پس میں اللہ تعالیٰ پر اور آپ کی نبوت و رسالت پر سچے دل سے ایمان لاتا ہوں۔“ اس کے بعد حضرت عمیر رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ واپس ہو گئے اور جا کر دعوت دین میں مصروف ہو گئے جس کے نتیجے میں جن کو توفیق الہی ہوئی مسلمان ہو گئے۔

﴿بیہقی، ابو نعیم، طبرانی﴾

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر مطعم زندہ ہوتے اور وہ مجھ سے گرفتار بدر کے بارے میں کہتے تو میں قیدیوں کو رہا کر دیتا۔

﴿بیہقی﴾

حضرت جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بدر کے قیدیوں کے بارے میں گفتگو کرنے آیا، آپ ﷺ اس وقت صحابہ کرام کو نماز پڑھا رہے تھے۔ میں نے جب آپ ﷺ کی زبان سے سنا: اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَّالَهُ مِنْ دَافِعٍ ۝ (سورۃ الطور) ترجمہ: ”بے شک تیرے رب کا عذاب ضرور ہونے والا ہے، اسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔“

﴿ابو نعیم﴾

غزوہ عطفان کے موقع پر معجزات کا ظہور

محمد بن زیاد، ضحاک بن عثمان اور عبدالرحمن بن ابی بکر رحمہم اللہ وغیرہ بہت سے راویوں نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ کو خبر دی گئی کہ غطفان کے لوگ ذی امر میں جمع ہوئے ہیں اور ان کا ارادہ ہے کہ مسلمانوں کو چاروں طرف سے گھیر لیں اور یہ اجتماع دشور بن حارث کی قیادت میں ہوا ہے۔

رسول اللہ ﷺ چار سو پچاس صحابہ کے ساتھ روانہ ہوئے تو وہ بدوی لوگ پہاڑیوں میں روپوش ہو گئے اور آپ اپنے اصحاب کے ساتھ ذی امر میں ٹھہر گئے۔ اس موقع پر کثرت سے بارش ہوئی اور رسول اللہ ﷺ رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے اور بارش کا پانی آپ ﷺ کے کپڑوں سے ٹپکنے لگا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے وادی کے ایک درخت کے پاس جا کر کپڑے اتارے اور نچوڑ کر خشک ہونے کیلئے پھیلا دیئے اور خود زیر درخت لیٹ گئے، بدوی پہاڑ کی چٹانوں میں سے دیکھ رہے تھے، انہوں نے اپنے قائدین ابن حارث سے کہا:

”اے دشور! تو ہمارا سردار اور ایک قوی و بہادر شخص ہے، اس وقت تو محمد (ﷺ) پر

قابو پاسکتا ہے کیونکہ وہ اپنے ہمراہیوں سے دور ہیں۔“

دشور نے اپنی تلوار لی اور اپنی سرداری کا بھرم رکھنے کیلئے چلا آیا، یہاں تک کہ تلوار کھینچ کر حضور نبی کریم ﷺ کے روبرو آیا اور کہا: اے محمد (ﷺ) تم کو اس وقت مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ حضور نبی کریم ﷺ نے بڑے پروقار لہجے میں فرمایا: ”اللہ“

اسکے اعصاب میں لرزش ہوئی اور دل میں دہشت، ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر گر پڑی، آپ ﷺ نے تلوار اٹھالی اور اس کے سر کو زد میں لے کر فرمایا: ”تجھے بھی ہے کوئی بچانے والا؟“ دشمنوں نے عاجزانہ نیاز مندی کے لہجے میں جواب دیا: اے اعلیٰ ترین انسان کوئی بھی نہیں۔“ پھر اس نے توحید اور رسالت کا اقرار و اعتراف کیا اور کلمہ شہادت ”اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد عبده و رسوله“ صدق دل سے پڑھا حضور نبی کریم ﷺ نے اس کی تلوار کو واپس کر دیا اور وہ بھی اجازت لے کر اپنے ساتھیوں کی طرف چل دیا۔

خانہ بدوش بدوؤں نے کہا: ”افسوس ہے کہ تو جا کر کھڑا ہوا، کچھ باتیں بنائی ہوں گی اور پھر لوٹ آیا، حالانکہ تو مسلح تھا اور وہ بحالت آرام بے خبر تھے۔“ دشمنوں نے کہا: ”اے ملامت کرنے والو! مجھے جو کچھ میں نے دیکھا اور جس حالت سے مجھ کو سابقہ پڑا، کاش تم لوگ اس کا کچھ اندازہ کر سکتے۔“ لوگوں نے پوچھا: ”ہمیں بتاؤ“ دشمنوں نے بتایا: ”جب میں تلوار کھینچنے محمد (ﷺ) کے قریب پہنچا تو دفعۃً ایک گورے رنگ کا لمبے قد والا شخص جس کا چہرہ بھی پر جلال تھا نمودار ہوا اور اس نے میرے سینے پر مکا مارا اور میں نیچے گر پڑا۔“

بھائیو! خدائے واحد نے ان کو بچایا ہے بے شبہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ أَنْ يَسْتُطُوا إِلَيْكُمْ
أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ

﴿سورۃ المائدہ﴾

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب ایک قوم نے چاہا کہ تم پر دست درازی کریں تو اس نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دیئے۔“

﴿واقعی﴾

یہود کی عہد شکنی اور جلا وطنی:

یعقوب بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے تین واسطوں سے ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث بیان کی کہ غزوہ بدر کے چھ ماہ بعد رسول اللہ ﷺ نے یہود کا محاصرہ کیا۔ حتیٰ کہ وہ جلا وطنی پر راضی ہو گئے، انہیں اجازت دیدی کہ منقولہ جائیداد میں سے اونٹوں پر جتنا اور جس قدر لے جا سکو لے جاؤ، البتہ اسلحہ کے لے جانے کی ممانعت کر دی تھی، پھر وہ شام چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان یہود کے اس غلط پندار کے بارے میں کہ ہم عالم اور کتاب آسمانی یعنی توریت موسوی کے وارث ہیں اور اس وجہ سے ہم مسلمانوں سے افضل ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دلیل کا جواب قرآن کریم میں عنایت فرمایا ہے:

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِلُوا التَّوْرَةَ، إِلَىٰ قَوْلِهِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

﴿سورۃ الحجۃ﴾

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی نضیر کے اموال ”قی“ کی قبیل سے تھے اور اموال فی خاص رسول اللہ ﷺ کے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ اپنے اہل و عیال کا سالانہ خرچ اس سے

چلاتے اور جو کچھ بچتا اس کو فی سبیل اللہ استعمال فرماتے۔

﴿بخاری، مسلم﴾

موسیٰ بن عقبہ زہری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کلابیوں کی دیت میں ان سے مدد حاصل کرنے کیلئے بنو نضیر کی طرف گئے، بنو نضیر کے یہودیوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا:

”ابوالقاسم ﷺ! آپ تشریف رکھیں، ہمارے ساتھ کھانا کھائیں اور ہماری جانب سے امداد و تعاون کی رقم لے کر تشریف لے جائیں۔“

حضور نبی کریم ﷺ کچھ دیر کیلئے ٹھہر گئے اور اپنے اصحاب کے ساتھ ایک عمارت کے سائے میں بیٹھ گئے ادھر بنو نضیر نے موقع کو غنیمت سمجھ کر مشورہ کر کے طے کیا کہ فلاں یہودی عمارت کی چھت پر چڑھ کر حضور نبی کریم ﷺ کے سر پر پتھر گرا دے، اس طرح آپ ہلاک ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بذریعہ وحی ان کے منصوبے سے آگاہ کر دیا اور آپ اٹھ کر چلے آئے۔ بعد ازاں یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ أَنْ يَسْطُورُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ

﴿سورۃ المائدہ﴾

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو، جب ایک قوم نے چاہا کہ تم پر دست درازی کریں تو اس نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دیئے۔“

ان کی بار بار کی اور مسلسل ریشہ دوانیوں سے تنگ آ کر حضور نبی کریم ﷺ نے یہود کو مدینہ سے نکلنے کا حکم دیا۔ منافقین مدینہ نے یہود کو اپنے تعاون و امداد کی پیشکش کی اور کہا جنگ و صلح میں ہم ایک ہیں اور متحد ہیں، یہود نے اس امداد کو خوش آمدید کہا اور حضور نبی کریم ﷺ سے کہہ دیا کہ ہم اپنے وطن اور دیار کو گھربار کو نہیں چھوڑ سکتے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے محاصرہ کر لیا، مکانات گرا دیئے اور باغات کو کاٹ کر آگ لگا دی۔ منافقین نے یہود کے ساتھ بھی نفاق کا رویہ اختیار کیا اور کوئی امداد نہیں کی چنانچہ یہود نے اب خود مدینہ چھوڑ دینے کی درخواست کی اور حضور نبی کریم ﷺ نے علاوہ ہتھیاروں کے قابل منتقلی سامان کو اونٹوں پر ہمراہ لے جانے کی اجازت دیدی۔

﴿بیہقی، ابونعیم﴾

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مدینہ منورہ سے اٹھ کر بنو نضیر کی طرف گیا تھا کہ اسی موقع پر عمرو بن سعدی آیا اور کھنڈرات دیکھ کر بنی قریظہ کی طرف گیا اور کہا: میں عبرت کے مناظر دیکھ کر آ رہا ہوں۔ میں نے بزرگی اور شرافت، علم و عزت اور برتری و عظمت کے بعد اپنے بھائیوں کے محلات کی جگہ کو ایران، سنسان اور وحشت ناک صورت میں دیکھا، وہ اپنے اموال و جائیداد کو چھوڑ کر ذلت و خواری کے ساتھ نکل گئے اور اللہ تعالیٰ کسی قوم پر یہ ذلت و خواری بغیر کسی وجہ کے مسلط نہیں کرتا۔ میرا مشورہ مانو تو چلو، ہم محمد مصطفیٰ ﷺ کی دعوتِ اسلام قبول کر لیں، خدا کی قسم! تم خوب جانتے ہو کہ وہ نبی برحق ہیں۔

﴿واقفی﴾

ابن الہییمان ابو عمرو اور ابن جو اس دونوں نے جو کہ یہود کے بہت بڑے عالم تھے۔ ان کی نبوت اور آنے کی بشارت دی اور یہ دونوں یہودی بزرگ اپنے وطن بیت المقدس کو چھوڑ کر اس بے آب و گیاہ علاقہ میں آگئے تھے اور ان ہی نبی میشر کے انتظار میں یہ سب کچھ وہ کر رہے تھے، ان دونوں بزرگوں کا سلام ان نبی کو پہنچائیں، پھر وہ دونوں فوت ہو گئے، اور ہم نے ان کے جسموں کو اسی سنگلاخ زمین میں دفن کر دیا۔ عمرو کی یہ ترغیب سن کر زبیر بن باطانے کہا: میں نے حضور نبی کریم ﷺ کے اوصاف باطا کی، اس کتاب توریت میں پڑھے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اور ان نسخوں میں موجود نہیں ہے، جو ہمارے پاس اب ہیں اور ہم جنہیں پڑھتے ہیں۔ یہ سن کر اس سے کعب بن اسد نے کہا: ”پھر کون سے اسباب اور وجوہ ہیں جو تم کو ان نبی کی اطاعت سے روکے ہوئے ہیں؟“ اس نے کہا: ”بس تم مانع ہو!“

کعب نے پر زور لہجے میں کہا: ”یہ تم کس طرح کہتے ہو، میں تو تمہارے اور ان کے درمیان کبھی حائل نہیں ہوا۔“ زبیر نے کہا: ”تم ہی ہمارے پیش رو ہو، اگر تم ان کی پیروی کر لو تو پھر ہمارے لیے آسان ہو جائے اور کوئی رکاوٹ نہ رہے۔“ اس کے بعد عمر بن سعدی کعب کے رو برو کھڑا ہوا، اور اس سلسلے میں دونوں کے درمیان سخت کلامی ہونے لگی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو نضیر کے محاصرہ کے زمانہ میں جبکہ وہ طویل ہو گیا تھا، ایک روز حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے، حضور نبی کریم ﷺ اس وقت سردھور ہے تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ”عَفَا اللَّهُ عَنْكَ“ اے اللہ کے نبی! مسلمان اتنی جلدی ملول ہو گئے اور ہم نے تو اب تک اپنے جسموں سے ہتھیار نہیں اتارے ہیں، جب سے آپ نے ان کا محاصرہ کیا ہے۔ اٹھئے اور اپنے ہتھیاروں کو لگائیے، خدا کی قسم! میں ان کو کچل دوں گا جیسا صاف پتھر پر انڈا کچلا جاتا ہے، تو ہم نے ان پر چڑھائی کی اور فتح عطا ہوئی۔

﴿ابو نعیم﴾

کعب بن اشرف کی اسلام دشمنی اور اسلام کی ہجو کرنا بالآخر واصل جہنم ہونا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان صحابہ کرام کے ساتھ ”بقیع الغرقہ“ تک تشریف لے گئے، جن کو کعب بن اشرف کو قتل کرنے کیلئے روانہ فرمایا تھا، اور حضور نبی کریم ﷺ نے وصیت فرمائی: بسم اللہ کہہ کر جاؤ اور رسول اللہ ﷺ نے ان کیلئے دعا فرمائی کہ اے خدا ان کی مدد فرما۔

﴿ابن اسحاق، ابن راہویہ، احمد، بیہقی﴾

حضرت عبداللہ بن معقب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حارث بن اس رضی اللہ عنہ کو کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے سلسلے میں ایک زخم آ گیا، جب وہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں واپس آئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے ان کے زخم پر اپنا لعاب دہن لگا دیا، اس کے بعد زخم میں تکلیف نہ رہی، (اسی حدیث کو واقدی رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

﴿بیہقی﴾

غزوہ احد میں معجزات کا ظہور

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا میں نے مکہ سرزمین نخلستان کی طرف ہجرت کی ہے، تو میں نے خیال کیا کہ شاید یمامہ یا ہجر کی طرف ہجرت ہوگی، مگر وہ سرزمین نخلستان، مدینہ کی سرزمین تھی۔ اس کے بعد میں نے ایک خواب دیکھا: ”میں نے تلوار کو گھمایا تو وہ درمیان سے ٹوٹ گئی۔“ اس کی تعبیر یوم احد کی مصیبت ہے، اسی سلسلہ میں خواب میں پھر ”میں نے اسی شکستہ تلوار کو گھمایا تو وہ تلوار بہت اچھی درست حالت میں ہو گئی۔“ تو یہ بات وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آخر میں ہم کو فتح یاب فرمایا اور مسلمان پھر مجتمع ہو گئے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں نے اس خواب میں ایک گائے بھی دیکھی اور دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے خیر بھیجی ہے، گائے سے مراد تو وہ عجلت ہے جو یوم احد مسلمانوں میں پیدا ہو گئی تھی اور وہ خیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی، اس سے مراد وہ حقیقی خیر و ثواب ہے جو اللہ تعالیٰ نے یوم احد کے بعد ہمیں مرحمت فرمائی۔

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ احد کے موقع پر جب مشرکوں کے آنے کی اطلاع ملی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا کہ مدینہ ہی میں رہا جائے اور یہیں مشرکین سے جنگ کی جائے، مگر جو لوگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے وہ چاہتے تھے کہ مدینہ سے باہر آگے جا کر دشمنوں کو روکا جائے، اور وہیں جنگ کی جائے اور وہ لوگ برابر اپنی بات پر اصرار کرتے رہے، پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جسم پر ہتھیار لگائے اور لشکر اسلام کو کوچ کا حکم دینے لگے تو پھر وہ لوگ شرمندہ ہوئے اور کہنے لگے:

”اے اللہ کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا خیال درست اور آپ کی رائے وقع ہے،

آپ مدینہ سے باہر نہ جائیے اور یہیں جنگ کیجئے۔“

فرمایا: ”مسلمانو! کسی نبی کیلئے سزاوار نہیں کہ اپنے جسم پر ہتھیار لگانے کے بعد اس سے پہلے ہی اتار دے کہ ابھی جنگ اور اس کا انجام سامنے نہ آیا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن جسم اقدس ہتھیار باندھنے سے پہلے گنتنگ کے دوران فرمایا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک محفوظ قلعہ میں ہوں تو اس کی تعبیر مجھے یہی ملی ہے کہ وہ محفوظ قلعہ مدینہ منورہ ہے اور میں نے خواب میں یہ بھی دیکھا کہ میں ایک دنبہ کا تعاقب کر رہا ہوں تو میں نے دنبہ (کیش) سے مراد سردار لشکر لی ہے اور میں نے دیکھا کہ میری تلوار ذوالفقار میں رخنہ آ گیا ہے تو میں نے اس سے مراد یہ لی کہ تم میں رخنہ پڑ گیا ہے اور میں نے دیکھا کہ میں ایک گائے ذبح کر رہا ہوں تو گائے خدا کی قسم خیر ہے۔“

﴿احمد، بزار، طبرانی﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں

ایک کیش کے پیچھے ہوں اور میری تلوار کا کنارہ ٹوٹ گیا ہے۔ میں نے اس کی تعبیر یہ لی کہ میں قوم کے کیش (سردار) کو قتل کروں گا اور اپنی تلوار کے کنارے ٹوٹ جانے کی یہ تعبیر لی کہ میری عترت میں سے کوئی شہید ہوگا، چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلحہ بھی قتل کیا کہ وہ لشکر کفار کا علم بردار تھا۔

﴿احمد، بیہقی، بزاز، حاکمی﴾

موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ ابن شہاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اکثر علمائے حدیث کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار کے سلسلے میں جو بات خواب میں مشاہدہ فرمائی تھی وہ، وہ صدمہ تھا جو جنگ احد میں آپ کے چہرہ انور کو پہنچا۔

﴿بیہقی﴾

گستاخ ابی بن خلف واصل جہنم:

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابی بن خلف نے جب اپنا فدیہ ادا کیا تو اس نے کہا: میں اپنے گھوڑے کو سولہ رطل دانہ کھلاؤں گا اور (نعوذ باللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے موقع پر اس کو استعمال کروں گا، آپ کے سامنے جب اس کا ذکر ہوا تو فرمایا: انشاء اللہ میں اسے قتل کروں گا۔

پھر احد کے موقع پر ابی بن خلف زرہ اور خود اور دوسرے اسلحہ و سامان حفاظت سے لدا ہوا گھوڑے پر سوار ہوا اور کہنے لگا کہ ”محمد صلی اللہ علیہ وسلم (اگلی مرتبہ تو بیچ گئے مگر اب کو ہرگز نہ چھوڑوں گا۔“

احد کا میدان کارزار گرم تھا کہ اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب گھوڑا دوڑایا، اس کے تیور دیکھ کر جان نثاران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو الفہ موت چکھانا چاہا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا راستہ چھوڑ دو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جسم پر نو داؤد زرہ کے درمیان تر قوہ پر نیزے کی آنی کا چمکا لگایا، ابی زخمی ہو کر گھوڑے سے نیچے گرا اور مکہ مکرمہ تک زندہ نہ پہنچ سکا۔ راستے میں ہی دم توڑ دیا۔ ابی بن خلف جب زخمی ہو کر گرا تو اس کے کچھ ساتھی اسے پوچھنے آئے مگر وہ بیل کی طرح ڈکرا رہا تھا، انہوں نے کہا کہ کیوں اتنا شور مچا رہا ہے، تجھے تو ایک معمولی سی خراش آئی ہے، تو اس نے ان سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا ذکر کیا کہ ”میں ابی کو قتل کروں گا۔“ اس کے بعد اس نے کہا: قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو تکلیف مجھ پر گزر رہی ہے اگر وہ اہل ذی الحجاز پر ہوتی تو وہ سب کے سب مر جاتے اور اسی طرح مکہ مکرمہ پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں مر گیا۔

﴿بیہقی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اسی روایت کو عمید الرحمن بن خالد بن مسافر رضی اللہ عنہ نے بھی بروایت ابی شہاب رضی اللہ عنہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔﴾

﴿بیہقی﴾

حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ماتحت تیر اندازوں نے دیکھا کہ تمام مشرکین میدان چھوڑ گئے تو انہوں نے کہا: غنیمت اے لوگو غنیمت! مسلمان بھائی غالب آگئے، تم کس انتظار میں کھڑے ہو؟ بس اب چلو غنیمت لوٹیں۔“ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکید کو بھول گئے

کہ آئندہ حکم ملنے تک اپنی جگہ کو نہ چھوڑنا۔

انہوں نے کہا: ”جنگ ختم ہو چکی ہے اب ضرورت نہیں ہے، ہم کو مال غنیمت ضرور لوٹنا چاہیے۔“ جب وہ وہاں سے بڑے تو مشرکوں کے منہ پھر گئے اور وہ بھاگنے والے مقابلے پر آگئے اور پھر صورتحال بدل گئی، یہی وہ صورتحال ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِيْ اٰخِرِ اَيَّامِكُمْ

﴿سورہ آل عمران﴾

یہ رسول تم کو آخرت کی طرف بلا رہے ہیں، اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس بارہ افراد کے سوا کوئی اور نہیں تھا اور ہم میں سے ستر افراد شہید ہو گئے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام نے بدر کے دن ایک سو چالیس مشرکوں کو مبتلا کیا تھا اور ستر مشرکین قید ہوئے اور ستر مشرکین مارے گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی نصرت جیسی جنگ احد میں ہوئی تھی ایسی کسی جگہ نہیں ہوئی۔ لوگوں نے اس کا انکار کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کا انکار کرنے والوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ یوم احد کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعَدَّهٗ اِذْ تَحْسَبُوْنَہُمْ بِاٰذِنِهٖ

ترجمہ: ”اور بے شک اللہ نے تمہیں سچ کر دکھایا اپنا وعدہ جبکہ تم اس کے حکم سے کافروں کو قتل کرتے تھے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جس کا مطلب قتل ہے۔ حَتّٰی اِذْ فَبَسَلْتُمْ (سورہ آل عمران) ”کہ جب تم نے بزدلی کی۔“ (اس سے مراد وہی تیر انداز ہیں۔)

اس کا واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تیر اندازوں کو ایک جگہ قائم کر کے فرمایا: ”تم ہماری پشت کی حفاظت کرنا اگر تم یہ بھی دیکھو کہ ہم قتل ہو رہے ہیں تو ہماری مدد کو نہ آنا اور اگر تم دیکھو کہ ہم غنیمت جمع کر رہے ہیں، تب بھی تم ہمارے شریک آ کر نہ بننا، جب رسول اللہ ﷺ قائم ہوئے اور مشرکوں کے لشکر کو تہہ و بالا کر دیا تو تمام تیر انداز لشکر میں آ کر مال غنیمت حاصل کرنے لگے اور وہ تیر انداز رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی صفوں میں شامل ہو کر ان سے گھل مل گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو ملا کر بتایا اور ایک دوسرے میں مدغم ہو گئے۔ جب تیر اندازوں نے اس جگہ کو خالی کر دیا، جہاں ان کو متعین کر دیا گیا تھا، تو اس جگہ یعنی نبی کریم ﷺ کے اصحاب کی پشت سے مشرکوں کے تھوڑے سے سوار داخل ہو گئے، ایسی حالت میں بعض نے بعض کو قتل کیا اور مسلمانوں میں سے بہت سے لوگ شہید ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کیلئے ان کا ابتدائی پہر (کامیابی کا پہر) تھا، یہاں تک کہ مشرکوں کے ساتھ یا نو علمبردار مارے گئے، اس وقت شیطان نے آواز لگائی: ”قَتَلَ مُحَمَّدٌ“ (نعوذ باللہ) اس آواز کے صحیح ہونے میں کسی نے شبہ نہیں کیا، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ، سعدین کے درمیان

ظاہر ہوئے اور ہم نے آپ کے جھک کر چلنے کے سبب سے پہچانا، اس وقت ہمیں اتنی خوشی ہوئی کہ اب تک جو مصیبت ہمیں پہنچی تھی گویا ایسا معلوم ہوا کہ کوئی مصیبت ہی نہیں پہنچی۔ حضور نبی کریم ﷺ ہماری طرف بلندی پر صعود فرما رہے تھے اور فرماتے تھے کہ اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا غضب شدید ہو گیا ہے۔ جس قوم نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے روئے تاباں کو لہولہان کیا ہے اور دوسری مرتبہ آپ نے فرمایا: "اللَّهُمَّ لَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَعْلَمُوا" ترجمہ: "الہی ان کیلئے سزاوار نہیں کہ یہ ہم پر غلبہ پائیں۔"

﴿ احمد، بیہقی ﴾

نبی کریم ﷺ جبرئیل و میکائیل علیہم السلام کی محافظت میں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ یوم اُحد میں میں نے رسول اللہ ﷺ کی داہنی اور بائیں جانب سفید لباس میں دو شخصوں کو دیکھا کہ وہ آپ ﷺ کی طرف سے شدید لڑائی لڑ رہے تھے، میں نے ان دونوں شخصوں کو نہ اس سے پہلے دیکھا، نہ اس کے بعد دیکھا، یعنی یہ حضرت جبرئیل رضی اللہ عنہ اور حضرت میکائیل رضی اللہ عنہ تھے۔

﴿ بخاری، مسلم ﴾

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے اس حدیث کو اس طرح بیان کیا ہے کہ بدر کے سوار فرشتوں نے کسی اور جگہ (جنگ میں) قتال نہیں کیا اور کہا کہ ان کی مراد یہ ہے کہ فرشتوں نے یوم اُحد مسلمانوں کی طرف سے قتل نہیں کیا، جبکہ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی اور وہ حضور نبی کریم ﷺ کے حکم پر قائم نہ رہے، اور واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشائخ سے آیت کریمہ: "بَلَىٰ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا" (سورۃ آل عمران) ترجمہ: "ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر و تقویٰ کرو۔" کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ انہوں نے صبر نہیں کیا اور پھیل گئے تو ان کی مدد نہیں کی گئی۔ (اسے بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔)

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے صبر و تقویٰ پر مسلمانوں سے پانچ ہزار نشان فرشتوں کے ذریعہ ان کی مدد کا وعدہ فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا بھی! مگر جب مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی نافرمانی کی اور اپنی صفوں کی جگہ کو چھوڑ دیا اور دنیا کا ارادہ کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرشتوں کی مدد کو اٹھالیا۔

﴿ بیہقی ﴾

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت:

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشائخ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب مشرکین میں بھکڑ مچ گئی اور تیر اندازوں نے جگہ چھوڑ کر مال غنیمت کو جمع کرنا شروع کر دیا تو مشرکین پلٹ پڑے اور ان کو شہید کرنا شروع کر دیا، مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں اور ان کی چھکی چلنے لگی۔ ہوا حائل ہو گئی اور وہ پلٹ کر چلنے لگی حالانکہ اس سے قبل صبا چل رہی تھی۔ ابلیس نے منادی کر دی کہ (معاذ اللہ) محمد (ﷺ) قتل کر دیئے گئے اور اس طرح مسلمان آپس میں مل گئے اور غیر شعوری طور پر اپنوں ہی کو قتل کرنے لگے۔

جلدی اور دہشت میں بغیر امتیاز کے ایک دوسرے کو مارنے لگے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو لشکر اسلام کے علمبردار تھے اس گیرودار میں شہید ہو گئے تو ایک فرشتے نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی صورت میں علم کو پکڑ لیا، اس دن فرشتے تو موجود تھے مگر انہوں نے قتال نہیں کیا۔

﴿ ابن سعد ﴾

فرشتوں کا مدد کرنا:

محمود لبید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت فرمایا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھائی میں تشریف فرما تھے، میں نے عرض کیا: ”میں نے ان کو پہاڑ کے پہلو میں دیکھا ہے۔“ یہ سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کے ساتھ فرشتے کافروں سے قتال کر رہے ہیں۔

حضرت حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ سن کر میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو میں نے ان کے پاس (مشرکوں) سات لاشوں کو پڑا پایا۔ میں نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھ کو فتح مندی عطا کرے گا۔ ان سب کو تم نے قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس کو اور اس کو تو میں نے قتل کیا ہے۔ (لاشوں کی طرف اشارہ کر کے کہا) اور بقایا کو اس نے قتل کیا ہے۔ جس کو میں نے نہیں دیکھا! یہ سن کر میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔

﴿ طبرانی، ابن سعد، ابن عساکر ﴾

محمد بن شریب بن محمد بن شریب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ یوم احد میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ علم کو اٹھائے ہوئے تھے۔ ان کا داہنا ہاتھ قطع ہو گیا تو بائیں ہاتھ میں علم لے لیا۔ اس وقت ”وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل“ ان کی زبان پر تھا، ان کا بائیں ہاتھ بھی کٹ گیا۔ لیکن انہوں نے علم کو گرنے نہیں دیا اور اپنے دونوں بازوؤں سے جن سے خون کے سوتے جاری تھے، پرچم اسلام کو سینہ سے لگا لیا۔ اس کے بعد وہ شہید ہو گئے۔

﴿ ابن سعد ﴾

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ جب کٹ کر گرا تو اس وقت شدت تکلیف سے کلمہ ”آہ“ ان کی زبان سے نکلا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے طلحہ! اگر تم اللہ تعالیٰ کا نام لیتے تو تم کو فرشتے اٹھا لیتے اور لوگ اس منظر کو دیکھتے ہوتے اور تم فضائے آسمانی میں گم ہو جاتے۔

﴿ نسائی، طبرانی، بیہقی ﴾

حضرت عبد اللہ بن عون رضی اللہ عنہ حضرت عمیر بن اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہٹ کر لوگ پھیل گئے اس وقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑے ہوئے تیر اندازی کرتے رہے تھے اور ایک جوان ان کو تیر دے رہا تھا، جب کوئی تیر ان کی

طرف آتا تو وہ اس تیر کو پکڑ کر انہیں دے دیتا اور کہتا اے ابو اسحاق تیر پھینکو! جب جنگ سے فراغت ہوئی تو لوگوں نے اس جوان کو تلاش کیا مگر وہ کسی کو نہیں ملا اور کوئی اس کے بارے میں نہ جان سکا۔

﴿ابن سمان، بیہقی، ابن عساکر﴾

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ زہری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ قریش ایک اونچی پہاڑی پر چڑھ گئے یہ دیکھ کر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا خدا یا! انہیں سزاوار نہیں کہ یہ ہم سے اونچے ہوں، اس کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور مہاجرین کی ایک جماعت نے ان کے ساتھ مقاتلہ کیا اور یہاں تک کہ ان کو پہاڑی سے اتار دیا اور مسلمانوں میں جو انتشار اور پراگندگی پیدا ہو گئی تھی وہ دور ہو گئی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اوس اور خزرج ایک دوسرے پر اظہار فخر کر رہے

تھے۔ خزرجیوں نے کہا:

”ہم میں چار افراد ایسے ہیں، جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جمع قرآن کا

کام انجام دیا۔ یعنی حضرت معاذ، زید، ابی اور ابو زید (رضی اللہ عنہ)۔“

☆ اوس کے لوگوں نے مقابلے میں کہا:

”ہم میں ایک شخص ایسا ہے جس کے لیے عرش جنبش میں آ گیا اور وہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

ہیں اور ایک شخص وہ ہے کہ جس کی شہادت کو دو شہادتوں کے برابر قرار دیا اور وہ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ

ہیں اور ہم میں ایک صاحب ایسے ہیں جو غسل الملائک ہیں اور وہ حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ ہیں۔

﴿ابو یعلیٰ، بزار، حاکم، ابونعیم﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ بہ حالت جب احد میں شہید

ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کو فرشتوں نے غسل دیا ہے۔

﴿حاکم﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ احد کے دن جب میرے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ شہید

ہوئے تو ان کی بہن یعنی میری پھوپھی رونے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کے لیے نہ رو، یا پھر فرمایا

ان کے لیے کیوں روتی ہو، فرشتے ان کو اپنے بازوؤں میں چھپائے رہے، جب تک تم نے ان کو نہ اٹھایا۔

﴿بخاری، مسلم﴾

عاصم بن عمر بن قتادہ، محمود بن لبید رحمہما اللہ سے انہوں نے قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی

کہ ان کی آنکھ کو یوم احد صدمہ پہنچا اور وہ نکل کر رخساروں پر آ گئی تو نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک

سے اس کو اپنی جگہ پر رکھ دیا تو وہ دوسری آنکھ سے زیادہ صحیح (روشن) ہو گئی۔

﴿ابونعیم﴾

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا یوم احد رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور کی

حفاظت کرتے ہوئے میرے چہرے پر تیر لگا اور یہ آخری تیر تھا جو حضور نبی کریم ﷺ کی طرف پھینکا گیا،

جسے میں نے ہاتھ پر لے لیا۔ جب حضور نبی کریم ﷺ نے آنکھ کو میرے ہاتھ پر دیکھا تو چشمان اقدس نم

ہو گئیں اور فرمایا الہی! قتاوہ کو محفوظ رکھ جس طرح کہ اس نے اپنے چہرے سے تیرے نبی کے چہرے کو بچایا ہے اور اس کی آنکھ کو دوسری آنکھ سے زیادہ حسین اور تیز نظر بنا دے۔

﴿طبرانی، ابو نعیم﴾

حضرت سعد بن ریح رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن مجھے حضرت سعد بن ریح رضی اللہ عنہ کی تلاش میں بھیجا اور ہدایت فرمائی اگر وہ مل جائیں تو ان کو میرا سلام کہنا اور پوچھنا کہ تم نے معاملات خداوندی کو کیسا پایا۔ میں ان کو شہدائے احد میں تلاش کرتا ہوا، ایسے عالم میں پہنچا کہ ان کی جان لبوں پر تھی، ان کے جسم پر تیر، تلوار اور نیزوں کے ستر زخم تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بے انتہا کرب اور تشنگی کی حالت میں کہا تم حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرنا۔

”اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم؟ میں اس حال میں ہوں کہ جنت کی ہوائیں میرے لیے آ رہی ہیں۔“ اور میرے مدنی انصاری بھائیوں سے کہنا کہ ”اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر جان فدا کرنے میں سستی بھی ہوگئی، تو اس کے لیے بارگاہ الہی میں کوئی عذر نہ چلے گا۔“ یہ پیغامات دینے کے بعد ان کے مجروح جسم سے روح عالم بالا کو پرواز کر گئی۔

﴿حاکم، بیہقی﴾

واقعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خثیمہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں بیان کیا کہ انہوں نے احد کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: افسوس کہ میں بدر کے موقع پر پیچھے رہ گیا تھا، باوجود کہ میں شرکت بدر کے لیے بہت حریص تھا۔ آپ نے میرے لڑکے کی بدر میں شرکت کے لیے قرعہ اندازی فرمائی، اس کا نام نکل آیا، وہ شریک ہوا اور مرتبہ شہادت پایا۔ آج رات میں نے اسے خواب میں دیکھا کہ

”وہ نہایت اچھی صورت میں ہے اور انہار جنت اور سبزہ زار جنت میں مصروف گل

گشت ہے، اس نے مجھے دیکھ کر کہا: والد محترم! میرے پاس آ جائیے! ہم دونوں ان

آرائش گا ہوں میں رہیں گے۔ میں نے ان سب وعدوں کو پالیا جن کی خبر مجھ کو اللہ تعالیٰ

کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ملی تھی۔“

تو اے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم! میں خواب کے بعد سے اپنے بیٹے کی رفاقت کا امیدوار ہوں۔ براہ کرم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے میری شہادت کے لیے دعا فرما دیجئے اور جنت میں اس کی رفاقت کی۔ تو رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور وہ احد کے روز شہید ہوئے۔

﴿بیہقی﴾

شوق شہادت

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی کو حضرت عبد اللہ بن حبش رضی اللہ عنہ نے

احد سے ایک روز پہلے یہ دعا مانگتے سنا:

”اے اللہ تعالیٰ! کل دادی احد میں جب معرکہ کارزار گرم ہو تو ایک بہت صاحب قوت کافر سے مجھے لڑو ادینا وہ سینے پر چڑھ کر مجھے قتل کرے، پیٹ چاک کر دے، میرے ناک کان کاٹ لے۔ پھر اے میرے پروردگار! میں تیرے حضور اس حالت میں پہنچوں تو پھر تو مجھ سے پوچھے کہ یہ کس وجہ سے ہوا ہے؟ تو میں عرض کروں کہ یہ تیری راہ میں ہوا ہے۔ دوسرے دن جب جہاد کیا گیا تو دشمنوں نے ان کے ساتھ ان کی دعا کے مطابق عمل کیا اور ان کے اعضاء کا مشلہ کیا گیا۔

﴿ابن سعد، حاکم، بیہقی﴾

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد کی شہادت:

حضرت عمرو بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ احد کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کو چاٹ کر صاف کیا اور جب ان سے کہا گیا خون کو تھوک دو، تو انہوں نے کہا: میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کو کبھی نہ تھوکوں گا، اس کے بعد وہ لڑنے میں مصروف ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی جنتی شخص کو دیکھنا چاہے تو وہ مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔ پھر وہ شہید ہو گئے۔

﴿بیہقی﴾

عہد شکنی کی سزا:

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بدر کے قیدیوں میں جن لوگوں کو بغیر فدیہ کے چھوڑا گیا، ان میں سے ایک ابو عزہ جحی تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس کے بیٹے کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا اور اس سے عہد لیا گیا تھا کہ آئندہ کبھی جنگ میں شریک نہ ہوگا۔ مگر اس نے عہد شکنی کی اور لشکر کفار کے ساتھ احد میں آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ قتل اور واپسی کے بجائے اس کی حراست عمل میں آئے۔ چنانچہ احد میں صرف ایک قیدی بنایا گیا اور وہ ابو عزہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کر دیا۔

﴿بیہقی﴾

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن ارشاد فرمایا کہ ”آج کے بعد مشرکین اس طرح کی گزند نہ پہنچا سکیں گے۔“

﴿بیہقی﴾

واقدی رحمہ اللہ نے اپنے مشائخ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دن یعنی یوم احد کے بعد مشرکین ہم سے بازی یعنی غلبہ نہ لے سکیں گے، یہاں تک کہ ہم رکن کو بوسہ دیں گے۔

﴿ابن سعد﴾

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معرکہ احد میں جب سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا انہیں ڈھونڈنے لگیں، ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ ان کے ساتھ کیا

معاملہ ہوا ہے۔ تلاش کے دوران حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ملے، ان حضرات سے دریافت کیا: ”حمزہ کہاں ہیں؟“ ان دونوں حضرات نے ایسا جواب دیا کہ جیسے وہ خود بے خبر ہیں، پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ تھا کہ میری پھوپھی جب اپنے بھائی کو اس حالت دیکھیں گی تو بے تاب اور بے قابو ہو جائیں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان کے سینے پر رکھا اور دعا کی تو انہوں نے ”إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ پڑھا اور بغیر آواز نکالے رونے لگیں۔

﴿ ابن سعد، حاکم، بیہقی ﴾

حضرت عوف بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہند بنت عتبہ بن ربیعہ احد میں یہ نذر مان کر آئی تھی کہ اگر میں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر قابو پایا تو ان کے جگر کو نکال کر چباؤں گی، تو اس نے سید الشہداء رضی اللہ عنہم اثناعشر دوران حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جگر کا پارچہ لے کر چبایا اور حلق سے اتارنا چاہا مگر نہ اتار سکی، تو اس نے اُگل دیا، جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آتش دوزخ پر حرام کر دیا ہے کہ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسم کے کسی حصے کو بھی جلانے۔

﴿ حاکم، ابن سعد، بیہقی ﴾

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشائخ سے روایت کی ہے کہ قبل اسلام سوید بن صامت نے زیاد ابو مجذر کو ایک جنگ میں جبکہ وہ دونوں مقابلے پر آئے قتل کر دیا تھا، کچھ دنوں کے بعد مجذر نے اپنے باپ کے انتقام میں سوید کو قتل کر دیا۔ قتل اول سے دوم تک، یہ واقعات اسلام سے پہلے کے ہیں، پھر جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور مدینہ میں رونق افروز ہوئے تو حارث بن سوید اور مجذر بن زیاد رضی اللہ عنہما دونوں اسلام لے آئے اور دونوں بدر میں شریک ہوئے تو حارث اپنے باپ سوید کے انتقال کیلئے مجذر کی گھات میں رہا مگر حارث، مجذر پر قابو نہ پاسکا۔ ایک سال بعد احد کا معرکہ آیا اور حارث اور مجذر مسلمانوں کے لشکر میں صف آراء ہوئے اور گھمسان کے رن کے موقع پر حارث مجذر کے پیچھے آیا اور اس کی گردن اڑادی، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمراء الاسد سے واپس تشریف لائے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر خبر دی کہ حارث بن سوید نے مجذر بن زیاد کو دھوکے سے قتل کر دیا ہے اور حکم پہنچایا کہ حارث کو قتل کر دیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت سخت گرمی میں دوپہر کے وقت مدینہ منورہ کے مضافاتی علاقے قبا تشریف لے گئے، مسجد قبا میں جا کر نماز پڑھی۔ باشندگان قبا نے جب یہ سنا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں تو وہ سلام و نیاز کیلئے حاضر ہونے لگے۔ حارث بن سوید درس سے رنگی ہوئی چادر اوڑھے آیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے دیکھا تو عدیم بن ساعدہ کو بلا کر کہا کہ حارث بن سوید کو مسجد کے دروازے پر لے جا کر مجذر بن زیاد کے قصاص میں گردن مار دو، کیونکہ مجذر کو اس نے دھوکے سے قتل کیا ہے۔

حارث نے عرض کیا: مجھے اقرار ہے کہ میں نے مجذر کو قتل کیا ہے اور میرا یہ فعل ہرگز اسلام سے انحراف کی بناء پر نہ تھا اور نہ ہی اسلام کے حق ہونے میں مجھے کوئی شک و شبہ تھا، لیکن یہ قتل شیطان کے فریب اور نفس کی ادعاء کی بناء پر ہوا ہے اور میں اپنے اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس معصیت کے ارتکاب کی بنا پر استغفار کرتا

اور دیت ادا کرتا ہوں، یا پے در پے دو مہینے کے روزے رکھتا ہوں اور ایک غلام آزاد کرتا ہوں، جب اس نے اپنی پوری بات کر لی تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اے عدیم! اسے لے جاؤ، اور گردن اڑا دو۔“ تو وہ لے گئے اور اس کی گردن ماری، اس بارے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

یا حارب فی سنة من نوم اولکم ام کنت و یحک مغترا بجبریل
ام کیف باین زیاد حین تقتله تغرة فی فضاء الارض مجهول
ترجمہ: ”اے حارث! تم زمانہ جاہلیت کی نیند میں غرق رہے اور اپنی عداوت میں تم نے ابن زیاد کو قتل کر دیا، تم پر افسوس ہے، تم حضرت جبرئیل علیہ السلام کی وحی سے دھوکے میں رہے، اس وقت تمہاری کیا حالت تھی جب تم نے ابن زیاد کو دھوکے سے ایسی زمین میں قتل کیا جس میں کوئی مفر کی راہ نہ تھی۔“

﴿ابن سعد﴾

شہداء اُحد کے جسم چالیس سال بعد صحیح سلامت:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے بتایا: میرے والد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو بہ زمانہ حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ ان کی قبر سے نکالا گیا تو ان کو اسی حالت میں پایا جس حالت میں انہیں دفن کیا گیا تھا۔

﴿بیہقی﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُحد کے شہداء پر ایک مرتبہ اور نالہ و شیون کی آوازیں بلند ہوئیں، جس زمانے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہر کھدائی تو بہت سے لوگ قبر کھودنے پر مامور ہوئے اور انہوں نے بعض شہیدوں کو ان کی قبروں سے نکالا تو چالیس برس کے بعد بھی ان کی وہی حالت تھی، جیسی کہ اُحد کے روز دفن کے وقت تھی، نرمی سے ان کے جوڑ ذی روح اجسام کی طرح مڑ رہے تھے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسم پر کھدائی کے دوران کدال پڑ گیا تو اس سے خون جاری ہو گیا۔ اسے بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری سند کے ساتھ نقل کیا ہے اور اسی میں بہ طریق واقدی رحمۃ اللہ علیہ ان کے مشائخ سے مروی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو اس حال میں پایا کہ ان کا ہاتھ زخم پر تھا، ہاتھ ہٹایا گیا تو زخم سے خون بہنے لگا، ہاتھ کو پھر وہیں رکھ دیا گیا تو خون رک گیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد کو ان کی قبر میں اس طرح دیکھا کہ گویا وہ خواب استراحت میں ہیں اور وہ یمنی چادر جس میں انہیں کفن دیا گیا تھا، اس کا ایک تار یا ایک ڈورہ تک نہ بدلا تھا اور جو چیز ان کے پاؤں پر ڈالی گئی تھی، اسی حالت اور صورت میں تھی۔ یہ پانی کی نکاسی کی غرض سے کھدائی ۴۰ ہجری میں ہوئی تھی۔

﴿ابن سعد، بیہقی، ابو نعیم﴾

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے شہدائے اُحد کی قبور کی کھدائی کے بارے میں فرمایا کہ جب زیارت

شہداء کا عام مشاہدہ ہو چکا ہے تو ان کے ”احیاء“ کے بارے میں اب کسی منکر کو مجال انکار نہیں ہو سکتی۔
ایک روایت میں ہے کہ جب قبروں کو کھودا گیا تو مٹی سے ایک لطیف خوشبو مثل مشک ہر طرف پھیل گئی۔

شہداء احد کے مزارات سے سلام کا جواب:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کے بارے میں فرمایا:
میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ سب بارگاہ الہی میں ہیں، تو تم جاؤ اور ان کی زیارت کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، قیادت تک جو بھی ان پر سلام بھیجے گا، وہ ان کو سلام کا جواب دیں گے۔

﴿ بیہقی ﴾

ابی فرودہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن قبور شہداء کی زیارت کی اور فرمایا:

اللهم ان عبدک و نبيک يشهد ان هولاء شهداء و انه من زارهم او سلم
عليهم الی يوم القيمة ردوا عليه

﴿ حاکم، بیہقی ﴾

عطاف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھ سے میری حالہ نے بیان کیا کہ انہوں نے شہدائے احد کے مقابر کی زیارت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے ہمراہ صرف دو غلام تھے جو سواری کی حفاظت کر رہے تھے۔ میں نے صاحبان قبور شہداء کو سلام کیا۔ میں نے اپنے سلام کا جواب سنا اور پھر آواز آئی: ہم تم کو اسی طرح پہچانتے ہیں، جس طرح ہم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔

وہ بیان کرتی ہیں اس کے بعد میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں لوٹ آئی۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ فاطمہ خزاہیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کی اور کہا: ”السلام علیک یا عم رسول اللہ“ (اے اللہ کے رسول کے عم محترم! آپ پر سلام ہو۔) تو میں نے اس کے جواب میں سنا: ”وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ“

﴿ بیہقی ﴾

قبر سے تلاوت قرآن کی آواز:

ابن مندہ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے اس مال کے پاس پہنچنے کا ارادہ کیا جو بن میں تھا تو مجھے رات نے آلیا اور میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو ابن حزام رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس پناہ لے لی اور میں نے قبر سے قرأت کی آواز سنی۔ پھر جب میں لوٹا تو میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کو بتایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرأت کرنے والے عبداللہ رضی اللہ عنہ تھے۔ شاید تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی روحوں کو قبض کر کے زبرد و یا قوت کی قدیلوں میں رکھتا ہے، پھر ان کو جنت کے وسط میں لٹکا دیتا ہے، رات بھر کیلئے روئیں اپنے جسموں کے پاس آتی ہیں اور فجر تک رہتی ہیں، پھر اپنے مقامات پر واپس ہو جاتی ہیں۔

حَمْرَاءُ الْأَسَدِ كَامَجْزِهِ:

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ ابوسفیان نے عبدالقیس کے ان سواروں سے جو مدینہ جا رہا تھا کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادینا کہ ہم ان پر پلٹ آنے والے ہیں تاکہ ہم ان کا قلع قمع کر دیں، جب وہ سوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ابوسفیان کا پیغام دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اصحاب کرام نے کہا: "حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب سیدنا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو نمرود نے آگ میں ڈالا تو انہوں نے کہا تھا: "حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ" اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انہی کلمات کو پڑھا۔

فائدہ:

غزوہ احد سے فارغ ہو کر جب مشرکین کئی منزل دور چلے گئے تو انہوں نے سوچا اور آپس میں تبادلہ خیال کرنے لگے کہ "ہم نے حقیقتاً ناقابل تلافی حماقت کی ہے اور وہ یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت کو توڑ دینے کا جو ہمیں سنہری موقع تھا اس سے فائدہ اٹھائے بغیر چلے آئے اور وادی احد میں شکست جب دے چکے تھے تو اس کے فوراً بعد بڑھ کر مدینہ کے گھروں اور عورتوں اور رہے سبے مسلمانوں کو ختم کر دینا چاہیے تھا۔ کچھ کافروں نے کہا: اب لوٹ کر مدینہ پر حملہ کیے دیتے ہیں مگر ہمت نہ ہوئی۔ راستہ میں قریش مکہ کو عبدالقیس کا قافلہ ملا جو مدینہ کی طرف آ رہا تھا اس کے ذریعہ یہ ہوائی پیغام دینے پر اکتفا کیا جس کا ذکر اوپر متن میں ہے۔

ادھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اندیشہ تھا کہ یہ دشمن اسلام کہیں مدینہ پر نہ ٹوٹ پڑیں، اس لیے ابھی تھکے ماندے مسلمانوں نے ہتھیار بھی نہ کھولے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریش کے تعاقب میں چلو پس وہ اطاعت کیلئے کمر بستہ ہو گئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حمراء الاسد تک گئے جو مدینہ سے آٹھ میل پر ہے۔ قرآن پاک میں اجمالاً اس طرح فرمایا گیا:

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَاَتَقُوا عَزِيمًا ۝ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۝ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ۝

﴿سورۃ آل عمران﴾

ترجمہ: "وہ جو اللہ ورسول کے بلانے پر حاضر ہوئے بعد اس کے انہیں زخم پہنچ چکا تھا ان کے نیکوکاروں اور پرہیزگاروں کیلئے بڑا ثواب ہے، وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لیے جتھا جوڑا تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زائد ہوا اور بولے اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز۔" ﴿از مترجم﴾

مسلمانوں کی ایک جماعت پر بنی ہذیل کا حملہ اور معجزات کا ظہور:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹی سی جماعت کو دیکھ بھال کیلئے بھیجا اور اس جماعت پر حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا۔ یہ جماعت مغوضہ خدمت انجام دینے کے سلسلہ میں عسفان اور مکہ کے درمیان تھی اور بنی ہذیل کو معلوم ہوا اور ایک سو سے زیادہ افراد مسلح ہو کر مسلمانوں کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور نشاناتِ قدم پر چلتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے جماعت مسلمین کو پالیا اور محاصرہ میں لے کر کہا:

”ہم وعدہ کرتے ہیں اگر تم خود کو ہمارے حوالے کر دو گے تو پھر ہم تم سے نہ کسی کو قتل کریں گے نہ کوئی ایذا دیں گے۔“

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا: ”ہم کافروں کے عہد اور ضمان میں آنا گوارا نہیں کر سکتے۔“ پھر دعا کی: ”اے ہمارے پروردگار! اس صورتحال کی خبر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدے۔“

اسکے بعد کافروں نے تیر اندازی شروع کر دی۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ لڑتے رہے، بالآخر شہید ہو گئے اور تین مسلمان جن میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن دہنہ رضی اللہ عنہ اور ایک اور صحابی باقی رہ گئے۔ ان حضرات کرام سے کافروں نے قول و قرار کے بعد لڑائی بند کر دی۔ جب کافروں نے ان پر قابو پالیا تو کماتوں سے چلوں کو اتار کر باندھ دیا۔ ان مسلمانوں میں سے ایک نے کہا: یہ ان کافروں کی پہلی خلاف ورزی اور دھوکہ ہے انہوں نے چند مسلمانوں کو قتل کر دیا اور حضرت خبیب و زید رضی اللہ عنہما کو مکہ میں لے جا کر فروخت کر دیا۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے خرید لیا چونکہ بدر میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے حارث کو قتل کیا تھا، چند روز ابن حارث کی قید میں گزرے تھے، ایک روز گھر کے کسی فرد سے، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ ایک استرہ کو دیکھ رہے تھے کہ اتفاقاً ایک چھوٹی بچی ان کے پاس چلی گئی، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے ازراہ شفقت بچی کو ران پر بٹھا لیا۔ بچی کی ماں نے دیکھا تو وہ لزر گئی۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اس عورت کے اضطراب کو سمجھ گئے اور انہوں نے کہا: اے خاتون! تم کو اندیشہ ہے اور خوف ہے کہ میرے پاس استرہ ہے اور بچی اتفاقاً میرے پاس پہنچ گئی ہے اب میں اس بچی کو قتل کر دوں گا، یہی بات تہے نا؟

بچی کی ماں کچھ نہ بولی، البتہ اس کی نگاہیں رحم طلب اور لطف کی ملتی تھیں، چنانچہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے یہ تاثر لینے کے بعد فرمایا: ”اے اس معصوم کی ماں! تو اطمینان رکھ، میں انشاء اللہ ہرگز ایسا نہیں کروں گا، مسلمان ایسا نہیں کرتے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ بچی بھی تمام عرب اور قبائل عرب کی طرح آئندہ چند برسوں میں مسلمان ہو گئی تھی اور کہا کرتی تھی: ”میں نے ایسا عجیب اور اچھا قیدی کبھی نہ دیکھا اور میں نے ایسے زمانے میں کہ مکہ میں کسی کا بھی کوئی پھل نہ تھا اور ہمارا قیدی اپنی زنجیروں سے بندھا ہوا،

مگر بایں ہمہ ان کے پاس تازہ ترین انگوروں کے خوشے ہوتے، وہ انہیں کھاتے اور کبھی میں سامنے آجاتی تو کچھ مجھے بھی دے دیتے۔“

راوی حدیث نے فرمایا: وہ جنت کے انگور تھے جو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندے کی بھوک اور پیاس کو رفع کرنے کیلئے عطا فرماتا تھا۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو جب ابن حارث اور اس کے اہل خاندان حرم سے لے کر چلے تو انہوں نے فرمایا: مجھے اتنا موقع دو کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں اور پھر انہوں نے نماز پڑھ کر اپنے رب سے دعا کی: ”اے اللہ! ان نافرمانوں، حد سے متجاوز ہونے والوں اور اسلام کے دشمن ظالموں کو گھیر لے اور پھر انہیں جدا جدا کر کے قتل کر دے اور اس درجہ سنگدل خاندان میں سے کسی ایک کو باقی نہ رکھ۔“

اسی روایت میں بیان ہو چکا ہے کہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے قبل دعا کی تھی کہ اپنے پروردگار صورتحال کی خبر اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور اس واقعہ کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچادی۔

بنی ہذیل کے کچھ لوگ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی نعش کو شناخت کرنے کیلئے ان کے قریب آنا چاہتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ بدر کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے سردارانِ قریش کو قتل کیا تھا، اور ہذیل والے اس کارنامہ سے قریش کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں سے مدافعت فرمائی اور وہ شناخت کیلئے آپ کی نعش کے نزدیک نہ پہنچ سکے۔

﴿ بخاری، بیہقی ﴾

شہد کی مکھیوں کا لاش کی حفاظت کرنا:

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہذیل کے لوگوں نے جب حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو ان کا ارادہ ہوا کہ آپ کا سر کاٹ کر سلافہ بنت سعد قرشی کمی کے ہاتھ لے کر دیں، کیونکہ سلافہ نے نذر مانی تھی کہ اگر میں نے عاصم پر قابو پا کر اس کو قتل کر دیا تو میں اس کے کاسے سر میں شراب نوش کروں گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے مقتول فی سبیل اللہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی نعش کی حفاظت کیلئے شہد کی مکھیوں کو بھیج دیا۔

﴿ بیہقی ﴾

حضرت بریدہ بن سفیان اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو جب خاندان حارث کے لوگ قتل کرنے کیلئے جا رہے تھے، تو انہوں نے اپنے خدا سے عرض کیا:

”اے رب کائنات! میں نہیں سمجھتا کہ کسے قاصد بناؤں اور وہ میرا آخری سلام تیرے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جائے۔“

”پس اے واحد و بے ہمتا، الرحم الراحمین معبود! تو ہی اس کام کو کر دے۔“ خدا کی پیام رسانی

کیلئے، سرکہ رو دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے جھرمٹ میں تھے کہ معاف فرماتے ہیں: وعلیکم السلام

صحابہ کرام نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! کس کے سلام کا جواب عطا فرما رہے ہیں؟“ صحابہ کرام کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا:

”تمہارے بھائی حضرت خبیبؓ کو قتل کرنے کیلئے لے جا رہے ہیں اور وہ ایک آخری سلام خلوص و محبت سے مجھے کر رہے ہیں۔“

پھر وہ دار کے تختے پر دعا کیلئے قبلہ رو ہوئے، ایک شاہد نے بعد میں بیان کیا کہ جب میں نے ان کو طلب کرتے دیکھا تو میں زمین پر لیٹ گیا، اس واقعہ کو ایک سال نہیں گزرا تھا کہ بجز ان لوگوں کے جو زمین پر لیٹ گئے تھے، وہ سب مشرکین ہلاک ہو گئے۔

﴿ بیہقی، ابو نعیم ﴾

بے موسم انگور:

ماویہ باندی سے روایت ہے کہ حضرت خبیبؓ مکہ میں میرے گھر میں قید کیے گئے۔ میں ایک روز ان کے پاس گئی تو میں نے ان کو ایک بڑے تروتازہ اور عمدہ انگوروں کے خوشے کو کھاتے دیکھا حالانکہ اس زمانے میں انگور کا موسم تھا نہ بازار میں اس کا کوئی دانہ۔

﴿ ابن اسحاق ﴾

میرے رب نے مجھے آگاہ کیا ہے:

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد راویوں سے جن میں جعفر ابو ابراہیم اور عبدالواحد بن ابی عون رحمہما اللہ وغیرہ شامل ہیں سے روایت ہے کہ ایک روز ابوسفیان بن حرب نے مکہ میں قریش کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

”اے قریشیو! ایک عجیب مشکل مجھے درپیش ہے کہ جس کا کوئی حل میرے خیال میں نہیں آتا اور وہ مشکل یہ ہے کہ میں پوری قوم میں کسی ایک شخص کو بھی نہیں پاتا جو مدینہ منورہ پہنچ کر محمد (ﷺ) کو قتل کر دے اور بدر کے بعد میرے اندر اور میرے اندر کیا بلکہ پوری قوم کے اندر جو جذبہ انتقام جو جزن ہے وہ اس کا رروائی کے بعد کچھ سرد پڑ جائے، حالانکہ وہ بغیر کسی اندیشہ اور خوف کے تنہائیوں میں اور بازاروں میں پھرتے ہیں۔“

اس کی یہ جذبات انگیز تقریر سن کر ایک اجڈ دیہاتی سفیان کے پاس آیا اور اس کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے بعد اس نے کہا:

”اے سردار! یہ کیا بڑی بات ہے، اگر تم تعاون کرو تو مدینہ پہنچتا ہوں اور محمد (ﷺ) کے قتل کرنے کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ میں تمہارے بھرپور اطمینان اور اطلاع کے طور پر یہ بتا دینا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ میں اس نوعیت کے کاموں کی انجام دہی کیلئے تمام گھاتوں اور پینتروں سے بالکل واقف ہوں اور میرے پاس ایک کرگس کے خافیہ کے انداز کا ایک مہلک خنجر بھی ہے۔“

ابوسفیان گفتگو کے دوران اس کے چہرے اور لہجے کا بہ غور جائزہ لیتا رہا تھا۔ اس نے جواب دیا:

”تو میرا دوست ہے، نہیں پوری قوم کا درد مند ہے لو۔“ پھر اس کو ایک تیز رفتار اونٹ اور سفر خرچ دیا اور مدبرانہ انداز میں نصیحت کے طور پر کہا: ”تو اپنے ارادہ کو بہر صورت پوشیدہ رکھنا، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی مطلع ہو جائے اور محمد ﷺ کو جا کر بتادے۔“ بدو نے اخفا اور رازداری کے خیال سے رات کو سفر کا آغاز کیا اور پانچ راتیں سفر کر کے چھٹے دن صبح کو ظہر الحمرۃ میں آیا اور پھر وہاں سے مدینہ پہنچ گیا اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو بتایا یہ شخص نیت بد کے تحت یہاں آیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے ارادہ کے درمیان حائل ہے۔

اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا:

اے شخص! کیا تو صحیح صحیح نہ بتائے گا کہ تو کون ہے اور کس ارادہ سے آیا ہے اگر تو نے صداقت بیانی اور راست گوئی سے کام لیا تو سچائی تجھے نفع دے گی اور اگر تو نے جھوٹ بولا تو تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میرے رب نے مجھے اس بات سے آگاہ کر دیا ہے جس کا تو نے ارادہ کیا ہے۔

بدو نے کہا: ”اے نادر انسان! مجھے موقع دیجئے اور میرے قول کو نادرست نہ سمجھئے۔“ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”مجھے سب کچھ بتا دیا گیا ہے اگر اس کی خلاف کہے گا، نادرست ہوگا۔ پس ہماری طرف سے اطمینان رکھ اور صحیح صحیح صورت حال بیان کر دے۔“

بدو نے پوری صورت حال بلا کم و کاست بیان کر دی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں تجھے امان دے چکا ہوں تو جا سکتا ہے مگر اس سے زیادہ بہتر تیرے لیے ایک شے اور ہے؟ اس نے دریافت کیا وہ کیا؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ یہ کہ تو دل سے یقین اور زبان سے اقرار کر لے کہ ”اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور میں اللہ کا رسول ہوں۔“

تو اس نے ایسا ہی کیا اور مسلمانوں کے زمرے میں شامل ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے کہا: ”میں لوگوں سے نہیں ڈرتا، میرا دل ہمیشہ قوی اور ارادہ مضبوط ہے، مگر یہاں آ کر جب آپ ﷺ پر نظر پڑی تو میرا فہم فاتر اور رہنمائی سے عاجز ہو گیا اور اپنے قلب میں مجھ کو ضعف معلوم ہونے لگا۔ حیرت ہے آپ ﷺ میرے ارادہ سے باخبر ہو گئے، حالانکہ میں تیز رفتار سائڈنی پر ہر سارباں کو پیچھے چھوڑتا ہوا آیا ہوں، اور میرے ارادے سے نہ کوئی باخبر ہے نہ میرا کوئی رازدار۔“

ظاہر ہے کہ اس پر اسرار نوعیت کے معاملہ سے آپ ﷺ کا واقف ہونا اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوا ہے، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کا نگران اور رکھوالا ہے اور یہی ایک بات اتنی بڑی بات ہے جو آپ ﷺ کی سچائی اور نبی برحق ہونے کی بین دلیل ہے۔“

ستر (۷۰) قراء کی شہادت کا واقعہ:

ہشام بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بتایا میرے والد بیان کرتے تھے کہ جب مسلمان بیرو معونہ میں شہید ہوئے اور عمرو بن امیہ ضمیری رضی اللہ عنہ گرفتار ہو گئے، تو ان سے عامر بن

طفیل نے پوچھا یہ کون ہے اور اس نے ایک شہید مقتول کی طرف اشارہ کیا ہے۔ عمرو بن امیہ نے جواب دیا۔ یہ عامر بن فہیرہ ہیں۔ ان کا جواب سن کر عامر بن طفیل نے کہا: ان کو شہید ہونے کے بعد میں نے آسمان کی طرف لے جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں ان کے اور زمین کے درمیان آسمان تک دیکھتا رہا، اس کے بعد ان کو روک دیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ کو جب ان شہداء کی خبر پہنچی تو آپ نے صحابہ کرام کو ان کی شہادت کی اطلاع دی اور یہ بھی بتایا کہ انہوں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی:

”اے ہمارے مہربان آقا! ہمارے بھائی کو ہماری شہادت کی اور نیز اس بات کی کہ ہم تجھ سے اور تو ہم سے راضی ہو گیا ہے، خبر پہنچا دے“ اور میں ان کی دعا کی مقبولیت کے سلسلے میں تم کو اطلاع دے رہا ہوں۔

﴿بخاری﴾

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آئے اور عرض کیا: کچھ لوگوں کو ہمارے یہاں بھیجیں تاکہ وہ ہمیں قرآن سکھائیں۔ تو آپ ﷺ نے ان کے قبیلے کو تعلیم دینے کیلئے ستر انصاری قراء کو روانہ فرمایا، مگر ان لوگوں نے راستے ہی میں گھیر کر ان سب کو شہید کر دیا، ان قراء نے یہ وقت شہادت دعا کی:

”اے پروردگار! رسول اللہ ﷺ کو ہماری حالت کی خبر کر دیجئے۔“ عین اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ”اے مسلمانو! تمہارے بھائیوں کو شہید کر دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ان دستوں نے یہ دعا مانگی ہے:

”اللهم بلغ عنا نبینا ان قد لقیناک فرصینا عنک و رضیت عنا“

﴿مسلم، بیہقی﴾

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک چھوٹا سا لشکر روانہ فرمایا۔ چند ہی روز گزرے تھے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: ”اے لوگو! تمہارے بھائیوں پر مشرکین حملہ آور ہو گئے ہیں اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور ان میں سے کوئی باقی نہیں رہا ہے۔ ان کی دعا تھی:

اے رب! ہمارے حالات کی اطلاع ہمارے مسلمان بھائیوں کو کر دے اور بے شک ہم اللہ تعالیٰ کے سایہ عاطفت میں ہیں اور اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہے تو میں تمہارے ان بھائیوں کی طرف رسول ہوں اور تمہیں خبر پہنچاتا ہوں کہ وہ خدا سے راضی ہو گئے اور خدا ان سے راضی ہو گیا۔

﴿بیہقی﴾

واقدمی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مجھ سے مصعب بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بروایت ابوالاسود رضی اللہ عنہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی کہ حضرت منذر بن عمر رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے اور مذکورہ بالا قصہ بیان کیا اور کہا کہ عامر بن طفیل نے حضرت عمرو بن امیہ ضمیری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا تم اپنے ساتھیوں کو پہنچانتے ہو؟

انہوں نے کہا: ہاں! تو اس نے انہیں ہمراہ لے کر شہیدوں میں چکر لگایا اور ان سے ہر ایک کے بارے میں معلومات لیتا رہا،

آخر میں دریافت کیا، کیا تم ان شہداء میں کسی کو غیر موجود پاتے ہو؟ جواب دیا کہ ہاں! میں ایک صاحب کو جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں، ان میں نہیں پاتا اور ان کا نام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ ہے۔

اس نے پوچھا: وہ تم لوگوں میں کیسے تھے؟ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: وہ ہم میں سب سے زیادہ صاحب فضیلت تھے۔ عامر... کہا: کیا میں تمہیں ان کا حال بتاؤں؟ انہیں بھالا مارا گیا، پھر اسے نکال لیا تو ایک شخص ان کو اٹھا کر آسمان میں لے گیا اور وہ پھر مجھے نظر نہ آئے اور جبار بن سلمیٰ کلابی نے ان کو بھالا مارا تھا۔

وہ بیان کرتا ہے کہ جب نیزے کی انی ان کے جسم کو توڑ کر اندر داخل ہوئی تو انہوں نے نعرہ مارا: ”فزت و اللہ“ یعنی قسم خدا کی! میں کامیاب ہو گیا۔

اس شخص نے کہا: اس کے بعد میں حضرت ضحاک بن سفیان کلابی کے پاس آیا اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا۔ مجھے اس مشاہدہ نے دعوت اسلام دی اور مجھ پر اسلام اور مسلمانوں کی صداقت اور ثبات و پامردی کا بہت گہرا اثر ہوا اور یہ ایک فطری اور قدرتی تاثر تھا، لہذا میں پورے اذعان و یقین کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔

اس کو نقل کرنے کے بعد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ممکن ہے کہ انہیں اٹھایا گیا ہو اور پھر رکھ دیا گیا ہو، اس کے بعد وہ مفقود ہو گئے ہوں اور اگر اس طرح روایت کو مان لیا جائے تو بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت عروہ رضی اللہ عنہ والی روایت سے تطبیق ہو جائے گی۔

ہم نے موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”مغازی“ میں اس روایت کے ضمن میں دیکھا ہے کہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کا جسم نہ پایا گیا اور لوگ گمان کرتے ہیں کہ فرشتوں نے ان کو دفن کر دیا ہے۔

ایک اور روایت بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند حضرت عروہ رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے متصل ان لفظوں میں روایت کی کہ میں نے قتل کے بعد دیکھا کہ وہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور میں نے ان کو آسمان وزمین کے درمیان دیکھا۔ اس میں یہ نہیں ہے کہ پھر انہیں رکھ دیا اور متعدد سندیں تو یہی بتاتی ہیں کہ آسمان پر لے جا کر ان کو پوشیدہ کر دیا گیا۔

اور ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہم سے واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مجھ سے محمد بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بروایت حضرت عروہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور کسی نے ان کے جسد کو نہیں پایا۔ فرشتوں نے ان کو روپوش کیا۔

غزوة ذات الرقاع کے موقع پر معجزات کا ظہور

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی جانب ایک غزوه میں گئے۔ واپسی کے دوران عضاء کے کثیر درختوں کی وادی کے درمیان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیلولہ کا وقت ہو گیا اور آپ سمرہ کے سایہ دار درخت کے سایے میں لیٹ گئے اور تلوار درخت میں لٹکا دی اور دوسرے لوگ جتھوں کی شکل میں اپنی اپنی پسند کے مطابق مختلف درختوں کے نیچے دراز ہو گئے اور ہم میں سے اکثر سو گئے کہ اچانک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بلایا، جب پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک صحرائی اجڈ (بدو) بیٹھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص نے میری تلوار اٹھائی اور پھر مجھے بیدار کر کے برہنہ تلوار دکھا کر کہنے لگا: اب کوئی ہے جو تم کو مجھ سے بچا سکتا ہے؟ میں نے کہا: ”ہاں! اللہ تعالیٰ، تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی، اس نے اپنی تلوار نیام میں کر لی اور وہیں بیٹھ گیا، اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کچھ سرزنش نہیں فرمائی۔

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہفہ کے نخلستان میں غزوه کیا۔ ایک وقت مسلمانوں کو غافل دیکھ کر اس جنگل کا ایک شخص جس کا نام غورث بن حارث تھا آیا اور تلوار سونت کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا: ”بولنے اب مجھ سے آپ کو کون بچائے گا؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ پھر اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تلوار کو ہاتھ میں لے لیا اور فرمایا: ”اب تجھ کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟“ اس نے کہا: آپ تلوار کا صحیح استعمال کرنے والے اور اس کے اہل ہیں۔

مطلب اس کا یہ تھا کہ مجھ کو کوئی بھی نہیں بچا سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قابو میں ہوں مگر امید ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غفور و کریم سے کام لیں گے۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ دیہاتی اپنے گاؤں میں چلا گیا اور جا کر لوگوں سے کہا: میں تمہارے پاس خیر الناس (بہت شفیق) کے پاس سے ہو کر آیا ہوں، اس کے بعد راوی نے نماز خوف کا ذکر کیا۔

﴿حاکم، بیہقی﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ صفر میں تشریف لے گئے اور ایک درخت کے نیچے قیلولہ فرمایا اور اپنی تلوار کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت سے لٹکا دیا۔ ایک بدوی آیا اور تلوار تان کر سر ہانے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا:

”اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟“ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ! یہ سن کر وہ کانپنے لگا اور تلوار رکھ کر چلا گیا۔“

﴿ابو نعیم﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کے ساتھ نخلستان میں ظہر کی نماز پڑھی تو مشرکوں نے نماز کے دوران حملہ کا ارادہ کیا پھر ان میں سے کسی نے کہا کہ ابھی ٹھہر جاؤ، اس نماز کے بعد مسلمانوں کی ایک نماز اور ہے اور جو ان کو اپنی اولاد سے زیادہ محبوب ہے (نماز عصر) اس وقت ہم ان پر بھرپور حملہ کر دیں گے۔

اسی وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور خبر دی تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف پڑھائی۔

﴿ بیہقی ﴾

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ان لفظوں سے روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہینہ کے لوگوں پر غزوہ کر رہے تھے اور انہوں نے بہت بہادری سے ہمارا مقابلہ کیا۔ ظہر کا وقت ہو گیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ مشرک کہنے لگے اگر ہم ان پر بہ حالت نماز دفعۃً ٹوٹ پڑیں، تو ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور پھر وہ کچھ سوچ کر کہنے لگے کہ ان کی اگلی نماز ایسی آرہی ہے، جو ان کو اپنی اولادوں سے زیادہ محبوب ہے، پس حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بتا کر نماز خوف پڑھائی۔

ابو یماش زرقی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عسفان کے علاقے میں تھے اور مشرکوں پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ امیر تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر ادا کی۔ اس کے بعد مشرکین نے کہا: مسلمان ایسی حالت میں تھے کہ اگر ہم ارادہ کرتے تو اچانک نماز کی حالت میں ان پر حملہ کر دیتے، چنانچہ آیت خوف ظہر اور عصر کے درمیان نازل ہوئی۔

﴿ احمد، بیہقی ﴾

انگلیوں سے پانی کے فوارے پھوٹ پڑے:

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے ان کے قبول اسلام کے واقعہ میں بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کیلئے تشریف لے گئے تو میں مشرکین کے رسالہ سواروں میں تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب میں مقام عسفان میں تشریف فرما تھے تو میں حملہ کیلئے مسلمان لشکر کے سامنے آیا، مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے مقابلے کیلئے نہ کوئی کارروائی کی نہ اندیشہ اور خوف بلکہ آپ نے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کر دی، ہم تمام مسلمانوں کو نماز میں مصروف پا کر حملہ کا ارادہ کرنے لگے تھے مگر پھر کچھ سوچ کر ہم ایسا کرنے سے باز رہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے اس ارادے سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا اور اس کے بعد عصر کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”صلوۃ خوف“ کے طریق پر پڑھائی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ ذات الرقاع میں گئے اور ایک وسیع میدان میں ٹھہرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کیلئے تشریف لے گئے اور میں پانی کا آفتابہ لے کر آپ کے پیچھے روانہ ہوا۔ ہم نے ہر طرف نگاہ دوڑائی کہ کوئی آڑ کی پوشیدہ جگہ مل

جائے تو ہمیں وادی کے کنارے دو درخت نظر آئے اور رسول اللہ ﷺ ان میں سے ایک درخت کے قریب تشریف لے گئے اور حضور نبی کریم ﷺ نے اس کی ایک ٹہنی پکڑ کر فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کے حکم سے میرا حکم مان۔“ تو وہ درخت نبی کریم ﷺ کے ساتھ چل دیا، جس طرح کوئی اونٹ کو ٹیکل پکڑ کر لے جاتا ہے۔ پھر آپ ﷺ اسی طرح ایک دوسرے درخت کے پاس آئے اور اس کی ٹہنیوں کو پکڑ کر فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے حکم سے میری فرمانبرداری کر۔“ تو وہ دونوں درخت مل گئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں بیٹھ گیا اور اپنے دل سے باتیں کرنے لگا۔ اچانک میری نظر اٹھی تو درخت جدا ہو کر اپنی اپنی جگہ کھڑے ہیں اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جگہ توقف فرمایا اور اپنے سر مبارک سے داہنے اور بائیں اشارہ فرمایا، پھر روانہ ہوئے اور میرے پاس آئے اور فرمایا: اے جابر! کیا تم نے میرے کھڑے ہونے کی جگہ کو دیکھا ہے؟

میں نے عرض کیا: ”جی ہاں! یا رسول اللہ ﷺ“ پھر آپ نے فرمایا: ”تم ان دونوں درختوں کے پاس جاؤ اور دونوں میں سے ایک ایک ٹہنی کاٹ لو اور ان دونوں ٹہنیوں کو جہاں میں کھڑا ہوا تھا ایک دہنی جانب اور دوسری بائیں جانب نصب کر دو۔“

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں یہ سن کر میں اٹھا اور ایک پتھر کو لے کر توڑا اور اس کی دھار بنائی اور دونوں رختوں سے ایک ایک ٹہنی کاٹی اور گھسیٹا ہوا لایا اور حضور نبی کریم ﷺ کے کھڑے ہونے کے مقام پر ایک ٹہنی دہنی جانب دوسری بائیں جانب گاڑ دی۔ میں نے واپس آ کر حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے حسب ارشاد ٹہنیاں گاڑ دیں، مگر اے ہادی عالم ﷺ! کیا مجھ سے فرمائیں گے کہ اس عمل سے کیا ہوگا؟

چنانچہ میرے سوال پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”اے جابر رضی اللہ عنہ میں آہا رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ ان دونوں قبروں کے مردوں کو

عذاب دیا جا رہا ہے، تو میں نے یہ پسند کیا کہ میری شفاعت سے ان عذاب قبر اس وقت

تک دور رہے، جب تک یہ ٹہنیاں تر ہیں۔“

پھر ہم لشکر میں آگئے، مجھ سے حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جابر (رضی اللہ عنہ) اعلان کر دو کہ لوگ

وضو کریں، پس میں نے منادی دی: ”اے بھائیو! وضو کرو، مسلمانو! وضو کر لو۔“ میں نے عرض کی کہ اے اللہ

کے رسول ﷺ! لشکر میں تو پانی نہیں ہے۔“ (حضور نبی کریم ﷺ کے واسطے ایک مدنی صحابی کچھ پانی لگا

رکھتے تھے تاکہ ٹھنڈا بھی رہے اور اگر کسی وقت پانی موجود نہ ہو تو فوراً بلاتا خیر مہیا کر دیا جائے۔)

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جابر! فلاں انصاری کی قیام گاہ پر جاؤ وہ ہمارے لیے پانی کی

ضرورت کا خیال رکھتے ہیں، ان سے دریافت کرو مشکیزہ میں کچھ پانی ہے؟“ میں گیا اور دریافت کیا دیکھنے

پر معلوم ہوا کہ اتفاقاً اس میں بھی پانی ختم ہو گیا ہے اور اس کے دہانے پر چند قطرہ آب اس کی سلوٹ میں

ٹھہرے ہوئے ہیں کہ اگر مشکیزہ کے دہانے کو سیدھا کیا جائے تو وہ اس کے جوف میں ڈھلکتے ہوئے جذب

ہو جائیں، پھر میں لوٹ کر آیا اور صورت حال حضور نبی کریم ﷺ کو بتائی۔

میری باتیں سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور اس مشکیزہ کو لے آؤ، میں گیا اور لے آیا اور حضور نبی کریم ﷺ نے اسے اپنے ہاتھ میں لے کر کچھ پڑھا اور دبایا پھر میرے حوالے کر دیا اور فرمایا: لگن لانے کا اعلان کر دو، لوگ فوراً لگن لے آئے، جس کو آپ ﷺ کے آگے رکھ دیا گیا۔ آپ ﷺ نے دست مبارک کو اس کے اندر مستقیم شکل میں اس کے پیندے تک اس طرح پہنچا دیا کہ انگلیوں کے سرے اس سے جا ملے۔ پھر فرمایا: ”اب بسم اللہ پڑھو کر پانی ڈالو۔“ میں نے تعمیل کی، پس آپ کے انگلیوں کے پوروں سے پانی کے سوتے جاری ہو گئے اور تھوڑی دیر میں لگن لباب بھر گیا، اب حضور نبی کریم ﷺ نے حکم دیا: ”اے جابر رضی اللہ عنہ! اعلان کر دو، جن لوگوں کو ضرورت ہو وہ آئیں اور اپنی پانی کی تمام ضروریات پوری کر لیں۔“

لوگ آگے پیچھے آتے رہے، پینے اور وضو کرنے کی ضرورتوں میں استعمال کرتے رہے، مگر لگن جوں کاتوں بھرا ہوا تھا۔ پھر کچھ لوگ آئے اور حضور نبی کریم ﷺ سے گرسنگی کی شکایت کی، جواب دیا گیا: بہت جلد اللہ تعالیٰ کھانے کا انتظام فرما دے گا۔ ہم میں سے کچھ لوگ جنگل میں نکل گئے اور تھوڑا ہی چلے ہوں گے کہ ایک بڑا جانور ہم کو مل گیا، جس کو گھیر کر مارا اور ذبح کر کے پکا لیا اور سب نے شکم سیر ہو کر کھایا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم فلاں فلاں پانچ آدمی اس کی آنکھ کے حدقہ میں داخل ہوئے تو ہم پانچویں میں سے کوئی کسی کو نظر نہیں آیا، ہم پھر باہر نکل آئے اور ہم نے اس کی ایک پسلی نکالی اور اس کی کمان کی مانند کھڑا کیا، ہم نے لشکر کے سب سے بلند قامت شخص کو بلایا اور سب سے اونچے اونٹ پر بٹھا کر اس کے نیچے سے گزرا تو سوار کو اپنا سر جھکانے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

﴿مسلم، بیہقی﴾

کمزور اونٹ کی تیز رفتاری:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں گیا تو میرا اونٹ ست رفتار ہو گیا اور اس نے مجھے تھکا دیا تو رسول اللہ ﷺ میرے قریب سے گزرے اور پوچھا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا: اونٹ نہیں چلتا، اس نے مجھے تھکا دیا اور میں پیچھے رہ گیا ہوں، میری شکایت سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے چھڑی سے اونٹ کو کچوکا دیا اور مجھ سے فرمایا: اب چلو تو پھر میں نے راہ سفر اختیار کی اور وہ اونٹ اس قدر سبک رفتار ہو گیا کہ پورے لشکر سے آگے جا رہا تھا اور میں اس کو احتراماً حضور نبی کریم ﷺ کی سواری سے پیچھے رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک تاریک رات میں میرا اونٹ کھو گیا، میں حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا: ”جابر! کہو کیسا حال ہے؟“ میں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! میرا اونٹ کھو گیا ہے۔“ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”وہ ہے تمہارا

اونٹ جا کر اسے پکڑ لو۔“

وہ کہتے ہیں کہ میں اس طرف گیا جس طرف آپ نے ارشاد فرمایا تھا: مگر میرا اونٹ مجھے نہ ملا، میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں آیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پھر یہی فرمایا: میں گیا وہ نہ ملا، پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ساتھ آئے اور ہم اونٹ کے پاس پہنچ گئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ کو پکڑ کر مجھے دے دیا۔

ہم اسی سفر میں تھے، میرا اونٹ چھوٹے چھوٹے قدم رکھ رہا تھا، میں نے کہا: ”لَهْفُ اِمْهَالٍ“۔ ”افسوس ہے اس کے آہستہ چلنے پر“ قدم نہیں بڑھتا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور پوچھا تم نے کیا کہا: میں نے اپنے اونٹ کی سست رفتاری کی شکایت کی۔ آپ نے اونٹ پر چھڑی سے کچوکا دیا اور وہ اتنا تیز رفتار ہو گیا کہ وہ اس سے پہلے کبھی ایسا تیز رفتار نہ تھا اور وہ مجھ سے اپنی مہار کھینچنے لیے جاتا تھا۔

﴿احمد﴾

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب غزوہ ذات الرقاع کا ارادہ فرمایا تو حضرت علیہ بن زید حارثی رضی اللہ عنہ شتر مرغ کے تین انڈے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے اور کہا: میں نے یہ انڈے اس کے آشیانے سے لیے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جابر ان انڈوں کو پکالو، پھر میں انہیں پکا کر ایک کاسہ میں رکھ کر لایا۔ میں نے روٹی بھی تلاش کی مگر نہ ملی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے ان انڈوں کو بغیر روٹی کے خوب سیر ہو کر کھایا اور کاسہ میں بریاں انڈے اسی مقدار میں موجود تھے۔

﴿واقدی، ابو نعیم﴾

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوہ بنی انمار میں گیا، ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کے بارے میں فرمایا: اسے کیا ہوا ہے، اس کی گردن کٹے۔ یہ بات متعلقہ شخص نے سن لی اور کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری گردن راہِ خدا میں کٹے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! راہِ خدا میں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ شخص جنگِ یمامہ میں شہید ہوا۔

﴿بیہقی﴾

﴿غزوہ بنی انمار اور غزوہ ذات الرقاع ایک ہی جنگ ہے۔﴾

غزوہ خندق میں معجزات کا ظہور

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یومِ احزاب میں فرمایا: اس جارحیت کے بعد قریش کبھی منظم اور بھرپور جنگ اور جارحانہ کارروائی نہ کر سکیں گے، چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بشارت درست ثابت ہوئی۔

﴿بیہقی﴾

حضرت سلیمان بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم الاحزاب کے موقع پر فرمایا کہ قریش نے جب اپنے حلیف قیائل کو ناخوش کر دیا تو وہ انشاء اللہ اب ہم سے جنگ نہ کریں گے۔
 ﴿ ابو نعیم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اسی مضمون کی روایت بیان کی۔ ﴾

﴿ بخاری ﴾

کھانے میں برکت:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم غزوہ خندق کے موقع پر گڑھے کھود رہے تھے کہ ایک چٹان اس میں آگنی۔ تو لوگوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ابھی چلتا ہوں، آپ کے شکم اقدس پر پتھر بندھا ہوا تھا اور تین وقت سے کھانا نہیں کھایا تھا، پس سردار کونین رضی اللہ عنہ کدال لے کر تشریف لائے، چنانچہ چٹان پر ضرب لگائی اور وہ شکستہ ہوگئی، پھر مزید چوٹیں ماریں حتیٰ کہ وہ پاش پاش ہوگئی۔

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ایک ضرورت سے گھر جانا چاہتا ہوں، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: عطا فرمادیں۔ فرمایا: جاؤ! میں گھر آیا اور بیوی سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے دنوں سے کچھ نہ کھانے کا ذکر کیا۔ انہوں نے جواب دیا: کچھ ہو ہیں اور ایک بکری کا بچہ ہے۔ میں نے بچہ کو ذبح کیا اور بھوکا آنا پھوایا، گوشت پکنے کو رکھ دیا، پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہلیہ نے کچھ کھانا تیار کیا ہے، براہ کرم آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک یادداشتی شخص کے ہمراہ گھر پر چلنے کی زحمت فرمائیں۔“

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: ”جابر رضی اللہ عنہ! کھانا کتنا ہے؟“ میں نے مقدار بتادی، آپ نے ارشاد فرمایا: بہت خوب! جب تیار ہو جائے تو میری قیام گاہ پر لے آنا، میں لے آیا، آپ نے اس پر چادر ڈال دی اور اعلان کر دیا کہ تمام مجاہدین اسلام باری باری آ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کھانا حاصل کریں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چادر کے نیچے ہاتھ ڈالتے اور روٹیاں اور بوریاں گوشت تقسیم فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ سارا لشکر بہرہ یاب ہو گیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو دے کر خود بعد میں لیا اور پھر فرمایا: باقی ماندہ گھر پر لے جاؤ اور آس پاس کی عورتوں میں ہدیہ کے طور پر تقسیم کر دو کیونکہ سب لوگ بھوکے ہیں۔

﴿ بخاری ﴾

عبید اللہ بن علی، حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک روز غزوہ خندق کے زمانے میں ایک طباق کے اندر بکری کا بریاں گوشت لایا گیا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابورافع! مجھے بازو دے دو۔

میں نے دے دیا، اس کے بعد پھر فرمایا: بازو دے دو اور میں نے دے دیا۔ تیسری بار پھر فرمایا: بکری کا بازو دے دو، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بکری کے بازو دو ہی ہوتے ہیں۔ آپ نے

فرمایا اگر یہ بات نہ کہتے تو جہنمی بار میں طلب کرتا، تم برابر دیتے رہتے۔

﴿ابو یعلیٰ، ابن عساکر﴾

نمودار پتھر پر تین ضربیں اور تین بشارتیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احزاب کے موقع پر خندق کی کھدائی کیلئے تشریف لے گئے، کدال سے ضرب ماری اور فرمایا ہے یہ ضرب وہ ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ روم کے خزانوں کو مسلمانوں کیلئے مفتوح کرے گا۔ اس کے بعد دوسری ضرب ماری اور فرمایا: یہ ضرب وہ ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ فارس کے خزانوں کو اپنے مسلمان بندوں کیلئے مفتوح کرائے گا، پھر تیسری ضرب ماری اور فرمایا: یہ ضرب وہ ہے جس کے سبب اللہ تعالیٰ اہل یمن کو محبین و مددگار بنائے گا۔

﴿ابو نعیم﴾

حضرت ابن عوف مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ غزوہ احزاب میں خندق کی کھدائی کے وقت ایک بڑا سفید پتھر نکل آیا، اس نے ہمارے لوہے کے آلات اور کدال توڑ ڈالے اور اس کا توڑنا ہم پر دشوار ہو گیا، تو ہم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کدال لے کر اس پر ضرب لگائی اور وہ یکا یک پاش پاش ہو گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر بلند کی اور دوسری ضرب لگائی اور پھر اسی طرح تیسری ضرب لگائی، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے لوگو! پہلی ضرب کے بعد میں نے حیرہ اور مدائن کے محلات دیکھے جو چمک رہے تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا: آپ کی امت ان کو فتح کرے گی اور دوسری مرتبہ میں نے روم کے محلات دیکھے اور مجھ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ان کو بھی مسلمان فتح کریں گے اور میں نے تیسری مرتبہ کی ضرب میں صنعاء کے محلات دیکھے اور پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کرنے والے ان کو بھی فتح کر لیں گے۔

تو اے پرستار ان حق! تم کو نصرت خداوندی اور تائید ایزادی کی یہ بشارت ہے۔ منافقین نے کہا: مسلمانوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم خوشخبری دیتے ہیں کہ وہ مدینہ سے حیرہ اور مدائن کسریٰ کے محلات دیکھ رہے ہیں اور یہ کہ تم ان کو فتح کرو گے، حالانکہ تم لوگ خندقیں کھود رہے ہو، اور اتنی قوت بھی تمہارے اندر موجود نہیں کہ میدان میں نکل کر مقابلہ کر سکوں تو اس موقع پر آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَ اِذْ يَقُولُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اِلَّا غُرُوْرًا ۝

ترجمہ: ”اور جب کہنے لگے منافق اور جن کے دلوں میں روگ تھا، ہمیں اللہ و رسول نے وعدہ نہ دیا تھا مگر فریب کا۔“

﴿ابن جریر، ابن سعد، ابن ابی حاتم، بیہقی، ابو نعیم﴾

حضرت اہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ احزاب میں خندق کھودی گئی تو ایک پتھر نکلا اسے

دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا۔ کسی نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! تبسم کی وجہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: مجھے ان لوگوں پر ہنسی آئی جن کو مشرق سے قید کر کے جنت کی راہ پر لے جائیں گے، مگر وہ اس کو برا سمجھیں گے۔ ﴿ابو نعیم﴾

یہ خبیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آل مغیرہ کے ایک شخص نے کہا: میں محمد ﷺ کو ضرور قتل کروں گا اور پھر اس نے اپنے گھوڑے کو خندق پار کرانے کیلئے ایڑ لگائی، وہ اتنی جست نہ لگا سکا اور خندق میں گر پڑا۔ لوگوں نے کہا: اس کو ہمیں ہی دے دیجئے ہم اس کی دیت ادا کیے دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ اس کو چھوڑ دو، یہ خبیث ہے اور اس کی دیت بھی مکروہ ہے۔ ﴿ابو نعیم﴾

﴿ابو نعیم﴾

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسْتَهْمُ الْبِئْسَاءِ وَالضَّرَّاءُ وَ زَلْزَلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصُرُ اللَّهُ إِلَّا أَنْ نَصَرَ اللَّهُ قَرِيبًا ۝﴾

اور جب مسلمانوں نے احزاب کو یعنی قبائل اور جماعتوں کو بڑی تعداد میں اپنے خلاف اٹھتے دیکھا اور ہر طرف سے زحمت کے سائے ان کی جانب بڑھنے لگے تو انہوں نے اس آیت کو پڑھ کر کہا کہ یہ ہے وہ وعدہ اور اس کا سامان اور یہ ہے وہ ”زلزلوں“ کی کیفیت جس سے ہم دوچار ہیں اور ”نصر اللہ“ کے ہم منتظر ہیں۔

﴿بیہقی﴾

ہوا سے مدد کی گئی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فر ”صبا“ سے میری مدد فرمائی گئی اور قوم عاد کو ”ذہبور“ سے ہلاک کیا گیا۔

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا: جس وقت ”احزاب“ کی رات ہوئی تو شمالی ہوا نے کہا جنوب کی طرف جا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے ماننے والوں کی مدد کر تو جنوبی ہوا نے کہا: رات کو گرم ہوا نہیں چلتی ہے تو کافروں پر صبا کو بھیجا گیا اور اس نے ان کی آگ بجھا دی۔

﴿ابو نعیم، ابن ابی حاتم﴾

بیہقی نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے ”فَارَسَلْنَا عَلَيْهِم رِيحًا“ (سورہ حم السجدہ) ”تو ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی۔“ کی تفسیر میں روایت کی کہ اس ریح یعنی ہوا کی نوعیت ”صبا“ تھی، جو غزوة خندق کے موقع پر مختلف احزاب کفر پر بھیجی گئی۔ ان کے سالن کے دیگ چولہوں پر سے اڑ گئے۔ خیموں کی رسیاں ٹوت

گئیں، اور وہ پتنگوں کی طرح ہوا میں لہرانے لگے: ”وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا“ کے بارے میں فرمایا وہ نظر نہ آنے والا لشکر فرشتوں کا تھا اور فرشتوں کا قتال کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔

مشرکین کی جاسوسی:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ احزاب کی آخری شب بہت زیادہ سرد تھی اور طوفانی ہوا چل رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”کون ہے جو ابھی جائے اور مشرکین احزاب کے ارادوں اور حالات کی خبریں لا کر ہمیں دے اور قیامت کے روز وہ میری معیت قبول کرے۔“

اس بات کا ہم میں سے کسی نے جواب نہ دیا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری مرتبہ پھر وہی بات ارشاد فرمائی اور پھر تیسری بار بھی اس کے بعد فرمایا:

”اے حذیفہ رضی اللہ عنہ! تم اٹھو اور یہ کام انجام دو۔“

میں جب لشکر کفار میں پہنچا تو یوں محسوس ہوا جیسے میں حمام میں پہنچ گیا ہوں اور جب واپس آیا تو ایسا تھا جیسے نخلستان طائف میں شب ماہ کا موسم۔

﴿بیہقی﴾

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حفاظت کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا:

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسری سند کے ساتھ جو روایت کی ہے اس میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”احزاب الکفر میں اضطراب پیدا ہوا ہے، تم پہنچو اور خبریں لا کر دو۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں لوگوں میں کم ہمت بھی تھا اور میرے اعصاب میں سردی وغیرہ کا احساس بھی زیادہ تھا، میں اطاعت و تعمیل کے جذبہ سے روانہ ہوا اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پروردگار عالم سے دعا کیلئے لبوں کو جنبش دی کہ ”اے رب العالمین! حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اس کے آگے، اس کے پیچھے، اس کے داہنے، اس کے بائیں، اس کے اوپر اس کے نیچے سے محفوظ رکھ۔“

انہوں نے بیان کیا: اس روز میں ”مخبر“ خبر دینے والا جاسوس، خون کے پیاسے دشمنوں کی مسلح عسکری تنظیم کے خفیہ اجلاس میں گھس کر ان کے اسرار و موزکاپتہ لگانے کیلئے جانے والا تھا۔ بایں ہمہ میرے اندر قطعی ہراس پیدا نہ ہوا بلکہ میرے اندر کچھ اس نوع کی طمانیت تھی جیسے مجرمین کے جرائمی منصوبے کا سراگ لگانے کیلئے ایک خبری جاسوس روانہ ہو رہا ہو، سردی کا تو ذکر ہی کیا۔

میں کفار کے لشکر میں پہنچا اور میں نے سنا لوگ کہہ رہے تھے: ”کوچ کرو، کوچ کرو۔“ کوئی کہہ رہا تھا: ”ہم یہاں کیسے ٹھہر سکتے ہیں اور وہاں ہواؤں کا شدید ترین طوفان لشکر اور اس کے متعلقات کو زیر و زبر اور تپٹ کر چکا تھا۔ یہ سب کچھ سننے اور دیکھنے کے بعد واپس ہو رہا تھا کہ مجھے کچھ سوار ملے، ان کے سروں پر عمامے تھے اور جن کی تعداد شاید بیس ہوگی، مجھے دیکھ کر رک گئے اور کہنے لگے:

”اپنے امام اور سردار سے کہہ دینا کہ اللہ تعالیٰ نے اشرار کے شر سے آپ کو محفوظ رکھا۔“ اس کے بعد مجاہدین اسلام کے پرسکون ماحول سے گزر کر رسالت مآب ﷺ کے مستقر پر آیا اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ كُفِرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَ تَكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا

﴿سورۃ احزاب﴾

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم پر کچھ لشکر آئے تو ہم نے ان پر آندھی اور وہ لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہ آئے۔“

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات غزوہ احزاب کے موقع پر ارشاد فرمایا: ”کون ہے جو میرے پاس مشرکوں کی خبریں لائے اور اللہ تعالیٰ اسے جنت میں میرا رفیق بنائے۔“

حضور نبی کریم ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی، مگر کسی نے کوئی جواب نہ دیا چنانچہ اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اے حذیفہ رضی اللہ عنہ!“

”بلکہ یا رسول اللہ ﷺ!“ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا۔

”کیا تم نے میری بات سنی ہے؟“ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

”جی ہاں! یا رسول اللہ ﷺ! حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

”پھر کیا تمہیں اس کی تعمیل میں ہچکچاہٹ ہے؟“ حضور نبی کریم ﷺ نے سوال کیا۔

”نہیں تو! صرف سردی بہت محسوس کر رہا تھا۔“ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں عرض کیا۔

”تمہیں سردی محسوس نہ ہوگی، انشاء اللہ۔“ حضور نبی کریم ﷺ نے جواب دیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے اور خبریں لے کر لوٹے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے مجھ کو بالکل سردی محسوس نہیں ہوئی، مگر واپسی کے بعد پھر میں ٹھنڈ محسوس کرنے لگا۔

﴿ابو نعیم﴾

غزوہ احزاب میں رسول اللہ ﷺ کی دعا اور مشرکین کو عبرتناک شکست:

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احزاب کیلئے بددعا کی کہ: ”اللَّهُمَّ مَنزِلَ الْكِتَابِ سَرِيعَ الْحِسَابِ أَهْزِمِ الْأَحْزَابَ اللَّهُمَّ أَهْزِمِ مُهْمٌ وَذَلِّزْ لَهُمْ“

”اے اللہ! کتاب کو نازل کرنے والے اور حساب میں تعجیل فرمانے والے! تو احزاب کو ہزیمت دے، ان کے منصوبے کو خاک میں ملادے اور ان کو ہلا مار۔“

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، خندق کی محسوری ہی سخت طوفانی ہوا میں دیکھ کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”أَبَشِرُوا الْمُؤْمِنِينَ“ مسلمانوں خوش ہو جاؤ۔ تین بار فرمایا۔

پھر ہواؤں نے ان کے خیموں اور ڈیروں کو اکھاڑ پھینکا، دیگوں کو الٹ دیا، طنابوں کو توڑ دیا، ان

کے خوابوں کو پریشان اور ان کے حوصلوں کو خاک میں ملا دیا۔ وہ وادی کے پڑاؤ سے اس طرح سدھارے کہ ایک نے دوسرے کو پلٹ کر بھی نہ دیکھا۔

﴿ ابن سعد ﴾

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں غزوہ احزاب کے موقع پر پیر، منگل اور بدھ کے روز دعائیں کیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تیسرے روز ظہر اور عصر کے درمیان قبول فرمائی گئی اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر چمک اور مسرت کے آثار دیکھ کر پہچان لیا۔

﴿ ابن سعد ﴾

واقفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مشائخ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن عبدود نے خندق کے زمانے میں ایک روز گھوڑے کو مہینز لگا کر پار کر لیا اور کہا: ”کوئی تم میں کوئی مرنے کا خواہش مند ہو تو وہ میرے سامنے آجائے، بے شک اس کو ایسا قاتل کہیں نہ ملے گا۔“

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت کے ساتھ اپنی تلوار اور عمامہ مرحمت فرمایا اور دعا کی: اے اللہ! اس مغرور پر علی رضی اللہ عنہ کی مدد فرما۔“

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تیزی اور بے تابی کے ساتھ اس کی طرف بڑھتے گئے، حتیٰ کہ وہ بالکل قریب ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسی پر زور آواز سے تکبیر کہی کہ راوی کا خیال ہے عمرو کا دل کانپ گیا ہوگا۔ وہ کچھ پیچھے ہوا اور پھر دونوں کا غبار پھیلا اور عمرو دو پارہ ہو کر اس طرح گرا کہ اس کا سر گھوڑے کے ایک طرف اچھل رہا تھا اور دھڑ دوسری طرف تڑپ رہا تھا۔

﴿ ابن سعد ﴾

غزوہ بنی قریظہ کے موقع پر معجزات کا ظہور

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ خندق سے واپس ہوئے اور ہتھیار اتار کر غسل فرمایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہتھیار اتار دیئے اور ہم یعنی فرشتوں نے ابھی ہتھیار نہیں اتارے ہیں، لہذا آپ تشریف لے چلئے، آپ نے پوچھا: کس طرف؟ کہا: وہاں اور بنی قریظہ کی سمت اشارہ کیا اور آپ پھر اسی طرف روانہ ہو گئے۔

﴿ بخاری، مسلم ﴾

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے کہ ایک شخص نے باہر ہی سے سلام کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیزی سے باہر تشریف لے گئے۔ میں بھی دروازے تک گئی، میں نے دیکھا تو وحیہ کلی رضی اللہ عنہ تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ وقفہ کے بعد اندر آ گئے اور فرمایا: اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے تھے اور ہمیں بنی قریظہ کی طرف پہنچنے کا حکم دے گئے ہیں۔ میں نے کہا: آپ نے تو ہتھیار اتار دیئے، مگر ہم نے اتارے اور مشرکوں کا تعاقب کیا حتیٰ کہ ان کو حمراء الاسد پہنچا دیا۔

﴿ حاکم، بیہقی ﴾

فرشتوں کی مدد:

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب تک چاہا بنی قریظہ اور بنی نضیر کا محاصرہ ہم سے کرایا اور بغیر فتح ہم لوٹ کر آتے رہے۔ ایک روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی طلب فرمایا اور سرد دھویا۔ اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور کہا: آپ نے ہتھیار رکھ دیئے، فرشتوں نے ہتھیار نہیں رکھے ہیں۔ پس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک کو دھوئے بغیر ایک کپڑا طلب فرما کر سر سے لپیٹ لیا، ہم کو طلب فرمایا اور جب لوگ آگئے تو بنو قریظہ اور بنو نضیر کے قلعوں اور آبادیوں کی طرف کوچ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے ہماری مدد فرمائی اور بہت آسانی کے ساتھ مسلمانوں کو فتح یاب کیا اور ہم بار تعالیٰ کے فضل کے ساتھ واپس آئے۔

حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن خرم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کی عورتوں میں سے اپنے لیے ریحانہ بنت عمرو کو منتخب فرمایا، مگر اس خاتون نے مسلمان ہونے سے صاف انکار کر دیا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے علیحدگی اختیار فرمائی، اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت پر کچھ اثر بھی ہوا۔ اسی عرصہ میں ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس صحابہ میں رونق افروز تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے کسی کے آنے کی آواز سنی فرمایا: آواز کسی نیک بخت کے فرزند کی ہے جو مجھے ریحانہ کے اسلام کی بشارت دے گا۔

﴿ بیہتی ﴾

بنی قریظہ کے ایک شیخ سے روایت ہے۔ اس نے ہمارے پاس ملک شام سے ایک یہودی آیا۔ اس کا نام ابن الہیمان تھا اور ہم نے اپنی زندگی میں اس سے بہتر شخص نہ دیکھا، وہ بزرگ ہمارے یہاں آ کر ٹھہرا۔ جب بارش نہ ہوئی تو ہم اس سے کہتے کہ دعا کرو اور وہ ہمیشہ یہ کہتا کہ دعا کیلئے نکلنے سے پہلے صدقہ دیدو اور ہم ایسا ہی کرتے، پھر وہ ہمیں لے کر حرہ کے مقام پر آتا اور اللہ ہم مجلس دعا سے اٹھتے بھی نہ تھے کہ بارش ہونے لگتی اور ہماری گھائیاں اور نالے پانی سے بھر جاتے اور یہ بات کوئی ایک دو مرتبہ نہیں کئی بار ہوئی۔ اس نے مرنے سے کچھ پہلے کہا:

”اے بنی اسرائیل! تم خیال کرتے ہو گے میں شام کی خوش منظر اور شاداب زمین اور وادیوں

کو چھوڑ کر اس خشک، بے آب و گیاہ، بجز اور بھوک و افلاس کے علاقہ میں کس وجہ سے آ گیا۔“

ہم نے جواب دیا کہ اس بات کو آپ ہی بہتر طور پر سمجھتے ہیں۔ اس کے بعد اس نے کہا: ”سنو اے صاحبو! یہ سب ترک وطن وغیرہ اس امید پر میں نے کیا کہ نبی آخر ظہور فرمانے والے ہیں اور یہ مقام اور علاقہ ان کی ہجرت کر کے آنے کا مقام ہے۔ میرا خیال تھا کہ شاید میری زندگی میں ایسا ہو کہ انبیاء علیہم السلام کی دعاؤں اور بشارتوں کے مطابق وہ آنے والے نبی مبعوث ہو جائیں۔“

اس نبی کے قبیعین کا خون بہایا جائے گا ان کی عورتوں کی بیوہ اور بچوں کو یتیم کیا جائے گا۔ ان کو ہر طرح سے خوف زدہ کیا جائے گا۔ ان کے باغ اور پھل رہ جائیں گے اور ان پر خدا پھرے ہوئے لوگ

متصرف ہو جائیں گے۔ اب یہودان قرظہ! میں تو محروم رہا، البتہ تم کو مشورہ دیتا ہوں کہ اگر تم کو وہ عہد سعادت ملے تو تم اس سے استغفارہ کرنا، اس کے بعد وہ فوت ہو گیا۔

﴿بیہقی، ابو نعیم﴾

یزید بن رومان اور عاصم بن عمر رحمہما اللہ وغیرہ سے روایت ہے کہ حضرت کعب بن اسد رضی اللہ عنہ نے بنی قرظہ سے کہا کہ اے گروہ یہود! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اور دعوت قبول کر لو، یہ نبی ہیں اور وہی نبی جن کا ذکر تم کتب آسمانی میں پڑھتے رہے ہو اور جن کے بارے میں ابن مریم علیہ السلام نے بشارت دی۔ یہودی نے اپنے پیشوا کعب سے کہا: آپ نے ساری باتیں درست فرمائیں اور وہ دوسری علامات بھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے متعلق ہیں، ہم نے ان کے مطابق آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا ہے مگر اتباع و تقلید اور ان کی دعوت اسلام کی قبولیت پر ہمارے دل مطمئن نہیں ہیں۔

یہودی پیشوا کی یہی باتیں سعید کے دونوں بیٹوں ثعلبہ و اسید اور اسد بن عبید رضی اللہ عنہم کے اسلام لانے کا سبب بنیں، جس رات قرظہ پر فتح پائی گئی اسی رات ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اس روایات کے ماخذ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ سے بروایت واقدی رحمۃ اللہ علیہ ابراہیم بن اسماعیل بن ابی حبیبہ داؤد بن حصین از ابوسفیان مدنی بن ابی احمد رحمہم اللہ روایت کی ہے۔

﴿ابن سعد﴾

حضرت ثعلبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سعید کے دونوں بیٹے ثعلبہ و اسید اور ان کے علاوہ اسد بن عبید رضی اللہ عنہ نے کہا: اے بنی قرظہ کے لوگو! خدا کی قسم! تم خوب جانتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان کے اوصاف ہمارے علماء اور بنی نصیر کے علماء نے بیان کیے ہیں اور یہ جی بنی اخطب ان کا اول درجہ کا پیشوا ہے اور ابن الہبیمان دونوں عالم ہمارے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ سچے ہیں۔ ابن الہبیمان نے تو اپنی موت کے وقت ان (رسول کی) یہی صفت ہم سے بیان کی ہے۔

یہودیوں نے کہا: ہم تو ریت کو نہیں چھوڑ سکتے، جب ان لوگوں کو انہوں نے انکار کرتے دیکھا تو وہ اسی رات اتر کے آگئے، جس کی صبح بنو قرظہ باہر اتر کے آئے تھے۔

﴿ابن سعد﴾

حضرت سعد بن معاذ کی شہادت کی دعا قبول:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ خندق کی جنگ میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو تیر لگا جسے حبان بن عرتم نے ان کی اکھل میں مارا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد خندق میں ہی ان کا خیمہ نصب کر دیا تھا تا کہ مزاج پرسی قریب سے ہوتی رہے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق سے واپس آئے اور ہتھیار جسم اقدس سے الگ کر کے غسل فرمایا تو اچانک حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے، اس وقت آپ سراقس غبار سے پاک و صاف فرما رہے تھے، انہوں نے عرض کیا: ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہتھیار اتار دیئے حالانکہ خدا کی قسم! ہم نے ابھی نہیں اتارے ہیں، ان کی طرف

چلئے، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کدھر!

حضرت جبرئیل ﷺ نے بنی قریظہ کی طرف اشارہ کیا تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور یہود آپ کے حکم پر اتر کے آئے اور حضور نبی کریم ﷺ نے حکم کو حضرت سعد بن معاذ ﷺ کی طرف پھیر دیا۔ حضرت سعد ﷺ نے فرمایا: میں حکم دیتا ہوں کہ ان کے جنگجو لوگوں کو قتل کیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے اور ان کی اموال تقسیم کر دی جائیں، یہ حکم دے کر حضرت سعد ﷺ نے دعا مانگی: الہ العالمین! تو خوب واقف ہے کہ میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب چیز کوئی نہیں کہ میں اس قوم سے جہاد کروں جس نے تیرے رسول اللہ ﷺ کو جھٹلایا اور وطن سے نکالا۔

اے اللہ! میں یقین سے کہتا ہوں کہ تو نے ان کے اور ہمارے درمیان جنگ جاری کر دی ہے اور اے میرے اللہ! اگر قریش سے یا کچھ دوسرے مخالفین اسلام سے سلسلہ جنگ اگر جاری ہے تو مجھ کو اس میں حصہ لینے کیلئے زندہ رہنے دے اور اگر عرب اور قبائل کو تو نے اسلام کیلئے مغلوب کر دیا ہے تو پھر میرے اکھل سے خون کو رواں رکھ، تاکہ وہ سارا خون تیرے دین کی جدوجہد میں بہہ جانے والا ہو جائے۔“

حضرت سعد بن معاذ ﷺ کی رگ اکھل سے خون اسی طرح بہتا رہا یہاں تک کہ تمام خون بہہ گیا اور وہ قول خداوندی کے مطابق ”زندہ جاوداں“ ہو گئے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝

﴿سورۃ البقرہ﴾

ترجمہ: ”اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔“

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ خندق کے دن حضرت سعد بن معاذ ﷺ کے تیر لگا اور ان کی رگ اکھل کٹ گئی اور خون جاری ہو گیا تو اس وقت انہوں نے دعا کی:

”اے میرے پروردگار! میری روح کو قبض نہ کر جب تک میری آنکھیں بنو قریظہ سے ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔“

اس دعا کے بعد رگ کا خون بند ہو گیا، حتیٰ کہ حضرت سعد ﷺ ان کے معاملہ میں ”حکم“ ہوئے، ان کے فیصلہ پر عملدرآمد ہوا، پھر اس کے بعد رگ اکھل سے دوبارہ خون جاری ہو گیا اور ان کی شہادت واقع ہو گئی۔

﴿بیہقی﴾

حضرت سعد ﷺ کیلئے آسمان کے دروازے کھل گئے:

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد ﷺ کے بارے میں فرمایا کہ ان کی وفات پر عرش الہی کو جنبش ہوئی اور ستر ہزار فرشتے ان کے جنازے کے ساتھ گئے اور حضرت

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جبرئیل علیہ السلام بارگاہ نبوت میں آئے اور عرض کیا: وہ کون بندہ صالح ہے جس نے وفات پائی ہے کہ اس کے لیے آسمان کے لیے آسمان کہ دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور عرش الہی جنبش میں ہے؟ تھوڑی ہی دیر میں معلوم ہوا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی ہے۔

﴿بیہقی﴾

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں فرشتوں کی شرکت:

حضرت سلمہ بن اسلم بن حریش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں داخل ہوئے کہ گھر میں سوائے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے کوئی نہ تھا اور وہ چادر اوڑھ کر لیٹے تھے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم مبارک بڑھا کر دیکھا اور مجھ سے اشارہ فرمایا کہ ٹھہر جاؤ، تو میں ٹھہر گیا اور کچھ پیچھے بھی ہٹ گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر ٹھہرے اس کے بعد باہر تشریف لے آئے۔ میں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے گھر میں کسی کو موجود نہ پایا، مگر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی احتیاط سے قدم بڑھاتے دیکھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کی کیا وجہ ہے؟“ ارشاد فرمایا: میرے لیے بیٹھنے کی جگہ نہ تھی، تمام جگہ فرشتوں سے پر تھی۔ یہاں تک کہ ایک فرشتے نے اپنے بازوؤں کو سمیٹ کر میرے لیے جگہ نکالی۔

﴿ابن سعد﴾

نمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے کسی کی میت کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی میت سے زیادہ ہلکا کبھی نہ اٹھایا۔ ارشاد فرمایا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہلکے اور سبک ہونے میں کون سی چیز مانع ہوتی۔ ان کے جنازے میں تو اس قدر فرشتے اترے کہ اس سے پہلے کبھی نہ آئے، وہ میت کو تمہارے ساتھ اٹھائے ہوئے تھے۔

﴿ابن سعد﴾

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب فوت ہوئے تو وہ ایک تومند، قوی جیش اور جسیم شخص تھے۔ منافقین کہنے لگے ہم نے اس سے زیادہ ہلکی میت کسی کی نہ دیکھی۔ مسلمانوں نے کہا تم کو ہلکے ہونے کی وجہ معلوم؟

اس کی وجہ غالباً ان کا وہ فیصلہ ہے جو بنو قریظہ کے بارے میں انہوں نے دیا۔

ان باتوں کا ذکر کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ملائکہ ان کے جنازے

کو اٹھائے ہوئے تھے۔

﴿ابن سعد﴾

حضرت محمد بن شرجیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی قبر سے کسی نے ایک مٹھی خاک اٹھالی اور اپنے ساتھ لے گیا پھر جب کسی دوسرے وقت اس نے دیکھا تو مثل مشک کے تھی۔ اس واقعہ کو سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ، سبحان اللہ اور مسرت و انبساط کی کیفیت کو آپ

ﷺ کے چہرہ پر دیکھا گیا اور فرمایا:

الحمد لله، اگر کوئی قبر کے ضغط سے نجات پانے والا ہوتا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ ضرور اس سے نجات پاتے۔ قبر نے ان کو ضم کیا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے کشادہ فرمادیا۔

﴿ابن سعد، ابو نعیم﴾

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بتایا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی قبر کھودنے والوں میں ایک میں بھی تھا اور ہم کھدائی کے دوران مٹی سے خوشبو پاتے تھے۔

﴿ابن سعد﴾

ابورافع یہودی کے قتل پر معجزے کا ظہور:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ جب ابورافع یہودی کو قتل کر کے نیچے اترے تو اس کے گھر کی سیڑھی سے گر کر زمین پر آ رہے اور پنڈلی ٹوٹ گئی تو انہوں نے کہا۔
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا اپنا پاؤں پھیلاؤ! تو میں نے پھیلا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دست مبارک پھیرا تو میری پنڈلی ایسی ہو گئی، جیسے اس پر کوئی ضرب ہی نہ لگی ہو۔

﴿بخاری﴾

سفیان بن یحییٰ ہذلی کے قتل کے سلسلہ میں معجزے کا ظہور:

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو بلا کر فرمایا۔ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ ابن یحییٰ ہذلی مجھ سے جنگ کرنے کے لیے لوگوں کو جمع کر رہا ہے۔ وہ نخلہ یا عرنہ میں ہے تو تم جا کر اسے قتل کر دو۔

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اس کی پہچان بتا دیجئے تاکہ شناخت کر سکوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی شناخت یہ ہے کہ جب وہ تم کو دیکھے گا تو لرزے اور کانپنے لگے گا۔ میں روانہ ہو کر اس کے پاس پہنچ گیا اور جب میں نے اسے اور اس نے مجھے دیکھا تو وہ کانپنے لگا۔ پھر میں کچھ دور اس کے ساتھ چلا اور جب میں نے اندازہ کر لیا کہ میں پر قابو پاسکتا ہوں، تو میں نے تلوار کا وار کر کے اسے قتل کر دیا۔ جب میں اپنے کام سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ خدا تمہیں سرخرو کرے۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اسے قتل کر دیا۔ فرمایا تم نے ٹھیک کیا اور مجھے ایک عطا دیا اور ہدایت فرمائی کہ اسے پاس رکھو۔

میں نے کہا بہت اچھا۔ مگر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا کوئی خاص کاموں میں مدد دے گا؟ فرمایا یہ قیامت کے روز میرے اور تمہارے درمیان نشانی ہوگی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عصا کو اپنی تلوار کے ساتھ ملا کر رکھا اور جب انتقال ہوا تو وصیت کی کہ عصا کو کفن میں رکھ دیا جائے۔

﴿بیہقی، ابو نعیم﴾

غزوہ بنی مصطلق میں معجزات کا ظہور

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھ سے حضرت سعید بن عبداللہ بن ابی الابیض رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے انہوں نے ان کی دادی سے جو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں یہ حدیث بیان کی کہ میں نے جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم اپنے قبیلے میں تھے۔ اس موقع پر میں نے اپنے باپ کو جو قبیلہ کے ہر دل عزیز سردار اور بڑے شجاع تھے یہ کہتے سنا ”ہمارے مقابلہ میں وہ لوگ آئے ہیں، جن سے نمٹنے کی ہم میں تو طاقت نہیں۔“

باد جو د یہ کہ اہل قبیلہ بڑے جیالے اور حوصلے والے تھے۔ میں نے اسی وجہ سے مخالفین پر پوری توجہ سے نظر ڈالی اور بہ غور جائزہ لیا تو میری نگاہیں خیرہ ہو گئیں وہ تو بہت ہی زیادہ تھے پھر جب میرے باپ کو شکست ہو گئی اور میں اسلام قبول کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئی اور مسلمانوں کا لشکر واپس ہوا تو میں نے لشکر کا پھر جائزہ لیا تو وہ زیادہ نہ تھا۔ میں چونکہ مسلمانوں میں ان، کی ہر ادا میں، ان کی طرز معاشرت میں بڑی خوبیاں مشاہدہ کر رہی تھی جو اسلام کی عظمت میرے دل میں پیدا کر رہی تھیں۔ لہذا مسلمانوں کی تعداد کم و بیش نظر آنے کے بارے میں مجھے یہ خیال ہوا کہ ضرور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا رعب اور خوف پیدا کرنے کے لیے ایسا کیا ہے۔

مدینہ کا چاند میری گود میں آ گیا:

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے تین دن پہلے خواب دیکھا کہ ایک چاند مدینہ منورہ سے روانہ ہوا ہے اور میری گود میں آ کر ٹھہر گیا ہے۔ میں نے اس خواب کو بہتر نہ سمجھا کہ لوگوں کو بتاؤں۔ تیسرے روز مسلمانوں کی آمد، جنگ، خواتین قبیلہ کی گرفتاری اور میرا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہونا یہ تمام واقعات رونما ہوئے اور اس طرح مجھے خواب کی تعبیر مل گئی۔

﴿یحییٰ، البوعین، واقدی﴾

منافقین کی موت پر تیز ہوا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے تشریف لا رہے تھے جب مدینہ کے قریب پہنچے تو ہوا ایسی تیز ہوئی کہ احتمال تھا کہ سواروں کو گرد و غبار ڈھانپ لے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ آندھی کسی منافق کی موت کی علامت ہے پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا منافقین کا پیشوائوت ہو گیا ہے۔

﴿مسلم﴾

منافقوں کی غیبت پر فرمایا وہاں اونٹ ہے لے آؤ:

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ بنی مصطلق سے واپسی میں جو آندھی چلی تھی کہ وہ بعد

میں دن کے آخری حصے پر سکون ہوگئی۔ لوگوں نے اپنی اپنی سواریوں کی خیر خبر لی جس کے بعد معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی سواری کا اونٹ غائب ہے پھر اس کی تلاش میں لوگ ہر طرف نکل گئے۔ ایک منافق چند انصاری صحابہ کے ساتھ مصروف کلام تھا۔ جب اونٹ کی تلاش کے بارے میں اسے معلوم ہوا تو کہنے لگا:

”اے مدینے والو! کیا اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم ﷺ کو یہ نہ بتلائے گا کہ تمہارا اونٹ کہاں ہے؟“

حالانکہ حضور نبی کریم ﷺ کی تو عادت ہے کہ وہ بہت بڑی بڑی باتوں کو بتا دیا کرتے ہیں۔ ”یہ کہہ کر وہ وہاں سے اٹھا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس باتیں سننے کیلئے آگیا۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس کے اقوال بے ہودہ سے آگاہ فرما دیا تھا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ایک جھوٹے مسلمان نے اس طرح بدگوئی کی ہے“ اور اس کا قول انہیں الفاظ میں لوگوں کو بتا کر فرمایا: ”سن لو اور تم میں اگر وہ بھی پہنچ گیا ہے تو وہ بھی سن لے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا ہے جہاں وہ اونٹ ہے، اے لوگو! جاؤ اور جا کر دیکھو۔“ وہ سامنے کی گھاٹی میں ہے، اس کی نیکیل ایک جھاڑی میں الجھ گئی ہے۔

لوگ گئے اور اونٹ کو لے آئے، منافق اس ”دید و شنید“ کے بعد بہت زیادہ اور امکانی تیزی کے ساتھ ان لوگوں کے پاس گیا جہاں بیٹھ کر اس نے حضور نبی کریم ﷺ پر طنز کیا تھا۔ ان انصاری لوگوں کو اس نے وہیں پر موجود پایا، منافق نے سوال کیا: ”میں تم کو قسم دیتا ہوں۔“ کیا آپ حضرات میں سے کوئی رسول اللہ ﷺ کے پاس اٹھ کر گیا تھا اور میں نے جو کچھ کہا تھا وہ حضور نبی کریم ﷺ کو جا کر بتایا ہے؟“ لوگوں نے کہا: بھئی! ہم تو جب سے اسی طرح اور اسی جگہ بیٹھے ہیں، حضور نبی کریم ﷺ کی بعض اوقات میں بتائی ہوئی درپردہ غیبی نوعیت کی باتوں پر شبہ تھا، بھگدوہ رفع ہو گیا اور میرا یقین آپ کی نبوت و رسالت پر راسخ ہو گیا۔

﴿ابونعیم﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو نہایت تیز اور بدبودار ہوا چلی نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کچھ منافق لوگوں نے مسلمانوں کی غیبت کی ہے، اس وجہ سے یہ بدبودار ہوا چلی ہے۔

﴿ابونعیم﴾

حضرت عبداللہ بن زیاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ بنی مصطلق میں ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم ﷺ کو قیدی عورتوں میں ملیں۔ ان کا باپ فدیہ لے کر آ رہا تھا جب وہ وادی مصطلق میں پہنچا تو اس نے فدیہ کے اونٹوں پر نظر ڈالی، ان میں دو اونٹ اچھے لگے جو ہر لحاظ سب سے عمدہ تھے۔ پھر اس نے ان دونوں اونٹوں کو وادی عقیق میں کسی طرف باندھ دیا اور باقی اونٹوں کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا:

”میری بیٹی کو میرے حوالے کر دیجئے اور اس کے فدیہ میں یہ اونٹ حاضر ہیں۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ”وہ اونٹ کب لاؤ گے جو تم کو زیادہ پسند تھے اور تم

انہیں وادی عقیق میں باندھ آئے ہو؟“

حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ راز میرے سوا کوئی نہ جانتا تھا۔ وہ بہت اچھے مخلص اور باصلاحیت مسلمانوں میں سے ایک تھے۔

﴿ابن عساکر﴾

حدیث افک

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے جس زوجہ کا نام ان میں سے نکل آتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو فرمیں ساتھ لے جاتے۔ ایک مرتبہ آپ نے جہاد کیلئے غزوہ کا ارادہ فرما کر ہم سب ازواج کے درمیان قرعہ ڈالا اور اس میں میرا نام نکل آیا۔ اس سے پہلے آیت حجاب نازل ہو چکی تھی۔ پس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ گئی۔ میری سواری کا بندوبست ہودج میں ایک اونٹ پر تھا اور مجھے بہ حالت پردہ ہودج میں بیٹھا کر اس کو رسیوں سے باندھ دیا جاتا اور پڑاؤ یا منزل پر رسیاں کھول کر مجھ کو ہودج میں بیٹھے ہوئے نیچے اتار لیا جاتا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ سے فارغ ہونے کے بعد واپسی کیلئے روانہ ہو گئے اور مدینہ پہنچنے سے پہلے پڑاؤ فرمایا۔ پھر شب میں لشکر کو روانگی کا حکم فرما دیا، میں اٹھی اور قضائے حاجت کیلئے ذرا فاصلے پر لشکریوں کے پڑاؤ اور ٹھہراؤ سے باہر چلی گئی اور فراغت پا کر اپنی قیام گاہ پر لوٹ آئی، اتفاق سے میرا ہاتھ سینے پر گیا تو مجھے پتہ چل گیا کہ میرا ہار گلے میں نہیں ہے جو جزع غفار کا بنا تھا۔ تو میں اسی راستہ میں اسی جگہ پر پہنچ کر ہار کو تلاش کرنے لگی جس میں دیر لگی، ادھر وہ لوگ آئے جو ہودج کو اونٹ پر رکھتے اور باندھتے تھے۔ میں ایک ہلکی اور سبک جسم کی عورت تھی وہ سمجھے کہ میں ہودج میں بیٹھ چکی ہوں۔ پس انہوں نے مجھ کو باندھ دیا اور لشکر روانہ ہو گیا۔ میں ہار تلاش کر کے اقامت گاہ لوٹی تو وہاں کوئی پکارنے والا تھا نہ جواب دینے والا۔ میں اپنی قیام گاہ پر یعنی جہاں میرا ڈیرہ تھا بیٹھ گئی۔ میرا خیال تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مجھ کو نہ پائیں گے تو کسی کو بھیج کر مجھے بلوالیں گے، بیٹھے ہوئے آنکھیں بوجھل ہوئیں، نیند کا غلبہ ہوا اور میں سو گئی۔ صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے معقب کارواں پر مامور تھے۔ صبح کے وقت اس مقام پر پہنچے اور مجھ کو سوتا پایا۔ چونکہ احکامات حجاب سے قبل جب عورتوں کے شرعی پردے نہ تھے انہوں نے مجھ کو دیکھا تھا، اس لیے انہوں نے مجھ کو پہچان لیا۔ اس کے استرجاع (یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا) سے میں بیدار ہوئی اور چہرے اور جسم میں نے چادر میں اور زیادہ چھپا لیا۔ استرجاع کے علاوہ انہوں نے کچھ کہا نہ میں نے سنا۔ وہ اونٹنی سے اترے، اس کو بٹھایا اور میں جا کر سوار ہو گئی اور حضرت صفوان رضی اللہ عنہ اونٹنی کو کھینچ کر چل دیئے، ہم نے چل کر لشکر کو سخت گرمی اور دھوپ کے وقت ٹھہراؤ میں پایا، پھر ہلاک ہوا جس کو میرے معاملے میں ہلاک ہونا تھا اور جس شخص نے سب سے بڑھ کر اس کی

تشمیر اور اتہام طرازی کی وہ عبداللہ بن ابی بن سلول منافق تھا۔

ہم مدینہ منورہ آگئے اور میں بہ شیت ایزدی ان ہی دنوں میں بیمار ہو گئی اور علالت کا سلسلہ ڈیڑھ ماہ سے کچھ کم چلتا رہا۔ مجھے فتنہ پردازوں کے الزام کا کچھ پتہ نہ تھا البتہ حضور نبی کریم ﷺ کا میں وہ التفات نہیں پاتی تھی جو ہمیشہ میرے لیے مخصوص تھا اور یہ بات مجھے کسی وقت زیادہ محسوس ہوئی اور میں غیر ارادی طور پر رنجیدہ سی بھی ہو جاتی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ رویہ بس اس حد تک تھا کہ آپ ﷺ تشریف لاتے اور اسلام علیکم فرما کر دریافت فرماتے: ”تمہارے بیمار کا کیا حال ہے؟ اور پھر واپس تشریف لے جاتے۔“

بہ فضل خداوندی بیماری ختم ہوئی اور ضعف و نقاہت باقی تھی کہ میں مسطح کی بوڑھی ماں کے ساتھ قضائے حاجت کیلئے اسی جگہ گئی، جو اس ضرورت کیلئے خواتین مدینہ کیلئے مخصوص تھی اور ہم عورتیں عموماً رات ہی کو اس ضرورت کیلئے نکلا کرتی تھیں۔

اتفاقاً ام مسطح رضی اللہ عنہا اپنے چادر کے پلو سے الجھ کر گئیں، اور ان کے منہ سے نکلا ”مسطح ہلاک ہو“ یہ سن کر میں نے کہا: تم نے ایک بہت بڑی بات کہہ دی، کیا تم ایسے شخص کو برا کہتے ہو کہ جو بدر میں شریک ہو چکا ہے؟ ام مسطح رضی اللہ عنہا نے کہا: ”حیرت ہے تم ایسا کہتی ہو؟ کیا تم نے وہ باتیں نہیں سنیں جو مسطح بناتا ہے؟“ میں نے ام مسطح سے پوچھا: ”مجھے یہ بتاؤ وہ کیسی باتیں بناتا ہے۔“ پھر انہوں نے الزام تراشیوں اور اتہام سازیوں کے بارے میں ساری باتیں مجھ سے بیان کیں جنہیں سن کر میں پہلے سے زیادہ بیمار ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ ایک روز تشریف لائے اور حسب سابق میرے پاس تشریف لائے اور اسلام علیکم کر کے فرمایا: ”تم کیسی ہو؟“ اس وقت میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: ”اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے والدین کے گھر چلی جاؤں؟“ میرا ارادہ تھا کہ میں اپنے والدین سے ان بے ہودہ خبروں کے بارے میں دریافت کروں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اجازت دیدی اور پھر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر چلی گئی۔

میں نے واپسی والدہ سے دریافت کیا: ”اے اماں! لوگ کیسی باتیں بنا رہے ہیں؟“ انہوں نے جواب دیا: ”اے بیٹی! تم خود پر نرمی کرو، بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شوہر اپنی ایک خوبصورت بیوی سے محبت کرتا ہو اور اس کے بارے میں باتیں نہ بنائی گئی ہوں۔“

میں نے کہا: سو کونوں نے تو باتیں نہیں بنائیں، مجھے تو مسطح وغیرہ کے بارے میں دریافت ہوا ہے۔ میں تمام رات روتی رہی اور صبح ہو جانے پر میرے آنسو تھمتے ہی نہ تھے، تمام شب جاگتی رہی پلک تک نہ جھپکا سکی۔

رسول اللہ ﷺ کو وحی کا انتظار تھا اور جب اس کے آنے میں تاخیر ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مشورہ کرنے کیلئے حضرت علی بن ابی طالب اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بلایا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نیک

گمان اور اچھی رائے کا اظہار کیا اور اشارہ بتایا کہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اپنی اس رائے کی وجہ سے افواہوں کو ہرگز باور نہیں کرتا۔ الفاظ یہ تھے:

”یا رسول اللہ ﷺ آپ کے اہل میں، ہم تو بجز خیر و خوبی کے اور کچھ نہیں جانتے۔“

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی سنگی نہیں فرمائی ہے۔ ان کے سوا اور عورتیں بہت ہیں اور آپ لوٹدی سے پوچھئے وہ صحیح باتیں آپ کو بتا دے گی۔“ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ارشاد فرمایا:

”اے بریرہ! تم نے کبھی کوئی ایسی بات دیکھی ہے جو عائشہ رضی اللہ عنہا کے کردار کو شبہ میں ڈالتی ہو؟“ بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ”میں سچ کہتی ہوں، کوئی بات میں نے دیکھی ہے نہ ان میں ہے کہ جس کی وجہ سے میری آنکھیں بند ہوں، بجز اس کے کہ وہ کم سن بچی ہیں، نیند زیادہ آتی ہے، آٹا گوند کر رکھ دیتی ہیں اور اس سے غافل ہو کر سو جاتی ہیں، بکری آتی ہے اور آٹا کھا جاتی ہے۔“

اس مشورے اور تحقیق کے بعد رسول اللہ ﷺ عبد اللہ بن ابی کے پاس پوچھ گچھ کیلئے تشریف لے گئے اور میں دن بھر مسلسل روتی رہی، میرے آنسو تھمتے نہ تھے اور نیند نام کونہ تھی، مجھ کو خیال ہوا کہ شدت گریہ سے شاید میرا جگر پھٹ جائے گا۔

یہی حال تھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ آپ نے جب سے یہ افواہیں سنی تھیں، میرے پاس نہ بیٹھے تھے۔ ایک مہینہ گزر چکا تھا اور آپ ﷺ کو وحی کا انتظار تھا۔ بہر حال آپ ﷺ بیٹھ گئے۔ کلمہ توحید و رسالت پڑھا اور بعد فرمایا:

”اے عائشہ! تمہارے بارے میں مجھے یہ اور یہ باتیں بتائی گئی ہیں، اب اگر تم پاک اور بری ہو تو انشاء اللہ بہت جلد تمہاری برأت ہو جائے گی اور اگر تم کسی گناہ سے آلودہ ہو گئی ہو تو پھر تم کو چاہیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، توبہ کرو کیونکہ جب بندہ اعتراف معصیت کر کے نادم اور شرمسار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ رحمت سے متوجہ ہوتا ہے۔“

جب حضور نبی کریم ﷺ نے گفتگو ختم فرمائی تو میرے آنسو بھی ختم ہو گئے، اب میری آنکھوں میں ایک قطرہ بھی آنسو کا نہ تھا، میں نے اپنے والد سے کہا: ”میری طرف سے آپ وکالت کریں اور رسول اللہ ﷺ کو جواب دیں۔“ انہوں نے کچھ تامل اور تھوڑے سے سکوت کے بعد فرمایا: ”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا عرض کروں؟“ پھر میں نے اپنی والدہ سے درخواست کی، آپ یہ جواب دیجئے۔ تو انہوں نے بھی یہی کہا: ”سمجھ قاصر ہے اس لیے میں نہیں جانتی کہ رسول اللہ ﷺ کو کیا جواب دوں۔“

بلا آخر مجھے کہنا پڑا میں اٹھی، باوجود کہ میں کم سن لڑکی تھی اور میں نے زیادہ قرآن بھی نہ پڑھا تھا، میں نے کہا: ”میں جان گئی ہوں کہ جن افواہوں کو آپ نے سنا ہے وہ دل میں جگہ کر گئی ہیں اور ان کو سچ سمجھ لیا ہے۔ اب اگر میں یہ کہوں بھی کہ میں بری ہوں، تو آپ ﷺ باور نہ فرمائیں گے اور اگر میں ان باتوں کا اعتراف کر لوں اگرچہ اللہ تعالیٰ واقف اسرار و حالات ہے اور وہ جانتا ہے کہ میں ان اتہامات

سے بری ہوں، تو آپ تائید و تصدیق فرمائیں گے۔ میں اپنے اور آپ کے درمیان کوئی مثال موجود نہیں پاتی بجز اس کے کہ جس طرح والد حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا: "فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ" (سورہ یوسف) ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ ہی سے مدد چاہتا ہوں ان باتوں پر جو تم بتا رہے ہو۔" اس کے بعد میں نے اپنا رخ اور پہلو بدلا اور بستر پر دراز ہو گئی۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں امید رکھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میری برأت فرمادے گا لیکن مجھے یہ خیال بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے اس معاملہ میں نزول وحی فرمادے گا کیونکہ میں اپنے آپ کو اپنے معاملے کو اس قابل نہیں سمجھتی تھی، البتہ مجھ کو صرف اس بات کی توقع تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاید خواب دیکھیں گے اور اس ذریعہ سے مجھ بے چاری کی غفلت و عصمت پر گواہی مل جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا کرم دیکھئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے ہنوز اٹھے بھی نہ تھے اور افراد خانہ سے نہ کوئی باہر نکلنے پایا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی ہونے لگا اور جو شدت ایسے موقعہ پر ہوئی تھی وہ شروع ہوتی، حتیٰ کہ پیشانی مبارک پر موتیوں کی مانند پسینہ چمکنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر موسم سرما میں بھی شدت وحی سے پسینہ وغیرہ کی یہ کیفیت طاری ہو جاتی تھی، آپ نے نزول وحی سے فارغ ہو کر تبسم فرمایا،

✽ اور پھر کلام کی ابتدا ان الفاظ سے کی:

يَا عَائِشَةُ اَمَا اللّٰهُ فَقَدْ بَرَّ اَكْب

ترجمہ: "اے عائشہ! سنو اللہ تعالیٰ نے تم کو بری فرما دیا۔"

اب میری ماں نے مجھ سے کہا: "عائشہ! اٹھو، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔" میں نے ماں کو جواب دیا: "اے میری ماں! اللہ کی قسم! میں تو اٹھ کر ان کے پاس نہ جاؤں گی اور میں اپنے اللہ کے سوا کسی کی شہادت نہ کروں گی۔" حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس موقع پر "اِنَّ الَّذِيْنَ جَاءُوْا بِالْاِفْكِ" سے دس آیتوں تک وحی ہوئی۔

﴿ بخاری، مسلم ﴾

علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ افک کے سلسلہ میں قرآن کریم کا انداز بیان بڑا جامع اور پر زور ہے اس میں اعجاز و ایجاز اور احکامات و تنبیہات اس اسلوب سے بیان کی گئی ہیں کہ معصیت کے کسی دوسرے وقوع اور موقع پر اس انداز سے بیان نہیں کی گئیں۔

تہمت طرازی اور سخن سازی کو منافقین کی طرف سے جو مظاہرہ ہوا، جس سے اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو جو انتہائی صدمہ اور دکھ پہنچ تھا، اس کی وجہ سے انداز بیان میں شدت ہوئی ہے۔ ان کا یعنی زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی ہے کہ بت پرستی اور شرک کے بارے میں جو تنبیہات ہیں وہ بھی مقابلتہ اس سے کچھ کم ہی ہیں کیونکہ یہ ایک پاک باز و جبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طہارت و برأت کی حامل ہیں۔

قاضی ابوبکر باقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ذکر فرمایا کہ جس کو مشرکین حق تعالیٰ کی جانب منسوب کرتے ہیں، اس کے بعد اپنی پاکی خود بیان فرمائی جیسے:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ

﴿سورة الانبیاء﴾

ترجمہ: ”وہ بولے رحمن نے بیٹا اختیار کیا پاک ہے وہ۔“

اس کے علاوہ بہ کثرت آیات تمہید و تذکیر میں وارد ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جب اس کا ذکر فرمایا کہ منافقین جس بات کو پاک عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کرتے تھے تو کہا: ”سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ“ (سورة النور) ترجمہ: ”الہی پاک ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے۔“ تاکہ عصمت مآب خاتون نفس کی شہادت ہو جائے۔ سبحان اللہ و بحمدہ

محمد بن عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مابین اتفاق سے اظہارِ تفاخر پر باتیں ہونے لگیں، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں وہ ہوں کہ میرے عقد کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا۔ اس کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اور میں وہ ہوں کہ میرے عذر کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مذکور فرمایا جبکہ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ نے مجھے سواری پر سوار کیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان سے پوچھا: ”اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! یہ تو بتاؤ جب تم حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے اونٹ پر سوار ہو رہی تھیں تو کیا تم نے کچھ پڑھ لیا تھا؟“

انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ”حَسْبِيَ اللَّهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيلُ“ پڑھا تھا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا: تم نے بڑے اعتماد کا کلمہ پڑھا۔

﴿ابن جریر﴾

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

إِنَّ الدِّينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ

﴿سورة النور﴾

ترجمہ: ”بے شک وہ جو عیب لگاتے ہیں انجان پارسا ایمان والیوں کو۔“

کے بارے میں نازل فرمایا گیا۔

﴿ابن ابی حاتم﴾

سعید بن منصور اور ابن جریر رحمہما اللہ نے ایک دوسری روایت کے ذریعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ انہوں نے اس آیت ”إِنَّ الدِّينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ“ (سورة النور) کو پڑھ کر کہا کہ یہ آیت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دوسری ازواجِ مطہرات کے بارے میں ہے اور جن لوگوں نے اقلک میں حصہ لیا ان کی توبہ قبول نہیں ہوئی۔ انہوں نے اپنے قول کی دلیل میں آیت مندرجہ ذیل تلاوت کی:

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوا وَهُمْ لَمَّيْنٌ

جَلْدَةٌ وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَٰسِقُونَ ۝

﴿سورۃ النور﴾

ترجمہ: ”اور جو پارسا عورتوں کو عیب لگائیں پھر چار گواہ معائنہ کے نہ لائیں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ اور ان کی کوئی گواہی کبھی نہ مانو اور وہی فاسق ہے۔“

اس کے بعد انہوں نے اس کے آگے کی آیت تلاوت کی:

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

﴿سورۃ النور﴾

ترجمہ: ”مگر جو اس کے بعد توبہ کریں اور سنور جائیں تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے۔“

اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ ان لوگوں کی توبہ کے بارے میں ہے جنہوں نے کسی اور عام عورت پر قذف (”قذف“ تہمت لگانا، گالی دینا) کیا ہے اور وہ ان لوگوں میں سے نہ ہو جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ کی طرف قذف کو منسوب کیا ہو، کیونکہ حقیقت حال کے ظاہر اور عام ہونے سے پہلے جس کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی ظاہر اور عام کیا، ان لوگوں نے نہ توبہ کی اور نہ قذف کے ثبوت میں شہادتیں مہیا کیں۔

نصف رحمة اللہ علیہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ”زنا“ اور ”قذف“ میں کون سا عمل زیادہ سخت اور کبیرہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ان دونوں میں بدترین فعل زنا ہے۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے:

إِنَّ الدِّينَ يَرْمُونَ الْمُتَّحِصِنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ

﴿سورۃ النور﴾

انہوں نے جواب دیا کہ یہ آیت کریمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں خاص ہے۔

﴿طبرانی﴾

ضحاک بن مزاحم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: یہ آیت خاص سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حق میں نازل ہوئی۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ کسی نبی کی زوجہ مطہرہ نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

﴿طبرانی﴾

قبائل عربیہ اور عسکر کا اسلام قبول کرنا اور مردود ہونا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبائل عسکر عربیہ کے کچھ افراد مدینہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کلمہ اسلام پڑھا اور کہنے لگے کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اونٹ، بکریوں والے چرواہے ہیں اور کھیتی باڑھی کرنے والے کسان نہیں ہیں، یہ لوگ مدینہ میں رہ گئے لیکن مدینہ کی آب و ہوا ان کو اس نہ آئی اور بیمار ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کو مدینہ کے باہر بھیج دیا، وہاں مسلمانوں کے جانوروں کو ایک چراگاہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے چرواہے چراتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو نو مسلموں سے فرمایا کہ تم لوگ بھی دیکھ بھال کرو اور اونٹوں کا دودھ وغیرہ پیتے رہے۔ وہ لوگ چلے گئے اور مقام حرہ پہنچ کر اسلام سے پھر گئے اور مرتد ہو گئے اور مسلمان چرواہے کو قتل کر کے اونٹوں کو ہانک کر لے گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے کچھ مسلمانوں کو ان کے تعاقب میں بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ ان کی آنکھیں نکال کر ہاتھ پاؤں کاٹ کر حرہ کے گوشہ میں چھوڑ دینا یہ سب لوگ اسی امر میں مر گئے۔

﴿بخاری، مسلم﴾

سریہ دومتہ الجندل کیلئے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو سردار بنایا:

واقفی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک چھوٹا سا لشکر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں بنو کلب کی طرف، دومتہ الجندل روانہ فرمایا اور ہدایت کی کہ اگر وہ دعوتِ اسلام قبول کر لیں، تو تم ان کے سردار کی بیٹی سے نکاح کر لینا۔ وہ روانہ ہو گئے، تین روز قیام کیا اور ان کو دعوتِ اسلام دی، جس کے نتیجے میں ان کا سردار اصبع بن عمرو کلبی نے جو نصرانی تھا، اسلام قبول کر لیا اور اس کے ساتھ ہی بنو کلب کے بہت سے لوگ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ کچھ لوگوں نے اسلام قبول کرنے کے بجائے جزیہ ادا کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا، چنانچہ ان پر جزیہ قائم کر دیا گیا اور جزیہ کی وصولی کا بھی انتظام کر دیا۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے تماضر بنت اصبع سے نکاح کر کے اپنے ہمراہ مدینہ لے آئے۔

﴿ابن سعد﴾

واقفی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے مطابق ایک اور حدیث بیان کی ہے جس کے آخر میں اتنا اور مزید ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اور تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرنا، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھ پر اس کو فتح کر دے، اگر تمہارے ہاتھ پر فتح ہو جائے تو ان کے سردار کی بیٹی سے نکاح کر لینا۔“

﴿ابن عساکر﴾

واقعہ حدیبیہ میں معجزات کا ظہور

حضرت مسور بن مخزومہ رضی اللہ عنہ اور مروان بن الحکم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان دونوں حضرات نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے موقع پر ایک ہزار سے کچھ اوپر صحابہ کرام کے ساتھ روانہ ہوئے، جب آپ ﷺ ذوالخلیفہ پہنچے تو ہدی کے جانوروں کے گلوں میں قلاوے ڈالے اور ان کا اشعار کر کے عمرہ کا احرام باندھا اور دیدبانی کیلئے خزاعہ کے ایک شخص کو روانہ کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ چاہے اشطاط پر پہنچے تھے تو وہ خزاعی دیدبان حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں واپس پہنچا اور بتایا:

”قریش نے آپ کے اور مسلمانوں کے مقابلے کیلئے بہت بڑی جمعیت کو فراہم کر لیا

ہے اور آس پاس کے مختلف قبائل کے لوگ بھی ان کے حلیف اور شریک بن گئے ہیں وہ لوگ آپ سے جنگ کریں گے، راستہ روکیں گے اور مزاحمت کریں گے۔“

یہ اطلاع پا کر آپ ﷺ نے فرمایا: مسلمانو! مجھے رائے دو کہ میں ان لوگوں کے اہل و عیال اور ان کے بچوں کی طرف متوجہ ہوں، جو ہمیں بیت اللہ سے روکنے کا ارادہ رکھتے ہیں یا ہم بیت اللہ کا ہی قصد کریں اور جو ہمیں اس سے روکنے کا مقابلہ کریں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! ہم زیارت بیت اللہ کا ارادہ کر کے نکلے ہیں، جنگ و قتال کے ارادہ سے نہیں آئے ہیں، تو آپ بیت اللہ ہی تشریف لے چلیں، ہم کو اگر کوئی زیارت سے روکے گا تو ہم اس کی رکاوٹ کو میل ارم بن کر راہ سے ہٹا دیں گے، اگر کوئی مقابل آئے گا تو ہم اس سے جنگ کریں گے۔“

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بسم اللہ پڑھ کر چل دو۔“

اثنائے راہ میں حضور نبی کریم ﷺ نے مطلع کیا کہ ”حضرت خالد بن ولید قریش کے رسالہ کا قائد اس وقت طلیحہ پر ہے، اس لیے دہنی جانب کا راستہ اختیار کر لو۔“

پس خالد کو پتہ نہ چلا کہ مسلمانوں کی جمعیت دفعۃً کافر سواروں کے سر پر پہنچ گئی، جب رسالہ نے گرو وغبار دیکھا تو قریش کو ہوشیار اور خبردار کرنے کیلئے لٹے قدم مکہ کی طرف بھاگا۔ رسول اللہ ﷺ مسلسل مکہ کی جانب بڑھتے رہے اور پھر ایک سطح مرتفع پر حضور نبی کریم ﷺ کی اونٹنی بیٹھ گئی، لوگوں نے اٹھایا، چلانے کیلئے ٹکٹا یا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی، کچھ لوگ کہنے لگے: قصوی سرکشی کر رہی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قصوی نے سرکشی نہیں کی ہے، وہ طبعاً ایسی نہیں ہے، بلکہ اس کو اسی قوت نے روکا ہے، جس نے ہاتھی کو روکا تھا، پھر فرمایا: ”قسم ہے اس ذات اعلیٰ کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، قریش مجھ سے ایسی بات کو نہیں منوا سکتے جس میں اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کی جاتی ہے، اس کے سوا وہ جس بات کو کہیں گے، میں ان کی بات مان لوں گا۔“

اس کے بعد آپ نے اپنی اونٹنی کو تنبیہ فرمائی اور وہ کچھ اچھلی اور سیدھی ہو گئی۔ آپ سوار ہو کر حدیبیہ میں اس مقام پر آئے جہاں ایک گڑھے میں تھوڑا سا پانی تھا، لوگوں نے کفایت کے ساتھ پانی لے کر استعمال کیا اور تھوڑی دیر بعد وہ پانی استعمال کر لیا گیا اور گڑھے میں پانی نہ رہا، اصحاب نے پانی کی صورتحال سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو آگاہ فرمایا۔

پس آپ نے ترکش سے ایک تیر نکال کر دیا اور فرمایا: ”اس تیز کو اس گڑھے میں گاڑ دو جس کا پانی ختم ہو چکا ہے چنانچہ تعمیل ارشاد کی گئی، اس کے بعد خدا کی قسم! اس میں اتنا پانی جوش مارتا رہا کہ تمام مسلمان اس پانی سے سیراب ہوتے رہے، گویا گڑھے میں پانی کے سوتے پھوٹ گئے تھے۔“ قریش کی جانب سے بدیل بن ورقاء خزاعی جو بنو خزاعہ کا سردار تھا چند افراد کے ہمراہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا:

”میں نے بنی کعب اور عامر بن لوی کو حدیبیہ کے چشموں پر پڑاؤ ڈالے دیکھا ہے، ان کے ساتھ دودھ دینے والی اونٹنیاں ہیں، وہ تم کو بیت اللہ سے روکنے اور بازار کھنے کیلئے وہاں موجود ہیں اگر تم ضد اور اصرار کرو گے تو وہ جنگ کریں گے۔“

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا: ”ہم لڑنا چاہتے ہیں نہ لڑنے کے ارادے سے آئے ہیں، ہمارا مقصد زیارت کعبہ اور طوافِ عمرہ ہے۔ باوجود یہ کہ کفار قریش بار بار کی لڑائیوں، ہزیمتوں اور مسلسل جارحانہ فوجی کارروائیوں سے کشتہ اور مضروب ہو چکے ہیں، پھر بھی وہ ایسے لوگوں سے جو امن و سلامتی کے پیغامی ہیں، بلاوجہ لڑنا اور جنگ کی دھمکیاں دینا پسند کرتے ہیں۔“ اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اے نمائندہ قریش! بدیل! اگر وہ لوگ یعنی قریش پسند کریں تو میں ایک مدت مقرر کر دوں اور اس مدت میں وہ ہمارے کاموں اور سرگرمیوں میں مزاحم نہ ہوں، اگر اس مدت میں ہم کامیاب اور غالب ہو جائیں، تو وہ اگر پسند کریں، ہمارے اندر نیک نیتی سے مدغم ہو جائیں یعنی ملت اسلامیہ میں شامل ہو جائیں، ورنہ وہ جنگ کی صعوبتوں سے تو بہر حال محفوظ رہیں گے اور اگر قریش نے میری اس پیشکش سے فائدہ نہیں اٹھایا اور ہم پر جنگ مسلط ہی کر دی تو قسم ہے اس ذاتِ اعلیٰ کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ کہ میں دینِ حق کی خاطر اس وقت تک جنگ جاری رکھوں گا جب تک میں زندہ ہوں اور دینِ خداوندی غالب ہو جائے اور امورِ الہی نافذ ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے پرستاروں کیلئے موانعات باقی نہ رہیں۔“

بدیل نے واپس جا کر قریش سے کہا: میں نے محمد (ﷺ) سے یہ اور یہ کہا مگر وہ کچھ بھی مرعوب اور متاثر نہ ہوئے البتہ انہوں نے ایک اور تجویز تمہارے سامنے رکھی ہے۔ بدیل کا قطع کلام کرتے ہوئے بعض جذباتی اور پست ذہنیت لوگ بول اٹھے: ”ہمیں ضرورت نہیں ہے۔“ کچھ سنجیدہ، معتدل مزاج اور اہل الرائے اصحاب نے پوچھا وہ کون سی تجویز ہے، بتاؤ تو سہی؟ بدیل نے آپ ﷺ کی ساری گفتگو اور مدت معین کرنے کی تجویز کو ان سے بیان کیا۔

عروہ بن مسعود نے ساری باتوں کو بہ غور سنا اور پھر مجمع کو خطاب کرنے کیلئے کھڑا ہوا، اس کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ: ”اے لائق احترام قریشیو! کیا آپ میرے بڑے اور بزرگ نہیں؟“ جواب آیا: بے شک! کیوں نہیں پھر عروہ نے پوچھا: ”اور کیا میں سن طفولیت کی ابتداء ہی سے آپ کے اندر نہیں رہا۔“ (یعنی بچپن سے میرا پورا ماضی اور زندگی کے سارے مراحل تمہاری نظروں کے سامنے سے نہیں گزرتے رہے ہیں؟“)

جواب ملا: بے شک ہم تمہاری پوری زندگی سے باخبر ہیں، اس کے بعد عروہ نے سوال کیا: ”کیا میں نے کبھی اور کسی وجہ سے کوئی ایسا کام کر لیا ہے کہ آپ بزرگوں اور بھائیوں کے نزدیک میں ساقط الاعتبار ہو گیا ہوں؟“ لوگوں نے کہا: نہیں! تم نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو اعتماد کو مجروح کرنے کا سبب بنتا، یہ سن کر عروہ بن مسعود نے ان کو اپنا ایک واقعہ ہمدردی کو یاد دلاتے ہوئے کہا:

”کیا آپ حضرات کو یاد ہے کہ میں نے آپ کی مدد کیلئے عکاظ والوں کو آواز دی اور

جب وہ میرے بلانے سے نہیں آئے تو پھر میں اپنی بیوی اور بچوں کو اور ان لوگوں کو بھی جنہوں نے میری بات مانی، آپ کے سامنے لے آیا تھا۔“

لوگوں نے مانا اور اعتراف کیا۔ اتنے سوالات کر کے جب عروہ بن مسعود نے قریش کی رائے کو اپنے حق میں موافق اور ہموار کر لیا تو وہ مقصد اصلی کی طرف آیا اور کہا:

”اے میری قوم کے بزرگو اور دانشورو! میرے خیال میں محمد (ﷺ) نے جو تجویز ہمارے سامنے رکھی ہے وہ ہرگز نامناسب اور نادرست نہیں ہے۔ اس وجہ سے اسے مان لو اور مجھے اجازت دو کہ میں اس بارے میں مزید دریافت طلب امور پر گفتگو کروں۔“

عروہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور باتیں کیں، آپ نے ان سے وہیں باتیں فرمادیں جو اس سے پہلے خزاعہ کے سردار بدیل سے کہی تھیں۔ عروہ نے کہا: ”محمد (ﷺ)! کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ آپ کی قوم آپس ہی میں لڑ کر اپنا انفرادی وجود کھو بیٹھے اور فنا ہو جائے، کیا اس سے پہلے عرب کی قومی تاریخ میں کبھی اس نوع کا المیہ ملتا ہے، یا جزیرہ نمائے عرب کے خاکدان سے کوئی ایسی شخصیت ابھری ہو جس نے اس طرح کی خانہ جنگی کو ہوا یا تحریک دی ہو۔ اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے انہوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر قریش مکہ زور آزمائی میں غالب آجائیں تو میں آپ کے حلقہ اور جماعت میں ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں جو یقیناً بھاگ جائیں گے اور آپ کو کمپرسی کے عالم میں بے یار و مددگار چھوڑ دیں گے۔“

سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ وہ اپنی فطری رواداری، تحمل اور غیر معمولی قوت برداشت کے باوجود بپھر گئے، غصہ سے بے تاب ہو گئے، مداخلت کرتے ہوئے عروہ کو مخاطب کیا اور نہایت ہی تحقیر آمیز لہجے میں فرمایا:

امصص بظرات اور کہنے والے! تو اپنے بت لات کی شرمگاہ کو چاٹ۔

کیا اول فول بکنے آگیا ہے؟ واقعی کیا تو عقل سے اس درجہ عاری ہے کہ یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ ہم بھاگ جانے والے اور حضور نبی کریم ﷺ کو چھوڑ جانے والے ہیں۔

عروہ ہکا بکار ہا گیا، دریافت کیا: ”یہ کون صاحب ہیں؟“ بتایا گیا کہ یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رفیق سفر ہجرت ہیں۔ عروہ نے حضرت ابو بکر صدیق کو جواب دیا: ”اے عبدالکعبہ! واللہ! اگر آپ کا وہ احسان مجھ پر نہ ہوتا اور جس کے جواب میں ہنوز کوئی احسان میں آپ کے ساتھ نہیں کر سکا ہوں، اگر یہ معاملہ نہ ہوتا تو شاید آپ کی بات کا جواب اس سے زیادہ سخت ہوتا۔“

راوی کا بیان ہے۔ عروہ گفتگو کے دوران اپنا ہاتھ حضور نبی کریم ﷺ کی ریش مبارک سے چھو دیتا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نزدیک ہی کھڑے تھے، ان کے ہاتھ میں تلوار اور سر پر خود تھا، جب بھی عروہ اپنے ہاتھ کو حضور نبی کریم ﷺ کی ریش مبارک کی طرف بڑھاتا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو اس کی یہ طرزِ ادانہایت ناگوار گزرتی تھی، لہذا وہ عروہ کے ہاتھ پر تلوار کا دستہ مارتے ہوئے کہتے: ”اپنے ہاتھ کو سرکار کی ریش مبارک سے علیحدہ رکھو۔“

عروہ نے نظر اٹھائی، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور حاضرین میں سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ بتایا گیا یہ حضرت مغیر بن شعبہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ عروہ نے کہا: ”اے احسان فراموش مغیرہ! کیا تیری بے وفائی اور ظلم رسائی کے سلسلے میں، میں نے بھاگ دوڑ نہیں کی تھی؟“

عروہ اپنی کٹکھیوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور رفقاء کے انداز و اطوار دیکھتے جاتے تھے، ان کا بیان ہے کہ خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کھنکارتے تو لعاب دہن پاک زمین پر نہیں گرتا تھا بلکہ وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں پہنچ جاتا تھا اور وہ جس کے ہاتھ میں پہنچتا تو وہ اس کو اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا تھا جب آپ کسی کو حکم فرماتے تو وہ اس کی تعمیل میں عجلت و سبقت دکھاتا اور جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو باتیں کرتے تو اپنی آوازوں کو بہت ہی پست کر لیتے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کے باعث کوئی نظر بھر کر آپ کو نہیں دیکھتا، ان کے لہجوں میں عجز اور الفاظ میں نرمی ہوتی تھی، یہ تمام انداز و اطوار دیکھ کر عروہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس گئے اور ان سے کہا: لوگو!

خدا کی قسم! میں قیصر و کسریٰ کے درباروں میں جو دنیا کے عظیم الشان افراد ہیں، روم اور ایران بھی گیا ہوں اور اس کے علاوہ بارگاہوں میں بھی، انہوں نے اپنے خادموں کو آداب خدمت سکھائے ہیں، انہوں نے اپنے دانشوروں سے منصوبے تیار کرا کر خاص قسم کے لوگوں کو آداب سکھائے ہیں مگر وہاں یہ بات کہاں؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تو پر دانہ ہیں وہ ہمہ وقت اطاعت و حکم کی بجا آوری میں لذت محسوس کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں نے نہیں دیکھا کہ کسی بادشاہ کی تعظیم اس کے اصحاب ایسی بجالاتے ہوں جیسی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بجالاتے ہیں۔

اسکے بعد اصل موضوع گفتگو اور سفارتی امور کے بارے میں اس نے بتایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی تجویز پر قائم ہیں اور میرا مشورہ ہے کہ آپ لوگ اسے بلا تامل قبول کر لیں کیونکہ اس میں امن و سکون کی ضمانت ہے۔ بنی کنانہ کا ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا: اگر آپ لوگ پسند کریں تو میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا چاہتا ہوں، قریش نے اجازت دی تو وہ مسلمانوں کے پڑاؤ پر آیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اس پر پڑی تو فرمایا: یہ فلاں شخص اس قبیلہ کا ہے، یہ لوگ قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں، اس کے سامنے سے قربانی کے جانوروں کو گزارو اور لہیک پڑھتے ہوئے گزرو، جب اس نے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا: ان حضرات کو زیارت بیت اللہ سے روکنا ہرگز مناسب نہیں، واپس چلا گیا اور جا کر بتایا میں نے ان جانوروں کو دیکھا جو مسلمان قربانی کیلئے لائے ہیں، تمام جانور قلاوے ڈالے اور اشعار کیے ہوئے تھے میں تو خیال کرتا ہوں انہیں زیارت بیت اللہ سے نہ روکا جائے۔ یہ باتیں سن کر ایک شخص جس کا نام مکرز بن حفص تھا، اس نے آنے کیلئے اجازت طلب کی جب وہ آیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ ایک براف شخص ہے اور اس کا نام مکرز ہے۔ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کر رہا تھا کہ سہیل بن عمرو آ گیا اسے دیکھ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب تو تمہارا معاملہ آسان ہو گیا۔

معمراوی نے بیان کیا کہ زہری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث کو نقل کیا کہ سہیل بن عمرو آیا اور اس نے کہا: ہمارے ورتمہارے درمیان صلح نامہ تحریری ہونا چاہیے تو رسول اللہ ﷺ نے کاتب کو بلوایا اور کہا لکھو:

”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“

سہیل نے کہا: ”میں رحمن کو نہیں جانتا کہ وہ کون ہے؟ لہذا آپ ”بِسْمِکَ اللّٰهُمَّ“ لکھئے، جیسا کہ پہلے لکھا کرتے تھے۔ مسلمانوں نے کہا: ہم تو تسمیہ ہی لکھیں گے، مگر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”بِسْمِکَ اللّٰهُمَّ“ ہی لکھ دو۔

✽ اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو املاء کیلئے بتایا:

”هٰذَا مَا صَالَحَ عَلَیْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ“

اس پر بھی سہیل کو اعتراض ہوا اور اس نے کہا: ”اگر آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو پھر جھگڑا ہی کیا تھا۔ آپ کو محمد بن عبد اللہ لکھوانا چاہیے۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں بلاشبہ اللہ کا رسول ہوں، مگر تم تسلیم نہیں کرتے۔“ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کے بعد آپ ﷺ نے ”محمد بن عبد اللہ“ لکھوا دیا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اس تحریر کی پہلی شرط یہ ہے کہ ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان قریش مکہ حائل نہ ہوں گے اور ہمیں بیت اللہ کا طواف اور زیارت کرنے سے نہ روکیں گے۔“

سہیل نے کہا: ”ہم یہ ننگ گوارا کرنے کیلئے تیار نہیں کہ سارے عرب میں چرچا ہو کہ ہمارے دشمن زبردستی مکہ آ کر عمرہ کر گئے۔ اگر آپ ﷺ اور دوسرے مسلمان آئندہ سال آ کر طواف و زیارت کرنا چاہیں تو قریش مزاحمت یا ممانعت نہیں کریں گے۔“ اس پر اتفاق کر لیا گیا اور پہلی شرط قرار دے کر صلح نامہ تحریر کر دی گئی۔ اس کے بعد سہیل نے کہا: ”دوسری شرط یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص آپ ﷺ کے پاس نہ جائے گا اگر چہ وہ آپ کا دین قبول کر چکا ہو، اگر کوئی شخص آجائے گا تو اسے ہمارے پاس واپس کرنا ہوگا۔“ صحابہ نے کہا: ”واہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو شخص اسلام قبول کر کے ہمارے پاس آجائے، ہم اس کو امن تعاون اور سہارا دینے کے بجائے مشرکوں میں دھکیل دیں۔“

ابھی اس دوسری شق پر بحث و گفتگو جاری تھی کہ اچانک سہیل بن عمرو نما سندہ قریشی کے فرزند ابو جندل رضی اللہ عنہ بیڑیوں سے پاؤں فٹا رگرتے پڑتے یہاں آ پہنچے، یہ اسل مکہ سے قید سے فرار ہو کر آئے تھے۔ مسلمانوں کے درمیان پہنچ کر وہ ناتوانی سے گر پڑے، سہیل نے اپنے بیٹے کو دیکھ کر کہا: اے محمد (ﷺ)! یہ پہلا شخص ہے جس پر میں آپ سے اس شق کے تحت فیصلہ طلب کرتا ہوں، اب اس کو میری طرف پھیر دیجئے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابھی تو صلح نامہ کی تحریر مکمل نہیں ہوئی ہے اور نہ اس کا نفاذ کیا گیا ہے۔ سہیل نے کہا: اللہ کی قسم! اب میں آپ سے کبھی کسی چیز پر صلح نہیں کروں گا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سہیل اس کو اجازت دے دو، سہیل نے کہا کہ میں اس کو مسلمانوں میں رہنے کی اجازت نہیں دوں گا، بالآخر ابو جندل رضی اللہ عنہ کو ان کے نالہ و شیون داد طلبی اور انصاف خواہی کے

باوجود ان کے باپ سہیل بن عمرو کے حوالہ کر دیا۔

ابوجندل رضی اللہ عنہ نے کہا: مسلمانو! کیا تم مشرکوں کے حوالے مجھے کرتے ہو حالانکہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں، تم نہیں دیکھ رہے کہ مجھ پر کیا کچھ گزری ہے اور کیسا شدید عذاب میں اللہ کی راہ میں اٹھا رہا ہوں۔ مسلمان یہ منظر دیکھ کر تڑپ اٹھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تو تاب ضبط نہ رہی، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ نبی برحق نہیں ہیں؟“ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: ”بے شک میں نبی برحق ہوں۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟“ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ”بے شک تم مسلمان ہو۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ”کیا وہ لوگ مشرک اور دشمن دین حق نہیں ہیں؟“ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بلاشبہ وہ مشرک کرنے والے اور دین الہی کے دشمن اور کفر و سرتابی کی روش پر قائم ہیں۔“

ان سوالات کا جواب پانے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ادب و تعظیم کے لہجے میں گزارش کیا: ”اے اللہ کے سچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! براہ کرم مجھے بتائیے کہ جب حقیقت یہ ہے تو پھر ہم دین کے معاملے میں یہ ذلت کیوں گوارا کریں؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے عمر! میں اللہ کا رسول ہوں، اس کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا، وہ انشاء اللہ مجھے ہرگز خوار نہیں کرے گا۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے کہ میں اس بے تابانہ جوش کے فرو ہونے پر اپنی جرأت پر بہت پشیمان ہوا، اور مجھے ہمیشہ افسوس رہے گا، آپ اس کے کفارے کیلئے توبہ و استغفار کے علاوہ صدقات و خیرات اور بردے آزاد کرتے رہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنے کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور وہی سوالات ان سے بھی کیے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کو جوابات دینے کے بعد فرمایا: اے عمر رضی اللہ عنہ! سنو.....

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے اور ان کا مددگار ہے لہذا تم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب کو مضبوطی سے پکڑے رہو، اللہ کی قسم! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حق پر ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے، انہوں نے کہا: یقیناً فرمایا تھا لیکن کیا یہ بھی فرمایا تھا کہ ہم اسی سال جائیں گے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ تو نہیں فرمایا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو تم ضرور جاؤ گے لیکن اس وقت نہیں آئندہ سال۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عہد نامے کی کتابت سے فارغ ہوئے تو مسلمانوں سے فرمایا: اب قربانی کے جانوروں کو ذبح کر کے حلق کر لو۔

راوی حدیث نے بیان کیا کہ اس حکم کی تعمیل میں ایک مسلمان بھی نہ اٹھا اور پھر اس بات کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دہرایا۔ جب کوئی نہ اٹھا تو آپ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے

پاس تشریف لے گئے اور مسلمانوں کی حالت جمود و سکتہ کو ان سے بیان فرمایا: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ اپنے جانوروں کی قربانی شروع کریں، سرمنڈنے والے کو بلا کر حلق کرالیں اور اب کسی سے کچھ نہ کہیں۔

رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور کسی سے کچھ نہ کہا: پھر اپنے اونٹ کو ذبح کیا حلق کرایا، جب مسلمانوں نے یہ دیکھا تو وہ بھی اٹھے، سمجھوں نے اپنے اپنے جانور ذبح کیے اور باہم ایک دوسرے کا سرمنڈنے لگے، ان کاموں میں اب بے حد گہما گہمی اور حرکت پیدا ہو گئی تھی۔ مردوں کے بعد عورتیں آئیں اور اپنی قربانیوں سے فارغ ہوئیں۔

اس مرحلہ پر ان عورتوں کے بارے میں جو ہجرت کر کے مدینہ آئیں اور ان کے دلوں میں ایمان راسخ نہ ہوا ہو تو ان کی آمد اور ان کا وجود مسلمانوں کیلئے مضرت رساں بھی ہو سکتا تھا۔

اس لیے ان کے متعلق ارشاد خداوندی ہوا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَأَمْتَحِنُوهُنَّ ۗ اللَّهُ أَعْلَمُ
بِإِيمَانِهِنَّ ۗ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ ۗ لَا هُنَّ حِلٌّ
لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۝

﴿سورۃ الممتحنہ﴾

ترجمہ: ”اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں، تو ان کا امتحان کرو واللہ ان کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے، پھر اگر تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں کافروں کو واپس نہ دو، نہ یہ انہیں حلال نہ وہ انہیں حلال۔“

سورۃ ممتحنہ کے اس حکم کے نزول کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی ان دونوں بیویوں کو طلاق دیدی جو ہنوز مشرک تھیں، ان میں سے ایک کے ساتھ معاذ بن ابی سفیان نے اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے شادی کر لی۔

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو ایک دن ابو بصیر رضی اللہ عنہ نامی مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں مسلمانوں کے پاس آگئے، ان کو واپس بلانے کیلئے قریش نے دو افراد کو مدینہ بھیجا چنانچہ معاہدے کے بموجب حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو ان کے حوالے کر دیا گیا، اور وہ دونوں آدمی ان کو اپنے ساتھ لے کر مکہ کے سفر پر روانہ ہو گئے، دوران سفر میں ذوالخلیفہ پر رے کے اور کھجوریں کھانے لگے۔ ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے ایک ساتھی سے کہا:

”اے فلاں! واللہ! تیری تلوار نہایت عمدہ معلوم ہوتی ہے۔“ یہ سن کر اس کے دوسرے ساتھی نے تلوار کو نیام سے کھینچتے ہوئے کہا: ”واقعی یہ ایک عمدہ تلوار ہے اور مجھے خوشی ہوئی کہ ابو بصیر تمہاری شناخت اچھی ہے اور میں نے تو اس کو بار بار دیکھا اور تجربہ بھی کیا ہے۔“

ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے کہا: ”ذرا مجھے دینا۔“ اور تلوار لے کر اسے قتل کر دیا اور دوسرا شخص بھاگ کر

مدینہ آیا اور مسجد نبوی میں بے چین اور پریشان ٹھہرنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ کی نظر اس پر پڑی تو آپ نے اس کی حالت دیکھ کر کہا: شاید اس نے کوئی دہشت ناک منظر دیکھا ہے، پھر وہ حضور نبی کریم ﷺ کے قریب آیا اور کہنے لگا: ”میرا ساتھی قتل کر دیا گیا اور میری جان بھی محفوظ نہیں ہے۔“

اتفاقاً اسی وقت حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ میرے بارے میں ایفائے عہد کر چکے ہیں کیونکہ میں ان کے حوالے کر دیا گیا تھا، اب میرے خدا نے مجھے ان کے پنجے سے نجات دیدی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (ابوبصیر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر) یہ جھگڑا لو ہے۔ (پھر فریادی شخص کی طرف دیکھ کر کہا) کاش اس کا کوئی مددگار ہوتا۔

ابوبصیر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے کاروائے سخن کس طرف ہے، انہوں نے سوچا اگر میں تھوڑی دیر ٹھہر گیا تو پھر آپ کوئی بندوبست کر کے مجھے واپس اسی شخص کے ساتھ کر دیں گے، لہذا وہ آنکھ بچا کر نکل کھڑے ہوئے اور سمندر کے ساحل پر مقیم ہو گئے۔

کچھ دنوں بعد ابوجندل بن سہیل رضی اللہ عنہ جن کو حدیبیہ سے واپس کر دیا تھا، قریش کے پنجے سے دوبارہ چھٹکارا پا کر ابوبصیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل گئے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ جاری ہو گیا اور مکہ کے مسلمانوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ ہمارے بھائی ابوبصیر رضی اللہ عنہ اور ابوجندل رضی اللہ عنہ نے اپنی جرأت اور قوت بازو سے اپنی پناہ گاہ بنالی ہے تو مکہ کے ظلم رسیدہ اور ستم کش مسلمان خلاصی پا کر ایک ایک دود کی شکل میں ابوبصیر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے ملتے گئے اور جب ان کی کچھ جمعیت ہو گئی تو قریش کے کاروان تجارت پر حملے کرنے لگے۔ مجبور ہو کر قریش نے حضور نبی کریم ﷺ کو لکھا کہ ہم معاہدہ کی اس شرط سے باز آئے، اب جو مسلمان مدینہ چلا جائے گا ہم اس کی واپسی کا مطالبہ نہیں کریں گے اور مہربانی فرما کر آپ ابوبصیر رضی اللہ عنہ اور ابوجندل رضی اللہ عنہ کو مدینہ بلا لیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان مسلمانوں کو ساحلی مقام سے مدینہ منورہ بلا لیا اور خود قریش کی درخواست پر یہ شرط عہد نامہ سے خارج ہو گئی۔

✽ صلح حدیبیہ کے واقعہ کو بہ تغیر الفاظ اس طریق پر بھی بیان کیا گیا ہے:

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس درخت کے سائے میں تھے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔ اس درخت کی شاخیں حضور نبی کریم ﷺ پر سایہ کیے ہوئے تھیں اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت سہیل بن عمرو حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: لکھو ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ سہیل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: ”ہم رحمن کو جانتے ہیں نہ رحیم کو۔ ہمارے قضیہ میں الفاظ لکھو جنہیں ہم جانتے ہیں: ”بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ“ لکھو۔ پھر انہوں نے وہی لکھ دیا اور لکھا کہ: ”هَذَا مَا صَلَّحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ تو اس پر بھی نمائندہ قریش سہیل کو اعتراض ہوا اور کہنے لگا: اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو پھر تو ہم نے آپ ﷺ پر ظلم کیا۔

آپ عرب کے عام دستور کے مطابق تحریر لکھیں اور اسی سے ہم واقف ہیں۔ بالآخر آپ نے فرمایا: لکھ دو: ”ہذا ما صالح علیہ محمد بن عبد اللہ“ اسی دوران میں جو ان آئے یہ مسلح تھے، یہ حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے آ کر شور و غوغا کرنے لگے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ان کیلئے بددعا کی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی سماعت سلب کر لی اور وہ بہرے ہو گئے، پھر ہم نے ان کو پکڑ لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: کیا تم لوگ امان یافتہ ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں، پھر آپ نے ان کو چھوڑ دیا۔

﴿احمد، نسائی، حاکم﴾

تمام لشکر کی مغفرت:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حدیبیہ کے سال گئے۔ اثنائے راہ میں ہم عقبہ ذات حنظل میں آئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج رات اس ٹیلے سے گزرنا ایسا ہے، جیسا کہ بنی اسرائیل کیلئے اس دروازے سے گزرنا تھا، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَتَكُمْ

﴿سورۃ البقرہ﴾

ترجمہ: ”اور دروازہ میں سجدہ کرتے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں تم تمہاری خطائیں بخش دیں گے۔“

تو جو کوئی آج کی رات اس ٹیلے سے گزرے گا بخشا جائے گا، جب ہم اس ٹیلے سے گزرے تو کچھ دیر ٹھہر گئے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! قریش ہماری آگ کی روشنی کو دیکھ لیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوسعید! ہرگز ایسا نہ ہوگا۔

صبح کو حضور نبی کریم ﷺ نے ہمیں نماز فجر پڑھائی اور اس کے بعد حمد و ثنا کے بعد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آج کی رات تمام سواروں کو بخش دیا مگر ایک شترسوار جو سواروں کے ساتھ ہی ٹیلے سے گزرے ہیں وہ نہیں بخشا گیا۔ ہم لوگ یہ ارشاد سن کر اس شترسوار کی تلاش میں نکلے حتیٰ کہ ہم نے اس کو پایا، وہ ایک بدوی غیر مسلم ساربان تھا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عنقریب ایک قوم ایسی آئے گی جن کے اعمال کو دیکھ کر تم اپنے کارناموں کو حقیر سمجھو گے، ہم نے پوچھا: ”یا رسول اللہ ﷺ! جس قوم کے بارے میں آپ نے مطلع فرمایا کیا وہ بنو قریش ہوں گے؟“

جواب میں فرمایا: ”نہیں! وہ یمنی لوگ ہوں گے، وہ رفیق القلب اور انسان دوست ہوں گے، ایمان میں مخلص اور اعمال میں سرگرم۔“

لوگوں نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا وہ لوگ ہم سے بہتر ہوں گے؟“ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اگر کوئی ایک پہاڑ برابر سونا راہ خدا میں خرچ کرے تو وہ تم سے ایک مُد یا اس کے نصف

کے برابر حیثیت نہ رکھے گا۔ سن لو! یہی وہ فرق ہے جو تمہارے اور بعد کے مسلمانوں کے درمیان ہے۔
﴿ابونعیم﴾

کنواں پانی سے بھر گیا:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ لوگ فتح مکہ کو عربوں پر فتح تصور کرتے ہیں، اگرچہ یہ غلط نہیں ہے، مگر ہم حدیبیہ کے دن بیعت رضوان کو فتح مکہ قرار دیتے ہیں۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چودہ سو مسلمان تھے۔ حدیبیہ کے مقام پر ایک کنواں تھا، ہم نے اس کا پانی نکال لیا اور ایک قطرہ اس میں نہ رہا۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور کنوئیں کے کنارے پر بیٹھ گئے۔ ایک برتن میں پانی طلب فرمایا، وضو کے دوران اس میں کلی کی اور دعا فرمائی، کچھ دیر توقف کے بعد ہم اپنی اور جانوروں کی تمام ضروریات اس کے پانی سے پوری کرتے رہے مگر اس میں پانی ختم ہونا تو کیا کم بھی نہ ہوا۔

﴿بخاری﴾

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ پر آئے، ہم چودہ سو مسلمان تھے اور ان کے پاس پچاس بکریاں تھیں، جن کو سیراب نہیں کر سکتے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنوئیں کے منڈیر پر بیٹھے اور دعا فرمائی یا لعاب دہن اقدس اس میں ڈالا، اسی دم کنواں جوش مارنے لگا اور پانی بھر گیا۔ ہم نے اس سے اپنی اور جانوروں کی تمام ضروریات پوری کیں۔

﴿مسلم﴾

واقفی سے روایت ہے کہ حضرت ناجیہ بن اعجم رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیبیہ کے موقع پر جب پانی کے ختم ہو جانے کی شکایت کی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور اپنے ترکش سے تیر نکال کر مجھے دیا اور ایک ڈول پانی منگایا اور وضو کر کے ایک کلی کنوئیں میں ڈال دی۔ اس کے بعد فرمایا: ڈول کے پانی کو ڈال کر تیر سے اسے کھودنا، پانی نکل آئے گا۔

حضرت ناجیہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ایسا ہی کیا اور فوراً بہت تیزی سے پانی اگلنے لگا اور وہ اس طرح جوش مارنے لگا جیسے ہانڈی جوش مارتی ہے حتیٰ کہ پانی کنوئیں کے کنارے پر آگیا اور لوگ کناروں سے پانی لے کر پینے لگے اور تمام ضروریات پوری کیں۔

﴿ابونعیم﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: حدیبیہ کے روز ان لوگوں کو پیاس لگی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن کے پانی سے وضو فرما رہے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں تشریف لائے اور پوچھا کیا حال ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: ہمارے پاس پانی نہیں ہے وضو کر سکتے ہیں نہ پی سکتے ہیں۔ صرف یہ ایک پیالے میں پانی ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دست اقدس پیالے میں ڈالا تو انگلیوں کے درمیان سے پانی جوش مار کر

نکلنے لگا، جس طرح کہ چشمے سے نکلتا ہے، پھر ہم سب نے پیا اور وضو کیا۔

راوی حدیث سالم بن ابی جعدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تم وہاں کتنے مسلمان تھے؟ انہوں نے جواب دیا اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی سب کو کفایت کرتا، ہم صرف پندرہ سو آدمی تھے۔

﴿بخاری﴾

کھانے میں برکت:

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ کے لیے روانہ ہوئے۔ گرسنگی نے اس قدر ستایا کہ ہمارا ارادہ ہوا کہ اپنی سواری کے اونٹوں کو ذبح کر دیں۔ عین اسی وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تمام کھانا ایک جگہ جمع کر دیا جائے۔ پھر ہم نے دسترخوان بچھایا اور لوگوں نے جو کچھ بھی ان کے پاس تھا لاکر رکھ دیا۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے جھانک کر دیکھا کہ کھانے کی کتنی مقدار ہو گئی ہے تو وہ مجھ کو ایک بکری کے بچے کے برابر اونچا ڈھیر نظر آیا۔ پھر ہم کو کھانے کا حکم دیا گیا اور ہم سب چودہ سو مسلمان تھے۔ ہم سب نے شکم سیر ہو کر کھایا اور پھر باقی ماندہ کھانے کو لوگوں نے توشہ دانوں میں بھر لیا۔ پھر فرمایا کیا ہاتھ دھونے کو پانی ہے؟ تو ایک شخص مشکیزہ لایا جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ نے اسے پیالے میں لوٹا اور ہم سب نے وضو کیا اور چودہ سو افراد نے اس کو باری باری سے مشکیزوں میں بھر لیا۔

﴿مسلم﴾

حضرت ابو حنیس غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تہامہ میں گیا۔ جب ہم غسغان پہنچے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے شدت بھوک کی شکایت کی اور عرض کیا کہ ہمیں اجازت دیجئے تاکہ ہم اپنی سواری کے اونٹوں کو ذبح کر دیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ہم نے سواری کے اونٹوں کو کھالیا تو پھر سواری کرنے سے مجبور اور پریشان ہو جائیں گے۔ لیکن آپ ان کو حکم دیں کہ وہ اپنے بقیہ توشے ایک کپڑے میں جمع کریں اور آپ ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں چنانچہ آپ نے ان کو حکم دیا۔ انہوں نے اپنے توشے جمع کیے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت عطا فرمائی کہ تمام لوگوں نے شکم سیر ہو کر کھایا اور دوسرے اوقات کے لیے توشہ دان بھر لیے۔

﴿بزار، طبرانی، بیہقی﴾

بیعت رضوان:

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ میں قیام کے دوران حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو قریش کی طرف بھیجا اور فرمایا: تم انہیں خبر دے دو کہ ہم ارادہ جنگ سے نہیں آئے ہیں، نہ لڑائی مقصود ہے۔ ہم صرف عمرہ کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں اگر دوستانہ ماحول

میں باتیں ہوں تو دعوت اسلام دینا اور جو مسلمان مرد اور عورتیں مکہ میں ہیں انہیں جا کر فتح قریب کی بشارت دینا اور بتا دینا کہ بہت جلد مکہ مسلمانوں کے قبضہ میں آنے والا ہے اور پھر کسی مکی مسلمان کو اپنے اسلام اور عقیدہ کو چھپانے کی ضرورت نہ ہوگی۔

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ میں قریش کے پاس پہنچے۔ انہیں مسلمانوں کی آمد کا مقصد بتایا اور دعوت اسلام دی۔ مگر قریش نے انکار کیا اور جنگ کی دھمکیاں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ باتیں سن کر اصحاب کو بیعت کے لیے بلایا۔ منادی کو حکم ہوا کہ وہ ان الفاظ سے اعلان کرے:

”آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روح القدس نازل ہوئے ہیں اور بیعت کے لیے بلارہے ہیں۔“

تمام مسلمانوں نے بیعت کی کہ پشت نہ دکھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر رب ڈالا اور انہوں نے جن مسلمانوں کو بالجبر روک رکھا تھا، انہیں چھوڑ دیا اور مصالحت کی باتیں شروع کر دیں۔ ادھر مسلمانوں نے حدیبیہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واپس تشریف لانے سے پہلے کہنا شروع کر دیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو طواف کعبہ کریں گے۔ یہ باتیں سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میرا خیال ہے کہ اس صورت میں کہ ہم سب کو تو طواف و زیارت سے روک دیا گیا ہو، وہ بیت اللہ کا طواف نہ کریں گے۔“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی واپسی کے بعد لوگوں نے ان سے پوچھا: ”آپ نے خانہ کعبہ کا طواف کر لیا؟“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا:

”اے برادران ملت! میرے بارے میں شاید آپ لوگوں نے حسن ظن سے کام نہیں لیا، واللہ اگر میں مکہ میں کسی وجہ سے ایک سال بھی مقیم رہتا تو میں بغیر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہرگز طواف نہ کرتا بلاشبہ مجھے قریش نے دعوت طواف دی تھی۔ مگر میں نے اسی وجہ سے انکار کر دیا۔“ اس بارے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بیان سن کر صحابہ نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درست فرمایا اور بے شک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب کے بارے میں زیادہ بہتر طور پر جانتے ہیں۔

﴿بیہقی﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے دن ستر اونٹ ذبح کیے گئے۔ بکریوں کی تعداد اس کے علاوہ تھی۔

﴿امام احمد، بیہقی﴾

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شب ہم حدیبیہ پہنچے اور پھر ہمیں روک دیا گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کون پہرہ دے گا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں دوں گا۔ آپ نے فرمایا: تم سو جاؤ گے اس کے بعد دوبارہ فرمایا: ”ہمارا پہرہ کون دے گا؟“ میں نے پھر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دوں گا۔ ارشاد فرمایا اچھا تم ہی دو۔ پھر میں پہرہ

دینے لگا حتیٰ کہ شب کے اختتام اور طلوع فجر کا وقت ہوا تو حسب ارشاد رسول اللہ ﷺ کہ ”تم تو سو جاؤ گے۔“ نیند نے غلبہ کیا اور میں سو گیا۔ اس وقت بیدار ہوا کہ جب سورج طلوع ہو چکا تھا، جب ہم بیدار ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہتا تو تم ہرگز نہ سوتے۔ اس کے بعد آپ نے نماز پڑھائی اور کہا جو شخص مسلمانوں میں سو جائے اس کے لیے میرا یہی عمل سنت ہے۔

اس کے بعد مسلمان اپنی سواریوں کی تلاش میں نکلے اور ہر ایک اپنی سواری کے جانور کو ہانک لایا مگر حضور نبی کریم ﷺ کی ناقہ نہ ملی۔ جب حضور نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا تو مجھ سے فرمایا: وہ فلاں مقام پر ہے اسے ہانک لاؤ۔ پس آپ نے جس طرح فرمایا تھا، میں پہنچا تو دیکھا کہ اونٹنی کی رسی ایک جھاڑی میں الجھ گئی ہے۔ میں نکال کر لے آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اس کی ٹیکل کو الجھا ہوا پایا اور وہ بغیر چھڑائے نہیں آسکتی تھی۔

﴿بیہقی﴾

حضرت عبد الرحمن بن ابی یعلیٰ رضی اللہ عنہ سے آیہ کریمہ ”وَإِنَّا بِهِمْ لَفَتْحٌ (سورۃ الفتح) ترجمہ: ”اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔“ کی تفسیر میں روایت کی کہ اس سے فتح خیبر مراد ہے۔

﴿بیہقی﴾

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے قیام حدیبیہ ہی کے دنوں میں خواب دیکھا کہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام مکہ مکرمہ میں سرمنڈائے ہوئے امن کے ساتھ داخل ہوئے ہیں تو صحابہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے جس وقت آپ حدیبیہ میں اونٹوں کو ذبح کر رہے تھے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے خواب کی تعبیر کیا ہے؟ اس وقت نزول وحی ہوا کہ:

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ
أَمِينٍ لَا مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ ۝

﴿سورۃ الفتح﴾

ترجمہ: ”بے شک اللہ نے سچ کر دیا اپنے رسول کو سچا خواب بے شک تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گئے اگر اللہ چاہے امن و امان سے اپنے سروں کے بال منڈاتے یا ترشواتے بے خوف۔“

جب حدیبیہ سے واپس تشریف لائے تو مسلمانوں نے خیبر کو فتح کیا اور آئندہ سال احرام عمرہ باندھا اور مسجد حرام میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ کا خواب پورا ہو گیا۔

﴿بیہقی﴾

حضرت عمروہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کے واقعات کے سلسلے میں بنو مضر کے لیے بددعا کی کہ اے اللہ! مضر پر ایسا قحط مسلط کر دے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے عہد میں اہل مصر پر مسلط کیا تھا۔ چنانچہ مضر کے لوگ قحط کے شکار ہو گئے اور غذاؤں کی کمی پائی۔

حد کو پہنچی کہ انہوں نے علیہ یعنی اونٹ کے خون کو اس کے بالوں سمیت پکا کر کھایا اور ابوسفیان حضور نبی کریم ﷺ کے دربار میں بھوک اور فاقوں کی شکایت کرنے پہنچا۔

﴿بہتی﴾

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا بدر میں جب ابو العاص مارا گیا تو میں اپنے چچا ابان بن سعید کی کفالت اور تربیت میں تھا۔ ابان بن سعید ایک مرتبہ تجارت کی غرض سے شام گیا اور وہاں اس کو ایک سال لگ گیا، پھر وہ واپس آ گیا، وہ جہالت اور عصبیت کی وجہ سے حضور نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہا کرتا تھا۔ اس نے سفر سے واپس آ کر پوچھا ”محمد (ﷺ) کا کیا حال ہے؟“ میرے چچا عبد اللہ نے جواب دیا: ”وہ تو پہلے سے زیادہ معزز، بااثر اور جماعت عظیم کے پیشوا ہیں۔“ ابان نے توجہ سے اس بات کو سنا اور خاموش ہو گیا حضور نبی کریم ﷺ کو برا نہ کہا۔ اس کے بعد اس نے کھانا تیار کرایا اور کھانے پر بنو امیہ کے سرداروں کو بلوایا۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو ابان نے ان سے خطاب کیا کہ:

”اے سرداران آل امیہ! میں جو کچھ کہوں اسے غور سے سنیے اور صحیح نتائج اخذ کیجئے میں ایک ایسی بستی میں تھا وہاں میں نے بکا راہب کو دیکھا۔ وہ ایک مرد مرتاض اور بڑا عبادت گزار تھا۔ چالیس برس سے زمین پر نہ اترتا تھا۔ ایک روز نیچے آیا تو اس کی زیارت کے لیے لوگ جمع ہو گئے۔ دیکھنے والوں میں، میں بھی تھا۔ میں نے اس سے کہا: ”مجھے آپ سے ایک بات دریافت کرنی ہے۔“ اس نے میرے لیے تخلیہ کر دیا۔ پھر میں نے اس سے کہا:

اے مرد بزرگ! میں عربی قریشی ہوں، میری قوم کا ایک شخص ”نبی“ ہونے کا مدعی ہے۔“ راہب نے پوچھا: ”اس کا نام کیا ہے؟“ میں نے جواب دیا: ”ان کا نام محمد (ﷺ) ہے۔“ اس نے پوچھا: ”کب سے اس کا ظہور ہوا ہے؟“ میں نے جواب دیا: ”بیس سال سے؟“ اس نے کہا: ”میں اس کا حلیہ اور سراپا اگر تم کہو تو بیان کروں؟“ میں نے کسی قدر حیرت سے کہا: ”ضرور۔“ پھر اس زاہد، واقف حال نے محمد (ﷺ) کا سراپا بیان کر دیا اور تعجب ہے کہ وہ بالکل درست ہے۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے کہا یقین کرو یا نہ کرو بہر حال ان کا دعویٰ نبوت صحیح اور درست ہے۔ کسی کا یقین کرنا اور کسی دوسرے کا بے یقینی میں مبتلا ہونا، اس کی ذات اور اس کے مقاصد میں فرق اور حرج پیدا نہیں کرتا۔ دنیا بھر کی مخالفتوں اور مزاحمتوں کے باوجود تم دیکھ لو گے کہ وہ غالب ہو کر رہیں گے۔

ہماری باتیں ختم ہوئیں، راہب صومعہ کے بالا خانے پر چڑھ گیا۔ پھر اس کا خیال آیا اور اس نے بالائی منزل سے جھانک کر کہا:

”اے تاجر عرب! خدا تم کو راہ راست کی توفیق دے، اگر تمہارا جانا محمد (ﷺ) کے شہر میں ہو، تو مجھ غریب فقیر کا سلام کہنا۔“ (یہ واقعہ حدیبیہ کے زمانہ کا ہے۔)

﴿ثیم بن عدی الاخبار﴾

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نے میرے لیے خیر کا ارادہ فرمایا تو اس نے میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی اور توفیق ہدایت بخشی۔ اللہ تعالیٰ نے صحیح رخ پر سوچنے کا انداز عطا فرمایا تو میرے دل نے کہا:

اے خالد تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف ہر معرکہ میں شریک رہا اور ہر مرتبہ غیر متوقع، نادر، انوکھے اور حیرت فزاؤ ہنگ پر ان کو نمایاں کامیابی ہوئی۔ ہر معرکہ کے حالات کا تجزیہ کر کے میری فکر نے بتایا۔ ان کی تعداد بہت کم، اسلحہ بہت کم، رسد اور دوسرا ضروری سامان بہت کم، افراد کی تربیت اور ان میں صلاحیت جنگ بہت کم، ان تمام کوتاہیوں اور بہ ظاہر محرومیوں کے باوجود، ہر رزم پر، ہر موقع پر، ہر میمنہ پر، ہر میسرہ پر، ہر مبارزت اور ہر حملہ عام پر ان کی خلافت اسباب، خلاف امید اور خلاف حالات، نمایاں اور غیر معمولی کامیابیاں تو خدا کی نصرت و امداد کا یقین دلاتی ہیں۔ ان شعوری اور باطنی افکار کی روشنی میں پھر میں سوچتا رہتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حدیبیہ میں پڑاؤ کیا اور میں مقابلہ و مقاتلہ کے لیے ماتحت سواروں کو لے کر نکلا، پس مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ غسفان میں ملے۔ میں قریب پہنچ گیا اور متصادم ہونے کا راد کر لیا۔

ادھر حالات کی نزاکت اور خطرہ جنگ ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ہمارے سامنے نماز دو پہر پڑھائی۔ جنگ میں مفید مطلب حیلوں کا رواج ہے، پس میں نے سوچا اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دوں اور حملہ کروں، مگر شاید خدا ساز بات (یعنی اللہ نے مدد فرمائی یا اللہ نے بات بنا دی) تھی، میں یہ سوچتا ہی رہ گیا اور حملہ کرنے سے باز رہا اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلی ارادے اور ایسے خیال کو کہ جو صرف ذہن میں تھا اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باخبر کر دیا اور اس کے بعد نماز عصر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف کے طریقہ پر پڑھائی اور نماز خوف کے طریقے کو اختیار کرنے کی وجہ سے پھر ہمارے لیے موقع نہ رہا اور میرے دل نے کہا یہ شخص اور اس کے ہمراہی مصون و مامون ہیں۔

اس کے بعد ہم جدا ہو گئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری ناکہ بندی کیے ہوئے راستوں کو چھوڑ کر ایک علیحدہ دوسرا راستہ اختیار فرمایا اور ذات الیمین کی راہ پر چل پڑے۔ پھر جب قریش سے صلح نامہ ہو گیا اور حالات پر امن و پرسکون ہوئے تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب کون سی شے باقی رہ گئی ہے اور کیا طریقہ ہو سکتا ہے؟ عزت و کامرانی سے میں اور میری قوم بہت دور ہیں۔ حبشہ کے نجاشی نے دین اسلام اختیار کر لیا ہے اور اس کے ملک میں بھی مسلمان موجود ہیں۔ مجھے ہر قتل کے پاس روم جانا چاہیے اور اس مشرکانہ دھرم کو چھوڑ کر مجھے نصرانی یا پھر یہودی ہو جانا چاہیے۔ کیونکہ اب تو اپنی بے بضاعتی بھی مجھ پر واضح ہو گئی ہے لہذا ان کمزوریوں کی بناء پر مجھے عجیبوں کا ہی زبردست اور تالبع ہو جانا چاہیے۔

یا پھر جو لوگ باقی رہ گئے ہیں ان کے ساتھ اپنے گھر میں پڑا رہوں۔ بہر صورت میں شش و پنج میں تھا اور اپنی زندگی اور اس کے مقصد کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کر سکا تھا۔ یکبارگی مجھے رسول اللہ ﷺ کے مکہ میں داخل ہو جانے کی اطلاع ملی کہ آپ عمرہ اور طواف کرنے اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔ میں اس خبر کو سن کر فوراً روپوش ہو گیا۔ میرا بھائی ولید بن ولید رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ عمرہ کے لیے مکہ آیا اس نے مجھے تلاش کیا کہ میں قریش کے ہمراہ کس طرف نکلا ہوں، مگر وہ کسی سے پتہ نہ چلا سکا۔ پھر بے چارے نے میرے پاس خط روانہ کیا، اس میں لکھا تھا:

”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“

اما بعد!

میں تم سے نہ مل سکا اور اسلام کے بارے میں ہنوز تمہاری بے خبری اور غفلت شعاری پر مجھے خیرت بھی ہے اور افسوس بھی کیونکہ اسلام تو اب عملاً نافذ ہے اور اس کی خیر و برکت اور دوسرے فلاحی نتائج مشاہدہ میں ہیں۔ جن کو دیکھا جا رہا اور محسوس کیا جا رہا ہے۔ تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ انہیں لائے گا۔

اس کے بعد ارشاد ہوا۔ اس مانند ذی فہم اور سلیم الطبع شخص کوئی نہیں جو اب تک اسلام سے غافل اور باہر ہو۔ اگر وہ اسلام کی صفوں میں آ کر مشرکوں اور سر پھرے لوگوں کی ذلت و خواری کا موجب ہوتا، تو یہ اس کے لائق تھا۔ تو اے بھائی! جو کچھ اس تاخیر سے فوت ہو گیا، اس کی تلافی کرو میرے خط کو بہ غور پڑھ کر تم کو اقدام کرنا چاہیے۔“ میں خط کو پڑھ کر متاثر ہوا اور جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ اسی دوران میں نے خواب دیکھا کہ قحط زدہ، تنگ شہروں میں سرسبز و شاداب اور بارونق شہروں کی جانب رواں دواں ہوں۔ میں نے سوچا، یہ خواب ایک بشارت ہے۔ مدینہ پہنچ کر اس خواب کو میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا: تمہارا نکلنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو توفیق اسلام دی اور قحط زدہ تنگ حالت، کفر کی زندگی تھی۔ بہر حال حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے میں صفوان بن امیہ سے ملا اور اس سے کہا: اے ابو وہب! کیا تو اس حالت کو محسوس کرتا ہے جس میں ہم مبتلا ہیں۔ ہم سب آپس میں دانتوں کی مانند ہیں اور تم دیکھ رہے ہو کہ محمد (ﷺ) نے عرب و عجم پر غلبہ پالیا ہے۔ اگر ہم ان کے پاس جا کر ان کی اطاعت کر لیں تو ان کی عظمت ملے گی۔ صفوان نے منہ بنا لیا اور انکار کر دیا، کہا اگر سارا عرب مسلمان ہو جائے تب بھی میں محمد (ﷺ) کے طریقوں کو اختیار نہ کروں گا۔

میں نے سوچا یہ وہ شخص ہے کہ جس کا باپ اور بھائی بدر میں مارے گئے ہیں۔ اس وجہ سے یہ سوختہ دل ہے۔ اس کے بعد میں عکرمہ بن ابی جہل سے ملا اور اس سے وہی باتیں کہیں جو صفوان بن امیہ سے کہی تھیں اور اس نے بھی وہی کفر و انکار کا رویہ اختیار کیا۔ پھر میں نے عکرمہ سے کہا مہربانی کر کے تم ان باتوں کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔

اس نے اقرار کیا اور کہا میں کسی کو نہ بتاؤں گا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا اب میں گھر آیا اور خادم

سے سواری نکالنے کو کہا اور تاکید کر دی کہ اتنی دیر میں تیار ہو جائے کہ میں عثمان بن طلحہ کے پاس سے آ جاؤں۔ اب کچھ خیالات میرے دماغ میں حرکت کرنے لگے: عثمان میرا گہرا دوست ہے میں اس سے اپنے ارادے کا اظہار کر دوں تو کیا برائی ہے؟

میں یہ سوچ رہا تھا کہ مجھے اس کے باپ طلحہ اور دادا کا مارا جانا یاد آ گیا۔ اس کے بعد میں نے پسند نہ کیا کہ اس سے اپنا ارادہ ظاہر کر کے راز دار بناؤں۔ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ دماغ کے ایک دوسرے زاویے میں ایک دوسرا خیال ابھرا جو یہ تھا کہ جب میں اسی لمحے کوچ کا ارادہ اور تیاری کر چکا ہوں تو پھر ذکر کر دینے سے کیا فرق پڑتا ہے اور اس میں کیا حرج ہے۔ میں نے عثمان کے پاس جا کر اپنا ارادہ بیان کیا نیز وہی باتیں کیں جو اس سے پہلے صفوان اور عکرمہ سے کی تھیں۔ مزید یہ بھی کہا کہ ”ہم اپنی حالت کے اعتبار سے لومڑی کے سوراخ کے مانند ہیں کہ اس میں ڈول پانی ڈالا جائے مگر سارا نکل جائے۔“ میری باتیں توجہ سے من کر وہ تو بلا تردد میرے خیالات سے پورا اتفاق کرتے ہوئے اسی وقت چلنے پر آمادہ ہو گیا۔ اس نے کہا: ”تم میری اس اونٹنی کو راستہ میں بیٹھا پاؤ گے۔“

خالد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے ایک دوسرے سے طے کر لیا اور مقام یانح میں ملنے کا پروگرام بنا لیا۔ ہم علی الصبح روانہ ہو کر مقام ہدہ پہنچ گئے۔ وہاں ہم کو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مل گئے۔ انہوں نے ہم کو اور ہم نے ان کو مرحبا کہا۔ اس کے بعد ہم نے آپس میں ارادہ سفر کے بارے میں سوال و جواب کیے اور دونوں نے دعوت اسلام کو قبول کرنے کا ارادہ اور خود کو اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دینے کا مقصد بیان کیا ہم تینوں کو بڑی خوشی ہوئی اور ساتھ میں سفر کر کے مدینہ میں داخل ہوئے، اپنے اونٹوں کو ظہر حرہ میں پاندھا تھا کہ کسی نے ہماری آمد کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کر دی۔ جس کو سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسرت ہوئی۔ دربار سرور کو نین صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہونے کے لیے میں نے غسل کر کے عمدہ کپڑے پہنے ہی تھے کہ میرا بھائی ولید ملنے آ گیا۔ مزاج پرسی اور نیک تمناؤں کے اظہار کے بعد انہوں نے کہا۔ آپ کی آمد اطلاع حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو چکی ہے جلدی چلو وہ انتظار فرما رہے ہیں۔ میں تیز قدموں سے روانہ ہوا۔ حتیٰ کہ میں نزدیک ہی پہنچ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور مجھے نظر آنے لگا آپ کی نظریں مجھ پر تھیں اور تبسم فرما رہے تھے۔ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر سلام عرض کیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خندہ روئی اور شگفتہ انداز میں جواب سلام عطا فرمایا:

اس کے بعد میں نے کہا: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ“ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ”أَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا“ اس کے بعد ارشاد فرمایا:

خالد رضی اللہ عنہ! میں تمہارے اندر جو ہر ذاتی اور ذاتی پاتا تھا اور میرا خیال تھا کہ جب کبھی تم نے اپنی ان خداداد صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے دعوت اسلامی پر فکر و تدبر کیا، تم اس کو قبول کر لو گے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جانتے ہیں کہ میں بہت مرتبہ، اسلام کے لیے رکاوٹ بنا ہوں اور دین حق کے علم برداروں اور خادموں کے مقابلے میں آیا ہوں اور گھڑ سواروں کو لایا

ہوں۔ آپ ﷺ میرے اس عمل کی معافی کے لیے اللہ رب العزت سے دعا فرمادیتے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسلام ما قبل کے تمام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔

﴿ ابن سعد، بیہقی ﴾

﴿ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے قبل آٹھ (۸) ہجری کو مشرت بہ اسلام ہوئے۔ ﴾

غزوہ خیبر میں معجزات کا ظہور

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہوئے، ہم رات میں سفر کر رہے تھے۔ ایک شخص نے حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا تم ہمیں اپنا نغمہ نہیں سناؤ گے؟ تو وہ اترے اور مسلمانوں کو حدی سنانے لگے۔ انہوں نے کہا:

اللهم لو لا انت ما اهدينا ولا تصدقنا ولا صلينا
فاغفر فداء لك ما بقينا و ثبت الاقدام ان لا قينا
ترجمہ: ”اے اللہ! اگر تو نہ ہوتا تو ہم نہ ہدایت پاتے اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے، تو ہمیں بخش دے، ہم تجھ پر قربان ہوں، جب تک ہم زندہ رہیں ہم کو ثابت قدم رکھ اگر ہم دشمنوں سے جنگ کریں۔“

اس نغمہ کو سن کر سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: حدی گا کرو انٹوں کو کون ہا تک رہا ہے؟ لوگوں نے بتایا: عامر رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”يَرْحَمُهُ اللهُ“ اس شخص نے کہا: رسول اللہ ﷺ آپ نے عامر رضی اللہ عنہ کیلئے شہادت واجب کردی، کاش ہم اس سے مزید فائدہ اٹھاتے۔
راوی کا بیان ہے کہ جب مسلمان صف بستہ ہوئے تو حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار لی کہ یہودی پر وار کریں، تو ان کی تلوار کی نوک ان کے پیر کے گھسنے پر لگ گئی اور وہ شہید ہو گئے۔

﴿ بخاری، مسلم ﴾

حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا: کل اس جھنڈے کو میں ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔ دوسرے دن صبح کو آپ ﷺ نے فرمایا: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں۔ آپ نے انہیں بلا کر اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں لگایا اور دعا فرمائی، تو ان کا آشوب چشم رفع ہو گیا، کوئی تکلیف نہ رہی۔

﴿ بخاری، مسلم ﴾

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آشوب چشم کی وجہ سے خیبر کے غزوہ میں لشکر سے ردیف میں رہ گئے اور خیبر میں پہنچ کر مل گئے۔ فتح خیبر کی رات میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کل میں پرچم اسلامی ایسے شخص کے سپرد کروں گا، جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کو محبوب

رکھتا ہے۔ صحابہ کرام شب میں باہم یہ تذکرہ کرتے رہے کہ دیکھیں وہ کون خوش نصیب ہے جس کو حضور نبی کریم ﷺ کل صبح پرچم اسلام عطا کرتے ہیں، چونکہ حضرت علی المرتضیٰ ﷺ آشوب چشم میں مبتلا تھے لہذا ان کی طرف کسی کا خیال بھی نہیں گیا، جب صبح ہوئی تو آپ نے حضرت علی ﷺ کو بلوایا اور علم ان کے سپرد کر دیا اور پھر اسی روز اللہ تعالیٰ نے خیبر فتح کروا دیا۔

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر میں فرمایا: کل میں ایسے شخص کو جہنم کا جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول اللہ ﷺ کو محبوب رکھتا ہے اور وہ محصور یہود کے قلعہ کو فتح کرے گا، اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے اور اس اعلان کے بعد لوگوں میں حصول علم کیلئے حسرت و اشتیاق پیدا ہو گیا۔

دوسرے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، ان کی پر آشوب آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور وہ ٹھیک ہو گئیں، اس کے بعد علم جنگ عطا فرمایا۔

﴿بیہقی، ابونعیم﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سے حضور نبی کریم ﷺ نے لعاب دہن لگایا ہے میری آنکھیں ہر بیماری سے محفوظ ہیں۔

﴿احمد، بیہقی، ابویعلیٰ، ابونعیم﴾

خواہش کے مطابق شہادت:

حضرت شداد بن الہاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی شخص ایمان لایا اور ہجرت کی اور جب غزوہ خیبر واقع ہوا اور غنیمت ملی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے تقسیم فرمایا اور اس مہاجر اعرابی کو حصہ دیا۔ اس نے عرض کیا: میں نے حلقہ اسلام میں شمولیت اس مال کیلئے نہیں کی ہے بلکہ میں نے تو آپ ﷺ کا اتباع اس لیے کیا ہے کہ میرے اس جگہ تیر لگے یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا، پھر سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے اس نے کہا اور پھر اس تیر کے لگنے سے میں مرجاؤں اور جنت میں پہنچایا جاؤں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتے ہو، تو وہ تمہاری خواہش ضروری پوری کرے گا۔ اس کے بعد لشکر مجاہدین کفار سے لڑنے گیا تو اس اعرابی کے وہ حلق میں تیر آ کر لگا، جہاں اس نے اشارہ کیا تھا، رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے اللہ تعالیٰ کی تصدیق کی، اللہ تعالیٰ نے اسے سچا کر دیا۔

﴿حاکم، بیہقی﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ میں سبزی دیکھی تو اس کے بارے میں پوچھا: یہ کیسے ہوا؟ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بتایا میں ابن ابی الحقیق کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی کہ سو گئی، اسی حالت میں، میں نے بحالت نیم بیداری ایک خواب دیکھا۔

”چاند میری گود میں آ گیا ہے۔“ میں نے یہ واقعہ خواب اسے بتایا، جسے سن کر اس نے میرے منہ پر طمانچہ مارا اور کہا: ”تو مدینہ کے بادشاہ کی تمنا رکھتی ہے۔“

﴿بیہقی﴾

حمید بن ہلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حال میں آئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ ناپسند تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری قوم نے ایسا اور ویسا کیا ہے، اس کے بعد میں ابھی اپنی جگہ سے کھڑی بھی نہ ہوئی تھی کہ میرا دفعۃً اندازِ پسند بدل گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب معلوم ہونے لگے۔

﴿ابو یعلیٰ﴾

ابو عثمان ہندی یا ابی قلابہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں تشریف لائے تو اس زمانے میں کھجوریں تیار نہ تھیں بلکہ کچی اور خام کھجوریں درختوں میں لگی تھیں۔ مسلمانوں نے کچی کھجوروں کو یا نیم پختہ کھجوروں کو کھایا اور انہیں بخار ہو گیا، جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے بہ طور طریقہ علاج فرمایا کہ خاصی مقدار میں پانی کو مشکیزوں کے ذریعہ ٹھنڈا کیا جائے اور صبح کی دونوں اذانوں کے درمیان وہ ٹھنڈا کیا ہو پانی ان پر ڈالا جائے اور اللہ تعالیٰ کا نام لیتے رہیں اور اس کی جانب سے شفاء کی امید رکھیں۔ پس اصحاب نے ایسا ہی کیا چنانچہ وہ سب بیمار حضرات بطفیل رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم صحت یاب ہو گئے۔

﴿بیہقی﴾

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ خیبر کے سفر میں میرے ساتھ میری زوجہ زمانہ حمل میں تھیں۔ اتفاقاً راہ میں نفاس سے ہو گئیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپ نے بتایا: کھجوروں کو پانی میں بھگو دو، پھر وہ پانی پلاؤ تو میں نے اس پر عمل کیا اور میری بیوی کو کوئی ناگوار بات پیش نہ آئی۔

﴿واقفی، بیہقی﴾

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم غزوہ خیبر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ایک روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع حاجت کیلئے ارادہ فرمایا اور کہا: اے عبداللہ! دیکھو کوئی پردے کی چیز نظر آتی ہے؟ میں نے دیکھا تو ایک درخت نظر آیا۔ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر عرض کر دیا، فرمایا اور غور سے دیکھو، میں نے بہ غور دیکھا تو ایک دوسرا درخت نظر آیا جو پہلے درخت سے بہت فاصلہ پر تھا۔ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ نے فرمایا: ان دونوں درختوں سے جا کر کہو کہ اللہ تعالیٰ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیتا ہے کہ دونوں یکجا ہو جاؤ، میں نے جا کر کہا اور وہ دونوں مل گئے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان درختوں کے پاس تشریف لائے ان دونوں درختوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پردے میں لے لیا، اس کے بعد جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے الگ ہوئے تو پھر دونوں درخت اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔

﴿ابو نعیم﴾

چھپے ہوئے ظروف کی نشان دہی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اہل خیبر جب شکست خوردہ اور مغلوب ہو گئے تو ان کے سامنے یہ شرطیں رکھیں گئیں کہ وہ اپنی جانوں اور اہل و عیال کو لے کر نکل جائیں، ان کے ساتھ سونا جا سکے گا نہ چاندی، پھر کننا نہ اور ربیع حاضر ہوئے ان دونوں سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمہارے وہ ظروف کہاں ہیں جن کو اہل مکہ کو عاریتہ دیا کرتے تھے؟“ ان دونوں نے کہا: ”ہم لوگ اس حال میں بھاگے کہ ایک زمین ہمیں کمزور بناتی اور دوسری زمین ہمیں عزت دیتی تھی، تو ایسی زبوں حالی میں ہم نے ان تمام ظروف کو خرچ کر ڈالا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا:

”اگر تم لوگ مجھ سے ذرہ برابر چھپاؤ گے اور مجھ کو اپنی فریب کاری سے اور چرب زبانی سے دھوکا اور چکمہ دینے کی کوشش کرو گے تو اسکی سزا تم کو ملے گی۔“

دونوں نے یک زبان ہو کر کہا: ”آپ ہمارے بارے میں ایسا خیال نہ فرمائیں جو کچھ ہم نے کہا ہے اگر اس کے خلاف ہو تو سزا کے بارے میں آپ کا فیصلہ ہم کو منظور ہوگا۔“

اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری صحابی کو بلایا اور فرمایا: فلاں میدان میں ایک درخت ہے اور اس درخت کی دہنی جانب یا بائیں جانب ایک اور اس سے بلند درخت نظر آئے، اس کے نیچے جو کچھ ہے وہ نکال کر لے آؤ تو وہ گئے اور ظروف وغیرہ لے کر آ گئے، پھر ان کو گرفتار کر لیا گیا۔

﴿ابن سعد﴾

حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی کا وبال:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انشاء اللہ ہم آج رات سفر کریں گے، ہمارے ساتھ کوئی ایسا شخص سفر نہ کرے کہ جس کا اونٹ کمزور یا سرکش ہو۔ اس کے باوجود ایک شخص اپنے سرکش اونٹ پر ہی روانہ ہو گیا، چنانچہ اونٹ نے اس کو گرا دیا، ران ٹوٹ گئی، بالا آخر وہ مر گیا۔ اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اعلان کر دیا کہ مرنے والے نے حکم عدولی کی، جنت اس کیلئے حلال نہ ہوگی۔

﴿بیہقی﴾

ابوبکر بن محمد بن عمر بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں مجھے لکھا کہ کثیہ (ایک مقام کا نام ہے جو خیبر کے نواح میں تھا) کے بارے میں تحقیق و تفتیش کر کے مجھے اطلاع دو کہ وہ خیبر کے اموال میں سے رسول اللہ کا خمس تھا، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے خاص تھا۔ میں نے اس بارے میں عمرہ بنت عبدالرحمن سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابن ابی الحقیق سے صلح فرمائی تو نطاۃ اور شق کے پانچ حصے کیے اور کثیہ کو اس کا ایک جزو قرار دیا اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ گولیاں بنائیں، ایک گولی پر لفظ ”لہ“ یعنی اللہ کیلئے لکھا اور بارگاہِ خداوندی میں دعا اور التجا کی: ”اے اللہ! اپنے حصہ میں کثیہ کو قبول فرمائے۔ قرعہ اندازی میں سب سے پہلے جو

گولی لگی، وہ کٹیہہ برائے اللہ تھی، اس وجہ سے کٹیہہ جناب رسول اللہ ﷺ کا خمس قرار پایا اور دو حصے خالی تھے، جن میں کوئی نشان نہ تھا، اور وہ مسلمانوں میں اٹھارہ مساوی حصوں میں مشترک تھے۔

راوی حدیث حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو اپنے نتائج تحقیق سے مطلع کر دیا۔

﴿ابن سعد﴾

وہ دوزخی ہے: (فرمان رسول ﷺ)

حضرت اہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غزوہ میں مسلمان اور مشرکین کے درمیان نہایت گھمسان کا رن پڑا، مجاہدین اسلام میں ایک مرد شجاع ایسا تھا جس نے ہر مقابل کو پچھاڑا اور جس کسی پر حملہ آور ہوا، اس کو زندہ نہ چھوڑا، اگر وہ بھاگا تو اس نے تعاقب کیا اور قتل کیے بغیر نہ لوٹا۔ خاتمہ جنگ کے بعد غازیان اسلام کی کارگزاریوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے کہا:

”آج جس قدر ثواب فلاں شخص نے حاصل کیا ہے اتنا تو کسی کو ملنے کی امید نہیں۔“ یہ بات سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ شخص تو دوزخی ہے۔“ مجلس صحابہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے اس انکشاف پر تمام لوگ ششدر اور حیران رہ گئے اور اپنی مجاہدانہ سرگرمیوں پر غور کرتے ہوئے ان کی زبان سے نکل گیا، جب وہ شخص دوزخی ہے تو پھر ہم کیسے جنتی ہو سکتے ہیں۔

ایک صحابی نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا: ”میرا تو خیال ہے وہ شخص اس حالت پر ہرگز نہیں مرے گا۔“ حضرت اہل بن سعد رضی اللہ عنہ راوی حدیث نے بتایا کہ میں اس کے بعد اس شخص کے تجسس حال میں لگ گیا، ایک مرتبہ وہ مجروح ہو گیا اور زخم پھیل کر بڑے شدید اور تکلیف دہ ہو گئے اور درد و کرب کی تاب نہ لا کر اس نے خودکشی کا ارادہ کر لیا۔ اس کے بعد اس نے تلوار کے قبضہ کو زمین پر ٹیک کر کھڑا کر لیا اور نوک کو اپنی چھاتیوں کے مابین رکھ کر زور لگا دیا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر میں تھے تو آپ نے ایک مدعی اسلام کے بارے میں فرمایا: ”یہ ایک دوزخی ہے۔“ جب میدان کارزار گرم ہوا تو اس شخص نے بڑی جرأت اور جاں فروشی کا مظاہرہ کیا۔ حتیٰ کہ اس کے جسم پر بہت شدید زخم آ گئے، وہ مضطرب تھا، اس کا جسم جنبش اور حرکت کی برداشت بھی نہ کر سکتا تھا، اور جس کے باعث وہ سخت کرب میں گرفتار تھا۔ اصحاب میں سے کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فلاں شخص کو دیکھا جس کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ وہ اہل نار سے ہے۔ اس نے جان کی پروا کیے بغیر فی سبیل اللہ جہاد کیا اور میدان جنگ میں اس کی جرأت مندانہ کوششیں نتیجہ خیز رہیں، بڑی کثرت سے زخم آئے ہیں اور شدید ٹیسیں اور تکلیف ہے۔

فرمایا: سنو! وہ اہل نار سے ہے، پھر اس مجروح نے دو دوزخ کی تاب نہ لا کر خودکشی کر لی، لوگوں

نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کا ارشاد کس قدر سچ ہوتا ہے۔

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خیبر کے موقع پر ایک صحابی فوت ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ نہیں پڑھی اور فرمایا: تم اپنے ساتھی کی نماز پڑھ لو، یہ سن کر لوگوں کے چہروں کے رنگ اتر گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہارے ساتھی نے اللہ کی راہ میں خیانت کی ہے، تو پھر ہم نے متوفی کے سامان کو دیکھا تو اس میں یہود کے منکوں میں سے ایک منکا موجود پایا، جس کی حیثیت دو درہم بھی نہ ہوگی۔

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر گئے ہمیں غنیمت میں سونا اور چاندی نہ ملا۔ البتہ کپڑے، سامان اور دیگر اموال ملے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے وادی قرای کی جانب متوجہ ہوئے تو آپ ﷺ کی خدمت میں ایک حبشی غلام جس کا نام مدعم تھا بطور پیش کش بھیجا گیا تھا۔ وہ حضور نبی کریم ﷺ کا کام کاج کرتا رہتا۔ ایک موقع پر وہ حضور نبی کریم ﷺ کی سواری کس رہا تھا کہ اچانک اس کے ایک تیر آگیا اور وہ مر گیا۔ مسلمانوں نے کہا: اسے جنت مبارک ہو، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انہیں ایسا نہیں ہے کیونکہ اس نے خیبر کے اموال میں سے قبل تقسیم ایک چادر پوشیدہ کر لی تھی، وہ مدعم پر جہنم کی آگ بھڑکا رہی ہے۔

﴿بخاری، مسلم﴾

یہود کا بکری کے گوشت میں زہر ملانا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح خیبر کے بعد ایک زہریلی بکری یہود کی طرف سے ہدیہ میں پیش کی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے تمام یہودیوں کو بیک وقت طلب فرمایا: چنانچہ سب یہودی حاضر ہوئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ان سے کہا: ”میں تم لوگوں سے کچھ سوالات کروں گا، تم ان کے جوابات نفی یا اثبات (انکار یا اقرار) میں دینا۔“

یہود نے کہا: ”بہت اچھا“ حضور نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا: تمہارا باپ کون ہے؟“ یہود نے کہا: ”ہمارا باپ فلاں ہے۔“ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”تم نے جھوٹ کہا تمہارا باپ وہ نہیں بلکہ فلاں ہے۔“ یہود نے کہا: ”بلاشبہ! آپ نے صحیح فرمایا۔“ حضور نبی کریم ﷺ نے پوچھا: ”تم نے مجھ کو سوغات اور تحفہ میں ایک بکری بھیجی ہے، اس کو تم نے زہر آلود کیا تھا؟“ یہود نے اثبات میں جواب دیا، کہا: ”ہاں! کیا تھا۔“ حضور نبی کریم ﷺ نے سوال کیا: ”تمہیں اس کام پر ابھارنے کا کیا سبب ہوا؟“ یہود نے کہا: ”ہمیں خیال ہوا کہ اگر آپ (ﷺ) جھوٹے مدعی نبوت ہیں، تو آپ ﷺ کو ہمارے اس زہر ملانے کا علم نہ ہوگا، آپ اس بکری کا دودھ یا گوشت جو کچھ استعمال کریں گے، وہ موت کا سبب بن جائے گا اور ہم آپ ﷺ سے نجات پالیں گے اور اگر آپ واقعی سچے رسول ہیں، تو پھر ظاہر آپ کو نقصان نہ ہوگا۔“

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بکری کا سالن لے کر حاضر ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے تھوڑا سا ہی لیا تھا کہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرما دیا۔ وہ یہودی عورت بلائی گئی اور اس سے پوچھا گیا تو اس نے جو بیان دیا وہ یہ تھا:

”میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلاک کر دوں اور اس ارادے کی تکمیل

کیلئے میں نے یہ زہر خورانی کا طریقہ اختیار کیا۔“

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تیرے غلط ارادے کی زد میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بچالیا۔

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت عمارہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے مقام حرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا: نماز عشاء کے بعد لوگوں کے پاس نہ جاؤ۔ قبیلہ کا ایک شخص کے باوجود رات کو اپنی بیوی کے پاس گیا مگر اس نے بیوی کو قابل اعتراض اور لائق ملامت میں دیکھا۔ وہ ہٹ گیا اور تعرض کیا نہ مشتعل ہوا، البتہ وہ بے حد دل شکستہ ہوا اور بیوی کی طرف سے مایوس ہو گیا اور اس کو اپنی زوجیت سے نکالنے کے مسئلے پر غور کرتا رہا۔ اس اقدام میں اس کیلئے دو بڑے موانعات اور رکاوٹیں تھیں اول بچوں کی پرورش اور ان سے غیر معمولی محبت دوسرے کچھ عقد نکاح کے شرائط۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مصلحت سے رات میں اہل کے پاس جانے کی ممانعت فرمادی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کی تمام باتوں سے آگاہ فرما دیا تھا۔

﴿بیہقی﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر سے لوٹتے وقت رات میں سفر کیا اور جب لشکر مجاہدین پر نیند نے غلبہ کیا تو پڑاؤ کیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو رات کے پہرے پر مقرر فرمایا: سحر کے وقت حضرت بلال رضی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں کثرت بیداری کے اثر سے بوجھل ہو گئیں اور وہ فطری طور پر اپنے کجاوے سے ٹیک لگائے ہوئے سو گئے۔ وہ جاگے نہ کوئی اور صحابی حتیٰ کہ آفتاب طلوع ہو گیا۔ (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو آخر تک بیان کیا۔)

﴿مسلم﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یسیر بن رزام یہودی کی طرف عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بھیجنا:

موسیٰ بن عقبہ اور حضرت شہاب رحمہم اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو تیس سواروں پر امیر بنا کر جن میں حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یسیر بن رزام یہودی کی طرف بھیجا۔ یسیر نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ایسا زخم لگایا جس کا اثر دماغ تک پہنچا۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس گہرے اور بڑے زخم پر لعاب دہن لگایا جس سے وہ مندمل ہو گیا۔

﴿بیہقی، ابونعیم﴾

عمرہ قضا میں معجزات کا ظہور

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ قضا کے سلسلے میں بطن یا حج تک پہنچے تھے کہ کچھ قریشی آئے اور انہوں نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کا ہر چھوٹا اور بڑا سوچنے کا ایک ہی انداز نہیں رکھتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسلحہ لگا کر اپنی قوم کی طرف بڑھ رہے ہیں، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے شرط کر چکے ہیں کہ مسافرت میں عام طور پر جواز اور جس قدر اسلحہ عرب رکھتے ہیں، اتنا ہی آپ اپنے ہمراہ لائیں گے اور تلواریں میانوں میں ہوں گی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سب ٹھیک ہے، ہم معاہدہ یا قول و قرار کے خلاف نہیں کرتے، لہذا تم لوگ بدگمانی نہ کرو، ہم حرم مکہ میں اسلحہ لگا کر داخل نہ ہوں گے۔

﴿واقفی، بیہقی﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب عمرہ شریفہ کیلئے جبکہ مکہ میں داخل ہوئے تو مشرکوں نے کہا: چھوڑ کر مدینہ میں آباد ہو جانے والے صابیوں کو مدینہ کی آب و ہوا اور بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہو گئی، چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کریں، یعنی سینہ تان کر دوڑتے ہوئے چلیں تاکہ مشرکین تمہاری توانائی کو دیکھیں۔

﴿احمد﴾

وادی پانی سے بھر گئی:

حضرت جناب بن مکیث رضی اللہ عنہ جنہی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غالب بن عبد اللہ لیشی رضی اللہ عنہ کو ایک مجاہدین کی جماعت پر سربراہ بنا کر بنو ملوح پر تاخت کیلئے کہہ دیا۔

❁ راوی حدیث حضرت جناب رضی اللہ عنہ کا جماعت مجاہدین میں شمول تھا۔

ہم نے علی الصبح پہنچ کر چھاپہ مارا اور ان کے تمام جانوروں کو ہانک لائے۔ انہوں نے بڑی تیزی سے خطرہ اور نقصان کا ڈھنڈورہ پیٹا اور بہت جلد پورے قبیلے کو تعاقب اور مقابلے کیلئے ہمارے پیچھے لگا دیا۔ ہماری تعداد بہت مختصر اور محدود تھی اور ان سے اس حالت میں ہمارے لیے لڑنے کا کوئی مفید نتیجہ برآمد نہ ہوتا۔ وہ ہمارا تعاقب کرتے ہوئے نزدیک پہنچ گئے اور صرف ایک چھوٹی وادی ہمارے اور ان کے درمیان حائل رہ گئی۔ ہم سوچ رہے تھے کہ بہر حال اب ہمیں تلواریں سونت لینی چاہیے۔ ہم یہ سوچ ہی رہے تھے اور ہم نے پھر نظر کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ وادی بہت تیزی کے ساتھ پانی سے بھر رہی ہے، ہم نے باہم ایک دوسرے کو بتایا اور پھر ہم اس کرشمہ خداوندی کو آیات قدرت الہی سے ایک آیت سمجھ کر دیکھتے رہے اور دیکھتے دیکھتے وادی ایک سیل رواں بن گئی۔ آل ملوح کے لوگ ہم سے زیادہ اس کو حیرت و استعجاب سے منہ کھولے دیکھ رہے تھے۔

﴿ابن سعد﴾

ام قرفہ کا حضور نبی کریم ﷺ کے قتل پر اقدام و اہتمام:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بنی فرارہ کی ایک عورت تھی جس کا نام ام قرفہ تھا۔ اس نے اپنے بیٹوں اور پوتوں کا تیس افراد پر مشتمل لشکر تیار کیا، تاکہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے قتل پر مامور کرے، آپ ﷺ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے دعا کی: ”اے اللہ! اس کو اس کی اولاد پر لادے۔“ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو چند جانے والے یعنی صحابی کے ساتھ ان سے نمٹنے کیلئے بھیجا۔ پس انہوں نے جا کر ام قرفہ اور اس کے بیٹوں اور پوتوں کو قتل کر دیا۔

﴿ابونعیم﴾

بارہ مجاہدین کی شہادت اور ان کا جنت الفردوس میں داخل ہونا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ایک عورت آئی اور اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے خواب دیکھا کہ جنت میں داخل ہوئی ہوں، پھر میں نے وہاں کچھ آوازوں کی جانب دیکھا تو مجھ کو فلاں اور فلاں اشخاص نظر آئے جن کو شاید اسی وقت لایا گیا تھا۔ میں نے شمار کیا وہ بارہ اصحاب تھے۔ چند روز قبل ہی حضور نبی کریم ﷺ نے مجاہدین کی ایک جماعت کو ایک مہم پر روانہ فرمایا تھا، یہ آمدان ہی شہداء فی سبیل اللہ کی تھی۔ اس عورت نے بیان کیا:

ان کے جسموں پر شکستہ اور بوسیدہ اور پھٹے پرانے کپڑے تھے، جس سے اندازہ کر لیجئے کہ وہ تہی دست اور غریب تھے، ان کے جسم تازہ تھے اور ان سے خون بہہ رہا تھا، پھر حکم ہوا ان فداکاران اسلام کو نہر بیدخ لے جاؤ تو انہیں وہاں لے جا کر غسل دیا گیا، ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی مانند نور افشاں ہو گئے۔ اس کے بعد تخت طلائی پر انہیں بٹھایا گیا، جنت کی طلائی کرسیاں اور طلائی طشتوں میں پھل رکھے گئے میں نے ان کے ساتھ میوے کھائے۔

ان ہی دنوں پیامی آیا اور اس نے بارہ مسلمانوں کی شہادت اور سریہ کی کامیابی اور فتح کی اطلاع دی۔

﴿احمد، بیہقی﴾

سریہ موتہ کے موقع پر ظاہر ہونے والے معجزات

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سریہ موتہ کیلئے پہلا امیر حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ عنہ) کو بنایا اور فرمایا اگر وہ شہید ہو جائیں تو دوسرے لشکر حضرت جعفر بن ابی طالب ہوں اور وہ بھی شہید ہو جائیں تو تیسرے امیر حضرت ابن رواحہ (رضی اللہ عنہ) ہوں۔

﴿بخاری﴾

واقعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مجھ سے حضرت ربیعہ بن عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن الحکم رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے والد سے حدیث بیان کی کہ نعمان بن زہری یہودی آیا اور وہ لوگوں کے ساتھ حضور نبی

کریم ﷺ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ فرما رہے تھے زید بن حارثہ لشکر کے امیر ہیں، اگر یہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر بن ابی طالب ﷺ امیر ہوں گے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہ بن رواحہ ﷺ امیر ہوں گے اور اگر حضرت عبداللہ ﷺ بھی شہید ہو جائیں تو پھر مسلمان جس شخص کو پسند کریں امیر لشکر بنالیں۔

نعمان یہودی نے یہ سن کر کہا: ”اے ابوالقاسم (ﷺ)! اگر واقعی آپ نبی ہیں تو جن جن اشخاص کا نام آپ نے لیا ہے وہ ضرور شہید ہوں گے کیونکہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے جن کو ایسے معرکے پیش آئے اور اس میں انہوں نے یکے بعد دیگرے امیر مقرر کیے تو وہ تقرر شدہ امیر شہید ہو گئے۔“

اس کے بعد وہ یہودی حضرت زید ﷺ سے مخاطب ہوا اور کہا: ”اگر محمد (ﷺ) اپنے دعویٰ نبوت میں سچے ہیں تو تم ہرگز زندہ نہ آسکو گے۔“

حضرت زید نے جواب دیا: کہ ”میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ﷺ ہیں۔“

✽ (مندرجہ بالا حدیث کو بیہقی اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے۔)

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ میں سریہ موتہ میں موجود تھا۔ میں نے وہاں مخالفین اسلام کے کیمپ میں وہ ساز و سامان، اسلحہ، گھوڑوں کے حدنگاہ تک طویلے، سونا اور دیباچ و حریر کے کپڑے اور لباس کو دیکھا کہ میری آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئیں۔ میری حالت دیکھ کر حضرت ثابت بن اقرم ﷺ نے کہا: ”اے ابو ہریرہ ﷺ! تمہیں یہ کیا ہوا کہ مخالفین اسلام کی اس کثرت و شان اور ساز و سامان کو دیکھ کر حیرت زدہ اور مبہوت ہو رہے ہو؟“

حضرت ابو ہریرہ ﷺ نے جواب دیا: ”ہاں بھائی ثابت ﷺ واقعہ تو یہی ہے کہ ان کی اس اعلیٰ افراط سامان سے میں کچھ ضرور متاثر ہوا ہوں۔“

حضرت ثابت بن احزم انصاری ﷺ نے کہا کہ اے ابو ہریرہ ﷺ تم غزوہ بدر میں موجود نہ تھے اگر موجود ہوتے تو دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے قلت تعداد اور بے سرو سامانی کے باوجود کس طرح مدد فرمائی اور اسلامی لشکر کو نصرت عطا فرمائی۔ انشاء اللہ اب بھی نصرت و تائید خداوندی ہمارے شریک حال ہوگی اور ہم کامیاب رہیں گے۔

﴿واقعی، بیہقی﴾

جنگ موتہ کے حالات بتادیئے:

موسیٰ بن عقبہ، ابن شہاب، سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے بیان کیا کہ ہم سے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے سامنے سے حضرت جعفر ﷺ فرشتوں کی معیت میں، فرشتوں کی مخصوص پرواز کے مطابق اڑتے ہوئے گزرے اور ان کے دو بازو بھی میں نے دیکھے۔

صحابہ نے بیان کیا کہ حضرت یعلیٰ بن مدیہ ﷺ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مجاہدین موتہ کی

خبریں لے کر حاضر ہوئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر تم اپنی خدمت یا فرض منصبی کی بجا آوری کے طور پر وہاں کے حالات بتانا چاہو تو بتا سکتے ہو، ورنہ میں باخبر ہوں اور یعلیٰ میں تم کو تمام حالات مفصل طور پر صراحت کے ساتھ بتا سکتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا: پھر تو یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ ہی کی زبان مبارک سے سننا پسند کروں گا۔ پس حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے بیان سے حالات و کوائف کی تصویری پیش کر دی۔ حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

”اے رسول عربی ﷺ! فداک امی و ابی! میدان جنگ کے یہ مربوط، مکمل اور تفصیلی

حالات جس صحت کے ساتھ آپ نے بیان فرمائے، میں یقین کے ساتھ عرض کر رہا

ہوں کہ بقاء کی جنگ کا کوئی مبصر اس طرح نقل واقعات پر قدرت نہ رکھ سکے گا۔“

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے سے زمین کے تمام حجابات اٹھادیئے تھے

اور میں بہ حیثیت مجموعی پورے لشکر مجاہدین کو اور انفرادی طور پر ان میں سے ہر فرد کو دیکھتا رہا ہوں۔

﴿بیہقی، ابو نعیم﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت

عبداللہ رضی اللہ عنہم کو روانہ فرمایا اور علم حضرت زید رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تو وہ تینوں بزرگ شہید ہو گئے اور حضور نبی

کریم ﷺ نے ان کی خبریں آنے سے پہلے مسلمانوں کے تمام حالات بیان فرمادیئے۔

چنانچہ معرکہ کارزار میں جس وقت حق و باطل نبرد آزما ہوئے تو سینکڑوں میل دور دراز موتہ کے

میدان مقابلہ کا حال بیان کرتے ہوئے، مجلس نبوی میں حاضر صحابہ کرام سے رسول اللہ ﷺ نے اس

طرح فرمایا: ”حضرت زید رضی اللہ عنہ علم اسلام لے کر بڑھے اور اب وہ شہید ہوئے۔“ اس کے بعد ارشاد

فرمایا: ”حضرت جعفر رضی اللہ عنہ علم لے کر بڑھے اور اب وہ شہید ہو گئے۔“ اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

نے علم سنبھالا، اب وہ بڑھ رہے ہیں اب وہ بھی شہید ہو گئے۔“

پھر فرمایا: ”اب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بغیر امیر بنائے علم کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔“ اور پھر

اللہ تعالیٰ کے آخری رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نگاہِ غیب بین والے نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ حضرت خالد

رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر فتح دے گا۔“

﴿بخاری﴾

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے موتہ کیلئے سریہ کو روانہ فرماتے وقت

سربراہی کا تعین کرتے وقت حکم دیا: اے شرکائے لشکر حق! تم پر زید بن حارثہ امیر ہیں، وہ شہید ہو جائیں،

تو جعفر بن ابی طالب امیر ہیں، اگر وہ شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہ بن رواحہ امیر ہیں۔

لشکر الہی مدینۃ الاسلام سے روانہ ہو گیا اور نوع انسانی کے سب سے بڑے محسن اور مصلح اعظم

سرور کائنات ﷺ نتائج و حالات معلوم کرنے کیلئے منتظر رہے، پھر ایک روز وہ نور مجسم ﷺ منبر پر تشریف

لائے اور فرمایا:

”الصَّلْوَةُ جَامِعَةٌ“ کی آبادی میں گشت لگا کر منادی کر دو۔

چنانچہ فی الفور جاں نثار اٹھ کھڑے ہوئے اور شاہِ دو عالم ﷺ کی دعوت پر مسجد نبوی میں دیکھتے ہی دیکھتے اصحاب کا کثیر اجتماع ہو گیا۔

حمد و صلوة کے بعد بموجب طریق سنت اما بعد کہا اور پھر ارشاد فرمایا:

”میں تم کو روانہ شدہ لشکر کی خبر دیتا ہوں، دشمن کی ٹڈی دل فوجوں سے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جواں مردی سے مقابلہ کیا حتیٰ کہ جان دے دی۔ اس کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے علم لیا اور لشکرِ غنیم پر پے در پے شدید حملے کیے، ہمت و استقلال اور ثبات و عزیمت کی انتہائی حدوں کو چھو لیا اور جان دے دی۔ اس کے بعد ہمارے تیسرے سالار حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسلامی لشکر کا علم بہ طور امانت اپنے مضبوط ارادہ سے، مضبوط ہاتھوں میں، مضبوط گرفت سے پکڑا، چاروں جانب سے زور ڈالنے والوں کا زور، چاروں طرف پر زور حملے کر کے توڑ دیا، غنیم کی سپاہ کو آج پہلی بار معلوم ہوا کہ انسان اس ارادہ، اس دل گردہ اور اس زور کے بھی ہوتے ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ لڑتے رہے، لڑاتے رہے، کاٹتے رہے اور بالا آخر انہوں نے بھی جان دے دی۔

اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے علم لے لیا اور وہ جوش و عزیمت کے غلبہ کی وجہ سے بلا انتظار از خود امیر ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ! خالد تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے تو اس کی مدد کر۔“ یہ سماعت تھی کہ جب سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کا دیا ہوا وصفی نام بہ طور لقب کے ملت اسلامیہ استعمال کرنے لگی اور وہ قیام و بقائے عالم تک ”حضرت خالد رضی اللہ عنہ سیف اللہ“ ہو گئے۔

﴿بیہقی﴾

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور کہا: حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بچوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں بچوں کو آپ کے پاس لائی۔ آپ نے چہرہ مبارک کو ان کے جسموں کے قریب کر دیا، جیسے ان کے پاس سے خوشبو لے رہے ہوں، پھر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں آپ پر قربان ہو جاؤں، آپ نصیب دشمنوں کس وجہ سے گریہ کننا ہیں؟ کیا آپ کے پاس حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی کوئی خبر آئی ہے؟ ارشاد فرمایا: ”میرے بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ آج شہید ہو گئے۔“

﴿ابن اسحاق، ابن سعد، بیہقی، ابو نعیم﴾

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے یاد ہے جب رسول اللہ ﷺ میری والدہ کے پاس تشریف لائے اور میرے والد کی شہادت کی خبر انہیں دی اور فرمایا: ”اے اسماء (رضی اللہ عنہا)! کیا تمہیں خوشخبری سناؤں؟ اللہ تعالیٰ نے جعفر رضی اللہ عنہ کو دو بازو عطا فرما دیئے اور اب وہ جنتوں میں پرواز فرما رہے ہیں۔“

تجارت میں برکت:

حضرت ابن جعفر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والدہ صاحبہ کے پاس جب تشریف لائے تو میں اپنے بھائی سے بکری خرید رہا تھا، یہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: ”اے اللہ! عبد اللہ کی تجارت میں برکت عطا فرما۔“ تو میں جو کچھ خریدتا یا بیچتا اللہ تعالیٰ اس میں میرے لیے خزانہ غیب سے برکت عطا فرماتا۔

﴿واقدی، بیہقی، ابن عساکر﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ابن جعفر رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے تو کہتے: ”السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ ذِي الْجَنَاحَيْنِ“

﴿بخاری﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ جعفر رضی اللہ عنہ جنت میں فرشتوں کو جلو میں لیے اڑ رہے ہیں، اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی دیکھا، وہ جنت الفردوس کے ایک اعلیٰ مقام میں تکیہ لگائے تخت نشین تھے۔

﴿حاکم﴾

فتح مکہ اور معجزات کا ظہور

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ تین واسطوں سے مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ صلح حدیبیہ میں شرط تھی کہ جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کرنا چاہے تو وہ کر سکتا ہے اور جو کوئی قریش کے عہد و پیمان میں آنا چاہے، تو اس کو بھی اختیار ہے کہ وہ ایسا کر لے۔ چنانچہ بنو خزاعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بنو بکر قریش کے حلیف اور معاہدہ ہو گئے۔ اس معاہدہ کے سولہ یا سترہ ماہ بعد بنو بکر، بنو خزاعہ پر پانی کے قضیہ کی وجہ سے ایک رات حملہ کر بیٹھے۔ قریش نے یہ سوچ کر کہ بنو بکر رات کی تاریکی میں حملہ آور ہوں گے، اس لیے مسلمانوں کو کچھ پتہ ہی نہ چلے گا۔ ان کی ساز و سامان اور اسلحہ سے مدد کر دی نیز کچھ منچلے قریش بنو بکر کے ساتھ مل کر بنو خزاعہ کے خلاف جنگ میں بھی شریک ہو گئے۔

ان دونوں قبیلوں میں جنگ ہو رہی تھی تو عمرو بن سالم تیز رفتار سواری کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دینے روانہ ہو گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمرو تمہاری مدد کی جائے گی، آپ نے لشکر کی تیاری کا حکم دیا اور اس تیاری کی وجہ اور روانگی کو کہ وہ کس طرف ہو گئی، راز میں رکھا۔

﴿بیہقی﴾

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب عمرو بن سالم خزاعی کی درخواست پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی طرف روانگی کیلئے لشکر کی تیاری کا حکم دیا تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے قریش کو خفیہ طور پر ایک مکتوب لکھا:

”رسول اللہ ﷺ نے تم پر حملہ کرنے کے لیے لشکر اسلامی کو تیاری کرنے کا حکم دے دیا ہے۔“
حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے یہ خط لکھ کر مذنیہ کی ایک عورت سے اجرت طے کی اور خط اس کے حوالے کر دیا۔ اس نے سر کے بالوں میں رکھ کر ان کی گرہ جیسے کہ عورتیں بناتی ہیں، بنالی اور روانہ ہو گئی۔ حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ سے مطلع فرما دیا۔
حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو اس کے تعاقب میں روانہ فرمایا۔ ان حضرات نے جا کر اسے پکڑا اور اس کے پاس سے وہ خط برآمد ہوا جو اس نے حاطب رضی اللہ عنہ سے لیا تھا۔

﴿ابن اسحاق، بیہقی﴾

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو بلا کر حکم دیا کہ تم تینوں اشخاص نخلستانِ خانہ میں پہنچو گے تو وہاں کجاوے میں اونٹ پر ایک عورت تم کو ملے گی، اس کے پاس ایک خط پوشیدہ ہے، تم اس خط پر قبضہ کر لو، چنانچہ ہم روانہ ہو گئے، اپنے گھوڑوں کو تیز کیا اور خانہ کے شاداب باغ کے قریب اس عورت کو پالیا اور خط طلب کیا۔ مگر اس نے خط کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا: ایک مسافر خاتون کو تنگ نہ کرو، میرے پاس کوئی خط نہیں۔ ہم نے کہا:
”تیرے جسم کو ہاتھ لگانا ہمیں پسند نہیں ہے، تیرے لیے بہتر ہوگا کہ از خود وہ خط تو ہم کو دیدے، ورنہ مجبوراً ہم تیری تلاشی لیں گے، اگر تجھ کو برہنہ کرنے کی ضرورت محسوس کی تو ہم کو اس سے بھی دریغ نہ ہوگا۔“

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بہت رد و کد کے بعد خط کو اس نے اپنے بالوں کے جوڑے سے نکال کر ہمارے حوالے کیا، جس کو ہم لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ خط حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مشرکین قریش کے نام تھا، جس میں انہوں نے قریش کے خلاف رسول اللہ ﷺ کی جنگی تیاریوں کی خبر دی تھی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا: ”حاطب! ایسا کیوں کیا؟“ انہوں نے جواب میں عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! میرے اس معاملے کے سلسلے میں جلدی فیصلہ نہ فرمائیے۔“

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ ایک مکرم و بزرگ صحابی اور شرکائے ”بدر“ میں سے تھے، ان کی یہ حرکت یقیناً سب کیلئے باعث حیرت بن گئی۔ بعض کو سخت غصہ بھی آیا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جوش غضب میں آ کر فرمایا:
”یا رسول اللہ ﷺ! اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔“

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اے عمر رضی اللہ عنہ! اہل بدر کے گناہ اللہ تعالیٰ معاف کر چکا ہے، اس نے فرمایا ہے:

اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ لَاقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ

ترجمہ: ”تم سے جیسا بھی عمل سرزد ہو جائے، میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔“

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ
وَ قَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ
تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَبِّكُمْ ط إِنَّ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي ق
تُسْرُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ ط وَ مَنْ يَفْعَلْهُ
مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝

﴿سورۃ الممتحنہ﴾

ترجمہ: ”اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں جو تمہارے پاس آیا گھر سے جدا کرتے ہیں رسول کو اور تمہیں اس پر کہ تم اپنے رب پر ایمان لائے اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا چاہنے کو تو ان سے دوستی نہ کرو تم انہیں خفیہ پیغام محبت کا بھیجتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاؤ اور جو تم ظاہر کرو اور تم میں جو ایسے کرے بے شک وہ سیدھی راہ سے بہکا۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار صحابہ کرام کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے اور ”مرالظہر ان“ میں قیام فرمایا۔ قریش باوجود تجسس کے کوئی ایک خبر بھی نہ پاسکے اور وہ یہ اندازہ بھی نہ کر سکے کہ ہماری جانب سے جو بد عہدی اور ظلم و جور کیا گیا ہے، اس کا رد عمل مسلمانوں کی طرف سے کیا ہوگا؟

﴿ابن اسحاق، ابن راہویہ، حاکم، بیہقی﴾

ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت حرم مکہ تشریف لے جا رہے تھے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں مکہ کے قریب پہنچ گئے، اس وقت ایک کتیا برآمد ہوئی اور بھونکنے لگی اور جب ہم اس کے قریب پہنچے تو وہ زمین پر دراز ہو گئی، میری نظر اس کے تھنوں پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ ان سے دودھ جاری تھا۔“

میری خواب سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مادہ سگ سے مراد مشرکین مکہ ہیں، جنہوں نے اول اول ہم پر رعب ڈالنے اور ہمارے کاموں میں مزاحمت کی اور جب ہم بلا کسی تردد اور مرعوبیت کے اپنی منزل کی طرف بڑھتے رہے تو وہ خود ہم سے متاثر ہو گئے۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخبر صادق کے طور پر فرمایا:

”ابو بکر رضی اللہ عنہ! تم ان کے بعض افراد سے ملو گے، پس اگر تمہیں ابوسفیان ملے تو تم اسے قتل نہ کرنا۔“ چنانچہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مرالظہر ان میں ابوسفیان اور حکیم دونوں ملے۔

﴿بیہقی﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن بعض انصاری نوجوانوں نے کہا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے شہر کی رغبت اور اپنے اہل خاندان کی رافت نے آیا ہے، اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ وحی سے فارغ ہوئے تو فرمایا:

اے گروہ انصار! تم نے کہا ہے کہ مجھے اپنے شہر سے رغبت اور اپنے خاندان کی رافت نے آیا ہے، اے میرے انصار! جیسا تم خیال کر رہے ہو، ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اے میرے ہمدرد ساتھیو! میں تو اللہ تعالیٰ کا فرمان پذیر اور اس کا رسول ہوں۔ میرا مرنا اور جینا تمہارے ساتھ ہے۔ میں تم کو کس طرح چھوڑ سکتا ہوں، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطاب سن کر انصار رو پڑے اور مودبانہ طور پر عرض کیا: ”خدا شاہد ہے ہم سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے جذبہ کے تحت ہماری زبان سے یہ نکل گیا تھا، نہ کہ کسی برے خیال سے۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے جذبات سے واقف ہیں اور میں تمہارے قول کو باور کرتا ہوں۔“

﴿مسلم، طیاسی، بیہقی﴾

ابی اسحاق سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ذوالجوشن کلابی آیا۔ آپ نے اس سے فرمایا: کس وجہ سے تو نے اسلام قبول نہیں کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: ”اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے تمہاری قوم کا رد عمل دیکھا، اس نے آپ کی تکذیب کی، آپ کو نکل جانے پر مجبور کر دیا اور آپ کے قتل کرنے کے درپے رہی، لہذا میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں کمزور، جلاوطن اور مظلوم لوگوں کو کیوں کر قابل توجہ سمجھوں اور ان دوسرے لوگوں کو غالب اور برتر حالت میں دیکھنے کے باوجود غریب اور خارج البلد لوگوں کی جمعیت میں کیسے شامل ہوں؟ میرا یہ ارادہ موجودہ صورتحال کے تقاضہ کے مطابق ہے اور سیاسی قضا اور عینی مشاہدہ کی روشنی میں، میں اس ارادہ پر نظر ثانی کرنے کی کوئی حاجت محسوس نہیں کرتا۔“ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے ذوالجوشن! اگر تو کچھ دن زندہ رہا تو انشاء اللہ تو جلد ہی حق کو باطل پر غلبہ پاتے دیکھ لے گا۔“

ذی الجوشن بیان کرتا ہے کہ میں ضربیہ کے مقام پر تھا کہ میرے سامنے مکہ سے آتا ہوا ایک سوار گزرا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا خبریں ہیں؟ اس نے بتایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو مغلوب کر لیا ہے۔ ذی الجوشن کا بیان ہے کہ مجھے اس وقت احساس ہوا کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام کو رد کر کے اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے۔

﴿ابن سعد﴾

قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے روز ایک شخص سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کے دوران ہیبت سے کانپنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے کو قابو میں رکھو، میں اس بیچاری قریشی عورت کا فرزند ہوں، جو قدید (سکھائے ہوئے گوشت کو قدید کہتے ہیں) کھاتی تھی۔

﴿بیہقی رحمہ اللہ کی روایت میں، یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ ”میں بادشاہ تو نہیں ہوں۔“﴾

﴿حاکم، بیہقی﴾

عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے وہاں تین سو ساٹھ بتوں کو موجود پایا۔ ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝

﴿سورۃ بنی اسرائیل﴾

ان کو آپ اپنے عصا سے گراتے اور وہ گر پڑتے۔

﴿بیہقی، ابو نعیم﴾

عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ فرمایا: قریش میں چار اشخاص ہیں جو شرک سے متنفر ہیں اور اسلام سے رغبت رکھتے ہیں۔ لوگوں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا: وہ عتاب بن اسید، جبیر بن مطعم، حکیم بن حزام اور اسمیل بن عمرو رضی اللہ عنہما ہیں۔

﴿ابن عساکر﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ساتھ میں لیا اور خانہ کعبہ میں تشریف لا کر مجھ سے فرمایا: بیٹھ جاؤ! تو میں ایک طرف کو بیٹھ گیا۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے شانوں پر چڑھ گئے اور فرمایا: کھڑے ہو جاؤ، تو میں کھڑا ہو گیا، اب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری کمزوری کو محسوس کر لیا اور فرمایا: بیٹھ جاؤ، تو میں بیٹھ گیا۔ اس کے بعد فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! تم میرے شانوں پر سوار ہو جاؤ، تو میں نے ایسا ہی کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے لے کر کھڑے ہو گئے۔ مجھے بلندی کا احساس ہوا اور میری ہمت بلند ہو گئی، میں خیال کرنے لگا اگر میں چاہوں تو آسمان کے کناروں کو چھو لوں تو میں خانہ کعبہ کے اوپر چڑھ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دور ہٹ گئے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: قریش کے اس بڑے بت کو گرا دو، یہ بت تانبے کا اور بڑا جسم تھا، لوہے کی کیلوں سے جڑا ہوا تھا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: علی بت شکنی کے دوران پڑھتے رہو: ”جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝“ ترجمہ: ”حق آیا اور باطل نابود ہو گیا اور بے شک باطل نابود ہونے والا ہے۔“ میں حسب ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس آیت کریمہ کو پڑھتے رہا اور میں نے اس عظیم نصب شدہ بت کو اوندھے منہ گرا دیا۔

﴿حاکم﴾

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے والد حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے روز مجھ کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تمہارے دونوں بھتیجے عتبہ اور معتبہ جو ابولہب کے بیٹے ہیں، تمہیں معلوم ہیں، کہا: کہاں ہیں؟ میں نے عرض کیا: ”مجھے صحیح طور پر تو معلوم نہیں، خیال کرتا ہوں کہ وہ بھی ان ہی اطراف میں چلے گئے ہوں گے جہاں کچھ قریش چلے گئے ہوں۔“ فرمایا: ”اچھا! ان دونوں کو میرے پاس بلا لاؤ۔“ میں سوار ہو کر مقامِ عنہ میں ان کے پاس پہنچا اور ان دونوں کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے دونوں کو اسلام کی دعوت پیش کی جس کو انہوں نے خوشدلی اور بہ رضا قبول کیا اور حضور نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

اس کے بعد ان دونوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے، آپ ﷺ ملتزم تک آئے دونوں کیلئے دعا کی پھر واپس تشریف لے آئے۔ میں نے دیکھا: اس وقت آپ ﷺ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے بھی خوشی ہوئی اور میں نے عرض کیا:

”اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! میں آپ کو خوش دیکھ رہا ہوں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے اپنے رب سے ان دونوں چچازادوں کو مانگا تھا، پس پروردگار نے مجھے ان دونوں کو دے دیا۔“

﴿ابن سعد﴾

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ دن ہے جس کا وعدہ میرے رب نے ان الفاظ میں فرمایا:

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝
فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝

﴿سورۃ النصر﴾

ترجمہ: ”جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے ہیں تو اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش طلب کرو، بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔“

﴿طبرانی اوسط﴾

حضرت حارث بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج سے قیامت تک سرزمین مکہ میں جہاد نہ ہوگا۔

﴿بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے مراد یہ لی ہے کہ اہل مکہ قیامت تک روٹے کفر و شرک اختیار نہ کریں گے۔﴾

﴿ابن سعد، ترمذی، حاکم، ابن حبان، دارقطنی، بیہقی﴾

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے فوراً بعد حضرت مجاہد اعظم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو صنم خانہ عزی کو توڑنے اور ڈھانے کے لیے قبائل بنو ثقیف کے درمیان مقام نخلہ روانہ فرمایا:

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے اور آپ نے عزی کو تین آہنی مینخوں سے جڑا ہوا پایا۔ انہوں نے بت اور عمارت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور آ کر حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ تعمیل کر آ جا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کام مکمل نہیں کیا لہذا پھر جاؤ اور کام کو مکمل کر کے واپس آؤ۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ پھر گئے پجاریوں اور پروہتوں نے دیکھا تو پہاڑیوں اور چٹانوں میں جا کر

چھپ گئے اور دعائیں کرنے لگے ”اے الوہیت اور عظمت کے حامل عزی تو اس قریشی صابی کو ”فاتر العقل“ کر دے، کسی طرح اس کو ناکارہ اور ناکام بنا دے ورنہ تیری رسوائی اور ذلت آ پہنچی۔“

حضرت خالد بن ولیدؓ نے بیان کیا کہ میں نے ایک برہنہ عورت کو دیکھا جس کے بال پریشان اور سر پر خاک پڑی تھی۔ میں نے جا کر اس کے سر پر تلوار سے وار کیا وہ قتل ہو گئی۔ واپس آ کر حضور نبی کریم ﷺ کو بتایا آپ نے فرمایا: وہی عزی تھی۔

﴿بیہقی، ابو نعیم﴾

واقدی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر حضرت سعد بن زید اشہلیؓ کو منات کے بت خانے کی طرف روانہ فرمایا جو مکہ مدینہ کے درمیان قدر میں سمندر کے ساحل پر واقع تھا۔ بیس سواران کے ساتھ کر دیئے اور حکم دیا ”بت کو توڑ دو اور عمارت کو منہدم کر دو۔“ حضرت سعدؓ جب منات کے قریب پہنچے تو مجاور پر وہتوں نے پوچھا: تم لوگوں نے کیسے زحمت کی حضرت سعدؓ نے جواب میں فرمایا ہم منات کو توڑنے آئے ہیں۔ پر وہتوں نے کہا: ”تمہارا تو معاملہ منات سے براہ راست رہے گا۔“

حضرت سعدؓ بت کی طرف چند قدم چلے تھے کہ معا ایک کر یہہ صورت، کالی رنگت، تند خصلت اور برہنہ حالت میں ایک عورت نکلی آہ و بکا اور شور و شیون کرتی ہوتی۔

سب سے بڑے پروہت نے کہا: ”اے صاحب اختیار دیوتا منات! تو صاحب قوت اور صاحب شوکت ہے، تو اپنے غیظ و غضب سے اپنے منانے والے کو مٹا دے۔“

جب حضرت سعدؓ نے یہ دیکھا تو تلوار کا ہاتھ مارا، وہ ٹکڑے ہو کر تڑپی پھر جہنم رسید ہوئی بعد ازاں منات کو ضربوں سے چور چور کر دیا گیا اور اس کی عمارت کو منہدم کر دیا گیا۔

﴿ابن سعد﴾

ابو الشریح عدویؓ سے روایت کی کہ فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا: مکہ اللہ تعالیٰ کا حرم ہے جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان رکھتا ہے یعنی مسلمان ہے، آئندہ کبھی بھی اس کے لیے لائق نہیں ہے کہ حرم کی حدود میں جنگ و قتال کرے خون ریزی کرے حدود حرم کے درخت کاٹے یا جانوروں کا شکار کرے۔ یہ میرے لیے بھی ہے کیونکہ فتح کے دن میرے لیے اجازت بھی دن کی ایک گھڑی میں تھی۔

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اصحابِ قبل سے مکہ کی حفاظت کی مگر اپنے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو اہل مکہ پر غالب کر دیا۔ لوگو! آگاہ رہو حرم مکہ میں خون ریزی حرام ہے اور میرے لیے بھی صرف ایک بار، دن کے ایک خاص حصے میں اکی گھڑی کے لیے حلال ہوا تھا۔

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت عثمان بن طلحہؓ سے روایت ہے کہ ہجرت مدینہ سے قبل رسول اللہ ﷺ نے مجھے

دعوت اسلام دی۔ میں نے کہا حیرت ہے آپ ﷺ مجھ سے امید رکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی اتباع کر لوں گا۔ آبائی اور موروثی دین کو چھوڑ کر آپ ﷺ کا نیا دین قبول کر لوں گا۔

زمانہ جاہلیت میں دو شنبہ اور پنج شنبہ کو کعبہ طواف کے لیے کھولا جاتا تھا۔ ان دنوں کے علاوہ ایک روز آپ ﷺ تشریف لائے اور کعبہ اللہ میں داخل ہونا چاہا۔ مگر میں نے سختی سے روک دیا۔ آپ ﷺ نے تحمل برداشت سے کام لیا اور فرمایا: اے عثمان رضی اللہ عنہ یا در کھو وہ وقت کچھ دور نہیں ہے کہ خانہ کعبہ کی چابی ایک صاحب اختیار کی حیثیت سے میرے پاس ہوگی اور میں جسے چاہوں گا تو لیت کے ساتھ چابی عطا کروں گا۔

میں نے کہا تھا کہ اے محمد (ﷺ) اس وقت قریش مرچکے ہوں گے یا پھر وہ ذلت و رسوائی کو برداشت کر لیں گے؟

آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا تھا: عثمان! ایسا نہیں ہے، اس دن قریش کو عزت اور معافی ملے گی۔ یہ فرما کر آپ ﷺ کعبہ میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد میں آپ ﷺ کو کعبہ کے اندر داخلہ سے نہ روک سکا۔ لیکن آپ ﷺ کی باتیں میرے دل میں گھر کر گئی تھیں۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے، وہ ہو کر رہے گا پھر میں نے مسلمان ہو جانے کا ارادہ کیا تو میری قوم نے مجھے جہڑکا اور سختی کے ساتھ خائف کر دیا۔

فتح مکہ کے روز حضور نبی کریم ﷺ نے کعبہ اللہ کی چابی مجھ سے طلب فرمائی، میں نے چابی دی اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں لے کر پھر مجھ ہی کو عطا فرمادی اور کہا یہ چابی ہمیشہ تمہارے پاس رہے گی۔ تم سے کسی کا چابی لینا دراصل ظلم سے چھین لینے کے مترادف ہوگا۔

میں حضور نبی کریم ﷺ سے جدا ہو کر چند قدم چلا تھا تو مجھے آواز دی، میں پلٹ کر حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے تبسم فرماتے ہوئے پوچھا:

عثمان (رضی اللہ عنہ)! کیا وہ بات پوری نہ ہوئی جو میں نے تم سے کہی۔ فوراً مجھے آپ ﷺ کا وہ فرمان یاد آ گیا جو آپ نے ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں مجھ سے فرمایا تھا، یہ سن کر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے جو فرمایا وہ بالکل صحیح ثابت ہوا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں۔

﴿ابن سعد﴾

غزوہ حنین میں معجزات کا ظہور

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ تم لوگ حنین میں رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں ہم لوگ بھاگ کھڑے ہوئے تھے مگر سرور کونین ﷺ نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ فرمائی ہوا زن بڑی ماہر تیر انداز قوم تھی جب ہمارا ان سے مقابلہ ہوا اور ہم نے ان پر حملہ کیا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور لوگ مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے تو

انہوں نے ہم پر سامنے سے تیر اندازی شروع کر دی جس کے بعد مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے۔ ہم نے اس وقت دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی سواری کی لگام ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ پکڑے ہوئے کھڑے تھے اور حضور نبی کریم ﷺ کی زبان پر تھا:

اِنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ

اِنَا اِبْنُ عَبْدِ الْمَطْلَبِ

ترجمہ: ”میں نبی ہوں اس میں جھوٹ نہیں ہے، میں ابن عبدالمطلب ہوں۔“

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت عیاض بن حارث نضری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ حنین میں منہی بھر کنکریاں لیں اور مخالف لشکر کی طرف پھینکیں تو پھر وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

﴿تاریخ بخاری، ابن سعد، حاکم، بیہقی﴾

عبدالرحمن ام بڑھن رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ ان سے مشرکین حنین میں سے ایک شخص نے کہا: جب ہم مسلمانوں کے مقابل ہوئے اور حملہ عام کا آغاز ہوا تو مسلمان اتنی دیر بھی میدان میں نہ رکے کہ جتنی دیر میں چرواہا ایک بکری کا دودھ نکالتا ہے، ہم نے ان کے پاؤں اکھیر دیئے ہم نے ان کے تعاقب میں آگے بڑھ رہے تھے کہ اسی اثناء میں ہماری نظر ایک سوار پر پڑی جو سفید نچر پر تھا، ہم نے یہ غور دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے اور آپ کے چاروں طرف آس پاس سفید و حسین چہروں والے افراد تھے۔ انہوں نے ہم تعاقب کرنے والوں پر ایک خاص انداز سے نگاہ ڈالی اور پھر کہا: ”شَاهَتِ الْوُجُوهُ اِرْجِعُوْا“ تو ہم بھاگ پڑے اور وہ لوگ ہمیں تو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ہمارے حلقوم کو چھید رہے ہیں اور شانوں پر چڑھے بیٹھے ہیں۔

﴿بیہقی، ابن عساکر﴾

کدورت محبت میں تبدیل اور صحابہ کی عقیدت:

حضرت ابن المبارک رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر ہذلی رضی اللہ عنہ سے انہوں نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کی کہ شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حنین میں جہاد کیا تو مجھ کو اپنے باپ عثمان اور چچا کی یاد آگئی۔ ان دونوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ میرے اندر بے پناہ جوش انتقام بھڑک اٹھا پس میں نے ارادہ کر لیا کہ محمد ﷺ سے انتقام لوں گا۔

میں حنین سے میدان جنگ میں پہنچا۔ میری نظروں نے حضور نبی کریم ﷺ کو تلاش کر لیا مگر آپ کے قریب وہنی جانب عباس رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے سوچا یہ آپ کے چچا ہیں آپ کی بھرپور مدافعت کریں گے۔ جب میں نے دوبارہ ماحول کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ آپ ﷺ کے بائیں جانب ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ کھڑے ہیں، سوچا یہ چچا زاد برادر ہیں، ان کو بھی کچی اور پوری ہمدردی ہوگی۔ پھر میں اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے پیچھے کی طرف اس قدر قریب آ گیا کہ وہاں سے تلوار کا وار باسانی کر سکتا

تھا کہ معا ایک آگ کا شعلہ بالکل میرے قریب سامنے کی طرف فروزاں ہوا۔ میں پیچھے ہٹ گیا۔ عین اسی وقت حضور نبی کریم ﷺ نے میری طرف توجہ کی اور فرمایا:

شیبہ! قریب آؤ میں آگے بڑھا تو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینہ پر رکھا جس سے تمام کدورت اور خصومت کا بخار میرے دل سے نکل گیا اور آپ ﷺ کی شخصیت میرے لیے دنیا کی ہر شے سے زیادہ محبوب ہو گئی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: شیبہ! مشرکین سے جہاد کرو۔ اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مہاجرین کو بلاؤ اور انصار کو بھی آواز دو۔ شیبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اصحاب کے اس جذبہ اخلاص، محبت اور ایثار کو بیان کرنے کے لیے میں کون سا اسلوب بیان اختیار کروں اور کس شے سے اس کو تشبیہ دوں؟ پھر شیبہ رضی اللہ عنہ نے سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے کہا: ایک ناقہ کی اپنی اولاد سے محبت ضرب المثل ہے حضور سرور عالم ﷺ کے صحابہ کو اس سے بھی کہیں زیادہ محبت اپنے سرور عالم ﷺ سے تھی۔

میں دیکھ رہا تھا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بس اعلان ہی کیا تھا اور مہاجرین و انصار اس مرکز برکات، ذات والا صفات کی جانب کھینچے آرہے تھے، گویا مہتاب کی خلاء میں کواکب و کہکشاں کا ایک لڑی میں پرویا ہوا قافلہ۔ ان آنے والوں نے ہر طرف سے آکر ہجوم کر لیا پھر آپ ﷺ نے زمین پر سے کنکریاں لیں اور مشرکین بنو ثقیف اور ہوازن کی طرف پھینکا اور فرمایا ”شَاهِبِ الْوُجُوهُ اِرْجِعُوْا حَمَّ لَا يَنْصَرُوْنَ“۔ پس تمام مشرکین ہزیمت کھا کر بھاگ پڑے۔

﴿ ابوالقاسم بغوی، بیہقی و ابو نعیم، ابن عساکر ﴾

رسول اللہ ﷺ کی دعا قبول:

حضرت عطیہ سعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عطیہ ان لوگوں میں سے تھا جس نے نبی کریم ﷺ سے ہوازن کے قیدیوں کے بارے میں باتیں کی تھیں اور پھر تمام صحابہ نے اپنے اپنے حصے میں آئے قیدیوں کو واپس کر دیا تھا۔ مگر ایک شخص نے قیدی کو نہیں لوٹایا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے دعا کی کہ اے خدا تو اس کا حصہ ضائع کر دے۔ پس وہ نو عمر دو شیزہ لڑکیوں اور نو جوان مضبوط غلاموں کے پاس سے گزرتا اور ان کو چھوڑتا گیا۔ اس کی نگاہ ایک سن رسیدہ بوڑھی عورت پر پڑی، اس نے کہا یہ عورت مجھے مطلوب ہے اس لیے کہ یہ قبیلہ کی ماں ہے، لوگ آئیں گے اور مناسب فدیہ دے کر لے جائیں گے۔

اس انتخاب پر عطیہ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور کہا عجیب رہا اس کا انتخاب۔ اس نے ایک ایسی ضعیفہ کو پسند کیا ہے جو نہ آنکھوں سے ٹھیک دیکھتی ہے نہ کانوں سے ہر آواز سنتی ہے، اس کے منہ میں نہ دانت ہیں نہ ٹھوس جسم۔ بے چاری کا کوئی ولی وارث بھی نہ تھا۔ معزز گھرانہ بھی نہ تھا کہ قبیلہ کی عزت ہو۔ حضور نبی کریم ﷺ نے جس شخص کو بددعا دی تھی مجبوراً چند دن انتظار کے بعد اس بڑھیا کو آزاد کر دیا۔

﴿ ابو نعیم ﴾

غزوة تبوک میں معجزات کا ظہور

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تبوک کی طرف روانہ ہوئے تو کچھ افراد پیچھے رہ گئے تھے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بھی بعد میں آکر لشکر میں شامل ہوئے تھے کچھ مسلمانوں نے دیکھ کر عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کوئی شخص راہ میں ہے اور ہماری طرف آرہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوذر رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ جب وہ مزید آگے بڑھے، کچھ لوگوں نے مزید غور کیا تو وہ پہچان گئے اور کہنے لگے ہاں اے اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ تو ابوذر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: اللہ تعالیٰ ابوذر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے وہ تنہا ہی چلتے ہیں، تنہا ہی مریں گے اور تنہا ہی اٹھائے جائیں گے۔

تو زمانے کے لوگوں کو جو ایدہ اپنی وہ انہیں بھی پہنچ کر رہی۔ وہ ربذہ میں جا کر رہے اور وہیں یکہ و تنہا رہ کر زندگی گزار دی اور وہیں وفات پائی۔ ان کے پاس صرف ان کی زوجہ اور غلام تھا۔ ان کا جنازہ شاہراہ عام پر لا کر رکھ دیا گیا۔ اسی وقت ایک قافلہ وارد ہوا۔ قافلہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے جب انہیں معلوم ہوا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا جنازہ ہے تو اشکبار ہوئے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی تنہائی کے بارے میں جو قول اوپر بیان ہوا اس کو بیان کیا اور نماز جنازہ پڑھائی۔

﴿ابن اسحاق، حاکم، بیہقی﴾

چشمہ میں برکت:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم غزوة تبوک پر روانہ ہوئے تو ایک روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انشاء اللہ تم کل صبح چشمہ تبوک پر پہنچ جاؤ گے مگر چاشت سے پہلے پہنچنا ہوگا۔ تو جو لوگ یا فرد وہاں پہنچے وہ چشمہ کے پانی کو نہ چھوئے نہ استعمال کرے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چشمہ پر پہنچے وہ تسمہ کی مانند تھا اور کسی قدر اس سے پانی نکل رہا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برتن میں پانی لیا اور اس سے چہرہ انور اور دست مبارک دھوئے اس کے بعد وہ پانی چشمہ میں ڈال دی تو پھر اس سے بہ کثرت پانی جاری ہو گیا، تمام لوگوں نے اسے استعمال کیا۔ اس کے بعد فرمایا: اے معاذ رضی اللہ عنہ! اگر تم زندہ رہے تو دیکھو گے کہ اس چشمہ کے پانی سے باغات بھر جائیں گے۔ چنانچہ چشمہ آج بھی جاری ہے۔

﴿مسلم﴾

کھانے میں بے پناہ برکت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز تبوک کے موقع پر جب لشکر اسلام کو بھوک نے بے تاب کر دیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سواری اور بار برداری کے اونٹوں کو ذبح

کرنے کے لیے اجازت طلب کی گئی۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ایسا کیا گیا تو سواری کے جانور کم ہو جائیں گے۔ اے اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بچا ہوا سامان خورد و نوش اور آذوقہ لوگوں سے جمع کرا کر اس میں ان کے لیے دعائے برکت فرمادیں تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت فرمادے گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دسترخوان طلب فرما کر پس خوردہ سامان خورد و نوش کو اس پر جمع کرنے کا حکم دیا۔ وہ تھوڑا تھوڑا اور دانہ ہو کر ڈھیر ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور لشکر مجاہدین سے فرمایا کہ توشہ دانوں میں اچھی طرح بھر لو! چنانچہ پورے لشکر نے ایسا ہی کیا اور سب کے برتن پر ہو گئے۔ دسترخوان پر پھر بھی باقی رہا۔ اللہ تعالیٰ کی برکت اور قدرت کے اس عام مشاہدہ اور معجزے کے ظہور کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ کلمات ادا ہوئے۔ اشھدان لا الہ الا اللہ والی رسول اللہ۔ پھر مطلع فرمایا اس کلمہ کے اقرار و شہادت کے بعد جو بھی اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اسے اس میں شک نہ ہو تو اسے جنت سے روکا نہ جائے گا۔

﴿مسلم﴾

مشکیزہ گھی سے لبریز:

حضرت ابو خالد خزاعی بزید بن یحییٰ، محمد بن حمزہ بن عمرو اسلمی (رحمہم اللہ) سے انہوں نے اپنے والد اور دادا سے روایت کی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک کے غزوہ میں تشریف لے جا رہے تھے تو میں ایک گھی کے مشکیزہ پر مامور تھا۔

ایک روز میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر کھانے کی تیاری کا ارادہ کیا دیکھا تو مشکیزہ میں گھی بہت ہی تھوڑا رہ گیا تھا، پس میں نے مشکیزہ کو دھوپ میں رکھ دیا تاکہ ہر طرف سے پکھل کر یکجا ہو جائے۔ میں آرام کیلئے ذرا دراز ہوا اور نیند آگئی، تھوڑے ہی وقفہ میں آنکھ کھل گئی۔ مشکیزہ اٹھانے پہنچا تو اللہ تعالیٰ کی شان اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے مشکیزہ گھی سے لبریز ہی نہ تھا بلکہ اس کے دہانے سے گھی باہر نکل کر بہ رہا تھا، میں نے گھبرا کر اس کا دہانہ دبا لیا اور اٹھا لایا۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر عمر و اس کے دہانے کو نہ دباتے تو گھی سے تمام وادی بھر جاتی۔

﴿ابو نعیم﴾

کھجوروں میں عظیم برکت:

واقدی رحمہ اللہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا بنی سعد کا ایک شخص بیان کرتا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تبوک میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے درمیان تشریف فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں شخص تھے، یعنی کل نفوس سات تھے۔ میں نے اسلام قبول کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: ہمیں کھانا کھلاؤ، پس انہوں نے دسترخوان بچھایا اور تھیلی سے چند کھجوریں نکالیں جو گھی اور پنیر سے تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھاؤ تو ہم سب حاضرین نے کھجوریں کھائیں اور

سب شکم سیر ہو گئے، اس وقت میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں تنہا کھانے والا ہوتا تو یہ ساری کھجوریں کھا جاتا۔ (یعنی قدر قلیل کھجوریں اتنے افراد کو کافی ہو گئیں۔)

دربار نبوت ﷺ میں دوسرے دن میں پھر حاضر ہوا۔ اس موقع پر دس اشخاص اور بھی موجود تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ہم کھانا کھائیں گے۔ وہ تھیلی کے اندر ڈال کر خرے تلاش کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر فرمایا: اے بلال رضی اللہ عنہ! بہت نکلے گا، تھیلی کو دسترخوان پر الٹ دو، اور ذی العرش (یعنی اللہ تعالیٰ) سے کمی کا اندیشہ نہ کرو۔ انہوں نے تھیلی کا منہ نیچا کر کے جھٹکا دیا، کھجوریں کپڑے پر آ گئیں۔ ان کی مقدار میرے اندازے میں دوہر ہو گئی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک کھجوروں پر رکھا اور پھر ہاتھ کو ہٹاتے ہوئے کہا: بسم اللہ کر کے شروع کرو، میں نے اور تمام لوگوں نے جس قدر کھا سکتے تھے کھائیں، پھر بھی دسترخوان پر اتنی ہی کھجوریں باقی رہ گئیں۔ میں تیسرے روز پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس روز چند اشخاص اور زیادہ ہو گئے، میرے خیال میں بارہ یا تیرہ افراد ہوں گے۔ اس روز بھی کھانے کا وقت تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے بلال رضی اللہ عنہ! ہم کھانا کھائیں گے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ وہی تھیلی لائے۔ اندر کے خرے کھانے کے کپڑے پر الٹ دیئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے پھر دست مبارک رکھا اور ارشاد فرمایا: بسم اللہ کرو، چنانچہ ہم سب نے سیر ہو کر کھائے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جتنے خرے نکالے تھے کم سے کم اتنے ہی بچے ہوئے پھر تھیلی کے اندر بھر لیے، اس طرح تین دن مسلسل مجھے یہ معجزہ دیکھنے کا موقع ملا۔ ﴿البونعم﴾

انگلیوں سے پانی کے چشمے ابل پڑے:

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اسلامی لشکر رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں غزوہ کیلئے رواں دواں تھا۔ اثنائے راہ میں پیاس لگی، پھر وہ اس درجہ شدید ہو گئی کہ پیاس کے غلبہ سے زبانیں تالوؤں پر چمٹ گئیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے پیالے میں تھوڑا پانی طلب فرمایا اور قطرے قطرے جگہ جگہ سے لے کر دو تین گھونٹ پانی جمع کر کے پیش خدمت کیا گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیالے کے پانی میں انگلیاں ڈبودیں، پس آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی ابل پڑا جس کو ذخیرہ کر لیا گیا اور تمام لشکر جس میں تیس ہزار مجاہد، بارہ ہزار اونٹ اور بارہ ہزار گھوڑے تھے، سب کے سب خوب سیراب ہو گئے۔ راوی حدیث ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

تبوک میں چار معجزے ظہور میں آئے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ واپس آرہے تھے، سخت گرمی، تپش اور حرارت کی وجہ سے دو مرتبہ کے بعد پھر تیسری بار تشنگی لوگوں پر غالب آ گئی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو تلاش آب کیلئے روانہ فرمایا۔ وہ تلاش کرتے ہوئے مقام تبوک اور حجر کے درمیان پہنچے تو وہاں انہوں نے ایک عورت کے پاس مشکیزہ میں قلیل سا پانی دیکھا۔ حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے باتیں کیں اور حضور نبی کریم ﷺ کے پاس اس عورت کو لے کر آ گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے وہ پانی سامنے رکھا اور دعا فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا: ”اے لوگو! پانی پیو، اور

اپنے اپنے برتن بعد کیلئے بھی بھرو، اور تمام اونٹوں اور گھوڑوں کو بھی سیراب کر دو۔“

﴿واقفی، ابو نعیم﴾

بارانِ رحمت کا نزول:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ حبش عسرت کی کیا کیفیت تھی، تو آپ نے فرمایا: ہم سخت گرمی کے موسم میں تبوک کی طرف روانہ ہوئے، ایک منزل پر جب ہم نے قیام کیا تو ہمیں ایسی شدید پیاس نے گھیرا گویا یہ گرمی ہماری جان نکال لے گی۔ اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کیلئے دست ہائے مبارک بلند فرمائے، ابھی دست مبارک نیچے نہ آنے پائے تھے کہ آسمان پر گڑگڑاہٹ ہوئی، بادل چھا گئے اور خوب بارش ہوئی، اہل لشکر نے اپنے تمام برتن پانی سے بھر لیے۔

﴿ابو نعیم﴾

ابی حمید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نصرانیوں کے حملہ کی خبر سن کر تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ دورانِ سفر وادیِ قرامی میں ایک خاتون کے باغ کے پاس سے گزرے۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس باغ کی کھجوروں کا تخمینہ لگاؤ۔ ہم نے تخمینہ لگایا، سرور ذیشان صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ دس وسق تھا۔ اس عورت سے کہا: تم اپنی کھجوروں کا ناپ تول کر لینا اور ہم انشاء اللہ تمہارے پاس واپس آئیں گے۔ ہم میدانِ تبوک میں تھے کہ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آج رات شدید ہوا اور سخت جھکڑ چلیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص باہر نکل کر ہوا کے تھپڑوں میں کھڑا نہ ہو اور جس مجاہد کی تحویل میں کوئی جانور، اونٹ یا گھوڑا ہو اس کو چاہیے کہ وہ اس کے پیروں کو باندھ دے، چنانچہ آندھی آئی، اتفاق کہنے یا لا پرواہی کہ ایک شخص لھڑا تھا، ہوا کے زور اور تھپڑوں نے اسے لے جا کر جیل طے کے پاس ڈال دیا۔ جب ہم واپسی کے وقت وادیِ قرامی سے گزر رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالکہ باغ سے دریافت کیا تمہاری کھجوریں کتنی ہوئیں؟ اس نے بتا دیا: دس وسق۔

﴿مسلم﴾

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تبوک سے واپسی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو چار سو بیس سواروں کے ساتھ اکیدر کی طرف دو متہ لٹنڈل بھیجا اور فرمایا اکیدر تم کو جنگل میں شکار کرتا ملے گا تم اس کو گرفتار کر لو گے اور دو متہ فتح ہو جائے گا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ جب پہنچے، اکیدر شکار کرنے کیلئے گائے کا تعاقب کر رہا تھا، پس حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر اس کو اپنی مضبوط گرفت میں لے لیا اور اس طرح غزوہ میں یہ چار اہم معجزات ظہور میں آئے۔

﴿بیہقی﴾

☆☆☆☆☆☆

محمد عبدالاحد قادری

حصہ اول ختم شد

گوگڑاں، تحصیل و ضلع لودھراں